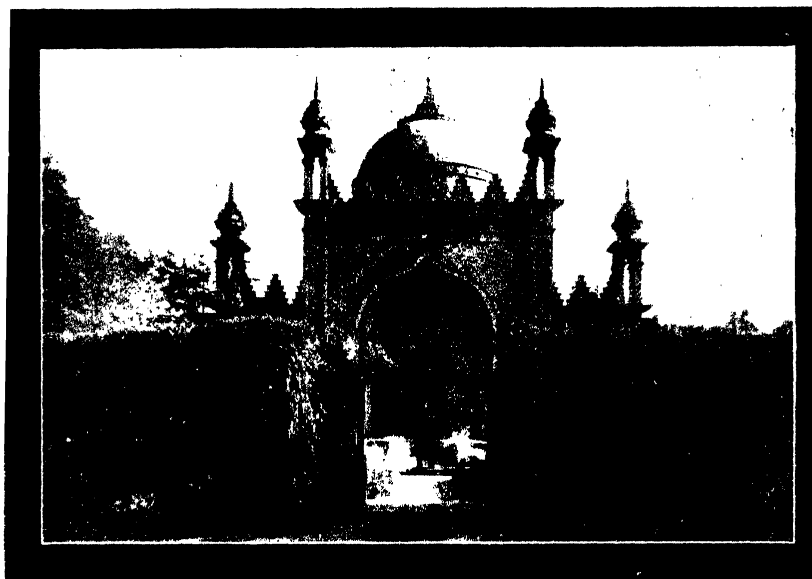
ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ۔ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیِ مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عیہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں

اغراض و مقاصد

(ب) (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں برقرار رکھنا اور اصول پر زندہ و قائم رکھنا +

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا +

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا +

۴۔ سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا +

۵۔ اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سر انجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking, Surrey, England.

۵۔ بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ۔ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ معہ محصولڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں، طلباء و مفت تقسیم کے لئے ۵ر معہ محصول ڈاک

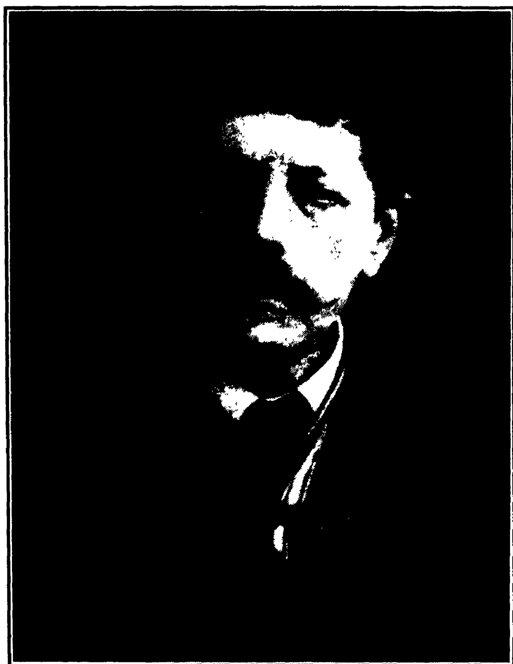
تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

In one of his letters which he sent along with his "Declaration Form" Mr. Allan wrote to say:—

"It must not be taken that I am 'renegading' from any creed, for, as a child, I received no particular religious instruction at school; the scriptures and the Gospel were just used as a daily reading lesson, and not taught otherwise. I mention this, as I know converts often are looked upon with suspicion and contempt, particularly by the Osmanlis.

"I will also send you a photo of myself when I can get one taken. *I have not been photographed since a boy as I had an idea that it was rather against the law* (*Shariat*). From what you tell me of the 'Hanafi' School, I should surmise it rather more liberal than others. It is no doubt good, *provided it be not carried too far.*

"Sir, in my case, as I have mentioned, I never followed any particular creed. I think, when a child, I used to be occasionally sent to church for respectability's sake, but had a furious and instinctive dislike for its rituals, not being able to understand anything that I used to hear there."



"Born in New Zealand some weeks after my father's death—brought to England soon after—educated at private schools. Being the only child, I was left much to my own devices; became an omnivorous reader as a schoolboy, acquired Sale's Koran and was much struck with it—at that early age I could see through and was thoroughly disgusted with the hypocrisy of those *professing* Christianity and their leaders. Of recent years have studied the Koran a great deal—therein is 'a plain direction' for everyone; it is logic and no mysticism—the best commentary on the Koran is—It requires none (read it with an unbiased mind all ye who wish for instruction)."

Ahmad A. Allan."

[*See overleaf.*

جلد ۱۸ نمبر ۱

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) | بابت ماہ جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ | نمبر (۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء نمبر (۱)

شذرات

جناب اے۔ ایلن احمد کا اعلانِ اسلام

جنابِ والد صاحب مرحوم کی وفات کے چند ہفتہ بعد میں نیوزیلینڈ میں پیدا ہوا۔ اس کے بعد مجھے انگلستان لایا گیا۔ اور ایک پرائیویٹ سکول میں مجھے تعلیم دی گئی کیونکہ اپنے گھرانہ میں میں ایک ہی اکلوتا بچہ تھا اس واسطے میرے معاملات میں کوئی بھی شخص مزاحم نہ ہوتا تھا۔ طالبعلمی کی زندگی میں ہی مجھے مطالعہ کا ازحد شوق ہو گیا۔ میں نے سیل کا ترجمۃ القرآن حاصل کیا۔ اسے مطالعہ کر کے میں حیران ہوا۔ اوائل عمر ہی میں عیسائیوں اور ان کے اکابرین کی منافقت سے ازحد بیزار ہو گیا۔ جوں جوں عمر میں ترقی ہوتی گئی۔ توں توں قرآن کریم کے مطالعہ کی طرف بھی زیادہ توجہ دیتا رہا۔ مجھے اس کے صفحات کے اندر ہر ایک شخص کیلئے رشد و ہدایت نظر آئی۔ یہ کتاب عظیم ایک منطق ہے جو حکمت و دانش پر مبنی ہے محض تصوف کی کتاب نہیں۔ قرآن کریم کو کسی کے سمجھانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کی بہترین تفسیر و شرح یہی ہے کہ جو بھی متنفس اس سے روشنی و ہدایت کا متمنی ہے۔ وہ اسے غیر متعصب دل و خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرے+

ہمارے نومسلم بھائی جناب مسٹر ایلن صاحب نے اپنے اعلانِ اسلام کے ساتھ جو مکتوب ارسال کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:-

"یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ میں کسی مذہب سے مرتد ہو رہا ہوں کیونکہ بچپن سے ہی سکول میں مجھے کسی مخصوص مذہب کی تلقین نہیں کی گئی۔ انجیل ہمارے لئے دیگر درسی کتب کی طرح ایک معمولی روزانہ درسی کتاب کی حیثیت رکھتی تھی۔ اسکے

علاوہ اس کی کوئی خاص تعلیم نہ دی جاتی تھی ۔ مَیں ان امور کا اس لئے اظہار کر رہا ہوں ۔ کیونکہ نَومُسلمین ہمیشہ شکوک و حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں" +

"مَیں عنقریب آپ کی خدمت میں اپنی فوٹو بھی ارسال کرونگا۔ بچپن سے آج تک مَیں نے تصویر نہیں کھنچوائی کیونکہ مجھے یہی خیال رہا کہ تصویر اُتروانی خلافِ شریعت ہے ۔ جو کچھ آپ نے مجھے حنفی جماعت کے متعلق تحریر فرمایا ہے میرے نزدیک یہ جماعت دوسروں سے زیادہ آزاد خیال ہے" +

جناب عالی! جیسا کہ میں نے عرض کیا ۔ مَیں کسی خاص اعتقادات کا معتقد نہیں رہا ہوں ۔ جبکہ میں بچہ تھا ۔ مجھے گاہے گاہے محض تقدس کلیسیا کی خاطر گرجے بھیجا جایا کرتا تھا ۔ لیکن اُس کی رسمیات سے مجھے جبلّی تنفر تھا جنہیں دیکھ کر میں آگ بگولا ہو جایا کرتا تھا ۔ اور جو کچھ بھی میں گرجا میں سُنا کرتا تھا ۔ اس کی ذرا بھر بھی مجھے سمجھ نہ آتی تھی +

خادم ۔ احمد ۔ اے ۔ ایلن

تمدّنِ اسلام حصّہ اوّل

تبصرہ از قلم جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ارزو! ورنگ آباد دکن

یہ دلچسپ کتاب علالت کے باوجود خواجہ صاحب موصوف نے تکمیل کو پہنچائی ۔ اور یہ حصّہ بلا تاخیر شائع کرنا ضروری تصوّر کیا ۔ خواجہ صاحب کی انگلستان میں تبلیغی مساعی اور انگریزی اُردو تصانیف نے ملک میں المفید کافی رُوشناس کر دیا ہے ۔ اور ہمارا خیال ہے ۔ کہ یہ آخری کتاب اُن کی علمی شہرت میں اور اضافہ کرے گی ۔ کتاب میں کہیں کہیں مناظرہ کا رنگ[1] اور مضامین میں قدرے بے ربطی بھی[2] پائی جاتی ہے ۔ بعض الفاظ اور فقرے مذاق سلیم کے معیار پر غالباً پورے نہیں اُترتے ۔ لیکن ان اسقام کے باوجود کتاب کے اکثر مباحث نہایت مفید اور پڑھنے کے قابل ہیں ۔ آیات قرآنی کی تفسیر میں لائق مصنف نے اجتہاد کی شان دکھائی ہے ۔ اور بڑی خوبی سے مبرہن کیا ہے ۔ کہ اس کتاب حکیم کی تعلیم ترقی تمدن کی کس قدر محرک و ممد ہے ۔ اور اُس نے اخلاق عالیہ کی کیسی مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا چاہتی ہے ۔ کہ اس حیرت انگیز جامعیت کے ساتھ دُنیا کے کسی اور مذہب یا حکمت معلومہ نے یہ سبق نوع انسان کو نہیں دیا تھا ۔ خواجہ صاحب نے بعض تعلیمیافتہ مسلمانوں کے اس قول کی کہ "ہم پہلے ہندوستانی ہیں" پھر مسلمان وغیرہ ۔ جابجا سخت مذمت کی ہے ۔ دوسرے مذاہب کی وہ تمدنی خامیاں بتائی ہیں جن کی بدولت عہد جدید کے اہل علم و تحقیق سرے سے الہامی مذہب ہی سے منکر و منحرف ہو گئے ۔ پھر خواجہ صاحب نے عقلی دلائل اور محکم شواہد سے ثابت کیا ہے ۔ کہ اسلام جہاں ایک طرف کامل مساوات انسانی اور جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے وہیں دوسری طرف خالص توحید اخلاق الٰہی سے متصف ہوتا اور خلافت فی الارض اسکے مشہور و مسلم عقاید میں داخل ہے ! اور یہ آخری عقیدہ ہی اس بات کی صریحی دلیل ہے ۔ کہ اسلام عقلی علوم و فنون تحقیق و انکشافات اور تمدنی جد و جہد میں حائل نہیں ۔ بلکہ اُن کا عین مؤید و داعی ہے ۔ کتاب میں ہر جگہ فاضل مصنّف کی وسیع معلومات اور غور و تحقیق کا جلوہ نظر آتا ہے ۔ اور جزئی اختلافات سے قطع نظر بحیثیت مجموعی طور پر ہم تمدن اسلام کو اپنی زبان کی نہایت قابل قدر تصانیف میں شمار کئے جانے کے لائق سمجھتے ہیں ! اور جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں سے جو مذہب سے قاطبتاً بدظن و برگشتہ نہیں ہو گئے ہیں اسے پڑھنے کی پُرزور سفارش کرتے ہیں +

[1] اشاعت حاضرہ کو آپ نے خود ہی مزین کیا جاتا ہے ۱۲

[2] حضرت خواجہ صاحب بسا اوقات شدت مرض کی حالت میں نہ تو خود اپنے قلم سے کچھ لکھ سکتے ہیں نہ ہی مسودہ کی نظر ثانی فرما سکتے ہیں ۔ اسلئے ایسے اسقام تصنیف میں آجاتے ہیں تصنیف مذکورہ کو اپنے نازک ترین مراحل علالت میں آپنے تحریر فرمائی ۔ جبکہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی ۔ دہن و شش سے خون جاری تھا + سکرٹری

الله الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

تفسیر القرآن

سالِ نو کی مبارکباد ناظرین رسالہ کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے۔ کہ ان کو یہ مژدہ جانفزا سُنایا جائے کہ جس جدید تفسیر القرآن کی اشاعت کیلئے وہ مدت سے چشم براہ تھے۔ اشاعت حاضرہ میں اسکی پہلی قسط پیش کی جاتی ہے +

اس ذوالمنن کا شکر و احسان ہے۔ کہ صحیفت حاضرہ میں ہم جدید تفسیر القرآن مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے پہلے باب کا اُردو ترجمہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اصل مضمون انگریزی میں ہے۔ جو ہر ماہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں بالالتزام شائع ہوتا رہیگا لیکن اس کا اُردو ترجمہ رسالہ ہذا کے صفحات کو انشاء اللہ مزین کرتا رہیگا۔ وما توفیقی الا باللہ +

تراجم اور تفاسیر تو آج تک بہت شائع ہو چکے۔ اور بڑے بڑے قابل ترین ہاتھوں سے ہو کر نکلے ہیں۔ جن کا تبحر علم مُسلمہ ہے لیکن ہمارے سامنے زیادہ تر مغرب کے مطالبات ہیں۔ اور دراصل یہی مطالبات ہیں۔ جو مشرق میں غیر مسلم چھوڑ کر خود مسلم نئی پود پیش کر رہی ہے +

اس جدید تفسیر القرآن کی اشاعت کیلئے دو وجوہات ہیں۔ ایک تو مغربی دُنیا کے رُجحانات یعنی یہ کہ اُن کے مذہبی نقطۂ خیال کو سامنے رکھ کر اُن کے مطالبات کا جواب قرآن کریم سے دکھایا جائے۔ اور دوسری طرف اپنے مُسلم بھائیوں کی بڑھتی ہُوئی مصائب کا علاج کیا جائے۔ ان دونوں امور کا حل قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم ہی مغربی مطالبات کو اور ایسا ہی اُنکے دیگر تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کتاب مبین کی تعلیمات کو چھوڑ کر ہماری یہ حالت ہو گئی ہے۔ اسلئے ہماری تکلیفات کا حل بھی قرآن کریم میں ہی ہے +

اشاعت اسلام کے معاملہ میں مغرب میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں شاندار و فوق العادت کامیابی عطا فرمائی ہے۔ عیسائی فرقۂ جدیدیت کے ایک رکن اعظم نے حال ہی میں اعلان کیا ہے۔ کہ وہ **مروجہ عقاید عیسائیت کو چھوڑ کر کسی نئے عقیدہ کے بنانے کی فکر میں ہیں** یعنی کلیسیاء نے جن عقاید کا نام بطور کریڈ (اصول مذہب) اعلان کیا ہوا ہے وہ صحیح نہیں

اس زبردست عیسائی جماعت کا نام **موڈرنسٹ** ہے۔ جو یورپ کی ۲/۳ آبادی پر مشتمل ہے۔.......... ان میں کثرت سے بشپ موجود ہیں۔ نیز علاوہ عیسائیت کے بڑے بڑے اہل فضل و قلم بھی اس گروہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ جو بڑی شد و مد کے ساتھ اپنی تحقیق کی اشاعت کر رہے ہیں +

آج جن امور کی پیروی لفظاً لفظاً موڈرنسٹ کر رہے ہیں وہ وہی ہیں۔ جو قرآن کریم نے سکھلائے۔ اب جو وہ نئے عقائد بنانا چاہتے ہیں۔ تو وہ کیوں قرآن کریم کی مزید تعلیم سے اس امر کیلئے مستفید نہ ہوں +

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ ان کو اس تعلیم سے آگاہ کرنا کس کا فرض ہے۔ خدا تعالےٰ نے یورپ میں میدان تبلیغ میں ہمارے لئے تنہا راہ کھول دیئے اسلئے یہ کام اب ہمارا ہے اور کل مسلم دنیا کا ہے۔ کہ اس فرقہ جدیدین کی روحانی تشنگی کی تسکین کے سامان پیدا کریں +

کس قدر خدا کا احسان ہے کہ اس نے چند سالوں میں انہدام عیسائیت۔ خود عیسائیوں کے ہاتھ سے ہی کرایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ موڈرنسٹوں کے جدید عقیدہ بنانے میں انکی امداد کریں۔ اور اس طرح انھیں اسلام کی طرف لائیں۔ زمانہ کی نئی پیدا کردہ ضروریات اور آرا کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کو پیش کریں۔ یہ تو صریح بات ہے۔ کہ موڈرنسٹ کوئی بہتر سے بہتر امر اپنے عقیدہ کے لئے تجویز نہیں کر سکتے۔ جو قرآن کریم نے تعلیم فرمایا ہو۔ اور ان پندرہ سالوں میں بھی انہوں نے قرآن کریم کی ہی پیروی کی ہے +

یورپ کی آبادی کے اس کثیر طبقہ کے مذہبی مقتضیات و مطالبات کو سامنے رکھ کر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے جنوری ۱۹۳۲ء نمبر سے ہم نے تفسیر القرآن کی اشاعت کو شروع کر دیا ہے۔ تاکہ یہ موڈرنسٹ فرقہ اپنے نئے عقیدہ بنانے کے نیک کام میں اُسے اپنے سامنے رکھے۔ گو وہ آگے بھی ہمارے اسلامی لٹریچر سے ناآشنا نہیں لیکن اب کے ہم نے خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی ایک کثیر تعداد کی مفت اشاعت ان میں پیہم ہوتی رہے +

ایک طرف تو مغربی دنیا کے رجحانات و مطالبات ہمارے سامنے ہیں اور دوسری طرف خود مسلم بھائیوں کی گرتی ہوئی مصائب۔ ان دونوں امور کا بہترین علاج ہم نے یہی سوچا ہے۔ کہ قرآنی لٹریچر کی کثرت سے اشاعت کی جائے۔ سب سے اول تو خود مسلم اس سے آگاہ ہوں اور ان پر عمل پیرا ہو کر مصائب سے مخلصی حاصل کریں دوسرے غیر مسلم دنیا اس لٹریچر سے حقیقی نجات پا کر اسلام قبول کرے +

مشکل تو یہ ہے کہ غیر مسلموں کی تبلیغ کیلئے ہمنے جب کبھی محاسنِ اسلام پیش کئے۔ تو مسلمان بھائی اس پر پھولے نہ سمائے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ خوبیاں ہم میں ہیں حالانکہ انہی خوبیوں کے فقدان کی وجہ سے ہم پر موجودہ نکبت و ادبار منڈلا رہی ہے۔ اور دن بدن ہم ذلت و مسکنت کے اتھاہ گڑھے کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ہماری موجودہ بربادی و تباہی کی وجہ بھی دراصل یہی ہے +

دوسری طرف اب اگر مسلمانوں کا رونا رویا جائے تو غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ خود مسلمانوں کا جب یہ حال ہے تو ہمیں انکے مذہب میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور اگر قرآنی خوبیوں کو بلا اس رونے کے پیش کیا جائے۔ تو مسلم بھائی سمجھ لیتے ہیں کہ ان خوبیوں کے تو ہم ہی اجارہ دار ہیں +

اب ہم حیران ہیں کہ ان حالات میں کیا صورت اختیار کی جائے۔ ان دونوں راہوں میں سے ہمارے نزدیک بہترین و انسب راہ یہی ہے کہ ہم قرآنی تعلیم کو پیش کریں۔ اور ان امور کا ذکر کریں جن کے پیدا ہونے سے حسب الارشاد قرآن کریم تہذیب و تمدن کمال کو پہنچ جاتے ہیں +

تفسیر القرآن کے پہلے باب کو پڑھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجوزہ تفسیر ایک آزاد منش کو خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو اسلام کی طرف محبت و عزت کے ساتھ مائل کر دیگی حضرت خواجہ صاحب نے جو بھی باب اس میں لکھی ہے۔ اسکی شہادت میں صحیفۂ قدرت کو پیش کیا ہے لیکن صحیفۂ قدرت کی یہ شہادتیں کسی نیچری اصول پر نہیں۔ بلکہ یہ شہادتیں ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم نے صاف صاف الفاظ میں کیا ہے ہمارے علم میں یہ ایک پہلی کوشش ہے جو خدا کے قول اور فعل میں ناقابل جرح تطبیق دکھاتی ہے +

تفسیر القرآن کا انتعارفی نوٹ نامکمل رہ جاتا ہے۔ اگر ہم اس نافع للناس وجود کی صحت و درازی عمر کیلئے دعا نہ کریں جس نے اس شاندار تفسیر القرآن کی تصنیف کا بارگراں اٹھایا ہے +

حضرت خواجہ صاحب موصوف کی موجودہ صحت اس امر کی مقتضی نہیں۔ کہ وہ اس دماغی شغل کو جاری رکھ سکیں لیکن جو شوق جنون کی حد تک پہنچ جائے۔ وہ لاعلاج ہو جاتا ہے + حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے اس دماغی کاوش کا خمیازہ کئی بار اٹھایا ہے۔ چنانچہ آغاز دسمبر ۱۹۳۱ء میں چوتھی بار مرض نے خطرناک صورت اختیار کر لی لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اب آپ خطرہ سے نکل چکے ہیں اس وقت کمزوری نقاہت وجہ سے ہے اب ناظرین کرام انکی صحت عاجل کیلئے دعا فرمائیں تا کہ جس تفسیر جدید کا بارگراں انھوں نے اٹھایا ہے۔ اُسے خود ہی پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین

ماہِ صیام

مسلمانوں کے ہاں قمری مہینوں میں ماہ رمضان روزوں کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ دُنیا بھر کے مسلمان اس مہینہ کو مقدس خیال کرتے ہیں۔ جس میں روزے رکھتے ہیں۔ خیرات و حسنات کرتے ہیں۔ یہ ماہ مُبارک مسلم کیلئے مجاہدانہ زندگی کی ایک مشق ہے۔ ماہ صیام کا آغاز گویا تمام دُنیا بھر کے مسلمانوں کی روزانہ زندگی میں ایک نمایاں انقلاب پیدا کر دیتا ہے +

اسلام کی تعلیم معقول ہے۔ یہ اپنی مُدلل تعلیم کی رُو سے انسان کو نہ صرف ان اشیاء سے مجتنب رہنے کی تلقین کرتا ہے جو اُس کیلئے ممنوع و حرام ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو حلال چیزوں کے استعمال سے بھی منع کرتا ہے +

ہر متنفس کا یہ حق ہے کہ اپنی حیثیت کے موافق وہ پیٹ بھر کر خورد و نوش کرے۔ لیکن ایک مسلم محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ایک معین وقت تک کھانے پینے سے بھی احتراز کرتا ہے۔ پس ایسے شخص کیلئے ہر وقت خورد و نوش کے معاملہ میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا ناممکن ہو جاتا ہے +

اسی طرح مباشرت جو ہر ایک شخص کا طبعی حق ہے۔ ایک مسلم ماہ رمضان میں ارادۃً اُس حق سے مجتنب رہتا ہے۔ تو اس مشق سے گویا اُس نے غیر محرموں کو ننگا یا شہوت آلودہ سے گویا نہ دیکھنے کی اپنے اندر طاقت پیدا کر لی +

یہ مجاہدہ نفس اور یہ سنہری سبق اسلام نے مسلمانوں کو روزہ کی شکل میں تلقین کئے ہیں۔ پس نماز و روزہ اس زینہ کے پہلے درجے ہیں۔ جن پر چڑھ کر ایک مسلم اللہ تعالیٰ کی طرف صعود کرتا ہے +

بدی اور گناہ سے بچانے کا بہترین علاج قرآن مجید نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ انسان ماہ رمضان میں ان چیزوں کو بھی ترک کرنے کی مشق کرے جن کا استعمال دیگر اوقات میں مُباح ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خوف کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ پس اس طریق سے انسان کیلئے بدی سے رُکنا آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جائز اور حلال چیزوں سے رُکنے پر قادر ہو چکا ہے۔ روزہ کے ایام میں جیسا میں نے اُوپر عرض کیا انسان کو ان تعلقات سے بھی کنارہ کشی کرنی ہوتی ہے۔ جو زناشوئی کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اور شہوت کے ہر قسم کے اظہار سے مجتنب رہنا پڑتا ہے۔ پس اسلامی روزہ جس طرح پیٹ کو ایک مُعیّن وقت تک خالی رکھنے کا نام ہے۔ اسی طرح چشم و گوش و دیگر جوارح کو بھی ایک باقاعدگی اور نظام کے ماتحت روکے رکھنے کا نام بھی ہے +

غرضیکہ ہر قسم کی جسمانی خواہش کا مغلوب ہو کر عقل انسانی کے ماتحت ہو جانا روزہ کی عبادت کی اصل غرض و غایت ہے +

دُنیا کے نوے فیصدی جرائم پر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ان سب کا علاج حضرت نبی کریم صلعم کے ان الفاظ میں بخوبی مل جائیگا۔ "کہ اگر لوگ صرف ان چیزوں کے صحیح استعمال کی ذمہ داری لے لیویں۔ جو ان کے دونوں ہونٹوں اور پاؤں کے درمیان ہیں۔ تو میں اُن کے جنت میں داخل ہونے کا ذمہ وار ہوں" +

سُنّتِ نبوی کے مطابق ایک مسلم نہ صرف اپنے جوارح عمل و تخیل کو ناجائز اُمور سے مجتنب رکھتا ہے۔ بلکہ انھیں قابل تحسین اُمور کے حصول میں...... مامور کرتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے کو روزہ دار کہتا ہے۔ مگر اپنی آنکھوں کو شہوانی نظاروں سے نہیں بچاتا۔ وہ ارکان روزہ کی ہرگز ہرگز پابندی نہیں کرتا۔ ایسا ہی جو آدمی خرافات بکتا ہے۔ اور اس کے اعضاء و جوارح افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ غلط کار ہے۔ اور تقدس روزہ کو پامال کرتا ہے +

روزہ سے مراد صرف جسمانی صعوبتوں کو برداشت کرنا نہیں ۔ بلکہ روزہ تمام ناجائز خواہشات سے کنارہ کشی سکھلاتا ہے ۔ اور اس کی اہمیت کو جتلا دینے کے لئے معین وقت تک ہمیں اپنی جائز خواہشات کی پیروی سے بھی روک دیتا ہے +

روزوں کا حکم اسلام ہی سے مختص نہیں ۔ بلکہ دنیا کے ہر مذہب نے کسی نہ کسی رنگ میں اپنے متبعین سے اس کی مشق کرائی ہے ۔ یہاں تک کہ ہمارے اپنے زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو گو کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ۔ مگر روزوں کے فلسفہ اور دانش کے قائل ہیں ۔ اسلام اور دوسرے مذاہب میں فرق صرف یہ ہے ۔ کہ جہاں اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ بہت سی باتوں میں شریک ہے وہاں وہ کچھ خاص احکام جاری کرتا ہے ۔ جو اس کے روزہ کو دیگر مذاہب عالم کے روزوں سے متمیز کر دیتے ہیں اور روزوں کے مفہوم کو "بھوکا مرنے تک" محدود نہیں رکھتے ۔ بلکہ ہمیں ایسے عجائبات بھر دیئے ہیں جو مقام انسانی کیلئے ایک بڑی طاقت ہیں +

بعض مذاہب خاص خاص اجناس کو ترک کرنا روزہ سمجھتے ہیں ۔ مثلاً پھل وغیرہ اور ان کے رس کو جائز سمجھا جاتا ہے ۔ مگر اسلامی روزہ کھانے پینے سے مطلق پرہیز کا نام ہے ۔ علاوہ ازیں اسلام چند اور احکام نافذ کرتا ہے ۔ جس سے روزہ کے معنی صرف بھوکا رہنا ہی نہیں رہ جاتا ۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ نے بارہا ارشاد فرمایا ہے ۔ کہ روزہ صرف کھانے پینے کو ترک کر دینے کا نام نہیں ہے اسی طرح قرآن کریم کی واضح آیات روزہ کے مفہوم کی تشریح کرتی ہوئی صاف بتلاتی ہیں ۔ کہ روزہ کی اصل غرض انسانی اخلاق اور روح کی تربیت ہے +

رمضان میں تمام صفات حسنہ کو معرض عمل میں لانے کی تاکید خصوصیت کے ساتھ کی گئی ہے ۔ وہ مہینہ جو جود و سخا اور اعمال صالحہ میں بسر ہو ۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا ۔ کہ وہ تمام سال کیلئے عمدہ نتائج پیدا نہ کرے ۔ یہی بات انسان کی ہر دوسری قوت کے متعلق صادق آتی ہے ۔ علاوہ ازیں اگر نیکی کرنے کا شوق انسان میں مکارم اخلاق پیدا کر سکتا ہے ۔ تو روزہ جیسے نظام و باقاعدگی پر عملدرآمد لازماً محکم اخلاق پیدا کرے گا +

روزہ ہمارے اخلاق کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہے ۔ اور انسان کیلئے ایک ارفع اخلاقی نصب العین ۔ کیا ہم سب اس امر سے واقف نہیں ہیں ۔ کہ روزہ ہمیں صبر و استقلال جیسے وقت پر کام آنیوالے اسلحہ سے مسلح کرتا ہے ۔ بمصداق حدیث نبوی الصوم نصف الصبر یعنی روزہ نصف صبر ہے +

روزہ کی تعریف کو اگر صرف کھانے پینے سے اجتناب تک ہی محدود رکھا جائے ۔ تو بھی کوئی شخص اس مفید و قیمتی عبادت کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا ۔ تمام دنیا جانتی ہے ۔ کہ جو لوگ اکل و شرب کی مختلف نسلوں کی خاطر اپنا متاع زیست بیچ چکے ہیں ۔ کس قدر وہ حکما و اطباء کے منت گزار رہتے ۔ اور کس کس جسمانی عوارض میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ ایسے

لوگوں کے لئے روزہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں بیشتر انسانوں میں خطرناک طور پر سفلی جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ اور انھیں مختلف قسم کی برائیوں کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں جن سے ایک پاکیزہ خصال انسان بالکل ناآشنا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے۔ اور یقیناً صحیح ہے۔ تو کیا پیغمبر خدا صلعم کے یہ الفاظ صداقت اور راستی کا آئینہ نہیں ہیں؟ کہ

"ماہ رمضان میں تمام شیطان مقید ہو جاتے ہیں"

رمضان میں خیرات و حسنات

حضرت رسول اکرم صلعم اپنی فطرتی طبع کریم کے باوجود ماہ رمضان میں نہایت درجہ کے حلیم الطبع و کریم النفس ہو جایا کرتے تھے۔ رمضان میں آپ سب سے بڑھ کر فیاضانہ سخاوت کیا کرتے تھے +

ہم مسلم بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں۔ جب آنحضرت صلعم کی اتباع میں آپ خیرات و حسنات کریں۔ تو اس میں اشاعتِ اسلام کے اس کارِ عظیم کا ضرور حصہ رکھ لیں۔ جو آپ کی اتباع میں مسلم مشن ووکنگ کے ذریعہ یورپ میں ہو رہا ہے۔ اگر ماہ رمضان کی خیرات صدقہ و فطرانہ سے مسلم بھائی ہمیں اس قابل کر دیں۔ کہ ہم انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کی پانچ ہزار کاپیاں یورپ میں انکی طرف سے سال ۱۹۳۲ء میں مفت تقسیم کرسکیں تو یہ اس سے بڑی بھاری خدمت اسلامی سرانجام ہو سکتی ہے۔ عید الفطر کے موقعہ پر چار پانچ صد نو مسلمین و مسلمین کا نماز عید کے وقت مسجد ووکنگ میں ہر سال اجتماع ہوتا ہے۔ ان کی دعوت پر مشن ووکنگ کا ایکصد پونڈ کے لگ بھگ ہر سال صرف ہو جاتا ہے۔ امید ہے۔ کہ مسلم بھائی اس دعوت کے اخراجات میں حصہ لیکر اسلامی مہمان نوازی کا عملی ثبوت دینگے۔ اگر تین صد مسلم بھائی ۵؎ (پانچ روپے) فی کس کے حساب سے دعوت عید الفطر فنڈ کے لئے ماہ رمضان کے اندر ارسال فرمائیں۔ تو ہماری مالی مشکلات کا بہت حد تک حل ہو سکتا ہے +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

تفسیر القرآن

باب اوّل

الہام ایک ضرورتِ حقّہ ہے

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

مشیت ایزدی ہماری جملہ ضروریات کے مُہیّا کرنے پر آمادہ ہی کیونکہ احتیاج اور مہیا کرنے کا قانون اس کائنات کے ہر شعبہ میں جاری ہی۔ ورنہ مقصد تخلیق فوت ہو جائیگا۔ ہماری خواہشات کے علاوہ فطرت نے ہمارے جملہ میلانات اور عواطف کا اچھّی طرح مُطالعہ کیا ہی۔ اگر آنکھ کا تقاضائے طبعی یہ ہے کہ حسین و جمیل اشیاء نظر کے سامنے ہوں۔ اور کان کا تقاضا یہ ہے کہ خوشگوار آوازیں سُنائی دیں تو دیکھ لیجئے تمام کائنات خوبصورت چیزوں اور خُوش آیند نغموں سی معمُور ہی۔ اگر مشیت نے ہماری جملہ ضروریات کو اس خوبی کے ساتھ مُہیّا کر دیا ہی۔ تو پھر ہم کس طرح یہ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ہماری مخصوص خواہشات سی غافل ہی؟ اگر وقوف حیوانات میں نمُودار ہی۔ تو انسان میں مرتبہ کمال کو پُہنچ جاتا ہی۔ وقوف کیلئے "علم" نہایت ضروری چیز ہی۔ اور ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہماری دیگر ضروریات کی طرح یہ بھی اُدہر سی ضرور عنایت ہُوا ہو گا۔ کیونکہ وقوف کی تمام تر نشو و نما اور قوت اسی علم پر مُنحصر ہے اشیاء کے متعلق معلومات حاصل کرنا۔ یہ ہماری فطرت میں داخل ہی! ور جو شئے جسقدر پوشیدہ ہوتی ہی۔ اسیقدر ہمارے اندر اس کے معلوم کرنے کا اشتیاق ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سب سے زیادہ غیب میں ہی[1]

[1] سورت ۶ آیت ۱۰۴

ہم خدا تعالیٰ کو جانے بغیر کس طرح باز رہ سکتے ہیں؟ اس میں تو خود اس کی مشیئت کی توہین ہوتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اگر اس نے ہمارے اندر تحقیق و تلاش کا مادہ رکھ دیا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی علم بھی عطا کیا ہے جسے عرف عام میں وحی و الهام کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ الہام انسان کے لئے ایک لازمی چیز ہے اور اس لئے اس کا عطا کیا جانا اشد ضروری ہے +

بدقسمتی سے ہم ایسے زمانہ میں رہتے ہیں جبکہ اکثر الہامی کتابیں اس حالت میں ہیں۔ کہ وہ تہذیب و تمدن کے دوش بدوش نہیں چل سکتیں۔ اسی لئے موجودہ تہذیب نے وحی و الہام دونوں سے انکار کر دیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جو کتاب منجانب اللہ ہونے کی مدعی ہو۔ وہ اپنے نزول کے معقول دلائل بھی دے۔ مجھے شک ہے کہ انجیل یا دوسری کتابیں جن کو الہامی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے دلائل دے سکتی ہیں؟ لیکن خدا کی آخری کتاب بہرحال ان دلائل سے لبریز ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے سب سے پہلے وہی دلیل بیان فرمائی ہے۔ جو میں نے اُوپر بیان کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق اور رازق ہے۔ اور وہ ہر شئے کی ربوبیت کرتا ہے انسان اپنے ارتقائی منازل کے طے کرنے میں مختلف طبعی دنیاؤں سے ہو کر گزرا ہے۔ اس کے بعد کہیں جا کر وہ عالم شعور میں داخل ہوا ہے اور اس عالم میں اُسے انسانی صورت عطا ہوئی ہے۔ اس عالم میں اُسے اب کائنات کی طرف سے کسی نہ کسی خوراک کی لازمی طور پر ضرورت ہے جس کے سبب سے اس کے شعوری علم میں اضافہ ہو جائے اب اگر خدا تعالیٰ نے انسان کی مجملہ ضروریات جسمانی مہیا فرما دی ہیں۔ تو یقینی طور پر اُسے ہمیں علم بھی عطا کرنا چاہئے۔ اور یہ علم ہم کو قرآن شریف کی صورت میں عطا ہوا ہے +

علاوہ بریں الکتٰب میں قانون تقدیر کا بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ قانون کائنات میں بڑی حد تک جاری و ساری ہے۔ اس قانون کے نفاذ سے پہلے کائنات بالکل غیر منظم حالت میں تھی لیکن جب اس قانون کا دور شروع ہوا تو بدنظمی نظم و نسق میں متبدل ہو گئی۔ اور اب تمام دنیا مقدر اور منظم ہے +

نقاط اثیری تخصیص کی مختلف حالتوں میں سے گزر کر یعنی مختلف اندازوں میں اور مقادیر میں امتزاج پانے کے بعد عالم عناصر میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں وہ اجتماعی حیثیت اختیار کر کے جسم انسانی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جب مادہ انسانی جسم میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو گویا وہ مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ جسم انسانی بھی انہی اجزاء سے مرکب ہے۔ جن سے دوسرے حیوانات کے اجسام صورت پذیر ہوتے ہیں مثلاً پروٹین۔ نشاستہ۔ چربی۔ مائیات۔ شکر۔ فاسفورس اور نمک وغیرہ۔ فی الجملہ

۵۱ ۵۵ آیت ۷ ۵۴ ۲۱-۳۰ ۵۳ ۱۳-۸ ۵۴ ۹۵- ۴ ۵۵ ۲۳ - ۱۹ - ۲۱ +

ایک ہی قسم کی چیزوں کی مختلف صورتیں اور شکلیں اختیار کرنے کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ وہ مختلف اندازوں اور مقداروں میں ترکیب پاتی ہیں۔ قرآن پاک اس نعمت کے تذکرہ کے ضمن میں انسان کی قوت نطق[۱] کو پیش کرتا ہے۔ اور یہ نطق در اصل نتیجہ ہے اُن مختلف اندازوں کا جن میں آوازیں انسان کے منہ سے نکلتی ہیں جبکہ وہ اپنے حلقی، لسانی، سنی اور شفتی اعضاء کو استعمال کرتا ہے۔ حروف صحیح جبکہ انھیں مع حروف علت مختلف اندازوں میں مرتب کیا جاتا ہے۔ تو وہ قابل تلفظ اور بامعنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً Alas, Last, Salt اور Taal یہ تین لفظ ہیں جن میں L اور T بنیادی حروف ہیں لیکن "A" اور "S" کی مدد سے ان حروف کو مختلف اندازوں میں مرتب کر لیا جاتا ہے۔ تو یہ حروف مختلف الفاظ بن جاتے ہیں۔ موسیقی قوافی اور ہم آہنگی سب کچھ آوازوں ہی کے مختلف اندازوں کا نام ہے۔ ہماری قوت گویائی کا ذکر کرنے کے بعد الکتاب آسمانوں اور اجرام فلکی کا ذکر کرتی ہے۔[۲] اور عالم نباتات کا بھی۔ یہ سب بعض مخصوص[۳] اندازوں کے ماتحت اپنا کام کرتے ہیں اور اپنے مقررہ فرائض بجا لاتے ہیں۔ اگر قانون تقدیر کے ماتحت اشیائے کائنات اس قدر حیرت انگیز نتائج پیدا کر سکتی ہیں تو پھر اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ اخلاقی اور روحانی عالم میں ہمارے لئے اس قانون کے متعلق واقفیت حاصل کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ نیکی اور بدی ایک ہی شے کے مختلف اندازوں کا نام ہے +

انسانی اخلاق اپنی ابتدائی حالت میں محض حیوانی جذبات ہوتے ہیں لیکن جب قانون تقدیر کی پابندی کی جاتی ہے۔ تو وہ اپنی بہیمیت کو ترک کر کے خلاق فاضلہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ہمیں کم از کم اُن کے استعمال میں تو احتیاط برتنی لازمی ہے۔ اور اس کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔ پس یہ علم ہمیں بذریعہ قرآن پاک حاصل ہوا چنانچہ سورت[۴] کی آٹھویں اور نویں آیات کا مطلب یہ ہے۔ "تم اپنی زندگی میں اندازہ اور تقدیر الٰہی کے متعلق غلط طریق اختیار نہ کرو اور میزان کو صحیح رکھو اور پیمانہ میں کمی مت کرو" +

تیسرے یہ کہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ انسان میں نہایت اعلیٰ درجہ کی استعدادیں[۵] مخفی ہیں۔ اور موجودہ ارتقاءزم[۶] کا بھی یہی اعتقاد ہے لیکن قرآن شریف اس سے بھی آگے چلتا ہے۔ وہ بتاتا ہے۔ کہ اگر ایک طرف ہم بلند ترین مقام تک پرواز کر سکتے ہیں تو دوسری طرف اسفل السافلین[۷] میں بھی گر سکتے ہیں۔ پس ہمیں علم کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم صحیح راستہ پر چل سکیں۔ اور بھٹک کر کسی گڑھے میں نہ جا پڑیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا علم صرف خالق کائنات کی طرف سے آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ اُن اندازوں سے واقف ہے۔ جن کے ماتحت اشیائے کائنات نیک و بد[۸] بنتی ہیں۔ بلکہ

---

[۱] سورت ۵۵ آیت ۴ [۲] ۵۵-۵-۶ [۳] ۵۵ [۴] ۵۵-۹ [۵] ۹۵-۴ [۶] پروفیسر لیکی [۷] سورہ ۹۵ آیت ۵ [۸] ۱۰۳-۱۲ +

میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ خُدا پر ایک طرح[۵۰] یہ بات لازمی ہے۔ کہ وہ ہمیں ایسا علم عطا فرمائے +

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ اگر ہمیں قانون شکنی پر سزا ملنی مُعیّن ہے۔ تو ہمیں قوانین مُقررہ سے آگاہی عطا کرنی ضروری ہے۔[۵۱] اور ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ قُدرت سزا دینے میں کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتی۔ قرآن شریف اس اصُول کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مطلوبہ علم عطا فرمایا ہے۔ الکتاب میں دوسری سُورت کی آخری آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ کُل کائنات پر خُدا کی حکُومت ہے۔ اور ہم اپنے ہر فعل کیلئے اُس کے حضُور میں جوابدہ ہونگے۔ اور اپنی بد عمالیوں[۵۲] کی سزا بُھگتینگے۔ الکتاب فرماتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قوانین کیلئے جملہ اقوام عالم کو عنایت فرمائے ہیں، لیکن اس کے قوانین کسی قوم کیلئے بارِ گراں[۵۴] نہیں تھے۔ ہاں اگر سینٹ پال اُنھیں انسانوں کے لئے لعنت قرار دیتا ہے۔ تو یہ اُس کا ذاتی فعل ہے۔ ہماری نظر میں تو قانون (شریعت) ایک برکت ہے کیونکہ وہ ہمیں دائرہ اعتدال[۵۵] میں رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ تاکہ ہم فارغ البالی و خوشحالی کی زندگی بسر کریں +

پانچویں یہ کہ ہم اکثر اوقات حالتِ تذبذب میں ہوتے ہیں۔ اور دُشواری سے نجات پانے کی کوئی صُورت نظر نہیں آتی، یقیناً ہمیں کسی نہ کسی روشنی کی ضرورت ہے۔ تاکہ جب ہم[۵۶] تاریکی میں ہوں۔ تو اسکی مدد سے باہر نکل سکیں ٭

تمدّن فے القرآن

فے الجملہ الکتاب، ضرورت الہام پر اور بھی کئی معقول دلائل پیش کرتی ہے۔ اور ہم حسب موقع ان کا تذکرہ بھی کرینگے۔ لیکن اس جگہ میں ایک ایسی بات کا تذکرہ کرتا ہوں جو مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی ہے۔ تہذیب اور قرآن مجید دونوں ہی نے ہمیں یہ بات بتائی ہے۔ کہ ہم اشرف المخلوقات اور مخدُوم فطرت ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ہم نے ہزار ہا سال تک فطرت کا غُلام بنے رہنے پر قناعت کی ہمیں اتنی بھی جُرأت نہیں تھی۔ کہ اپنے حقیقی مرتبہ کے حصُول کا مطالبہ کرتے بلکہ ہمیں تو اس کا خیال تک نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام[۵۷] کی معرفت ہمیں یہ بھولا ہُوا سبق یاد دلایا۔ کہ ہم تو اشرف المخلُوقات ہیں! اگرچہ یہ جاننا ہمارا فرض اوّلین تھا۔ لیکن فطرت کا سارا خزانہ ہمارے لئے ایک سربند لفافہ تھا۔ جتنے کہ قرآن شریف نازل ہُوا۔ حالانکہ قوائے فطرت ہماری خادم ہیں لیکن ہم خُود ہی اُن کے خادم بن گئے تھے۔ جب قرآن شریف نازل ہُوا تو حالات نے پلٹا کھایا۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اگر ہم فطرت کو اپنا خادم نہ بناتے تو ہمارے لئے ترقی کرنا بھی ایک امرِ دشوار ہوتا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تمدّن جدید کے شیدائی ان اُمور پر غور کریں :- اوّلاً تمام تہذیب و تمدّن کا دارومدار اسبات پر ہے۔ کہ ہم فطرت پر پُورے طور سے حکمران ہوں۔ ثانیاً اسلام سے پہلے کوئی انسانی قوّت یا کوشش

سورت آیت ۵۱ ۶-۱۶۵ ۵۲ ۹ سورت ۱۷-۱۵ ۵۳ ۲-۲۸۴ ۵۴ ۲-۲۸۶ ۵۵ ۲-۱۸۷ ۵۶ ۱-۱۴ ۵۷ ۱۴-۳۲-۳۲۱

اس اصول سے ہمیں آگاہی نہیں دے سکتی تھی۔ پس اگر قرآن کریم نے ہمیں اس نکتہ سے آگاہی بخشی تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ الہام الٰہی بنی نوع آدم کیلئے ایک ضروری چیز ہے +

ویدوں کے زمانہ میں تہذیب

تاریخ عالم میں ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جبکہ لوگ فطرت کو معبود تصور کرتے تھے۔ اور اس کے مختلف مظاہر کو خدا سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں تمدن کی ترقی ناممکن تھی۔ کیونکہ "معبود" سے خدمت لینا یا اس بات کا تصور کرنا بھی بڑے بھاری پاپ کی بات تھی۔ اگر شمالی نصف کرہ کے لوگ خصوصاً وہ جو کہ طبقہ معتدلہ کے شمال میں آباد تھے سورج کے سامنے جھکتے تھے اور اسکی پرستش کرتے تھے اور زرتشتی تثلیث میں سورج کو "بیٹے" کا مرتبہ دیا گیا تھا۔ اور اہل ایران سورج کو خدا کا قائمقام سمجھ کر پوجتے تھے تو ہندوستان کے رشی اور منی بھی اسی ترنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ "رگوید" کا پہلا منتر ہی اس امر پر دلیل ہے کہ یہ لوگ "آگ" کو خدا کا مرتبہ دیتے تھے۔ اور "رگوید" جیسا کہ سب کو معلوم ہے ہنود کی مقدس مذہبی کتاب ہے! اور ساری کتاب میں مختلف عناصر مثلاً آب و باد و خاک وغیرہ کو معبود قرار دیا گیا ہے۔ ہنود میں ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اسلامی توحید کو اختیار کرنے پر مائل ہے؛ اس کا خیال یہ ہے کہ اگنی وایو اور جل جسے اردو میں آگ، ہوا اور پانی کہہ سکتے ہیں، دراصل خدا کے نام ہیں۔ اور یہ نام ان چیزوں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ جو بنی نوع آدم کیلئے بہت ہی مفید ہیں +

بہرکیف ہم ان جدید علمائے وید سے کوئی تعرض کرنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ اس حقیقت سے تو کسی طرح انکار نہیں کر سکتے کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب ہندوستان بکسر بت پرستی اور شرک میں غرق تھا۔ اور مذکورہ بالا عناصر کو خدا سمجھ کر ان کی پرستش کرتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وید کے مقدس الفاظ ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے لیکن آج بھی ہنود کی اکثریت ان کے وہی معنی کرتی ہے جو وہ لوگ کرتے تھے۔ پس اندریں حالات سوال یہ ہے کہ ایسے زمانہ میں تہذیب کی ترقی کس طرح ہو سکتی تھی؟ بس ہندوستان عرصہ تک اپنی حالت پر قانع رہا۔ اگرچہ قدیم ہنود تہذیب و تمدن کا صور آج بہت بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا جا رہا ہے لیکن افسوس کہ تاریخی شواہد اس دعوی کی تائید نہیں ہو سکتی! کیونکہ قدیم ہنود تاریخ کے فن سے ناآشنا تھے ماہرین آثار قدیمہ نے جو کتبے دریافت کئے ہیں، لے دے کے وہی تمامتر ہمارا سرمایہ تاریخ ہیں۔ بیشک ان سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی قسم کی تہذیب ہنود میں ضرور موجود تھی لیکن یہ بھی سچ ہے کہ فطرت کا بہت تھوڑا حصہ ان کے تصرف میں تھا۔ کاشتکاری بھی پورے طور سے نہیں کی جاتی تھی؛ اور زمین کی دولت مخفی رہتی تھی۔ چنانچہ ویدوں میں ہم صرف چاول دال اور چند دیگر دالوں کا ذکر پاتے ہیں شکنتلا ناٹک کے مصنف کالیداس کا تخیل، باایں ہمہ جد و جہد شکنتلا کے باغ کو خوبصورت نہ بنا سکا۔ یعنی ہمیں اُن

پھولوں کا ذکر نہیں ہے جو آج مہذب دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مغلوں نے حسنِ فطرت کو مختلف طریقوں سے دوبالا کیا۔ فی الجملہ اسلام سے پہلے زمین کا جو اپنے اندر رنگ و بو کی دولت پوشیدہ رکھتی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے گرد و پیش کو آراستہ کرنے کا ذوق پیدا ہوا ہے کاشت کے رنگ میں صحیح استعمال کیا ہی نہیں گیا۔ اگر ہندوستان صرف زرد رنگ کے گیندے پر جو شکنتلا کے باغ میں بکثرت دکھایا گیا ہے بلکہ اس کے سوائے اور کسی پھول کا ذکر ہی نہیں مطمئن تھے تو ایران کے لوگ صرف ایک گلاب پر جو آگ کا ہمرنگ ہے قانع تھے۔ جب قرآن شریف[1] نے اس امر کا اعلان کیا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کو مختلف رنگوں سے مالامال کر کے پیدا کیا ہے۔ تاکہ ہم اپنے اندر جمالیاتی ذوق پیدا کر سکیں لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ کہ زمین سے مختلف قسم کے پھول اُگائے جائیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چہار طرف باغ ہی باغ نظر آنے لگے جو آنکھوں کو دعوتِ تماشا دیتے ہیں +

اسی طرح طباخی کا فن بھی جو دراصل تمدن کا ایک اہم پہلو ہے اسلام سے پہلے دنیا کے کسی حصہ میں ترقی یافتہ صورت میں نہیں پایا جاتا تھا۔ اگر ہندوستان کے لوگ دال ساگ اور چاولوں پر قانع تھے تو مغرب کی اقوام خام لحم البقر یا شکار کا غیر مصفّٰے[2] گوشت بے تکلف کھا لیتی تھیں۔ بیشک ایران میں بعض عمدہ کھانوں کا رواج ضرور تھا لیکن مسلمانوں ہی کی قوم وہ قوم ہے جس نے سب سے پہلے بتجوائے حکم قرآنی[3] جانوروں کے گوشت کو مختلف لذائذ میں تبدیل کیا نیز دالوں اور ترکاریوں سے مختلف قسم کے خوش ذائقہ کھانے تیار کیے پھلوں[4] سے شربت اور مربے اور چٹنی بنائی کھانوں کو خوشگوار بنانے کیلئے مختلف قسم کے مسالے[5] استعمال کرنے شروع کیے۔ اور مختلف رنگوں کے پھولوں سے کھانے کی میزوں کو آراستہ کیا۔ جامہ بافی کا فن بھی اسلام سے پہلے اپنی ابتدائی حالت میں تھا اور اسی پر قانع تھا مسلمانوں نے اس فن[6] کو بھی چار چاند لگا دیئے۔ اور جبکہ طبقہ معتدلہ کے لوگ کھدر یا موٹے ریشم کے لباس کو غنیمت جانتے تھے ہندوستان کے رشی اور مُنی محض برہنگی کو لباس تصور کرتے تھے سوائے اسکے کہ حصہ زیرین کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے اور شمالی خطوں کے لوگ جانوروں کی بدبودار کھالوں کو اپنے جسموں سے لپیٹ کر سردی کا بچاؤ کرتے تھے مسلمانوں نے تو دنیا ہی بدل ڈالی۔ روئی ریشم اور اون کی مدد سے مختلف انواع اور اقسام کے پارچے ایجاد کیے۔ اور نہایت دیدہ زیب اور دلپسند لباس وضع کیے۔ اکبر اعظم نے روئی سے سوتی لباس کے کم و بیش نمیں مختلف کپڑے وضع کیے۔ اور ملکہ نورجہاں کا نام تو رہتی دنیا تک خوشبو اور عطر کے ضمن میں قائم رہیگا +

جب قرآن شریف کے پیغام مسرت التیام نے فطرت سے ہمارے تعلقات کی نوعیت کو تبدیل کر دیا تو دنیا میں ایک نئے باب کا افتتاح عمل میں آیا۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ فطرت ہماری مخدومہ نہیں ہے۔ بلکہ خادمہ ہے۔ اور یہ بات کسی مبہم یا پیچیدہ طور پر نہیں فرمائی۔ بلکہ نہایت صراحت کے ساتھ بتا دیا۔ کہ چاند سورج ستارے بادل سمندر دن رات دریا اور پہاڑ یہ سب زمانہ

[1] سورۃ ۱۶-۱۳ [2] ۲۳-۱۹-۲۱ [3] ۱۶-۵۷ [4] ۲۳-۲۰ [5] ۷-۲۴ +

میں خدا تھے لیکن اب یہ سب ہمارے خدمتگذار اور خادم قرار دیئے گئے۔ اور ہمیں وہ ذرائع بھی بتا دیئے گئے جن کی بدولت ہم اُن عناصر و مظاہر کو اپنا خادم بنا سکتے ہیں نتیجہ اس کا یہ ہوا۔ کہ تہذیب نے دن دُونی رات چوگنی ترقی شروع کر دی! اور ان میلانات اور خواہشات کی وجہ سے جو پہلے ہمارے اندر موجود نہ تھیں! اب ہماری ضروریات کا دائرہ وسیع تر ہونے لگا الکتاب نے ہمیں یہ بھی بتا دیا۔ کہ فطرت کے خزانہ میں ہماری جملہ ضروریات موجود ہیں! اور جب آرام و آسائش کے بہت سے سامان مہیا ہو گئے تو دنیا میں فارغ البالی کا دور شروع ہو گیا! الکتاب نے بعض حقائق کبریٰ بھی بیان فرمائے۔ اور میں علمبردار تہذیب سے اس بات پر غور کرنے کی درخواست کرونگا۔ کہ اگر قرآن شریف نہ ہوتا تو دُنیا آج بھی تاریکی میں مُبتلا ہوتی۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں۔ کہ ہماری مادی ترقی کی تکمیل کیلئے الہام ربانی ایک لازمی چیز ہے +

قرآن مجید لازمۂ حیات ہے

جناب مسیح سے پہلے تو جو کچھ حالت تھی اُس سے سرِ دست ہمیں کوئی سروکار نہیں لیکن اُنکے زمانہ کے بعد ہی تاریکی کا دور شروع ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا دُنیا اس انتظار ہی میں تھی کہ کب جناب مسیحؑ اس دُنیا سے رخصت ہوں۔ اور کب یہاں تاریکی کا دور شروع ہو۔ وہ شمع ربانی جو انہوں نے لوگوں کے سینوں میں جلائی تھی بجھنے لگی۔ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں تو پہلے ہی بجھ گئی تھی۔ مذہب ہر جگہ رُو بزوال تھا۔ اور اسکی جگہ محض رسم پرستی رائج ہو گئی تھی! اور اُسکی وجہ سے ایک تباہ کن الٰہیات لوگوں کے دماغوں پر مستولی ہو گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مادی ترقی بالکلیۃً مفقود ہو گئی۔ اگر ایک طرف مغرب میں کلیسیا لوگوں کو یہ سکھا رہی تھی کہ انسان اس دُنیا میں ایک بدکار مخلوق آئی ہے۔ اور دُنیا کی ہر چیز نفسانیت کو ترقی دینے اور روحانیت کو فنا کر دینے کیلئے ہے تو مشرق میں برہمنی مذہب یہ تعلیم دے رہا تھا کہ انسان میں کوئی ذاتی خوبی نہیں ہے۔ اور نہ وہ کسی ذاتی کا اہل ہے۔ اس کی نجات کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو علائق دُنیوی سے یکسر منقطع کرے۔ اور جنگل میں مجردانہ زندگی بسر کرے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس فلسفہ اور اس الٰہیات کا تمدن اور تہذیب کے حق میں نہایت بُرا اثر ہوگا غرضکہ دُنیا پر روحانی اخلاقی اور مادی ہر قسم کی موت طاری تھی۔ اور بدکاری اور جہالت کے بادل اُفق عالم پر نمودار تھے۔ ایسے تاریک ترین زمانہ میں روشنی کی کرن عرب سے نمودار ہوئی اور ایک جوان بدوی کو جو غار حرا میں بیٹھا ہوا دُنیا والوں کی جہالت اور پستی پر غور کر رہا تھا۔ ایک آواز سنائی دی جو کہ رعد سے مشابہ تھی۔ یہ آواز در اصل خدا کی طرف سے ایک پیغام تھا۔ اور یہ پیغام اپنی نوعیت میں بےنظیر تھا۔ اس سے پہلے جس قدر ربانی الہام نازل ہوئے وہ یا تو کسی خاص قوم سے مختص تھے یا کسی خاص شخص پر لوازمی کا رنگ رکھتے تھے مثلاً توریت کا پیغام کہ ایک قبیلہ سے مخصوص تھا۔ اور ویدوں کا الہام کہ بعض افراد کو منتخب کر کے انھیں مخصوص طور پر مخاطب کرتا ہے۔ یا پھر اسمیں ذاتی اور شخصی مہربانی کا مذکور ہوتا تھا۔ جیسا کہ دریائے یردن کے کنارے ظہور پذیر ہوا -

لیکن ان باتوں کے بالمقابل جو الہام غارِ حرا میں نازل ہُوا ۔ وہ تمام بنی نوعِ آدم کیلئے پیغامِ حیات تھا ۔ اور اس امر کا مظہر کہ ادنےٰ طبقہ کے افراد (اور اس زمانہ میں لوگ ادنےٰ درجہ ہی میں تھے) اعلےٰ درجہ کے افراد بن جائینگے ۔ الہامی الفاظ کا منشاء یہ تھا ۔ کہ خدائے کریم کی مرضی یہ ہے کہ انسان ترقی کرے ۔ اور خدا اس کو ایسے بلند مرتبہ پر پہنچانا چاہتا ہے ۔ کہ وہ اشرف المخلوقات بن جائے ۔ اور اس الہام نے یہ طریقہ بھی بتا دیا جس کی وجہ سے انسان اس مرتبۂ عالیہ پر فائز ہو سکتا ہے اور پستی کی حالت سے نکلنے کا طریق جو الہام نے تجویز فرمایا یہ تھا ۔ کہ انسان علوم جدیدہ کا اکتساب کرے +

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کی قوتِ متخیلہ کا کرشمہ تھا ؟ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فی الواقع آپ کو وعدہ دیا گیا ؟ یا یہ معاملہ ایسا تھا کہ آئندہ تاریخی واقعات نے اس کی صداقت پر مُہر لگائی ؟ بہرحال یہ الہام اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے بے نظیر ضرور تھا ۔ اور اس سے پہلے کوئی الہام اس قسم کا نازل نہیں ہُوا ۔ لیکن یہ الہام ابتداءً چھ ماہ کیلئے رُک گیا تھا اور اس کے بعد آپ کو دوبارہ حکم نازل ہُوا ۔ کہ کمر باندھ کر اٹھیں اور اپنی جاہل قوم میں اصلاح کا کام شروع کریں ۔ یہ لوگ اس قدر جاہل تھے ۔ کہ اپنے آپ کو جاہل کہلانا پسند کرتے تھے بہت سے الہامات نازل ہوئے ۔ بلکہ وحی و الہام کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ لیکن مکی زمانہ تبلیغ کے آخر میں جا کر سورۂ نحل نازل ہوئی ۔ اور اسمیں عظمت موعودہ کا خاکہ بیان کیا گیا ۔ اس میں یہ بھی اعلان تھا ۔ کہ خدا کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونیوالی ہے ۔ اور اس بادشاہت کا مفہوم یہ ہے ۔ کہ انسان خلیفۃ اللہ علی الارض کے فرائض انجام دیگا ۔ اور یہ وہ حالت ہے جس کے لئے حضرت مسیحؑ نے نہایت خلوص کے ساتھ جنابِ باری میں دُعا کی تھی ۔ اور وہ دُعا آج بھی ہر مسیحی کے مُنہ سے نکلتی ہوئی سُنائی دیتی ہے ۔ بہرحال اس سورت کے پہلے تین رکوعات میں آسمانی بادشاہت کے خصائص بیان کئے گئے ہیں ۔ پہلے رکوع میں اُن حیوانات کا ذکر ہے جو اُس وقت انسان کے حیطۂ اقتدار میں تھے ۔ اور دوسرے میں عالمِ فطرت کے بعض حیرت انگیز مظاہر کا ذکر کیا گیا ہے ۔ بتایا گیا ہے کہ پانی جو بادلوں سے حاصل ہوتا ہے ۔ اور درختوں پودوں اور جھاڑیوں کو اُگاتا ہے ۔ وہ دراصل انسان کے فائدہ کے لئے ہے ۔ دن اور رات سورج اور چاند اور دیگر ستارے جو آسمان میں دکھائی دیتے ہیں انسان کے فائدہ کیلئے بنائے گئے ہیں ۔ بڑے بڑے سمندروں پہاڑوں دریاؤں اور شاہراہوں کا ذکر کرنے کے بعد تمام مسئلہ کو بطورِ ایجاز بیان کر دیا گیا ہے ۔ یعنی کہ دُنیا نعماء سے مالامال ہے ۔ جو تمام تر انسان کیلئے ہیں ۔ اور ہنوز اُسکی گرفت میں نہیں آئی ہیں ۔

بیشک یہ تو ایک حیرت انگیز خوشخبری تھی ۔ جو قرآن کی معرفت اہلِ عالم کو دی گئی !

۔ انسان کو جس نے صدیوں سے اپنے آپ کو ایسا ذلیل و خوار کر لیا تھا کہ ہر شئے کو جو کائنات میں اُسے نظر آتی تھی وہ اپنا معبود بنا لینے کو تیار تھا ۔ یہ پیغام یا اعلان یقیناً ایک حیرت انگیز بات معلوم ہوئی ہوگی ۔ کہ وہ اُن تمام مظاہرِ قدرت کا حاکم و مخدوم ہے ۔ نہ کہ خادم اور محکوم ۔ حتےٰ کہ نیرِ اعظم بھی جسے اُس نے صدیوں تک اپنا معبود قرار دیا ۔ اور اُسکے سامنے

[illegible]

سر جھکا یا ۔ وہ بھی اس کا ادنےٰ خادم ہے ۔ اور انسان ان تمام اجرام فلکی پر حکومت کرنے کیلئے پیدا ہوا ہے ۔ دوسرے موقع پر قرآن شریف نے ان تمام چیزوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ جن کو انسان نے اپنا معبود بنایا ہے ۔ اور ان سب کے متعلق صاف طور پر بتا دیا گیا ۔ کہ یہ انسان کے خادم ہیں نہ کہ مخدوم مختصر یہ کہ جو چیزیں کل تک اس کی معبود تھیں، قرآنی اعلان کی رو سے اس کی خادم قرار پا گئیں +

یہ پیغام ایسے شخص کے پاس آیا جو ایسی قوم کا فرد تھا جو کہ طرح طرح ادہان کی پرستش تھی لیکن خدا تعالےٰ نے اس حیرت انگیز کام کی تکمیل کیلئے اُسے انتخاب فرمایا ۔ ارباب فکر اور صاحبانِ ہوش اس امر پر غور کریں ۔ اور تاریخ کی روشنی میں یہ سوال کریں کہ انسان کی اس عظمت کا تخیل، آنحضرت صلعم سے پہلے کسی فرد کے دماغ میں موجزن ہوا تھا ؟ یہ وہم نہ تھا بلکہ ایک حقیقت تھی ۔ اگرچہ اس کا بہت سا حصہ ابھی تک پورے طور پر ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہوا ہے ابھی ہمیں اُس دن کا انتظار باقی ہے جبکہ قرآنی پیشگوئیوں کے مطابق حکمت جدید کی مدد سے ہم آفتاب کو اپنا خادم بنا لینگے ۔ اور وہ ہمارے باورچی خانوں میں مثل خادمہ کے کام کیا کریگا +

اسی رکوع میں ہمیں اُن امور سے مطلع کیا گیا ہے جن کی وجہ سے انسان پستی کی حالت میں تھا ۔ اور جن کو دور کر دینے سے وہ اوج ترقی پر فائز ہو سکتا ہے ۔ ہماری موجودہ عظمت اسبات پر منحصر ہے ۔ کہ ہم نے فطرت کو اپنا خادم بنا لیا ہے لیکن ہم نے اس کے مختلف عناصر کو بمنزلہ خدا تصور کیا ہے ۔ اور عابد اپنے معبود سے خدمت نہیں لے سکتا ۔ جب تک ہم اپنے اندر کامل اور خالص توحید کا عقیدہ پیدا نہ کریں ۔ اس وقت تک کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہے +

الکتاب نے ہمیں ایک فوق العادت بات کے حصول کا طریقہ بھی بتا دیا ہے ہمیں بتایا گیا تھا ۔ کہ کائنات پر ملائکہ کے ذریعہ حکومت ہو رہی ہے ۔ اور اگر ہم ضروری علم حاصل کر لیں تو یہ کارکن ہمارے تابع ہو جائینگے ۔ اور قرآن شریف نے اس علم کے متعلق ہمیں کسی تاریکی میں نہیں رکھا ۔ ملائکہ پر فوقیت حاصل کرنے کیلئے علم کی نوعیت سے خبردار ہونا پہلی شرط تھی لیکن اس کے علاوہ ہمیں کائنات کا مزید اور وسیع مطالعہ کرنا بھی لازمی تھا ۔ فطرت کے مختلف عناصر کو اپنا خادم بنانے کیلئے، اس کا سمجھنا ہمارے لئے ضروری تھا ۔ اور ہمیں یہ جاننا بھی لازمی تھا کہ کن طریقوں اور قوانین کے ماتحت وہ عناصر اپنے خواص ہمارے فائدہ کے لئے ظاہر کر دینگے ہمیں یہ بھی معلوم کرنا تھا ۔ کہ اشیاء کی ہیئت ترکیبی[۵۵] اور وضع کیا ہے ۔ اور اُن کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں ۔ اور وہ تناسب کیا ہے جس کے ماتحت وہ باہمی امتزاج سے دوسری اشیاء میں جلوہ گر ہوتی ہیں، اور وہ قوانین کیا ہیں جو ان پر عائد ہوتے ہیں ۔ ہماری توجہ مظاہر فطرت[۵۶] کی طرف مبذول کرائی گئی، اُن کے فوائد سے ہمیں مطلع کیا گیا ۔ اور اُن کی ساخت کا حکم دیا گیا ۔ تاکہ بوقت ضرورت استعمال میں آ سکیں مثلاً

۵۵ ۲ ۔ ۴۷ ۲۴ ۔ ۴۱ ۔ ۳۶ ۔ ۱۹۰ ۔ ۹ ۔ ۱۸ ۵۳ متن کتاب ۳ : ۵۹ ۱۸ میں جو لفظ خلق استعمال ہوا ہے اس کے لفظی معنے ہیں اشیاء کی تشکیل اور ساخت پر ان کا امتزاج باہمی اجسام کے ماتحت جو ان کیلئے لازمی ہو ۔ یہ آیت ان امور کے متعلق تفکر کرنے کو فرض قرار دیتی ہے یعنی ہمیں ان اشیاء کو معلوم کرنا اور ان سے مستفید ہونا چاہئے ۔
۵۶ ۱ ۔ ۱۶۴ +

آج ہمیں پانی کے اجزائے ترکیبی کا علم ہے اور اس تناسب کا بھی جس کے ماتحت امتزاج کرنا پڑتا ہے تاکہ پانی بن سکے لیکن قرآن شریف ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اس سے آگے ترقی کریں۔ اور فطرت کا فرض بھی خود ہی بجا لائیں جن آیات میں ہمیں ان باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ ہم کو تفقہ تدبر تفکر اور تعقل کا حکم دیتی ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ عربی کے ان الفاظ کا کسی دوسری زبان میں صحیح ترجمہ ناممکن ہے ان کے معنی عام طور سے غور و فکر کرنے سوچنے اور عقل و فہم سے کام لینے کے آتے ہیں ترجموں میں بھی قریب قریب یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لیکن در اصل یہ الفاظ اس علم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا حاصل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ تاکہ ہم ترقی کر سکیں۔ اور یہ علم "دھیان" یا "وچار" سے حاصل ہوتا ہے +

تفقہ کے اصلی معنی ہیں کسی شئے کے ان خصائص کا علم حاصل کرنا جو اسے دوسری اشیاء سے ممتاز کرتے ہیں تدبر کے معنی ہیں اس غرض و غایت کو معلوم کرنا جس کے لئے اشیاء مخلوق ہوتی ہیں تفکر کے معنی ہیں اشیاء کے خواص اور اس کے عناصر ترکیبی کے تناسب کا علم حاصل کرنا تعقل کے معنی ہیں اس علم کے جس کی مدد سے ہم خود اشیاء مختلفہ کو وجود میں لا سکتے ہیں۔ ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں نے انہی احکام کے ماتحت معمل اور دار التجارب قائم کئے تھے جہاں وہ ہر قسم کی علمی اور سائنٹیفک تحقیقات سر انجام دیتے تھے اور یہیں سے مختلف فنون کا اجراء عمل میں آیا +

اس قسم کے علمی شغف پیدا کرنے کیلئے اور ہماری دلچسپی کو تیز کرنے کیلئے قرآن شریف نے مندرجہ ذیل علامات نافذ فرمائے :-

(۱) کل کائنات مختلف استعدادوں سے معمور ہے[۱]۔

(۲) کائنات میں ہر شئے کسی خاص مقصد کیلئے پیدا ہوئی ہے[۲]۔

(۳) جملہ اشیاء کائنات ہمارے فائدہ[۳] استعمال اور خدمت کیلئے ہیں۔

(۴) کائنات میں کوئی شئے خواہ وہ بظاہر کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو بیکار[۴] پیدا نہیں کی گئی ہے۔ وہ ہماری خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہے اور زندگی میں ہمیں جس قدر چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب مہیا کر دی گئی ہیں

(۵) کسی کی محنت اکارت نہیں[۵] جاتی۔

(۶) اعمال صالحہ پر جزائے[۶] وافر مرتب ہوگی۔

[۱] سورۃ ۵۴ آیت ۴۹ - ۲ - ۲۲ - ۲[۲] ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۲۴ - ۲[۳] ۱۶۴ - ۱۵ - ۹ - ۲۰ - ۲[۴] ۹۰ - ۱۴ - ۲۲ - ۲۲ - ۱۴۳ - ۲[۵] ۵۸ - ۶۱ - ۲[۶] ۱۹۱ - ۷ - ۱۴۰ - ۱۲ - ۵۶ - ۱۸ - ۳۱ +

(۷) کاہلی سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔[۵]

(۸) کائنات میں کسی شئے کی شکست نہیں مل سکتی۔[۶]

(۹) تمام کائنات پر قانون کی حکومت ہے۔ ہر شئے کسی نہ کسی قانون کی مطیع ہے۔[۷] اور اگر ہم اُن قوانین کو معلوم کرلیں تو وہ اشیاء ہماری خادم ہو سکتی ہیں۔ اور قوانین فطرت در اصل منشٔت الٰہی کا دوسرا نام ہے۔

(۱۰) قوانین فطرت تبدیل نہیں ہو سکتے۔[۸]

(۱۱) علم[۹] اور حکمت جدیدہ کی بدولت ہم اشیائے کائنات[۱۰] کو اپنے استعمال میں لاسکینگے۔

(۱۲) اشیائے کائنات میں تعاون اور تعامل[۱۱] پایا جاتا ہے۔

(۱۳) وہ مقررہ تناسب کے ماتحت امتزاج باہمی کی بدولت نئی[۱۲] اشیاء کی تخلیق کا باعث ہو سکتی ہیں۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور برکات ہر فرد بشر کیلئے عام[۱۳] ہیں۔

(۱۵) مگر اس کے طریقے اُنہی لوگوں[۱۴] کو معلوم ہو سکتے ہیں۔ جو اُن کی جستجو کرتے ہیں۔

(۱۶) دُنیا میں ہماری جستجو کیلئے مادی خزائن بکثرت موجود ہیں۔ اور لفظ "رحمان" میں یہ مفہوم موجود ہے کہ اگر ہم جستجو[۱۵] کریں۔ تو وہ ہمیں معلوم ہو سکتے ہیں! اور یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے۔ کہ وہ خزائن ہر شخص کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

(۱۷) ہر شئے پہلے ہی سے مقدّر اور منظّم ہو چکی ہے! اور اصولِ ارتقاء کے ماتحت تکمیل[۱۶] پذیر ہوتی ہے۔

(۱۸) انسان کو کسی شئے کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر شئے موجود تھی۔ اُسے صرف کسب کی ضرورت ہے۔ اور ہر محنت کا ثمرہ[۱۷] ملیگا۔

(۱۹) ہر شئے ہمارے فائدہ کیلئے بنائی گئی ہے لیکن اُس کا غلط استعمال[۱۸] انہیں بُرا بنا دیتا ہے۔

(۲۰) بُرائی یا بھلائی خواہ کتنی ہی خفیف کیوں نہ ہو اُس پر سزا یا جزاء[۱۹] ضرور مرتب ہوتی ہے۔

(۲۱) کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔[۲۰]

(۲۲) تمام کائنات منظّم اور معیّن[۲۱] صورت میں ہے! اور اگر ہم اپنے آرام کیلئے مختلف چیزیں پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اُن اندازوں اور تعینات کو مدِّ نظر رکھنا چاہئے۔

(۲۳) ہر شئے کیلئے حدود معیّن ہیں۔ اور اگر حدود سے تجاوز کیا جائیگا تو نقصان[۲۲] ہوگا۔

(۲۴) انسانی طبیعت میں بہترین قسم کی صلاحیت[۲۳] موجود ہے لیکن ترقی[۲۴] کیلئے ہدایت ایزدی بھی لازمی ہے +

سورت آیت
[۱] ۱-۳ [۲] ۳۰-۳۰ [۳] ۳-۲ [۴] ۲-۸ [۵] ۱۷-۳۵-۲-۴ [۶] ۲-۳۱-۳۴ - ۹۶-۵ [۷] ۸۶-۱۱ - ۱۲ +
[۸] ۸۷-۸ [۹] ۲۱۳-۵ [۱۰] ۱-۱ [۱۱] ۲۹-۶۹ [۱۲] ۱-۱۶-۲۰۰-۶۷ [۱۳] ۲۰-۵۰-۸۷-۲ - ۴ -
[۱۴] ۵۳-۴۰-۳۹ [۱۵] ۴-۷۹ [۱۶] ۸۹-۸ [۱۷] ۱۷-۱۵ [۱۸] ۱۵-۲۱ [۱۹] ۱۱ [۲۰] ۹۵ - ۴ +

(۲۵) ہمارے رستہ میں بعض رکاوٹیں بھی ہیں۔
(۲۶) کامیابی اسی کو نصیب ہوتی ہے جو دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔

مذکورہ بالا نکاتِ جاں افروز کے ہوتے ہوئے کوئی تعجب کی بات نہ تھی اگر ابتدائی زمانہ کے مسلمان تحصیل علوم اور تحقیقاتِ علمیہ میں ہمہ تن غرق ہو گئے تھے۔ بلکہ انھیں فطرت کے خزانوں کی تلاش کی ترغیب ہوئی۔ اور انھیں یہ یقین دلایا گیا کہ اُن کی جستجو کا انھیں ثمرہ ملیگا۔ قدرتی طور پر اس سے علم و فن کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ اور مسلمانوں نے علم و فن میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ وہ ایک نئے تمدن کے بانی قرار پائے ملکہ فطرت پر حکمرانی کرنے لگے۔ اور بڑی فتوحات حاصل کیں لیکن تمول نے اُن کے اندر کاہلی اور عیش پسندی پیدا کردی جس کی وجہ سے وہ تباہ ہو گئے۔ غلط کاری، طغیان اور نفسانی خواہشات نے اُن کی طاقت کی بنیاد کو متزلزل کر دیا۔ اور وہ اغیار کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو گئے +

ان ابتدائی مسلمانوں نے اپنے مغربی جانشینوں کے لئے خاصہ ذخیرہ وراثت کی شکل میں چھوڑا۔ اور اس وراثت کو آج ہم لوگ "سائنس جدید" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ عزم در اصل قرآن شریف ہی کا رکھا ہوا ہے۔ "علم مشین" تہذیب جدید کا ایک اہم عنصر ہے اس فن کی طرف مسلمانوں کی توجہ قرآن نے ابتداء ہی سے مبذول کردی تھی کیونکہ اُنھوں نے پڑھا کہ یہ کائنات اس نہج پر بنی ہوئی ہے جس پر مشین بنتی ہے۔ اور علم مشین، مشینوں کے بنانے ہی کو کہتے ہیں۔ کتاب مقدس کہتی ہے کہ تمام کائنات ایک مقررہ انداز پر بنائی گئی ہے۔ اور ہر شئے اُس قانون کے مطابق عمل کر رہی ہے۔ جو رب اکبر کی طرف سے اس پر عاید کیا گیا ہے۔ اور یہ قانون اٹل ہے۔ ہم کو بار بار تاکید کی گئی ہے۔ کہ ہم اندازوں کے معاملہ میں غلطی نہ کریں سورت ۵۵ کی پہلی نو آیات اس حقیقت کو ہم پر پورے طور پر ذہن نشین کر دیتی ہیں +

ان کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو ان اندازوں کی وقعت کرنی چاہئے۔ ہر شئے میں کوئی نہ کوئی فائدہ مضمر ہے مختلف اندازوں میں وہ مختلف مخلوقات کے لئے مفید ہوتی ہے۔ اگر ایک نوع کیلئے ایک اندازہ ہیں تو دوسری نوع کیلئے دوسرا اندازہ میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً پانی کی جو مقدار اونٹ کیلئے معمولی اور ضروری ہے۔ وہ ہمارے لئے مہلک ہے۔ اور یہ اصول مقادیر نہ صرف عالم الطبعیات میں کارفرما ہے۔ بلکہ اخلاقی اور روحانی عالم میں بھی۔ ایک ہی چیز مختلف مقادیر میں جاکر اچھی یا بری ہو جاتی ہے۔ جو بات ایک خاص حالت میں برائی یا عیب ہوتی ہے وہ دوسرے حالات میں جاکر بھلائی ہو جاتی ہے۔ اس اصول کی وجہ سے مسلمانوں میں ریاضی کی مختلف شاخوں کی تحصیل کی رغبت پیدا ہوئی۔ کیونکہ لغوائے الکتاب، وہ کائنات کے مختلف حصوں میں کارفرما تھیں جبر و مقابلہ، سکونیات، مخروطیات اور عاید کردہ ریاضی کی اور کئی شاخیں مسلمانوں ہی کے ایجاد کردہ دماغوں کا نتیجہ ہیں +

+ ۵ - ۱ - ۲۸۵۳ - ۸ - ۹۵۵۱ء

ہمیں بکرات و مرات بتایا گیا تھا۔ کہ پانی جو دُنیا کو حیات تازہ[1] بخشتا ہے ایک اندازہ کے ماتحت[2] نازل ہوتا ہے اور اُس کی مقدار بھی معین ہے گویا یہ امر اکتساب علم توازنِ مائیات (ہائیڈرو سٹیٹکس) کی طرف صاف طور سے اشارہ کرتا ہے۔ درحقیقت الفاظ الہام و وحی جو الکتاب میں استعمال ہوئے ہیں وہ لغت کے اعتبار سے اشارہ یا ترغیب کے معنے دیتے ہیں یعنی خدا کی طرف سے جو علم آتا ہے وہ بطور اشارہ کے ہوتا ہے۔ تاکہ انسانی دماغ اس پر کاربند ہوکر مزید جستجو کر سکے +

آگے چل کر میں دوسرے اصولوں سے بحث کرونگا جو قرآن میں مذکور ہیں لیکن جو مقدمات میں نے اس جگہ بیان کئے ہیں وہ اس زمانہ کے مدعیانِ تہذیب و تمدن کے اس دعوے کی تردید کیلئے بالکل کافی ہیں۔ کہ مذہب نے تہذیب و تمدن کی کچھ خدمت نہیں کی۔ وہ ذرا یہ تو سوچیں کہ انہیں تو کوئی شک ہی نہیں کہ موجودہ تہذیب و تمدن کے بانی مسلمان ہیں انھوں نے اپنی علمی تحقیقاتوں اور ایجادات کی بدولت دُنیا کے علوم و فنون میں بیش بہا اضافہ کر دیا۔ نیز یہ بھی اک مسلمہ تاریخی واقعہ ہے کہ تمدن ماقبل اسلام میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو انھیں تحقیقاتِ علمیہ کی طرف مائل کر سکتی۔ قرآن شریف نے ہی سب سے پہلے علم کی حمایت میں علم بلند کیا۔ آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کو علم کی تلاش میں دُور دراز ملکوں کے سفر کا حکم دیا علاوہ بریں جو کچھ میں نے اس جگہ بیان کیا ہے وہ بذاتِ خود تحقیقاتِ علمیہ کی طرف مائل کرنے کیلئے کافی ہے۔ چنانچہ علوم نجوم کو مسلمانوں نے اپنی کوشش سے علم ہیئت جیسے مفید فن میں تبدیل کر دیا۔ قرآن نے سب سے پہلے لوگوں کو یہ بتایا کہ نظام شمسی ایک اندازہ کے ماتحت[3] کام کر رہا ہے۔ اور جملہ اجرام سماوی اپنے اپنے محور پر خلا میں گردش کر رہے ہیں اُنکی گردش کا دائرہ بھی متعین[4] ہے جو انھیں وقت معینہ کے اندر پورا کرنا پڑتا ہے وہ نہ ایکدوسرے کے مقابل آسکتے ہیں اور نہ آپس میں متصادم ہو سکتے ہیں۔ اُن کی تحقیق[5] ہماری رہنمائی اور آسانی قطع سفر کیلئے ہوئی ہے علاوہ بریں اگر ہمیں اس امر کا یقین ہو جائے کہ جملہ اشیائے کائنات بعض مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ اور اُن کی تخلیق معینہ اندازوں پر موقوف ہے۔ اور اگرچہ وہ بظاہر متغائر ہیں لیکن در اصل اُن سب میں رنگ تعاون و تعامل پایا جاتا ہے۔ اور ایک سلک میں منسلک ہیں تو پھر اربابِ حکمت کیلئے سیاروں کی گردش کا معلوم کرنا اتنا ہی آسان تھا۔ جتنا خود اُن کا ان راہوں پر چلنا وہ نقشے بنا کر بآسانی سیاروں کی گردش متعین کر سکتے تھے۔ اور ان قوانین کی بدولت وہ اپنے طویل اور دشوار سفر بآسانی طے کر سکتے تھے اسی طرح قرآن کا یہ فرمان کہ جملہ مظاہر فطرت تابع قانون ہیں۔ اور مقررہ اصولوں پر کاربند ہیں لوگوں کے اندر اس ترغیب کا موجب ہو گیا۔ کہ ہواؤں کے پابند اوقات ہونے کے معتقد ہو جائیں۔ اور اس طرح موسمیات یعنی میٹیورالوجی (METEOROLOGY) کی ابتدا پڑ گئی۔ اور موسمی قوانین دریافت ہوئے۔ اور فنِ جہاز رانی کے اصولوں سے منضم ہوکر تہذیب و تمدن میں معاون ہو گئے۔

[1] سورۃ ۱۳ - آیت ۱۷ [2] ۱۵ - ۲۳ - ۱۷ - ۱۸ [3] ۵۵ - ۵ [4] ۳۶ - ۳۳ - ۳۶ - ۴۰ [5] ۱۶ - ۱۶ +

کیونکہ اب جہاز رانوں کو باد مخالف کے مضر نتائج سے اپنے جہازوں کو محفوظ رکھنے میں آسانی ہو گئی۔ اس الہام سے کہ دریا اور سمندر سب انسانوں کے فائدہ کے لئے ہیں! آبپاشی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور جب اس حقیقت کو اس امر سے ملحق کیا گیا کہ زمین میں فلاں عرصہ تک پانی کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت ہے، تو مسلمانوں نے تیسری صدی فلاحت اور زراعت کو اس معراج ترقی پر پہنچا دیا کہ مصر اور عراق کی وادیاں کثرت پیداوار سے تمام دنیا کو غلہ مہیا کرنے لگیں۔ آج مصر میں اس قدر کاشتکاری نہیں جس قدر اس زمانہ میں تھی +

فی الجملہ جبکہ سینٹ پال قانون کو انسان کیلئے لعنت قرار دیتا ہے۔ تو قرآن اُسے محترم قرار دیکر اسکی متابعت کو ذریعہ نجات قرار دیتا ہے اور اسلام کے لفظی معنی بھی اتباع قانون ہی کے ہیں۔ اگر کلیسائی مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کی تمام عمدہ چیزوں سے اجتناب کرو کیونکہ وہ روح کو فنا کر نیوالی ہیں تو قرآن فرماتا ہے۔ کہ یہ اشیاء تمہارے لئے ممنوع نہیں ہیں۔ پولوس نے اگر شریعت یا قانون کی تنقیص کی تو محض اس لئے کہ وہ غیر شرعی لوگوں کو مذہب میں داخل کرے لیکن علاقہ طارسس کے "نیم حکیم" عقلا کو اسباب کا علم نہ تھا۔ کہ اتباع قانون ہی پر تہذیب و تمدن کی ترقی کا انحصار ہے کلیسیا نے دعوے کیا کہ گناہ انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کیونکہ گناہ نام ہے قانون شکنی کا۔ اور یہ دعوی کہ انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہے اس امر پر مبنی ہے کہ انسان شریعت یا قانون پر عمل نہیں کرسکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسا دعوی ہمارے کیریکٹر کی نہایت زبردست توہین ہے کیونکہ اگر گناہ ہماری فطرت میں داخل ہے تو ہم بالطبع بدکار اور مجرم ہیں! ندریں حالات مسیحی ممالک میں ضوابط قانون کا پایا جانا کس قدر تعجب کی بات ہے! لیکن اگر تجربہ اس کے خلاف شہادت دے۔ اور معلوم ہو کہ ہم میں سے بہت سے اتباع قانون دنیوی کرسکتے ہیں تو پھر کلیسیا کا یہ قول کس طرح لائق قبول ہے کہ ہم اتباع قانون دینی نہیں کر سکتے ہ کیونکہ احکام شریعت تو صرف دس ہی ہیں۔ اسلامی دنیا کا طرز عمل شاہد ہے۔ کہ وہ موجد کال ہے۔ ہم میں سے اکثر دوسروں کی دولت اور ازواج کا احترام کرتے ہیں۔ اکثر اپنے والدین کے مطیع ہیں اسی طرح بجز دو تین پر بھی مسلمان عمل کرتے ہیں! ندریں صورت یہ دعوی کس قدر غلط ہے۔ کہ ہم فطرتی طور پر گنہگار ہیں۔ اور قانون کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ مسیحی ممالک میں جو صدیوں تک ترقی رکی رہی وہ اسی وجہ سے اور جب کلیسیائی عقاید کا طلسم ٹوٹ گیا تو ترقی کا دور شروع ہو گیا +

القصہ قانون دنیا میں ایک خاص چیز ہے۔ اور دنیا پر حکمران ہے۔ اس اصول کی دریافت اور اس پر عملدرآمد کرنے سے ہماری ترقی کا دور شروع ہوا لیکن دنیا میں اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے یہ بتایا کہ اتباع قانون ہی کا نام دراصل خدا کی طرف سے مذہب ہے۔ اور اسلام کے عقاید ہفتگانہ سب کے سب اسی قانون کی طرف راجع ہیں :-

(۱) اللہ تعالی یعنی سرچشمہ قانون -

سورۃ ۱۳ - آیت ۲ - ۳ - ۱۱ - سورۃ ۵ - ۵ - سورۃ ۷ - ۳۲ - سورۃ ۳ - ۱۸ +

(۲) ملائکہ یعنی وہ عمال جن کی معرفت قوانین فطرت حرکت پذیر ہوتے ہیں۔
(۳) کُتب یعنی وہ الہامات جو نشر قانون کے لئے نازل ہوئے۔
(۴) انبیاء و رُسل یعنی حاملانِ شریعت جن کی معرفت قانون دیا گیا۔
(۵) الیوم آخرت یعنی جس دن قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا +
(۶) قدر خیر و شر یعنی ضابطۂ قانون۔
(۷) معاد یا حیات بعد الموت جس میں ہمیں پابندی شرع پر جزاء ملیگی۔

گویا قانون اور اس کی اطاعت، یہ وہ مدار ہے۔ جس پر مذہب قرآنی، تمام تر گردش کرتا ہے۔ برخلاف کلیسیائی تعلیم کے، قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ انسان اس دُنیا میں ایسی فطرت لیکر آتا ہے۔ جو اتباع قانون کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسلام اور مسیحیت میں یہی بات مابہ الامتیاز ہے۔ اول الذکر تعلیم کا نتیجہ لازمی طور پر یہی ہوتا کہ ہر قسم کی دنیوی ترقی رُک جائے لیکن اسلام کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسان ترقی کی ہر ممکن راہ پر گامزن ہو جائے

اصول ارتقاء

مُقدس کتاب صرف مادی ترقی ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ جملہ اصناف ترقی پر حاوی ہے چونکہ یہ ارتفاع انسانی کیلئے نازل ہوئی تھی۔ اس لئے انسانی ترقی کے کسی پہلو کو فروگذاشت نہیں کیا۔ ماقبل اسلام مذاہب نے زیادہ اخلاقی تعلیمات پر اکتفا کیا۔ اور فطرت انسانی کے دیگر پہلوؤں کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ اسی لئے معقول انسانی پر ان کا اقتدار قائم نہ رہ سکا۔ اگر الہام ربانی کا منشاء نزول یہ ہو کہ انسانی فطرت کی تمام استعدادیں بروئے کار آ جائیں تو پھر وہ الہام انسانی فطرت کے کسی پہلو کو فروگذاشت نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن شریف جملہ امور پر روشنی عطا کرتا ہے۔ اخلاق روحانیت عمرانیت، اقتصادیات، سیاسیات اور جمالیات وغیرہ وغیرہ۔ لیکن کتاب کی خوبی اس بات میں ہے کہ وہ کسی مسئلہ کو دوسرے سے جدا نہیں کرتی، بلکہ سب کو ایک ہی سلک میں منسلک کرتی ہے۔ ان میں یکرنگی پیدا کرتی ہے چند اصولوں کا اعلان کرتی ہے۔ جو مسئلہ کے ہر پہلو پر منطبق ہو سکتے ہیں مثلاً مسئلہ ارتقاء کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس کے ممتاز حقائق کو ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ واضح ہو۔ کہ مسئلہ ارتقاء کو سب سے پہلے اسلام ہی نے دُنیا کے سامنے رکھا۔ قرآن شریف نے اللہ تعالےٰ کا خاص صفاتی نام ربّ العٰلمین بیان کیا ہے۔ اگرچہ اسکے معنے ہیں خالق، رازق اور قیوم کائنات، لیکن لفظ "ربّ" خود ہی کثیر المعانی ہے ایسکا ترجمہ انگریزی میں لارڈ کیا جاتا ہے۔ اور واضح ہو کہ یہ ترجمہ نہایت ناقص ہے۔ اس سے قرآن کی خوبیوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور وہ مفہوم جس کے ظاہر کرنے کیلئے یہ لفظ کتاب میں استعمال ہوا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ اس لفظ کے معنی موجد اشیاء بھی ہیں جو اشیاء کے امتزاج باہمی سے نئی اشیاء بھی ایجاد کر سکے، اور مُقنن بھی ہو، جو مخلوقات کے لئے قوانین بنائے جن کے ماتحت اشیائے کائنات صورت پذیر ہوتی ہیں۔ اور وہ منتظم اور مُرتب بھی ہے۔ جو اشیاء کو قرینے سے رکھتا ہے۔ اور ان میں نظم پیدا کرتا ہے، اور انھیں مرتبۂ کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور ان منازل کی ترتیب معین کرتا ہے، جنھیں ہو کر اشیائے کائنات، مرتبۂ کمال کو پہنچتی ہیں، اور وہ منازل ارتقائی کے دوران میں اُن کی پرورش بھی کرتا ہے "ربّ" کے معنی اس ذات کے بھی ہیں جو اشیاء میں کچھ مخصوص استعدادیں ودیعت کر دے۔ اور پھر موقع عطا کرے۔ کہ وہ تکمیل کو پہنچ جائیں" + (ملاحظہ ہو لُغت عربی و انگریزی مؤلفہ ای۔ ڈبلیو لین) +

(باقی آئندہ)

اِسلام اَور اُس کے مُخالفین

بقلم یوجین جنگ

اگرچہ آجکل اسلام کے خلاف ایک زبردست پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام ترقی کر رہا ہے۔ اور نومسلموں میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام ایک سادہ عالمگیر اور تمدنی خوبیوں والا مذہب ہے۔ اور یہ امور ہمارے زمانہ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں علاوہ بریں تمام ملکوں کے عقلاء آج اسلام کے مطالعہ کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ اور اس کے معانی کو سمجھنا چاہتے ہیں +

کلیسیائے روم اپنی تمام قوتوں کو اسلام کے خلاف استعمال کر کے دول یورپ کو اس مذہب کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے کلیسیائے مذکور کے پاس کئی ذرائع ہیں۔ مثلاً کثرت متبعین اور ان کے ذاتی حالات کا علم وغیرہ۔ لیکن روم اس قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو بجائے سپاہ تجار انجنیئران افسران وغیرہ کے صرف اخلاقی طاقت پر دنیا میں کام کر رہی ہے۔ حروب صلیبی اور سلاطین عثمانیہ کے خلاف تمام صف آرائیاں اور ان کی عظیم الشان سلطنت کی تدریجی تباہی غرضیکہ تمام مشرقی مسئلہ یہ سب کیتھولک مذہب کا پیدا کردہ ہے +

تاہم اسلام اپنے ان ہمسائیوں سے خوف زدہ نہیں ہے۔ وہ برابر ترقی کر رہا ہے۔ اور اپنی اخلاقی قوت اور صداقت پر اسے پورا اعتماد ہے۔ اسلام سب انبیاء کی یکساں طور پر عزت کرتا ہے۔ جن میں عیسیٰ اور مریم دونوں شامل ہیں۔ اور یہ واقعی طور پر قابل ستائش بات ہے ترکی سلطنت کا بڑا حصہ آجکل مغربی اقوام کے ماتحت ہے۔ اور سیاسی اعتبار سے کئی ریاستوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ اور یہاں کے باشندوں کے ساتھ مغربی اقوام بسا اوقات منافی انسانیت سلوک کرتی ہیں۔ بلکہ طرابلس وغیرہ میں تو یہ کوشش کی جاری ہے۔ کہ وہ لوگ صفحۂ ہستی ہی سے معدوم ہو جائیں +

سوائے چند شہروں کے باقی تمام ملک میں مدارس قرآنی بند کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان کی جگہ نئے مدارس مطلق نہیں کھولے جاتے۔ گویا مسلمانوں کو جہالت میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے دماغ پادریوں کی تعلیم کو بآسانی قبول کر سکیں۔ اسی مقصد کیلئے ٹیٹونینشیا میں مسیحی کانگرس منعقد کی گئی۔ اسی سال یعنی ۱۹۳۰ء میں مراکو میں ہم نے مشہور ڈاہر کا تذکرہ پڑھا تھا۔ اور دونوں کے نتائج ہماری توقعات کے بالکل خلاف نکلے +

جنگ عظیم کے بعد سے اسلام اور دنیائے عرب دونوں اپنی اپنی خواب غفلت سے بیدار ہو چکے ہیں۔ تمام

اسلامی ممالک میں عالمگیر اخوت کی لہریں دوڑ رہی ہیں۔ مذہبی لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے، مسلمان بلا امتیاز نسل و لون باہمدگر تعلقات پیدا کر رہے ہیں۔ اور ایک سلک میں منسلک ہوتے جاتے ہیں۔ اور وہ سلک صرف مذہب ہے۔ رومی کلیسیا نے جو تدابیر مسلمانوں میں افتراق کے لئے پیش کی تھیں۔ وہ سب ناکام ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے جذبۂ حب الوطنی کے اور اسلامی ہمدردی کے ماتحت، اپنے وطن کو یہ حقیقت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ رومی کلیسیا کی پالیسی اختیار کرنے کا نتیجہ اب تک ہمیشہ خراب ہی نکلا ہے۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی نکلیگا۔ ہمیں سمجھنا چاہئے۔ کہ مشرق میں عربوں کا اجتماع اگر وہ ہمارے دوست ہوں، تو ہمارے لئے اچھا ہوگا کیونکہ لاکھوں مسلمان اس اجتماع میں شریک ہونگے۔ اور اسی طرح شمالی افریقہ میں اگر ہم مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔ تو زائل شدہ ہمدردی پھر حاصل ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں عربی دُنیا خود مغرب میں ایک رفیق کی متلاشی ہے۔ اور ہمیں شک نہیں کہ یہ ایک مخلص دوست ثابت ہوگی +

گزشتہ سال میں نے اپنی کتاب "شمالی افریقہ کے مسلمان" کے آخر میں علاج تجویز کیا تھا جس میں نپولین کی عمل لیاقت کا تذکرہ تھا۔ اُس نے بوجہ فراست ذہنی صورت حال کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اگر فرانس اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ تو اُسے نپولین کی تقلید کرنی چاہئے۔ عرب اور مسلمانانِ عالم ہمارے اس رجحان کی ضرور قدر کرینگے۔ نظری طور پر ہم نے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے سب کام کر لئے ہیں۔ لیکن عملی قدم ابھی تک نہیں اُٹھایا کیونکہ اہلِ فرانسہ ہنوز اس نکتہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کو متاثر کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کاش مسلمان اس معاملہ میں ہماری مدد کریں +

میری آخری کتاب جو حال میں طبع ہوئی ہے۔ گویا لوگوں کی فراست عامہ سے ایک اپیل ہے۔ تاکہ ہم جلد از جلد دُنیا میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور تب تمدنی اور عمرانی ترقی کے لئے سکونِ خاطر کے ساتھ کام ہو سکیگا۔ یاد رہے کہ اسلامی اقوام سے اتحاد کے یہ معنی ہیں۔ کہ دُنیا کی ایک چوتھائی آبادی ہماری ممد اور معاون ہوگی۔ اور یہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جبکہ فرانس اسلام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے +

ضروری عرضداشت

ماہ مضان میں جہاں آپ مشن کی مالی امداد فرمائینگے۔ وہاں اپنی دعاؤں میں مشن کے منتظم کیلئے بھی دعا فرمائیں۔ یورپ اور انگلستان میں اسلام کی تبلیغی خدمت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انجام دے رہے ہیں۔ جنکا قائم کردہ مسلم مشن ووکنگ کی ہی رہینِ منت ہے جنھوں نے اپنی انتھک کوششوں کی بدولت نہایت ہی قلیل عرصہ میں ہزارہا یورپینوں کو حلقہ بگوشِ اسلام بنا لیا ہے۔ اور آج بھی وہ اور اُنکے رفقاءِ کار اسی سرگرمی سے سرگرم عمل ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔ ہماری دِلی دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت خواجہ صاحب کو کامل صحت اور مشن ووکنگ کو ہر رنگ میں طمانیت و سکون عطا فرمائے۔ تاکہ یہ مشن اطمینان کے ساتھ اسلام کی سچی خدمات ادا کرتا رہے + آمین

خواجہ عبد الغنی

ہندو مذہب پر اسلامی تعلیمات کا اثر

بقلم مسٹر ایم۔ اے مجید صاحب ایم۔ اے

ہندو مذہب دُنیا کے قدیم ترین تاریخی مذاہب میں سے ہے لیکن وہ اُن معنوں میں مذہب نہیں کہلا سکتا، جن معنوں میں اسلام اور مسیحیت مذہب کہلاتے ہیں، کیونکہ اسمیں ایمانیات مُعیّن نہیں ہیں۔ یہ تو ایک طرح کا فلسفہ یا تمدّن ہے نہ کہ مذہب۔ عقاید کے مُعاملہ میں بڑی ہی آزادی پائی جاتی ہے۔ آپ خواہ عقاید کسی قسم کے رکھیں۔ لیکن پھر بھی ہندو رہ سکتے ہیں۔ مُوحدین مُشرکین مُلحدین، دینی و حانیین سب کے سب ہندو دھرم کے سایہ میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن دو باتیں ایسی ہیں جن پر تمام ہندوؤں کا اتّفاق ہے۔ یعنی گائے اور ذات پات۔ پہلی کا احترام اور دوسری پر عمل یہ خُلاصہ ہے ہندو دھرم کا۔ اس مذہب کی ایک بڑی خوبی اور بعض لوگ اسے عیب کہتے ہیں، یہ ہے کہ اسمیں تمام مذاہب کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اس نے بُدھ مت کو جیتا نگل لیا۔ اور اس مذہب کی مرز بوم ہی میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور جَین دھرم تو گویا مرتے مرتے بچا ہے۔ اور مسیحیت کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے۔ جو ان مذاہب کا ہو چکا ہے۔ جو چیز شروع میں مغربی مسیحیت تھی۔ وہ اب ہندو مسیحیت ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آج سے سَو سال بعد مسیحیت اس قدر مسخ ہو جائے۔ کہ پادری جونس اگر اسے دیکھیں تو کبھی نہ کہہ سکیں۔ کہ یہ پودا اُنہی کا لگایا ہُوا ہے جُملہ مذاہب میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو اس بات پر فخر کر سکتا ہے۔ کہ اُس پر ہندو دھرم کا کوئی اثر نہیں ہُوا +

اسلام کو ہندوستان میں آئے ہزار برس کے لگ بھگ ہو چکے ہیں لیکن چند خفیف سی باتوں کو چھوڑ کر۔ اس نے اپنی انفرادیت کو بدستور قایم رکھا ہے۔ بلکہ ہندو دھرم سے مل کر اس نے چند اہم نتائج پیدا کئے ہیں۔ اس کی بدولت ہندو ذات پات اور مشرکانہ عقاید میں تین اہم انقلاب برپا ہوئے ہیں۔ سکھ مت۔ برہمو سماج اور آریہ سماج اسلامی نصب العین سے مُنوّر ہوئے ہیں +

سکھ مذہب کا بانی گُرو نانک صاحب ہُوئے ہیں۔ جو مغلیہ حکومت کی ابتدا میں پیدا ہوئے تھے۔ اس امر پر کافی شہادت مل سکتی ہے۔ کہ اُن کی تعلیمات کا ماخذ اسلام ہی ہے۔ اور جناب مرزا غلام احمد علیہ الرحمہ

کا تو یہ خیال تھا۔ کہ وہ فی الحقیقت مسلمان تھے۔ اُس کی وجوہ یہ ہیں۔ کہ ایکؔ تو گُرو صاحب نے ذات پات کی بڑی مذمت کی ہے۔ ہندو دھرم تو نیچ ذات کے سایہ اور لمس دونوں کو اُونچ ذات کے لئے ناپاک سمجھتا ہے۔ اسلام میں یہ امتیازات مطلق موجود نہیں۔ اور یہی تعلیم گرو صاحب نے دی ہے۔ دوسرےؔ توحید کی جو تعلیم اُنھوں نے دی ہے۔ وہ ہندو دھرم میں کسی جگہ موجود نہیں ہے، تیسرےؔ اُنھوں نے اسلام کی تعریف میں ایسے ایسے جُملے استعمال کئے ہیں۔ جو ایک غیر مسلم کے قلم سے نکل نہیں سکتے۔ ان باتوں سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ واقعی مسلمان نہیں تھے تو ممنونِ اسلام ضرور تھے۔ چوتھےؔ یہ کہ اُن کے کُرتے پر جو آج بھی ایک سکھ معبد میں محفوظ ہے، قرآنی آیات بکثرت لکھی ہُوئی ہیں۔ پانچویںؔ یہ کہ اُنھوں نے یقیناً مکّہ اور مدینہ کی کی زیارت کی تھی۔ اگرچہ آج یہ امر متیقن نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ بغرض حج گئے تھے یا بطور سیاحت۔ لیکن کوئی غیر مسلم مکّہ میں اور خصوصاً خانۂ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس خیال کو کہ وہ مسلمان تھے، بہ آسانی ردّ نہیں کیا جا سکتا +

حضرت نانک کے پیرو آج اسلام کے اس قدر گرویدہ نہیں ہیں جس قدر وہ خود تھے۔ اور ان کا مذہب اصولی اعتبار سے بالکل اسلام ہی تھا۔ اور یہ بات ہم آج بھی بلا خوفِ تردید کہ سکتے ہیں کہ اگرچہ سکھ بھائی ہم سے مذہبی اعتبار سے جُدا ہیں لیکن باعتبارِ عقاید وہ مسلمان ہی ہیں یہ سچ ہے، کہ تمدّن اور تہذیب کے لحاظ سے وہ ہندو ہیں۔ اور ان کا مذہب اس تمدّن کے رنگ میں رنگین ہو گیا ہے۔ اور گفتگو اطوار آداب وغیرہ سے کوئی شخص اُن کی رُوحانی اصلیت کا پتہ نہیں لگا سکتا +

برہمو سماج کا بانی راجہ رام موہن رائے تھے۔ اُنھوں نے ہندوؤں سے کہا۔ کہ کوئی مذہب باطل نہیں ہے، ہندوؤں کا خیال تھا۔ کہ ابتدائے آفرینش میں خُدا نے صرف انہی کو الہام سے سرفراز کیا تھا۔ اور بقیہ مخلوق اس نعمت سے محروم تھی۔ اور کسی غیر ہندو کو ویدکے رُموز سے واقف نہیں کرنا چاہئے۔ راجہ صاحب نے سب مذاہب کو تسلیم کیا۔ لیکن الہام سے انکار کیا۔ فی الجملہ برہمو سماج میں وہ وسعتِ خیال پائی جاتی ہے۔ جو ہندو دھرم سے ہرگز ماخوذ نہیں ہو سکتی۔ راجہ صاحب عربی کے فاضل تھے۔ اور اسلامیات سے پُورے واقف۔ اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ فاضل اور جہاندیدہ انسان تھے۔ اُنھوں نے اسلامی مذہب اور مسیحی مذہب دونوں کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ عقیدہ کہ

جملہ اقوام میں نبی گزرے ہیں۔ مذہبی تاریخ میں سب سے پہلے اسلام ہی نے تلقین کیا ہے۔ اور راجہ صاحب کی تعلیم کا یہ حصہ سراسر اسلام سے ماخوذ ہے۔ رہا الہام کا انکار تو یہ شاید ہندو قدامت پرستی کا نتیجہ ہو یا یورپ کے مادہ پرستوں کی آواز بازگشت۔ افسوس کہ راجہ صاحب کو اس معاملہ میں غلطی لگ گئی کیونکہ بغیر الہام کی صداقت کے کسی مذہب کی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی +

وہ ہندوؤں کی معاشرتی خرابیوں سے غافل نہ تھے۔ ذات پات اور چھوت چھات دونوں کے خلاف اُنھوں نے زبردست جہاد کیا۔ اور باوجود چند کمزوریوں کے جو ان کی تعلیم میں پائی جاتی ہیں اُنہوں نے ہندوؤں کی بڑی خدمت کی ہے۔ اُنھوں نے ہندو مذہب کو ایک نئی حقیقت سے رُوشناس کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن میں مذہبی قدامت پسندی اور مذاہب دیگرہ سے تنفر و انقباض کا جذبہ زائل ہو گیا۔ چنانچہ اُن کے پیرو تمام بانیانِ مذہب کی عزت کرتے ہیں۔ اور اُن کے یوم میلاد پر خوشی مناتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ مثال ہندوؤں میں بڑی حد تک تبدیلی پیدا کرنے کا باعث ہو گی +

آریہ سماج سوامی دیانند صاحب کی قائم کی ہوئی ہے۔ اُن کا کام تعمیری بھی ہے اور تخریبی بھی اُنھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ ہندو مذہب ہی تمام صداقت کا سرچشمہ ہے۔ اور اس کے علاوہ جملہ بانیانِ مذاہب مفتری گزرے ہیں۔ ہمیں اس کا افسوس ہے۔ کہ اُنھوں نے ہندو دھرم کی حمایت کے جوش میں کرشنؑ عیسیٰؑ محمد صلعم یعنی سب کو دغاباز اور دُنیا پرست لکھ دیا۔ اور یہ پہلو بہت رنجدہ ہے۔ کیونکہ جب خود اُن کے ہم مذہب اُن کی جان لینے کی فکر میں تھے۔ تو بارہا مسلمانوں نے اُنھیں پناہ دی۔ اور لاہور میں جب وہ آئے تو جس شخص نے اُنھیں اپنے یہاں ٹھیرایا اور پناہ دی۔ وہ ایک مسلمان ڈاکٹر خان بہادر رحیم خان مرحوم تھا +

فی الجملہ سوامی صاحب نے توحید باری کی تلقین کی۔ اور شرک اور بُت پرستی کی مذمت کی چھوت چھات کو مذموم قرار دیا۔ اُن کے پیرو آج ترقی یافتہ ہندوؤں کے سرتاج ہیں۔ آریہ سماج درحقیقت سب سے زیادہ اسلام کی ممنونِ احسان ہے لیکن جائے تعجب ہے۔ کہ اس کے محترم ارکان اس عنایت کا معاوضہ نبی کریم صلعم کو گالیوں سے دے رہے ہیں۔ توحید کا اعتراف اور ذات کے انکار کے علاوہ دو باتیں اور ہیں جو اس تحریک کو ہندو دھرم کی تاریخ میں ایک اہمیت دے رہی ہیں۔ ہندو دھرم کی رُو سے بیوہ کی شادی ایک بڑا گناہ ہے اور بچپن کی شادی ایک مستحسن رسم ہے۔ آریہ سماج نے ان دونوں کو باطل قرار دیا۔ اور بیواؤں کی شادی کی حمایت

کر کے فی الحقیقت سماج نے ہندوؤں کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اب ان اصلاحات میں اسلام کا کس قدر ہاتھ ہے؟ اس کا فیصلہ میں ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ آریہ سماج نے ہندو دھرم کو تبلیغی مذہب بنا دیا ہے۔ اور آریہ سماج کے مشنری اُن مسلمانوں اور عیسائیوں کو دوبارہ ہندو بنانے میں کوشاں ہیں۔ جو ہندو دھرم کے دائرہ سے اُن مذاہب میں داخل ہو گئے تھے۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ اسلام نے جو تھائی ہندوؤں کو اپنی آغوش میں لے کر آریہ سماج کو اس طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اور اب اُنھیں یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ کہ اگر روک تھام نہ کی گئی تو شاید تمام اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ یہ کہنا قبل از وقت ہے۔ کہ آریہ سماج کی یہ تبلیغی جدوجہد کس حد تک کامیاب ہو گی۔ لیکن یہ یقینی ہے۔ کہ اس کی بدولت موازنہ مذاہب میں سہولت پیدا ہو جائیگی۔ لہٰذا مُسلمانوں کو بہر طور اس تحریک کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلعم کی تعلیمات اور فرزندانِ اسلام کی زندگیوں نے آریہ سماج کے اندر اصلاح رسُوم کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ اور اگرچہ سماج کے افراد آج مسلمانوں کے ساتھ حُسن سلُوک روا نہیں رکھتے۔ اور اسلام کے احسان کا اعتراف نہیں کرتے۔ تاہم تاریخ میں تو اس برکت کا ذکر ضرور جلی حروف سے کیا جائیگا۔ جو اسلام کی طفیل ہندوؤں کو نصیب ہُوئی +

مغرب میں اسلام کی سُرعت انگیز اشاعت کی ایک مثال

یُورپ میں اسلام کی اشاعت کے معاملہ کی طرف سے مُسلمان من حیث القوم غافل ہیں اس کا بڑا بھاری سبب یہ ہے کہ انھیں مغرب میں دین قیم کی اشاعت کی ضروریات و مقتضیات کا صحیح علم نہیں۔ اور اسی مقصد کو سامنے رکھ کر ہم نے ضمیمہ مسلم سن ووکنگ سے مکتوبات کا سلسلہ کئی ماہ سے ان اوراق میں جاری کر رکھا ہے۔ تاکہ مسلم بھائی اس ضرورت حقہ کو محسوس کریں۔ اس کے جملہ لوازم سے آگاہ ہوں۔ اور ان پر اس کام کی مذہبی و سیاسی اہمیت واضح ہو جائے +

ذیل میں ہم ایک تازہ مکتوب کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں۔ جو لندن کی تازہ ڈاک میں ہمیں موصول ہُوا ہے جس کے مطالعہ سے ناظرین پر واضح ہو جائیگا۔ کہ ہمارے عقاید و اصُول کس قدر عجلت کے ساتھ ان جزائر میں مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔

خواجہ عبدالغنی سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ

۱۰ البیت ہارسیلے
لیدر ہیڈ
۲۴ نومبر ۱۹۳۱ء

پیارے جناب! حال ہی میں مجھے بکثرت ایڈیلوتسب پارٹی نے آپ کی مسجد ووکنگ کو ملاحظہ کیا میں بھی ان زائرین میں سے ایک تھی۔ مجھے آپکے پمفلٹ "اسلام کیا ہے" نے از حد محظوظ کیا اگر آپ برا محسوس نہ کریں۔ تو اس کی مزید دو کاپیاں ارسال فرمائیں۔ جو میری از حد مسرت کا موجب ہونگی۔ کیونکہ میرے پاس جو کاپی ہے۔ اسے کسی دوست نے طلب کیا ہے۔ لیکن مجھے اس پیاری و دلکش کاپی کی جدائی گوارا نہیں۔ آج تک جسقدر میں نے پمفلٹ دیکھے ہیں۔ ان میں سے اسلامی عقاید کی یہ بہترین شارح ہے +

مطلوبہ دو کاپیوں میں سے ایک تو کلیسیا انگلستان کے ایک پادری صاحب کے لئے درکار ہے۔ جنھوں نے ہندوستان میں مُدت مدید گذاری ہے۔ اور حال ہی میں وطن کی طرف لوٹے ہیں آپ کا پیش از وقت شکریہ ادا کرتی ہوں +

آپ کی مخلصہ
(مس) او۔ ای۔ وارڈ

مُسلم مشن و وکنگ کے مکتوبات

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ کہ ہر ماہ کوئی نہ کوئی مفید ترین اضافہ حلقہ اسلام میں ہوتا رہتا ہے۔ جناب مسٹر اے۔ این احمد مغربی دُنیا میں ایک مشہور آدمی ہیں۔ جیسا کہ اُن کے اعلان اسلام سے ظاہر ہوتا ہے جو اسی رسالہ کے آغاز میں ہی درج کیا گیا ہے۔ صاحب موصوف اور ایسے ہی دیگر غیر مسلمین و نو مسلمین کے مکتوبات نے جو ان اوراق میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں ہمیں اپنے نظریہ میں اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔ یورپ میں ہمارے اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر مُفت اشاعت ہی ان مغربی احباب و خواتین کو اسلام کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ اُن نارسا گوشہائے مقامات سے تشنگان توحید۔ ندائے اسلام کو لبیک کہہ رہے ہیں۔ جن مقامات پر ہمارے مبلغین ووکنگ کی رسائی نہیں۔ جہاں پر پہنچنا طویل صعُوبت سفر و اخراجات کثیر کا مُوجب ہے وہاں پر ہمارا واحد مُبلّغ خاموش علمبردار توحید رسالہ اسلامک ریویو انگریزی پہنچتا رہتا ہے۔ اور انگریزی اسلامی کُتب مُسلسل پہنچتی رہتی ہیں۔ اینی کُتب و رسائل کا مطالعہ ان یوُروپین احباب و خواتین کو صداقتِ حقّہ پر قائم کر دیتا ہے۔ نشر و اشاعتِ مسلم لٹریچر کے سوا اور کوئی راستہ جو آسان سے آسان اور کم خرچ بھی ہو۔ اشاعت اسلام کیلئے ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ گو یہ ہماری سالہا سال کی درخواست ہے۔ لیکن مغرب میں ہر ایک نئی قبولیت اسلام ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم اپنی دیرینہ درخواست بار بار دوستوں کے سامنے پیش کریں +

ذیل کے مخلص مسلم بھائیوں نے ہماری اس مفیدِ اسلام استدعا پر۔ ازراہِ محبتِ اسلام توجّہ فرمائی ہے۔ اور ہمیں اس قابل کیا ہے۔ کہ ہم رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی متعدد کاپیاں ان احباب کی طرف سے یوُرپ اور امریکہ کی لائبریریوں[1] میں مُفت بھیجتے رہیں۔ اُمید واثق ہے۔ کہ ان مخلص احباب کی اپنے پیارے مذہب اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے یہ معاونت و مساعی انشاء اللہ مُثمر ہوگی۔ اور خوشگوار نتائج مُرتب کریگی +

کاش! ہمارے دیگر مُسلم بھائی بھی ہمیں اس قابل کریں۔ کہ ہم پانچہزار کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی سال ۱۹۳۲ء میں یوُرپ۔ آسٹریلیا۔ چین۔ جنوبی افریقہ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان حلقہ میں مفت تقسیم کر سکیں +

ذیل میں چند ایک احباب کی فہرست دی جاتی ہے۔ جنہوں نے رسالہ کی مفت اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ انھیں جزائے خیر دے:— جناب ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب بھلپور۔ جناب علی احمد صاحب ڈیرہ نواب صاحب۔ جناب مولوی محمد سراج الحق صاحب۔ جناب محمد ارشاد علی صاحب عدن۔ حضور نواب صاحب بہادر بھوپال۔ محمد اسلم خان صاحب مردان۔ جناب شیخ میاں محمد۔ محمد اسمعیل۔ مولا بخش صاحبان لائل پور۔

---

[1] اور فرقۂ جدیدین کے اکابرین و پادریوں کے نام بھی۔

جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب راولپنڈی۔ جناب اہلیہ صاحبہ احمد علی صاحب آسام۔ جناب اہلیہ صاحبہ محمد حمید صاحب۔ لاہور
جناب ایس امین الدین صاحب کبیر والہ۔ جناب سے۔ بی شربت خان کوئٹہ۔ جناب نواب سر نظامت جنگ بہادر
حیدرآباد دکن۔ جناب ایس۔ اے کریم صاحب رانچی۔ جناب ڈاکٹر جعفر حسن صاحب اہلیہ جناب محمد حیات خاں صاحب گوالیار +
جناب محمد روشن الدین صاحب کوہاٹ۔ جناب عبد العظیم صاحب دھاروار۔ جناب رحمت اللہ خاں صاحب سانڈوچی
جناب حاجی عبداللہ ہارون صاحب کراچی۔ جناب صوبیدار عبدالکریم صاحب رسالپور۔ جناب کے سعیدالدین احمد صاحب
اٹاوہ۔ جناب خان بہادر قلی خان صاحب چارسدہ۔ جناب محمود الحق صاحب بنگال۔ جناب سر عبدالکریم صاحب غزنوی
کلکتہ۔ جناب نور احمد صاحب سروتی +

مکتوب نمبر (۱)

ظلمات سے نور کی جھلک

کچھ عرصہ ہوا کہ ویلیز کا ایک باشندہ جس کی قصبہ ووکنگ میں عارضی سکونت تھی اتفاقیہ مسجد ووکنگ میں آنکلا بظاہر اس کے آنے کا مقصد محض زیارت مسجد تھی۔ ہم نے انھیں مسجد دکھائی اور اتفاقاً اُن سے مختصر سی گفتگو بھی ہوئی اس مختصر سی گفتگو نے اُن کے اندر نشتر کا کام کیا۔ وہ از حد متاثر ہوئے۔ اسکے بعد انہوں نے مقامی پبلک لائبریری میں باقاعدہ جانا شروع کر دیا۔ اور اسلامک ریویو کی اس کاپی کو دلی اشتیاق کے ساتھ پڑھا۔ جو لائبریری مذکورہ کی میز پر پڑی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے قرآن مجید کا مسلسل مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ جس کی ایک کاپی لائبریری میں موجود تھی۔ اور اسلام کے متعلق مزید معلومات بڑھانے کیلئے بیتاب ہو گئے۔ گذشتہ جمعہ پھر ہمیں ملنے آئے خطبہ کو بغور سنا کچھ اسلامی کتب مطالعہ کیلئے طلب کیں۔ ہم نے انھیں انگریزی کتب "اسلام کیا ہے" مصنفہ جناب مسٹر حبیب اللہ لوگرو نو مسلم و "منبع اسلام" مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب پیش کیں۔ اتوار کو وہ پھر خود بخود ایک مسحور انسان کی طرح اتوار کا لیکچر سننے کیلئے کشاں کشاں مسجد ووکنگ میں آپہنچے پیر کے روز پھر تشریف لائے۔ اور اپنے ساتھ متذکرہ بالا ہر دو کتب لائے۔ جو انھیں مطالعہ کیلئے دی گئی تھیں۔ اُن کتب کی سرسری ورق گردانی سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ کتب مذکورہ کا انہوں نے بغور مطالعہ کیا ہے کیونکہ بعض مقامات پر نشان بھی لگائے ہوئے تھے جن کی وہ تشریح چاہتے تھے تشریح طلب مقامات تعدد ازدواج قمار بازی۔ اور ممنوع ماکولات سے متعلق تھے۔ ان امور کو بالتشریح سمجھا کر انکی تسلی کر دی گئی جاتی دفعہ انھوں نے فرمایا۔ کہ ان کتب کے دوران مطالعہ میں میں محسوس کرتا رہا ہوں کہ میں بالکل کسی اور دنیا میں بس رہا ہوں۔ بہت دیر تک وہ اس انقلاب عظیم کا تذکرہ کرتے رہے۔ جو اُن کے اندر رونما ہو گیا۔ اور آخر پر فرمایا۔ کہ میرے الفاظ و کلمات میرے ان قلبی جذبات و احساسات کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ جو میرے دل میں ہیجان و

انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس امر کا بار بار اعادہ کیا کہ مطالعۂ اسلام سے پیشتر تمام مسائل زندگی مجھے تاریکی شکوک کے نقاب میں مستور نظر آتے تھے لیکن اب اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہر ایک چیز روز روشن کی طرح مجھے واضح حقیقت دکھائی دیتی ہے آپ نے تیز فرمایا۔ کہ اسلام نے ہی مجھے مذہب کی دھن لگائی اور سن بلوغت سے ہی میں جویاء حق ہو گیا۔ اس کے بعد وہ محبت کے ساتھ عرصہ تک طویل گفتگو کرتے رہے پھر با دلِ ناخواستہ ہم سے جدا ہوئے منگل کے روز ہم پھر ان کے گھر پر جا کر انھیں ملے وہاں پر بھی مذاکرہ علمیہ و دینیہ کا ہی ایک طویل سلسلہ جاری رہا۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ یہ امر میرے لئے تعجب خیز ہے کہ میرے ہموطن بھائیوں نے کیوں ابھی تک اسلام جیسے پاک دلربا و دلکش پیارے مذہب کا مطالعہ کر کے اسے قبول نہیں کیا۔ انھوں نے ہمیں یقین دلایا۔ کہ ویلیز کی نئی پود ساری کی ساری پیام اسلام کو قبول کرنے کیلئے تیار ہے مصلحت یہی ہے کہ اس ملک میں دورہ کر کے وہاں اسلام پر لیکچر دیئے جائیں اس بزرگ کا نام نامی جناب ڈی۔ ایچ۔ جونس ہے +

ہماری تبلیغی تگ و دو کی نوبت ان جزائر میں یہاں تک جا پہنچی ہے کیا ہمارے مسلم بھائی ان خوشگوار حالات سے فائدہ نہ اٹھائینگے

مکتوب نمبر (۲)

مؤثر و کم خرچ ذریعۂ تبلیغِ اسلام

امریکہ میں اسلامک ریویو

اسلامک ریویو انگریزی مؤثر و طاقتور ذریعۂ نشر و اشاعتِ اسلام ثابت ہوا ہے اس روشن حقیقت کے مؤید سابقہ سالوں کے بیشمار شواہد و حقائق ہیں۔ جو خوش آیند خیال اس ہماری اسلامی مجلہ کے روح روانوں کو سوجھا وہ یہ تھا۔ کہ امریکہ اور یورپ کی لائبریریوں میں اسے مفت بھیجا جائے۔ گذشتہ چند ماہ سے جو خط و کتابت ہم شائع کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مفت تقسیم رسالہ کا یہ طریقہ محیر العقول طریق پر کامیاب ہوا ہے۔ اور خوشگوار نتائج پیدا کر رہا ہے۔ اور جہانتک ہمارے مالی ذرائع ہمیں اجازت دیں ہم وسیع پیمانہ پر مفت[1] تقسیم کرنا چاہیئے ذیل میں ہم ایک تازہ مکتوب کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جو امید ہے کہ قارئین کرام کی مسرت کا موجب ہوگا۔ جسے امید ہے کہ وہ لوگ جو تبلیغ اسلام کے دل سے خواہاں ہیں بڑے غور سے مطالعہ فرمائیں گے + وھو ھذا

---

[1] جو بھائی صہ روپے ارسال فرمائیں۔ ان کی طرف سے ایک سالہ اسلامک ریویو انگریزی سال بھر کیلئے یورپ یا امریکہ کی کسی لائبریری یا کسی حق جو یا غیر مسلم انگریز کے نام جاری کیا جائیگا۔ یہ صدقہ جاریہ ہے + سیکرٹری

ٹمیلیٹن پاس

یو ایس ۔ اے

پیارے جناب! مجھے آپ کا خط اور چند ٹریکٹ ملے ۔ جسے میں نے اپنے دوستوں کو مطالعہ کیلئے دیا۔ اس لٹریچر نے ان کے دماغ سے ان جھوٹے خیالات کو نکال دیا۔ جو اسلام کے متعلق اُن کے دماغ میں جاگزین تھے میں اپنے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ میں ایک فرانسیسی ہوں رومن کیتھولک مذہب میں مَیں نے پرورش پائی ہے اس وقت میری عمر تیس سال کی ہے۔ اور میں اس مُلک میں ۱۹۲۵ء سے رہتا ہوں میں گو ناگوں کاموں میں قسمت آزمائی کر چکا ہوں اور اکثروں میں مالی طور سے ناکام رہا ہوں۔ ان ناکامیوں سے ٹھنڈا ہو کر میں نے مختلف علوم یعنی اقتصادیات سے لے کر بُدھ مذہب عیسائیت اور فرقہ جدیدین کی کتب کا مُطالعہ کرنا شروع کیا میں آپکے بیش بہا اسلامی مجلہ کی دل سے قدر کرتا ہوں میں اسے شہر نیویارک کی پبلک لائبریری میں پڑھتا رہا ہوں۔ اس اسلامی مجلہ نے مجھے آخرکار نبیٔ آخرالزمان کی تعلیمات کے متعلق بہت سے معاملات میں راہ ہدایت دکھائی میں خیال کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں کو خدا کے فرستادہ و الہام کردہ نبی حضرت مُحمد صلعم سے مُتعارف کرانے کی مساعی میں حق بجانب ہوں۔ جو کہ آپکے پاک مشن سے بالکل بیخبر رکھے گئے ہیں ۔ اگر خدا کو منظور ہُوا۔ تو میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلعم کے مبارک روضہ کی زیارت کروں گا۔ اور مذہب اسلام اور اس کی اصلی زبان کے عمیق مطالعہ کیلئے کوشاں رہونگا۔ اُمید ہے کہ توضیح اوقات کے لئے آپ مجھے مُعاف فرمائینگے +

آپ کا خیر اندیش

مُحمّد امیس ۔ ل ۔ کننگسنیر

مکتوب نمبر ۳

کیلیفورنیا کے ایک مُتلاشئ حق کا خط

ذیل میں مسٹر لاس اینگیلس کا خط درج کیا جاتا ہے۔ جو از خود صاحب خط کی کیفیت قلبی پر شاہد ناطق ہے

جناب من!

آپ کا مقتدر جریدہ (اسلامک ریویو انگریزی) ایک مقامی پبلک لائبریری میں میرے ہاتھ آیا۔ جسے میں نے نہایت ہی دلچسپ اور پُر از معلومات پایا۔ مذہب اسلام ایک عرصہ سے میرا جاذب طبع بنا رہا ہے۔ اور قرآن کے علاوہ جو میرے پاس موجود ہے۔

میں نے اور بھی کئی ایک کتابیں (موضوع بالا پر) جو مقامی لائبریری سے مل سکیں پڑھی ہیں۔ امید ہے کہ اسلام کے متعلق مزید معلومات کیلئے آپ سے التجا کرنا آپ کے بارِ خاطر نہ ہوگا؟ میں ایسی کتب دیکھنا چاہتا ہوں جو مزید مطالعہ میں مجھے امداد دیں جو کہ مستند مسلم مصنفین کی ہوں اور جو کہ کوئی سودمند واقفیت پیدا کرنے کا باعث ہوں +

کیا میں آپ کو اس ضمن میں اپنے خلوص نیت کا یقین دلا سکتا ہوں۔ اور آپ کی ہر اس امداد کی قدر و منزلت کا بھی جو آپ اس سلسلہ میں میرے ساتھ کرینگے +

آپ کا مخلص

ہیری ۔ ای ۔ ہیسٹنکل

مکتوب نمبر ۴

مذہب رومن کیتھولک سے رجوع الی الاسلام

جناب من!

میں نے ایک کتاب مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب موسومہ "بہ اربعہ تقاریر بر حقانیت اسلام" (فور لیکچرز آن اسلام) کو پڑھا جس کی طفیل مذہب اسلام کی صداقت نے مجھے گرویدہ کر لیا ہے +

اسلئے از راہ مہربانی اس بات سے مجھے اطلاع بخشیں کہ مذہب اسلام کس طرح سے قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ میں مسلمان ہونے کا نہایت ہی خواہشمند ہوں۔ فی الحال میں عیسائی مذہب کے فرقہ رومن کیتھولک سے علاقہ رکھتا ہوں۔ لیکن چونکہ میں نے قرآن کریم میں پڑھا ہے۔ کہ "سوائے اسلام کے اگر تم زندگی کیلئے کوئی بھی اور لائحہ عمل اختیار کروگے تو وہ قابل قبول نہیں اور ایسا کرنے سے یقیناً تم خسارہ میں رہوگے"۔ اس واسطے اپنے موجودہ مذہب کو ترک کر دینے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ اسلام کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرلوں +

آپ کا مخلص

جے ۔ ایچ ۔ پی آنگ

مکتوب نمبر (۵)

جناب جی ۔ ڈبلیو ۔ ڈیلٹن کا اعلانِ اسلام

میں نہایت مسرت کے ساتھ قبولِ اسلام کا اعلان منسلک کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ اپنے سب حلقوں میں اس کی اشاعت کرینگے +

"میں ان عقاید اور رسمیات کو جو موجودہ کلیسیوں میں تعلیم کئے جاتے ہیں خلاف عقل و فطرت پا تے ہوئے مدت سے شبہ و تذبذب میں پڑا رہا لیکن محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسلام کی برکت سے مختلف کتب کے مطالعہ اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کے تعلیمی تاثرات سے میری آنکھیں کھلیں۔ اور اب میں بلا تامل مذہب اسلام کو جو ایک سچا مذہب ہے قبول کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں +

جواب کا منتظر

آپ کا مخلص بھائی جی۔ ڈبلیو ڈیلٹن

مکتوب نمبر ۶

ماہرین روحانیات کے حلقوں میں لیکچر

ہم نے ماہرین روحانیات کی تقریباً ۷ سوسائٹیوں کو گشتی چٹھیاں بھیجی تھیں جس کے جواب میں وقتاً فوقتاً ہمیں ان سوسائٹیوں میں مسائل اسلامی پر تقریریں کرنے کیلئے مدعو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں دو لیکچر دیئے جا چکے ہیں۔ اُن میں سے ایک برکسٹن میں ہوا۔ اور دوسرا ہیکنی میں جو خرالذکر مقام کی سوسائٹی کے ممبر علمی نقطۂ خیال سے نہایت اعلیٰ پایہ کے فاضل ہیں انہوں نے مسئلہ حیات مابعد الموت پر ہماری تقریر کو نہایت ہی پسند کیا +

اگر ہمارا یہ طریق عمل بدستور جاری رہا۔ اور اس جماعت پر ہمیں اپنی توجہ قائم رکھنے کے مسلسل مواقع میسر آتے رہے تو ہمیں کامل یقین ہے کہ طبقۂ روحانیین کے یہ فضلاء جو انتہائی شوق اپنے دلوں میں رکھے بیٹھے ہیں عنقریب علم اسلام کے گرد جمع ہو جائینگے +

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ در انگلستان و ہندوستان بابت ماہ اکتوبر ۳۱ سنہ ۱۹ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۱	۰	۹	۶۲۳۶	خرچ مشن اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۴	۴	۱۴	۵۷۴
آمد بر اے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو	۲	۰	۸	۲۵۷					
آمد ریزرو فنڈ	۳	۰	۰	۹	رقم قرضہ از سرمایہ محفوظ	۵	۰	۰	۱۰۰۰
میزان	۰	۰	۱	۶۵۰۳	میزان		۴	۱۴	۷۵۷۴

دستخط۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مسلم مشن و ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۱/۳۱	۶۴۹	جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم — نصف ریویو و نصف مشن	-	۰	۲۰
	″	ملازمین دفتر لاہور مشن	-	۰	۱
۵ ۱۱/۳۱	۶۶۶	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب لاہور	-	۰	۲
۶ ۱۱/۳۱	۶۶۷	″ دلاور خان صاحب پشاور مشن	-	۰	۴
″	۶۷۴	″ اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
۷ ۱۱/۳۱	۶۸۴	″ میسرز نظام الدین سید محمود لاہور مشن	-	۸	۱
″	۶۸۵	″ سید امجد علی شاہ صاحب لاہور مشن	-	-	۸
۸ ۱۱/۳۱	۶۸۷	″ عبدالحق صاحب گجرات مشن	-	۰	۵
۹ ۱۱/۳۱	۶۹۵	وصولی از پراویڈنٹ اینڈ بونس فنڈ	-	۴	۰
″	۶۹۶	جناب شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد مشن	-	-	۵۰
	۷۰۱	″ شیخ امین صاحب دہلی مشن	۰	-	۱
	۷۰۴	″ ڈاکٹر برکت علی صاحب بہار ″	۰	۰	۱۴
	۷۰۵	″ محمد نور غنی صاحب امین آباد ″	-	۱۴	۷
۱۲ ۱۱/۳۱	۷۱۵	″ عبدالحمید صاحب ناگپور مشن	۰	۰	۱
۱۳ ۱۱/۳۱	۷۱۶	″ محمد محفوظ الکریم صاحب ″ ″	۰	۰	۲
″	۷۱۷	″ محمد ہارون صاحب کانپور ″	۰	۰	۳
۱۴ ۱۱/۳۱	۷۲۱	″ کرم الٰہی صاحب ہوشیارپور ″	۰	۰	۵
″	۷۲۴	″ خواجہ اے۔ کے خان صاحب احمدی مشن	۰	۰	۵
″	۷۲۵	″ محبوب خان صاحب دھاروار	۰	۰	۲
″	۷۲۶	ترکہ از سرمایہ محفوظہ			
		دیکھو سول نمبر ۱۳	..	۰	۱۰۰۰

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۶ ۱۱/۳۱	۷۲۸	جناب ڈاکٹر امین اکبر خان صاحب انگلینڈ ووکنگ مشن	۰	۰	۲
	۷۳۱	″ شیخ محمد حسن صاحب مالاکھنڈ		۰	۱
	۷۳۴	منافع بر ۹۰۰ روپیہ متعلق بہ سرمایہ محفوظہ — نصف مشن نصف ریویو	۰	۰	۴۰۵
۱۷ ۱۱/۳۱	۷۳۶	جناب ملک محمد علی صاحب بلوچستان	۰	-	۵
۱۹ ۱۱/۳۱	۷۳۹	آمد از ووکنگ بابت ماہ اگست ۳۱ء (۴۲-۱۵-۶) روپیہ — بمد مشن ۱۰ ... ریویو ۴۳۳ ... کتب خانہ ۵۴)	۱۰	-	۸۱۶
	″	وراثت سیٹھی اکونٹ لندن ... ۱۵۰ پونڈ			
		۲۰۳۵-۵-۰	۰	۵	۲۰۳۵
		″ ″ ۸۷-۵-۵½ پونڈ			
		۱۱۸۸-۲-۲	۲	۶	۱۱۸۸
	۷۴۰	جناب سید محمود صاحب ممکو (مشن)	۰	۰	۱
	۷۴۳	″ مرزا غلام محمود صاحب میسو ″	-	۰	۳
۲۰ ۱۱/۳۱	۷۴۵	″ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور ″	۰	۰	۵
۲۱ ۱۱/۳۱	۷۴۸	جناب محمد حسین صاحب کانوری ″	۰	۰	۱
	۷۴۹	″ ایچ نیاز صاحب نیوکلنڈ مشن	۰	۰	۲
	۷۵۲	″ فضل حق صاحب دہلی ″	۰	۰	۵
۲۴ ۱۱/۳۱	۷۵۸	″ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی رامنگر ″	۰	۰	۵
۲۶ ۱۱/۳۱	۷۶۶	″ راجہ حبیب اللہ صاحب جہلم	-	--	۵
۲۸ ۱۱/۳۱	۷۷۰	″ آغا محمد ابراہیم صاحب سبحانی ″	۰	-	۲
	۷۸۲	″ قاضی منہاج الدین صاحب سیونی ″	۰	۰	۲
	۰	زر فروخت رسالہ اسلامک ریویو ..	۰	۳	۶۲۰
		میزان ..	۰	۹	۶۲۳۶

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد برائے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو در کتب خانہ جات غربیہ و خارجیہ

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۱/۳۱	۶۴۲	جناب ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب پھلور	-	۰	۲۵
		″ ایس محمود صاحب۔ لاہور	۰	-	۵
		″ عبدالعزیز خان صاحب ... بریلی			
		(نوٹ:۔ آپ ۵۰ پیشتر ارسال کر چکے ہیں			
		چونکہ لائبریری کا چندہ ۵۰ روپیہ ہے)	۰	۸	۲
	۶۹۴	جناب علی احمد خان صاحب ذریعہ نواب صاحب	۰	۰	۱۰۰
۱۰ ۱۱/۳۱	۷۰۲	″ غلام علی صاحب۔ جھنگ	-	-	۵
۱۲ ۱۱/۳۱	۷۰۹	″ سید مسعود الحق صاحب پکھنگاؤں	۰	۰	۵
		″ مولوی سید محمد سراج الحق صاحب			۲۵

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ ۱۱/۳۱	۷۱۸	جناب محمد ارشاد علی صاحب۔ عدن کیمپ	۰	۰	۲۵
۱۷ ۱۱/۳۱	۷۲۷	حضور نواب صاحب بہادر بھوپال ..	۰	۰	۵۰
	۷۳۷	جناب ایم یو۔ ودھلی صاحب بانکی پور	۰	-	۵
	۷۳۸	″ سی بی حمید صاحب گورکھپور ..	۰	-	۵
۲۱ ۱۱/۳۱	۷۴۶	جناب قاضی حمید الدین صاحب پرو جیپور	۰	۰	۵
۲۶ ۱۱/۳۱	۷۶۲	″ خان صاحب محمد اسلم صاحب۔ مردان	۰	۰	۱۰
	۷۶۵	″ محمد یوسف خان صاحب عدن کیمپ	۰	۰	۵
۳۱ ۱۱/۳۱	۷۹۰	″ ایس ایم نسیم الغنی صاحب رانی گھاٹ پٹنہ	۰	۰	۵
		میزان	۰	۸	۲۵۷

نقشہ نمبر ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۱/۳۱	۲۱	جناب قطب الدین خان صاحب بمبئی زکوٰۃ	۰	۰	۴
۲۴ ۱۱/۳۱	۲۲	″ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی۔ رام نگر	۰	۰	۵
		میزان	۰	۰	۹

نقشہ ۴ تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱۰/۳۱	۵۶	تنخواہ عملہ لاہور	۰	۶	۸۶۴	۱/۱۰/۳۱	۶۰	ووکنگ بلس:- ۱ متفرق بل نمبر ۲ سلسلہ نمبر ۲ ریویو بابت ماہ جولائی ۱۹۳۱ء ۰-۱۲-۹ ۳۷ پونڈ ۲ بل نمبر ۲۷ بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء ۶-۱۲-۳۷ پونڈ ۳ متفرق خرچ بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء ۷-۶-۱ ۴ بل نمبر ۲ سلسلہ نمبر ۵ بابت تنخواہ اگست ۱۹۳۱ء ۱۱-۲-۶۱ پونڈ ۵ متفرق خرچ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۱ء ۳-۵-۳ ۶ طباعت ماہ ستمبر ۴-۶-۳۴ ۷ طباعت ماہ اگست ۹-۸-۲۷ ۸ تنخواہ عملہ بابت جولائی ۱۹۳۱ء ۳-۱-۶۰ ۹ میسرز ائون برنس ۶-۰-۲۰	۰	۱۲	۴۳۹
۸/۱۰/۳۱	۵۷	دفتر لاہور امپیرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- ۱ پرنس:- ایکریم بیک پیپر ایڈم فلسطین عذر ایڈم اپیل ۶-۵-۵ ۰-۷-۲ ۶-۴-۵ (۰-۱۱-۱۳) ۲ تاریں ۵ آنہ ۴ روپیہ ۳ سٹیشنری ۴ کرایہ دفتر بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء ۵ محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۱۸۵ تا ۱۹۰ ۳ پائی ۱۱ آنہ ۵۵ روپیہ ۶ متفرق خرچ گوندا بیرنگ خطوط وغیرہ ۹-۱۴-۰	۰	۰	۹۵	۱۰/۱۰/۳۱	۶۱	بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۲۲ سلسلہ ۲ نمبر ۹۲ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب کی تنخواہ کے متعلق رقوم	۴	۵	۱۳
۱۰/۱۰/۳۱	۵۸	رقم مسلہ ووکنگ بذریعہ تار محصول تار ۱۰۰۱ پونڈ ۰-۱۱-۱۳۶۱ ۰-۰-۱۰ ۰-۱۱-۱۳۷۱	۰	۱۱	۱۳۷۱		۶۲	بنک کے وضعات تبادلہ بحوالہ پاس بک مورخہ ۲۹/۹/۳۱ (۱۱)	۰	۱۲	
۱۶/۱۰/۳۱	۵۹	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- ۱ محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۱۹۱ تا ۲۰۵ ۳-۴-۳۸ ۲ موسمی اخراجات بجلی کے پنکھے کا خرچ ۹ پائی ۳ آنہ ۴ روپے ۳ رقوم واپسی ۰-۹-۲۰ ۴ سٹیشنری ۱-۸ ۵ پریس لفافے سرخی ارکاڈس ۸۰۰ لفافے برائے اپیل ایکزیم ریسیر کل ۵۲ تنخواہ مہترانی بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء ۰-۰-۱ گوندا بیرنگ خطوط ٹانگہ پرنس بنک ۹-۱۲-۰ منی آرڈر ۳-۲	۰	۰	۹۵	۳۱/۱۰/۳۱	۶۳	امپیرسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از ۲۰۵۱ تا ۲۱۴۵ (۰-۱۱-۹۲) برائے اپیل ریویو ۰-۰-۷ فیس برائے ٹائپ ۱-۴-۰ متفرق - ٹانگہ بنک و پریس ۰-۰-۱۰ ۹۵-۰-۰	۰	۰	۹۵
								میزان	۴	۱۴	۶۵۷۴

نقشہ ۵ تفصیل رقم قرضہ از سرمایہ محفوظ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۹/۱۰/۳۱	۱۳	رقم قرضہ از سرمایہ محفوظ مشن (دیکھو اس کا اندراج نقشہ آمد مشن میں مورخہ ۱۱/۱۰/۳۱ نمبر ۱۴)	۰	۰	۱۰۰۰
		میزان	۰	۰	۱۰۰۰

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء

نمبر نقشہ	تفصیل آمد	رقم آمد ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ	نمبر نقشہ	تفصیل خرچ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ
نقشہ ۱	آمد مشن ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۹	۳	۵۷۸۸	نقشہ ۳	خرچ مشن ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۱	۱۵	۴۸۹۱
نقشہ ۲	آمد برائے مفت تقسیم اسلامک ریویو	۰	۰	۶۱۸					
۰	میزان	۹	۳	۶۴۰۶	۰	میزان	۱	۱۵	۴۸۹۱

دستخط - فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ - عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ ۱۱/۳۱	۸۰۸	جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور۔ نصف رقم ریویو			
		نصف بمد مشن	۰	۰	۲۰
ر	ر	ملازمین دفتر بمد مشن	-	-	۱
ر	۸۰۹	جناب نواب الدین صاحب نواب شاہ سندھ بمد مشن	۰	۰	۴۴
	۸۱۸	جناب محمد عالم صاحب ۔ زکوٰۃ	۹	۱۵	۱۹۷۵
	۸۱۹	ر عبدالحق صاحب ۔ گجرات مشن	۰	۰	۵
۶ ۱۱/۳۱	۸۲۰	آمد ووکنگ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء از ووکنگ آر آر نمبر ۵۰۹ تا ۵۵۲ ۔ پونڈ ۳۶-۱۹-۸ شلنگ پنس (مشن ۔ ریویو ۔ کتب خانہ)	۲	۶	۴۹۸
ر	۸۴۱	واپسی پیشگی از دفتر ووکنگ	۴	۸	۲۲۲۴
ر	۸۴۲	جناب منہاج الدین صاحب سرگودھا ۔ مشن	۰	۰	۱۰
ر	۸۴۳	حضور نواب صاحب منگرول ر	۰	۰	۹۹
ر	۸۴۴	جناب محمد جان صاحب ۔ چناب زکوٰۃ	۰	۰	۴۰
ر	ر	ر سردار لال سنگھ ر ر ر	۰	۰	۶
۷ ۱۱/۳۱	۸۴۶	ر دلاور خان صاحب پشاور د / جناب لوسی غلام حسن صاحب ر	۰	۰	۴
ر	۸۴۷	جناب مسٹر حبیب احمد خان صاحب ۔ حیدرآباد دکن	۰	۰	۲۸
۹ ۱۱/۳۱	۸۵۳	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور بمد مشن	۰	۰	۵
	۸۵۵	ر محمد محفوظ الکریم صاحب ناگپور بمد مشن	۰	۰	۲
	۸۶۲	جناب شیخ محمد اسمعیل شیخ میاں محمد و شیخ مولا بخش صاحبان لائل پور (نوٹ) یہاں رقم مرسلہ مبلغ ۵۰۰ روپے میں سے ۳۰۰ روپے کا اندراج کیا جاتا ہے باقی ۲۰۰ روپے کا اندراج نقشہ نمبر ۲ میں ۸۶۲ نمبر کے ماتحت کیا گیا ہے (مشن)	۰	۰	۳۰۰
۱۳ ۱۱/۳۱	۸۹۳	جناب اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور بمد مشن	۰	۰	۲
۱۴ ۱۱/۳۱	۸۹۶	جناب کرم الٰہی صاحب قریشی ہوشیارپور ر	۰	۰	۵
۱۶ ۱۱/۳۱	۸۹۹	ر محمد فضل صاحب کیمبل پور بمد زکوٰۃ	۰	۰	۴
ر	۹۰۱	جناب محمد علی صاحب بلوچستان مشن	۰	۰	۵
۱۷ ۱۱/۳۱	۹۱۲	ر ایم اے جعفری صاحب آگرہ ر	۰	-	۱۵
۱۹ ۱۱/۳۱	۹۱۷	ر محمد یعقوب صاحب یانڈلے برما ر	۰	۰	۱۵
	۹۱۸	ر عبدالدین صاحب پٹنہ ر	۰	۰	۱۰
	۹۲۰	ر شیخ امین صاحب لدھیانہ ر	۰	۰	۱
	۹۲۱	ر عبدالحمید خان صاحب جاگیر ر	۰	۰	۱
	۹۲۵	ر محمد ابراہیم صاحب بھیرانی ر	۰	۰	۲
	۹۲۷	ر محمد حسین صاحب کاکوری ر	۰	۰	۱

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰ ۱۱/۳۱	۹۲۸	جناب ڈاکٹر این کے جی بلالضیا صاحب برما ۔ مشن	۰	۰	۲
ر	۹۲۹	ر چودھری محمد زرعلی صاحب گوجرانوالہ ر	۰	۱۴	۷
ر	۹۳۰	ر محبوب خان صاحب ۔ دھاروار ر	۰	۰	۲
۲۴ ۱۱/۳۱	۹۳۵	ر ایم حمید صاحب نعمانی گورکھپور ر	۰	۰	۲۵
ر	۹۳۸	ر راجہ نجیب اللہ خان صاحب جہلم ر	۰	۰	۵
ر	۹۴۴	ر غلام محمد صاحب دفتری لاہور ر	۰	۸	-
۲۶ ۱۱/۳۱	۹۴۷	ر مرزا اے کے خان صاحب مدراس ر	۰	۰	۵
۲۸ ۱۱/۳۱	۹۵۱	واپسی پیشگی از جناب پریذیڈنٹ مجلس منتظمہ ر	۶	۳	۶
۳۰ ۱۱/۳۱	۹۵۳	جناب سید محمود صاحب ریاست میسور ر	۰	۰	۱
	۹۵۴	ر ڈاکٹر عبدالغنی صاحب شیرکوٹ زکوٰۃ	۰	۰	۵
	۹۵۵	ر حکیم محمد عثمان صاحب پانی پت مشن	۰	۰	۵
		زر فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء	۰	۱۲	۴۰۹
		میزان	۹	۳	۵۷۸۸

نقشہ نمبر ۲

ذیل کی رقوم رسالہ اسلامک ریویو کی مفت تقسیم کیلئے موصول ہوئیں۔ ان صاحب کی طرف سے بلاغ غیر مسلم یورپ کی لائبریریوں کو رسالہ مذکور مفت بطور صدقہ جاریہ روانہ کیا جاتا ہے

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ ۱۱/۳۱	۸۰۷	جناب کے ایس محمود صاحب لاہور ۔ ایک کاپی	-	۰	۵ روپے
۵ ۱۱/۳۱	۸۳۵	ر سید عبدالحلیم صاحب بھین سنگھ ر	۰	۰	۵ ر
۷ ۱۱/۳۱	۸۴۲	ر ولی اللہ خان صاحب پشاور ر	۰	۰	۵ ر
ر	۸۵۲	ر کمال بے محمد عارف صاحب ٹانگنگ ر	۰	۰	۵ ر
		ر علی محمد خان صاحب ڈیرہ نواب صاحب ۲۰ کاپی	۰	۰	۱۰۰
۱۱ ۱۱/۳۱	۸۶۲	ر شیخ میاں محمد شیخ محمد اسمعیل و شیخ مولا بخش صاحبان لائلپور ۴۰ کاپی	۰	۰	۲۰۰
۱۲ ۱۱/۳۱	۸۹۵	ر حافظ محمد اسمعیل صاحب راولپنڈی ۴ کاپی	۰	۰	۲۰
ر	۸۹۸	ر ایس ایم شفیع صاحب پٹنہ ایک کاپی	-	۰	۵
۱۶ ۱۱/۳۱	۹۰۰	ر ایم اے حلیم صاحب میلاپور ایک کاپی	۰	۰	۶
	۹۰۵	ر آر۔ این احمد صاحب بیام ۔ ایک کاپی	۰	۰	۵
	۹۰۶	ر شیخ امیر علی صاحب لائلپور ۔ ایک کاپی	۰	۰	۵
ر	ر	ر میاں نوراللہ صاحب ۲ کاپی	-	۰	۱۰
ر	ر	ر چودھری سردار محمد صاحب ایک کاپی	۰	۰	۵
ر	ر	ر محمد حیات صاحب لائلپور ر	۰	۰	۵
ر	ر	ر شیخ عبدالرزاق صاحب لائلپور ایک کاپی	۰	۰	۵
ر	ر	ر ضیاء الدین احمد صاحب ر	-	۰	۲
	۹۰۷	ر محمد ارشاد علی صاحب عدن ایک کاپی	۰	۰	۵
	۹۰۸	ر اہلیہ صاحبہ جناب احمد علی صاحب آسام ۶ کاپی	۰	۰	۳۰
۱۹ ۱۱/۳۱	۹۲۶	ر اہلیہ صاحبہ جناب محمد شفیع صاحب لاہور ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۳ ۱۱/۳۱	۹۳۲	ر ایس امین الدین صاحب بردار ۱۰ کاپی	۰	۰	۵۰
ر	۹۳۳	ر سی شریعت خان صاحب کوئٹہ ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
	۹۳۴	نواب سر امین نظامت جنگ صاحب بہادر ۱۰ کاپی	۰	۰	۵۰
۲۴ ۱۱/۳۱	۹۴۰	ر ایس اے کریم صاحب رانچی ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
ر	۹۴۱	ر ڈاکٹر عبدالحسن صاحب نکل ایدرسیہ ۴ کاپی	۰	۰	۲۰
ر	۹۴۲	ر محمد امام محی الدین صاحب مولی ٹم ایک کاپی	-	۰	۵
	۹۴۳	ر محمد حیات خان صاحب گوالیار ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
۲۴ ۱۱/۳۱	۹۴۸	ر ایم ۔ ۔ تامل ۔ ایک کاپی	۰	۰	۵
ر	۹۵۹	ر حاجی فتح محمد صاحب بمبئی ایک کاپی	۰	۰	۵
		میزان کل	۰	-	۶۱۸

نقشہ ۳ تفصیل خرچ ہائے ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ در انگلستان و ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱۱/۳۱	۶۴	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء	-	۶	۸۶۴
〃	۶۵	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۱۴۶ تا ۲۲۴۴ (۳) ۔ ۸ ۔ ۹۷ روپیہ سٹیشنری: ایک رول گلیسٹر - ۸ لفافے ۴ آنے متفرق خرچ: ایک بڑی مہر متعلقہ اسلامک ریویو [illegible] تانگہ برائے بنک ۲ ۔ ۰	۰	۰	۱۰۰
۵/۱۱/۳۱	۶۶	میسرز رونیو لمیٹڈ لاہور بابت خرید و ترمیم مشین [illegible] بحوالہ ان کے بل نمبر ۳۶۲۱	۰	۰	۱۵۰
〃	۶۷	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۲۴۵ تا ۲۲۹۷ ۔ ۹ ۔ ۶ ۔ ۶۲ روپیہ سٹیشنری - ۲۵ لفافے ۴ رسیدی سیاہی پیڈ ۲ دستی چھاپہ کھینچنے کا کاغذ ۔ ۲ ۔ ۲ روپے نبیں ۰ ۔ ۰ ۔ ۲ ۔ ۰ ۰ 〃 ۔۔۔ ۴ لفافے ۰ ۔ ۰ ۔ ۰ ۔ ۸ 〃 ۔۔۔ ۱ الفافے ۰ ۔ ۰ ۔ ۸ ۔ ۲ کاغذ ٹائپ برائے لفافہ جات ۔ ۶ ۔ ۶ کاغذ برائے اردو اپیل مشن ۔ ۰ ۔ ۲۵ خرچ تانگہ ۔ ۰ ۔ ۱۳ ۔ ۲ تنخواہ مہترانی ۔ ۰ ۔ ۰ ۔ ۱ مسلم آوٹ لک ۔ ۰ ۔ ۱ ۔ ۰ ۰ کرایہ دفتر بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ۔ ۰ ۔ ۰ ۔ ۲۰	۰	۰	۱۰۰
〃	۶۸	دفتر السفیر ایمپرسٹیل بابت ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۱ء تنخواہ پی اے جناب پریزیڈنٹ صاحب بابت ستمبر و اکتوبر	۴	۶	۱۰۰
	۶۹	طباعت اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء بحوالہ میسرز الون برادرس بل نمبر ۳۲۰۰۷ ۳۵ ۔ ۷ ۔ ۵ پونڈ ۲ تنخواہ عملہ ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء ۴۶ ۔ ۱۲ ۔ ۵۸ پونڈ ۳ متفرق بابت ستمبر ۱۹۳۱ء ۹ ۔ ۸ ۔ ۵۰ 〃 ۴ بل سفر خرچ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء ۶½ ۔ ۱۹ ۔ ۳ پونڈ ۵ رقم صنعت تبادلہ بنک برقم منتقلہ از حساب آسٹریلیا بحوالہ ووکنگ آر۔ آر نمبر ۱۵۴ چمن ۔ ۳ ۔ شلنگ ۴ پونڈ ۶ ادائیگی جو فرق ہوئی بابت شیخ عبدالمجید صاحب ۱۶ [illegible] ووکنگ بحوالہ نزدیک مشن ۲۵ مجلس منتظمہ مورخہ ۱۶/۱۰/۳۱ ۰ ۔ ۰ ۔ ۶۰ پونڈ	۳	۱۲	۲۹۱۵
	۷۰	پیشگی سفر خرچ محمد اسمٰعیل خاں صاحب سفیر مشن	۰	۰	۳۰
	۷۱	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۲۹۸ تا ۲۳۵۸ ۔ ۵ ۔ ۳ ۔ ۴۴ روپیہ رقوم واپس بابت مینیجر مسلم بک سوسائٹی بحوالہ آر۔ آ نمبر ۸۸۲ ۔ ۰ ۔ ۸ ۔ ۳۸ روپیہ کارٹوس برائے حقہ ۔ ۰ ۔ ۴ ۔ ۲ ایک ریم فلسکیپ کاغذ ۔ ۰ ۔ ۰ ۔ ۳ تاریں ۔ ۰ ۔ ۰ ۔ ۸ گزشتہ ادا شدہ محصول انکم ٹیکس بحوالہ آر۔ آر نمبر ۸۸۱/۸۸۳ تا ۸۸۴ سول لسٹ ۔ ۶ ۔ ۵ ۔ ۸ روپے منی آرڈر برائے سول ۔ ۴ ۔ ۷	۰	۰	۱۰۰
۱۳/۱۱/۳۱	۷۲	پیشگی جناب پریزیڈنٹ صاحب مجلس منتظمہ برائے چندہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور	۰	۰	۳۰۰
۱۹/۱۱/۳۱	۷۳	میسرز کلکتہ آرٹ پریس لاہور بابت طبع خرچ کاغذ ۔۔۔ کاپی سرکلرس اسلامک ریویو و لائبریری	۶	۹	۳۱
۲/۱۱/۳۱	۷۴	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۳۵۹ تا ۲۴۵۴ ۔ ۰ ۔ ۳ ۔ ۵۰ روپے تاریں ۔ ۰ ۔ ۱۱ ۔ ۲ 〃 ۵ رجسٹر محصول ڈاک ۔ ۰ ۔ ۸ ۔ ۱۷ 〃 ۵ رجسٹروں کی درستی ۔ ۰ ۔ ۴ ۔ ۱ 〃 میسرز جے۔ بی۔ ایڈوانی بابت خرید کاغذ بحوالہ بل نمبر ۱۶۰۶۲۷۴ ۔ ۰ ۔ ۱۲ ۔ ۲۱ روپے متفرق خرچ ۔ ۰ ۔ ۹ ۔ ۳ سٹیشنری ۔ ۰ ۔ ۱ ۔ ۲	۰	۰	۱۰۰
۲۸/۱۱/۳۱	۷۵	محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۴۵۵ تا ۲۵۳۶ ۔ ۰ ۔ ۹ ۔ ۲۷ روپے تاریں ۔ ۰ ۔ ۰ ۔ ۵ 〃 ۲۸۵۰ لفافے برائے اپیل لائبریری ۔ ۰ ۔ ۱۳ ۔ ۳ کوپن رجسٹر ۔ ۸ ۔ ۱ ۔ ۲۸۷ لفافے اسلامک ریویو ۔ ۰ ۔ ۸ ۔ ۴ روپے بندھائی ۶۰۰۰ اپیل زکوٰۃ ۔ ۰ ۔ ۸ ۔ ۴ روپے سٹیشنری قلم پنسل ربڑ سیاہی و جاذب ۔ ۶ ۔ ۱۰ روپے مینیجر اسلامک ریویو بل سفر خرچ برائے لائلپور ۔ ۱۴ ۔ ۱۱ روپے پیشگی سفر خرچ کرامت اللہ صاحب سفیر دوم مشن ۔ ۰ ۔ ۲ روپے سفر خرچ محمد امین ٹائپسٹ برائے امرتسر ۔ ۰ ۔ ۸ ۔ ۴ روپے متفرق خرچ ۔ ۰ ۔ ۱ ۔ ۲	۰	۰	۱۰۰
		میزان	۱۱	۱۵	۴۸۹۱

نوٹ: نومبر ۱۹۳۱ء سے اس رسالہ کے جملہ حقوق اشاعت مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ کی طرف منتقل کئے گئے ہیں ابتدائی اخراجات کے لئے یہ رقم جناب صدر کو پیشگی دی گئی۔ جس کی تفصیل حساب دسمبر ۱۹۳۱ء میں دی جائے گی۔ سکریٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپ میں اشاعت اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ ودو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں۔

۱
رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپین نومسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے۔

۲
دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریوں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے۔

۳
مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لنڈن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے۔ جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔

۴
لندن میں جمعہ وعیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نومسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس پر یکصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے۔

۵
رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زاید مجمع ہوتا ہے جنکی تواضع دعوت سے کیجاتی ہے یہ مجمع مسلمین نومسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے

۶
دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط وکتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

۷
تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نومسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے۔

۸
انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نومسلمین غیر مسلمین کو مفت نذر کیجاتی ہیں۔

۹
مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جس میں مسلم نومسلم، وغیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے۔

۱۰
عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

۱۱
اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا واحد مشعلبردار ماہواری انگریزی رسالہ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نومسلمین کے مضامین ہوتے ہیں ہر رسالہ کو نومسلم کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ۸ معہ مفت تقسیم طلبا سے ۵ معہ محصول ڈاک۔ نمونہ مفت

۱۲
رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطہ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جماعت تبلیغی جدوجہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

م پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام مولاداد خاں پرنٹر چھپکر خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

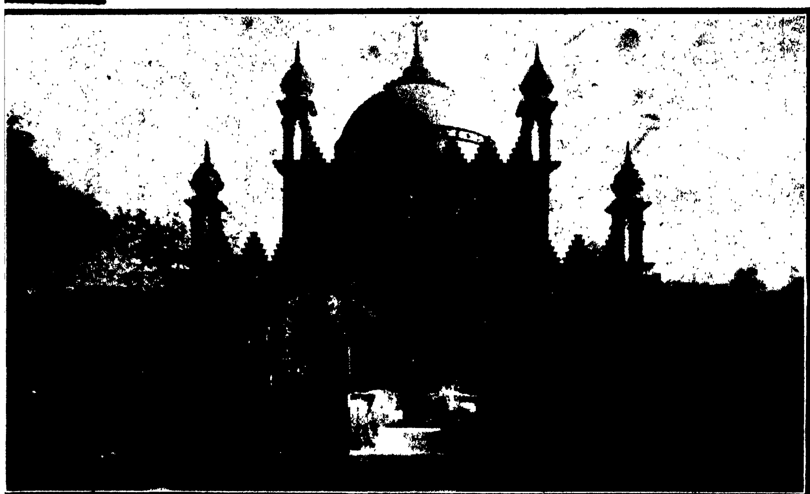
MARCH, 1932. Registered L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیٔ مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

(الف) ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں

اغراض و مقاصد

(ب) (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا +

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا +

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا +

۴۔ سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا +

۵۔ اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

(ہ) (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking, Surrey, England.

۵۔ بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ ۱۰ معہ محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں، طلبا و مفت تقسیم کے لئے ۵ معہ محصول ڈاک

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب



The Late Mian Sir Muhammad Shafi.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء مطابق ماہ ذیقعد سنہ ۱۳۵۰ھ | نمبر (۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء نمبر (۳)

القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا

حضرت نبی کریم کی ذات پاک ہر مرحلۂ زندگی میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے کلمات بالا وہ متبرک کلمات ہیں جو آپ کے بچے کی نوتیدگی پر آپ کے لب مبارک سے نکلے۔ اُن میں آپ نے خداوند تعالےٰ کی قضا پر رضامندی کا اظہار فرمایا +

ایسے صدمات کے وقت دل کا پُرغم اور آنکھوں کا پُرنم ہونا فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ یہ اُلفت جو خود دست قدرت نے نبی نوع انسان میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ جب انسان کا کوئی عزیز اُس سے جدا ہو۔ تو اس کے قلب کو رنج پہنچے۔ اُس کی آنکھیں اشکبار ہوں۔ اگر یہ باتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اندر نہ ہوتیں۔ تو ہمارے لئے آپ خضر راہ نہ بن سکتے تھے۔ اگر جذبۂ اُلفت اس قلب صافی میں نہ ہوتا تو اَور کہاں ہوتا۔ ہاں آپ کی فطرت تو ایسی صحیح ایسی صراط مستقیم پر واقع ہے۔ کہ اُسکے تمام تر ین جذبات ایک مکمل رنگ میں آپ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ پس محبوبوں کی اُلفت جو فطرت انسانی کا ایک نہایت ہی صحیح جذبہ ہے۔ ضرور تھا کہ آپ کے اندر پایا جاتا اور اس محبت کا تقاضا محبوبوں کی جدائی پر قلب حزین اور چشم پُرنم کا ہونا اس محبت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا تھا

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا:۔

القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا

دل پُرغم ضرور ہے آنکھوں میں آنسو ضرور ہیں۔ یہانتک ہی انسانی محبت اور انسانی فرائض تھے لیکن اس سے آگے اُس سے

بالآخر ایک فرض اُور اپنے مالک حقیقی کا ہے۔ اور وہ یہ کہ باپ ہو یا ماں۔ اولاد ہو یا مال یا صحت۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں۔ جو انسان کو ایک وقت تک بطورِ امانت دیجاتی ہیں۔ اس کا حق نہیں کہ ہمیشہ کیلئے اُن کا مدعی بنے وہ ان باتوں سے جس قدر چاہتا ہے۔ اور جب تک چاہتا ہے کسی کو دیتا ہے۔ جس طرح محض رحمانیت سے دیتا ہے۔ کسی کے حق کے طور پر نہیں دیتا۔ اسیطرح اُسی صفتِ مالکیت کے ماتحت جب چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اور جو کوئی کچھ دیتا ہے وہ خدا کی امانت اس کو واپس کرتا ہے۔ پس شکایت کے کیا معنی۔ خُدا نے کیوں ایسا کیا۔ کہ ہم سے ایک اپنی امانت کو واپس لے لیا۔ یہ سوال وہ نادان کرسکتا ہے۔ جو صفاتِ الٰہی سے ناواقف ہے۔ کیونکہ یہ سوال اُس کے دل میں اُس وقت پیدا نہیں ہوتا جب اُسکو وہ نعمت ملتی ہے +

زیرِ عنوان پاک کلمات میں یہ بتایا ہے کہ تقاضے محبت سے جو بشر کی فطرت میں ودیعت ہے۔ دل غمگین آنکھ پرنم ہے تو دوسرے پہلو کو بھی ساتھ ہی بتا دیا کہ ہم کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے +

"ولا نقول الا ما یرضیٰ به ربنا"

کیا ہی پاک نقشہ اگر ایکطرف فطرت انسانی کا کھینچا ہے۔ تو دوسری طرف مالک حقیقی کی طرف جھکایا ہے۔ اور وہ بھی درحقیقت فطرت انسانی ہی کا نقشہ ہے۔ کیونکہ مالک کی طرف جھکنا بھی فطرت انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ ہاں زیادہ خوشی اور زیادہ غم کے وقت میں بعض وقت اس تقاضے فطرت کو انسان بھول جاتا ہے۔ اسلیئے ان جامع الفاظ میں کہ دل پرغم ہے۔ اور آنکھ پرنم۔ مگر شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتے۔ **بلکہ خُدا کی قضا پر راضی ہیں** صدمہ کے وقت فطرت کے ان دونوں تقاضوں کو اپنے کمال میں ظاہر کردیا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں۔ جو تمام صحیح فطرتوں کو آہستہ آہستہ حضرت محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و غلامی کی طرف کھینچ کر لا رہی ہیں۔ اللھم صل وسلم وبارک علیه وعلی اصحابه وآله اجمعین +

آج عزیز میاں محمد شفیع صاحب مرحوم کی وفات پر ہم بھی یہی الفاظ دوہراتے ہیں۔ جو ہمارے پیارے ہادی صلعم نے ہمیں ان مواقع پر سکھائے ہیں۔ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضیٰ به ربنا۔ اسکی حکمت کاملہ نے ہی جو چاہا عطا فرمایا۔ اور اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے جس کو چاہا۔ اور جب چاہا۔ اپنی طرف اُٹھالیا۔ آج اگر ہم بھی فقط باتباع سنت نبی کریم صلعم کہتے ہیں۔ اور اپنے قلب کے اندر ایک سکون اور ٹھنڈک کی کیفیت پاتے ہیں تو

کس قدر سکون اور ٹھنڈک سے وہ قلب مُطہر پُر ہو گا۔ جس سے پہلے یہ لفظ پھوٹ کر نکلے۔ اور عین اُس وقت نکلے جب اُس کا دل حزین ہو۔ جب اُس کی آنکھوں میں پیارے بیٹے کی جُدائی کیلئے آنسو بھر آئے ہیں۔ اُس وقت

لا نقول الا ما یرضیٰ بہ ربنا

کے الفاظ کا جوش سے پھوٹ کر نکلنا بتاتا ہے کہ باوجود حزن قلب کے اللہ کی رضا پر کس قدر سکون اُس قلب صافی کو حاصل ہے۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ +

ہماری آنکھیں مولانا محمد علیؒ صاحب مرحوم ایڈیٹر کامریڈ کے ماتم کے آنسوؤں سے ابھی خشک نہ ہوئی تھیں کہ دستِ اجل نے نہایت بیدردانہ ایک اور جانکاہ چرکا لگایا۔ ایک اور مایۂ ناز فرزند ہم سے جُدا ہو گیا

اِس رسالہ کو ٹوٹے ہوئے دل۔ اشکبار آنکھوں اور مجروح جذبات کے ساتھ عالیجناب آنریبل میاں سر محمد شفیع صاحب مرحوم ہی کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے جو ۷ جنوری ۱۹۳۲ء کو بمقام لاہور صبح کے سوا آٹھ بجے ہمیشہ کیلئے ہم سے جُدا ہو گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون + میاں صاحب مرحوم کی اچانک موت مسلمانانِ ہند کیلئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ اس قحط الرّجال زمانہ میں مسلم قوم کی لیئے تہا بدبختی ہے۔ کہ اُن سے ایک عدیم النظیر مشیر جُدا ہو گیا۔ مسلم قوم میں اس خالی جگہ کو پُر کرنے کیلئے مرحوم کا نعم البدل میسّر آنا۔ کئی سالوں تک ممکن نہیں۔ الّا ماشاء اللہ

میاں صاحب مرحوم اپنی سوانح حیات کے وہ درخشاں اور تابناک اوراق چھوڑ گئے ہیں جو اس ظلمت و جہل کے زمانہ میں مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔ اس لئے ہم اس رفیع المنزلت ہستی کی زندگی کے حسنۃ حسنۃ کارنامے ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں جو اُمید ہے کہ مسلم قوم کیلئے سُود مند ہونگے +

جناب میاں صاحب مرحوم باغبانپورہ کے مشہور خاندان کے چشم و چراغ تھے میاں صاحب موصوف ۱۰ مارچ ۱۸۶۹ء کو بمقام باغبانپورہ (لاہور) پیدا ہوئے۔ اسلام کے ابتدائی اصول سیکھنے کے بعد آپ اُسی موضع کے ورنیکلر مڈل سکول میں داخل ہوئے۔ اس سکول سے مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ سنٹرل ماڈل سکول لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۸۸۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مگر ابھی اُن کا ذوقِ علم تشنۂ تکمیل تھا۔ چنانچہ پہلے پہل

گورنمنٹ کالج اور ریونڈ فارمن کرسچین کالج لاہور میں تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ اگست ۱۸۸۹ء میں آپ قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے عازم انگلستان ہوئے قانون کا کورس مکمل کرنے کے بعد آپ نے یکم اکتوبر ۱۸۹۲ء کو ہوشیارپور میں وکالت شروع کردی۔ ۱۹۱۳ء میں آپ کی قانونی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت ہند نے آپ کو خان بہادری کا خطاب دیا +

۱۹۱۷ء میں میاں صاحب مرحوم کو بار ایسوسی ایشن کا صدر منتخب کیا گیا۔ اور یہ اعزاز اُس وقت تک آپ کو حاصل رہا جبتک آپ وزیر تعلیم نہ بن گئے +

۱۹۱۸ء میں جسٹس میاں شاہدین صاحب مرحوم کی وفات پر حکومت نے چیف کورٹ پنجاب کی ججی کا عہدہ جلیلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے اُسے قبول کرنے سے انکار کیا +

آپ دس سال تک پنجاب کونسل اور امپیریل کونسل کے رکن رہے۔ اور نہایت دیانتداری سے اپنی رائے پیش کرتے رہے +

آپ نے محکمہ تعلیم میں امپیریل سروس کا دروازہ ہندوستانیوں پر کھلوایا۔ اور انہیں موقعہ دیا۔ کہ وہ اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں جس وقت آپ نے وزارت تعلیم کا چارج لیا۔ کل انتیس ۲۹ ہندوستانی امپیریل سروس میں تھے لیکن ساڑھے تین سال بعد اُنکی تعداد ایکسو بیس ۱۲۰ تک پہنچ گئی۔ حکومت نے آپ کی خدمات سے خوش ہوکر ۱۹۲۲ء میں آپ کو کے سی ایس آئی کا خطاب عطا کیا۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کونسل آف سٹیٹ کے لیڈر مقرر ہوئے +

وزارت کے عہدہ جلیلہ سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ پھر بیرسٹری شروع کی اسی اثناء میں ریاست بہاولپور کے مشیر قانونی مقرر ہوئے

میاں صاحب مرحوم نے گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ نے جس قابلیت سے مسلمانوں کا نقطۂ نظر حکومت اور کانفرنس کے سامنے پیش کیا۔ اُس کی تعریف دوست و دشمن سب کر رہے ہیں +

گول میز کانفرنس سے واپس آنے پر حکومت ہند نے آپ کو دوبارہ وزیر تعلیم کے عہدہ پر فائز کر دیا مگر افسوس کہ ملک اور

حکومت کو آپ کے قیمتی مشوروں سے فائدہ اُٹھانے کا موقعہ نہ ملا +

میاں صاحب مرحوم زندگی کے آخری لمحوں تک قوم و ملت کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ اور اُسکے آرگن روزنامہ انقلاب لاہور کے بانیوں میں سے تھے۔ آپ انجمن حمایت اسلام اور پنجاب پراونشل نیشنل لیگ کے صدر تھے اور یہ امر بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں کہ آپ مسلم مشن ووکنگ کے ٹرسٹی اور اسکی مجلسِ منتظمہ کے قابل قدر ممبر تھے +

میاں صاحب مرحوم کی زندگی اس امر کی شاہد ہے کہ آپ اپنی قابلیت مستعدی ذہانت کی بدولت زندگی کے دشوار ترین مراحل میں اوّل سے آخر تک کامیاب رہے وکالت میں ناموری اور شہرت کے ساتھ انہوں نے کافی دولت پیدا کی۔ جو قومی کاموں میں صرف کر دی +

آپ کی شخصیت بہت بڑی شخصیت تھی مگر اس کے باوجود آپ کے کریمانہ اخلاق قرون اولے کے مسلمانوں کی یاد کو تازہ کرتے تھے۔ آپ امیر و غریب سے مساوات کا سلوک کرتے۔ اور سچی ہمدردی سے پیش آتے +
کوئی انجمن ایسی نہ تھی۔ جسے میاں صاحب مرحوم کی کرم گستری نے محروم کیا ہو۔ آپ یتیموں کے باپ بیوہ عورتوں کے سر پرست اور غریبوں کے ملجا و ماوا تھے۔ آپ اسلام کے دلدادہ تھے ذاتی وجاہت و امارت کے باوجود آپ نے اصُولِ قرآن کو کبھی پس پُشت نہیں ڈالا۔ اور ہمیشہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کی +

آپ کی زندگی کی نمایاں باتوں میں حیا و احسان کو ممتاز درجہ حاصل ہے۔ جن لوگوں سے آپ کو کوئی شکایت ہوتی تھی۔ اُنکے ساتھ بھی درگذر اور چشم پوشی کا سلوک کرتے تھے۔ آپ کو کبھی بھی برآشفتہ یا کسی سے سخت کلامی سے پیش آتے ہوئے نہیں دیکھا گیا +

میاں صاحب مرحوم ایک سیر چشم و بامروّت انسان تھے۔ وکیل کی حیثیت میں آپ ایک ذکی و کارکن کی حیثیت میں مخلص و سرگرم کارکن تھے

مرحوم و مغفور ایک بلند پایہ کے انسان تھے۔ آپ محض ایک خشک سیاست دان ہی نہ تھے قُدرت نے جہاں آپ کو نہایت فیاضی سے دماغی قوتیں عطا کی تھیں وہاں احساسات و جذبات کی نعمتِ غیر مترقبہ سے بھی مالا مال کر رکھا تھا۔ آپ کی

تحریر و تقریر میں تخیل و جذبات کا نہایت خوشگوار امتزاج تھا +

مرحوم و مغفور بدرجۂ غایت خطا بخش و خطا پوش تھے۔ معمولی خطائیں تو ایک طرف اکثر سنگین جرائم سے بھی چشم پوشی فرما جاتے غربا مساکین اور کمتر حیثیت کے لوگ جب حاضرِ خدمت ہوتے تو مالی امداد کے علاوہ انتہائی مشفقانہ حلم سے پیش آتے لطف و کرم سے باتیں کرتے +

آپ عزیزوں اور دوستوں سے انتہائی خلوص محبت و ایثار سے پیش آتے۔ دشمنوں کی کمینہ حرکات کو خاطر میں نہ لاتے خودداری کی وجہ سے آپ کمینہ دشمنوں سے کبھی بھی اُلجھنا پسند نہ فرمایا کرتے +

میاں صاحب مرحوم اُن معدودے چند بزرگانِ ملت میں سے ایک تھے جنہوں نے ملک و ملت کی خاطر ذاتی مفاد کو ہمیشہ پس پشت ڈال کر بڑی سے بڑی بے لوث قربانیاں کیں۔ آپ کا ایثار صدیقی! افرادِ ملت کے ذاتی مفاد کی خاطر اکثر محبت آمیز تڑپ کے ساتھ بروئے کار آیا +

آپ کی جود و سخا مشہور تھی ۔ کوئی بھی حاجتمند کبھی بھی بے نیل و مرام آپ کے در سے واپس نہیں لوٹا۔ جو گیا۔ توقع سے زیادہ لایا آپ رقیق القلب تھے اور آپ کا محبت بھرا دل سوز و گداز کا خزینہ تھا +

آپ کی ذات مشرقی و مغربی علوم کا یکجائی مجموعہ تھی۔ آپ زبردست آئینی سمجھ بوجھ کے مالک ۔ وادار انسان وطن و ملت و بنی نوع انسان کے سرگرم و انتھک خادم تھے۔ آپ ایک غیور و باحمیت مسلمان تھے۔ ملکی کاموں میں آپ کو بڑا اقتدار حاصل تھا مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں تو آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ مسلم قوم کی تعلیمی پستی میں گہری دلچسپی لی ۔ آپ کی دلی تڑپ تھی کہ آپ کی قوم تعلیمی پستیوں سے اُبھر کر معراجِ ترقی پر پہنچ جائے۔ اور ان میں تعلیمی بیداری پیدا ہو جائے۔ تعلیمی انہماک کی وجہ سے علیگڑھ یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری عطا کی +

سیاسی مسلک میں آپ ایک اعتدال پسند مدبر تھے۔ مقالہ بالا میں آپ کی مختصر سوانح حیات کو پیش کیا گیا ہے

جسمیں مختلف نوعیت کے قانونی ۔ تعلیمی سیاسی و دینی کارناموں کو مختصراً سپرد قلم کیا گیا ہے +

گو مرحوم جسمانی طور پر ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے ہیں ۔ مگر آپ نے ایسے سبق آموز کارنامے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ۔ جنہیں تا ابد آباد تک دنیا کے دلوں سے محو نہیں ہو سکتے +

یہ روشن و درخشاں کارنامے ۔ زندگی کے متلاطم سمندر میں بھولے بھٹکے رہبران ملک و ملت کے لئے خضر راہ کا کام دینگے ۔ گو مرحوم آنے والی مسلم پود کے سامنے راستہ کو بہت کچھ ہموار کر گئے ہیں ۔ لیکن اُمت مرحومہ میں بہت ہی کم اشخاص ایسے قابل و مدبر نظر آتے ہیں ۔ جو ان رستوں پر گامزن ہو کر قوم و ملت کو فائدہ پہنچا سکیں +

ہم کارکنان مشن ووکنگ کو دلی تاسف ہے کہ ہمارا ایک سرگرم کارکن مشن کے کاموں میں دلچسپی لینے والا بزرگ ۔ اور مشن کو مفید ترین مشورے دینے والا مشیر ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا ۔ آپ کے مفید مشوروں کو کارکنان و ٹرسٹیان مشن ووکنگ انگلستان نے ہمیشہ سے ہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ۔ اور ان پر کاربند ہوئے +

ہماری دلی دعا ہے ۔ کہ آپ کا درجہ و رتبہ دنیا سے کہیں بڑھ کر عقبےٰ میں ہو ۔ اللہ تعالےٰ وہاں بھی آپ کا حامی ہو اور حضرت محمد صلعم آپ کے شفیع ہوں ۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین

ناظرین رسالہ کی خدمت میں التماس

ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ رسالہ اشاعت اسلام کی ظاہری و باطنی خوبیوں کو ترقی دینے میں زر کثیر صرف کر رہا ہے ۔ یہ تو مسلم بھائیوں کو علم ہی ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اور اسکے اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کا منافع ہی بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کثیر کا کفیل ہے ۔ اس لئے جس قدر ان رسالوں کا حلقہ اشاعت وسیع ہو گا ۔ اسی سے مشن کو مالی امداد پہنچیگی لہٰذا ناظرین کرام سے مودبانہ التماس ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں مشن کے ہر دو رسالوں کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں ۔ والسلام

خادم ۔ خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ دفتر لاہور

شذرات

مسیحیت کا طریقِ اشاعت | ہم مسلمانوں کیلئے یہ امر موجبِ فخر ہے کہ اسلام اُن ممالک میں بھی ترقی پذیر ہے جہاں اُسے کسی قسم کا سیاسی اقتدار حاصل نہیں ہے اور اس نے نظیر کامیابی کا سہرا اسلام کی ذاتی خوبیوں کے سر ہے۔ لیکن کس قدر افسوسناک امر ہے کہ مسلمانوں کے اندر اس حقیقت کی وجہ سے بجائے اشاعت اسلام کی تحریک پیدا ہونے کے اکثر اوقات لاپرواہی پیدا ہوتی دیکھی جاتی ہے۔ واقعات حاضرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ اس قسم کی غفلت زیادہ عرصہ تک جاری رہنی مناسب نہیں ہے +

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی غیر مسلموں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت اور اشاعت کی استعداد باوجودیکہ اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کی طرف سے سخت مخالفت ہوتی ہے۔ اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اب ہمارے عیسائی دوستوں کیلئے ناقابلِ برداشت صورت اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اب اُن مقامات میں جہاں کہ وہ بغیر دشواری تشدد کر سکتے ہیں، ایسا کرنے سے نہیں چوکتے۔ علاقہ ٹنگانیکا میں ایک واقعہ اس قسم کا ہوا ہے جو اس طرزِ عمل پر شاہد ہے۔ وہاں کا اخبار آجکل ان معاملات پر رائے زنی کر رہا ہے جو عیسائی مبلغین کی طرزِ عمل سے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اسلئے بیخوف ہیں کہ اگر تحقیقات ہوگی تو ہم مذہب حکومت اُن کا بہر حال خیال کریگی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"اصولی طور پر ہم اسکے خلاف نہیں کہ اس علاقہ کے بُت پرستوں کو عیسائی بنا لیا جائے۔ اور چونکہ ہم جانتے ہیں کہ عیسائیت حکامِ ملک کا مذہب ہے۔ اور وہ لوگ اسکی اشاعت میں سرکاری طور پر امداد کرتے ہیں اسلئے ہمیں ان لوگوں کے مسیحی ہو جانے کو برداشت کرنا پڑتا ہے، خواہ ہم اسے پسند کریں یا نہ۔ اور یہ تبدیلی اُن ذرائع کے ماتحت عمل میں آتی ہے جو ہمیشہ قابلِ تعریف نہیں ہوتے۔ اس علاقہ میں ابھی تک تبلیغ دینِ عیسوی ابتدائی منازل میں ہے۔ اور ابھی تک لاکھوں باشندے ایسے ہیں۔ جن کو حسبِ اقتضائے حالات مختلف مذاہب اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرینگے پس اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ تبدیلی مذہب کے بعد ان لوگوں میں منافرت مذہبی پیدا نہ ہو +

عیسائیت کے بوسیدہ عقاید | اس تمام انتشار کے لئے جس سے مسلمان نا آشنا ہیں، جو موجودہ عیسائیت میں پایا جاتا ہے۔ شاگردوں کا عقیدہ، نائس کا عقیدہ، اتھانیسی اس کا عقیدہ اور کلیسیائے انگلستان کی ۳۹ تعلیمات ذمہ دار ہیں۔ اور ان عقیدہ میں جو خلافِ عقل باتیں مذکور ہیں وہ ابھی تک ہمیں یہ بات صاف صاف بتا رہی ہیں کہ اُن کا ماخذ قدیم بُت پرستوں کا مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلےٰ کلیسیائی عہدہ دار جو آئے دن کی اصلاح و ترمیم سے مطمئن نہیں ہیں، موجودہ عیسائیت میں زبردست اصلاح چاہتے ہیں۔ تاکہ اُسے بُت پرستانہ عقاید سے بالکل پاک صاف کر دیا جائے۔ اور مسیحیت کی تعلیم یافتہ عیسائی پادری مثلاً بشپ بارنز تو عقاید ہی کو تبدیل کرنا

چاہتے ہیں۔ اور اُن تمام عقاید کو یکسر خارج کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے عیسائیت سرتاپا مُشرکانہ عقاید کا مجموعہ بنکر رہ گئی ہے دوسرے لوگ مسیحی عقاید میں ایسی تبدیلی چاہتے ہیں جن کی وجہ سے نازک ضمیر پادریوں کے احساسِ مذہبی کو ٹھیس نہ لگ سکے جن کو ۳۹ تعلیمات کی صحت کا اقرار کرنا لازمی ہے۔ اور یہ بات اسی حالت میں ممکن ہے جبکہ وہ عقل اور علم دونوں کو بالائے طاق رکھ دیں۔ ڈاکٹر بارنز نے ایک کانفرنس میں بالکل ہی نئے عقاید شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی (بحوالہ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف مورخہ ۳ جون سنہ ۱۹۳۱ء) کیونکہ انکی رائے میں مروجہ عقاید مذہب اور سائنس دونوں بالکل اعتماد کے قابل نہیں ہیں۔ وہ شاگردوں کے عقیدہ میں سے بہشت زمین اور دوزخ کے سہ منزلہ تصور کو یکسر خارج کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ اس تصور کا حامل ہے جو اب متروک کر دیا گیا ہے +

یہ اعتراضات ان لوگوں کی طرف سے ہیں جو عیسائیت کے اندرونی معاملات سے واقف ہیں۔ چنداں تعجب خیز نہیں ہے چند سال پہلے تک لوگوں کو یہ تعلیم دیجاتی تھی۔ کہ وہ عہد جدید کو اپنے مذہب کی صحیح بنیاد تصور کریں۔ اور اُسے تنقید سے بالاتر سمجھیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ سب سے پہلی انجیل بھی یسوع کی وفات کے ستر سال بعد تحریر کی گئی ہے۔ اور عہد جدید میں وہ تحریرات شامل ہیں۔ جو سو سال کے مابین وقتاً فوقتاً لکھی گئی ہیں۔ اور دُنیا میں کوئی محقق خواہ وہ پادری ہو یا کلیسیائی عہدہ دار یا دُنیاوی آدمی بائبل کو تمام و کمال لائق اعتماد نہیں سمجھتا۔ اور اس بات کے اعتراف میں مطلق نہیں جھجکتا۔ کہ بائبل میں بہت سی غلطیاں، غلط بیانیاں اور خلافِ عقل باتیں راہ پا گئی ہیں پس اندریں حالات کوئی تعجب نہیں۔ اگر لوگوں کے دلوں میں بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہو +

مختصراً یہ وہ دلائل ہیں جن کی بناء پر زمانۂ حال کے لوگ نئے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ اور اسلام کے علاوہ اور کونسا مذہب ہے جو جدید خیالات سے لوگوں کو تسلی دے سکتا ہے؟ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو الٰہیاتی پیچیدگیوں سے مُبرا ہے۔ اور اُن تمام نقائص سے پاک ہے جو مسیحیت کے نظریہ میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام ہی واحد مذہب ہے جو ہمیں کچھ ثباتی اور تعمیری حقائق عطا کرتا ہے۔ اسمیں کوئی خلافِ عقل عقیدہ نہیں ہے۔ اسکی تعلیم صرف اسقدر ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور یہ وہ بات ہے جسے ایک دُنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہے + اسلام تو خالصتہً ایک عقلی مذہب ہے۔ اور تاریخی اور نحوی دونوں اعتبارات سے اور عقلیت کی تعریف کہ وہ ایک نظام ہے جو مذہبی عقاید کو عقل کے ماتحت رکھتا ہے اس پر پورے طور سے صادق آتی ہے۔ اور یہی بات پروفیسر مانٹے نے اپنی تصنیف میں لکھی ہے جو پیرس میں سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھی +

کلیسیائی مسیحیت کی عملی تصویر

جہانتک مسیحیت کی عملی تصویر کا سوال ہے جسقدر خاموشی اختیار کی جائے اسیقدر بہتر ہے تاہم اخبار سپیکٹیٹر مورخہ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۳۱ء سے بعض اقتباسات ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ جسمیں مشہور ارباب قلم نے "مسئلہ رنگ" پر اظہار خیال کیا ہے مسیحیت نے تعصب لونی کو کم کرنے کی بجائے ہم سمجھتے ہیں۔ اور بھی زیادہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں +

"مسٹر ایل ہیوز نے اپنے جدید ناول میں لکھا ہے اسود اللون پیدا ہونا ایسا ہے۔ جیسا زندگی کے زیریں طبقہ میں پیدا ہونا۔ اور روشنی کی طرف کا دروازہ بند ہوتا اور گورے رنگ کے لوگ بالائی حصہ میں رہتے ہیں" سب جانتے ہیں کہ حبشی کیلئے ٹرینوں میں ایک پچھلا حصہ مخصوص ہوتا ہے۔ اور ڈراموں میں بھی پچھلا حصہ مخصوص ہوتا ہے بعض مشہور حبشی پلمین میں سفر کرسکتے ہیں

لیکن اُنھیں نکال دینے کا حق گوروں کو حاصل ہے۔ ورجینیا میں میں ایک حبشی دوست کے ساتھ کھانا نہ کھا سکا کیونکہ ایسا کرنا خلاف قانون تھا۔ ہیمپٹن انسٹیٹیوٹ کے گرجہ کے دروازہ پر لکھا ہُوا ہے۔ کہ ایک پرائیویٹ عمارت ہے۔ تاکہ کالے لوگ گورے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر عبادت نہ کر سکیں۔ ریاستوں میں میں نے پینے کے پانی کے نلکے بھی کالوں اور گوروں کیلئے جُدا جُدا دیکھے اور ایک لانڈری پر یہ نوٹس لکھا دیکھا۔ کہ یہاں کالے آدمیوں کے کپڑے نہیں دھوئے جاتے۔ کسی زمانہ میں حبشیوں کو تعلیم دینا بھی خلافِ قانون تھا۔ ڈاکٹر مارٹن پرنسپل ٹسکیگی انسٹیٹیوٹ اور حبشیوں کا خاص حامی کہتا ہے کہ ہم تمہارے برادرانِ مذہبی بننا چاہتے ہیں نہ کہ برادرانِ قانونی یہ باتیں ان بلیے چوڑے دعوؤں کا نتیجہ ہیں جو امریکن اور انگلستانی کلیسا میں کیا کرتی ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے الفاظ کو عملی جامہ پہنانے کی تکلیف کبھی گوارا نہیں کی۔ اور نہ آئندہ ایسا کرینگے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے رنگ کے مسئلہ کا صحیح حل پیش کیا ہے۔ اور رنگ کے تعصب کی رُکاوٹ کو دُور کرنے کا راز دُنیا کو سمجھایا ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف خود مسیحی مشنریوں کو بھی ہے +

مُسلم مشن ووکنگ کا مکتوب

ہمیشہ سے ہم اسبات کے شدومد سے مُدعی رہے ہیں کہ اسلام سیاسی اقتصادی اعتبار سے ہر چند ہی کمزور و اُفتادہ کیوں نہ ہو۔ اسکی رُوحانی طاقت و قوت مغرب کی حکمران اقوام کے قلوب کو ہر لحاظ سے مُسخر کرنے کے قابل ہے۔ چنانچہ گذشتہ بیس سال کے مسلسل واقعات ہمارے اس قول کی صداقت پر مُہر توثیق ثبت کرتے چلے آئے ہیں۔ اس وقت تک جو لاتعداد یُوروپین حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے ہیں۔ اُن میں اکثر طور پر وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی سیاحتِ مشرق کے دوران میں مُسلمانانِ سلف کی بہت حال موجودہ نسل سے کسی نہ کسی طرح مُعاملہ و سابقہ پڑا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ یہ صُورتِ حالات خود مسلمانوں کیلئے بھی سرمایہ حیرت و استعجاب ہے کہ انکی داماندہ جماعت میں اب بھی اغیار کے دلوں کو موہ لینے والی خُوبیاں موجود ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جن میں ایک جویائے حق کیلئے جو سینہ میں دل اور دل میں خلوص و یقین کی روشنی رکھتا ہے کسی مزید تشریح کی کوئی گنجائش نہیں۔ ابھی مُسلمانوں کی جماعتی زندگی میں روحانی آگ کی کچھ سسکتی ہوئی چنگاریاں موجود ہیں۔ جن کا سُراغ اہلِ یورپ کی تشنہ رُوح خود مسلمانوں سے بھی زیادہ عمدگی سے لگا لیتی ہے چنانچہ ذیل کا خط جو لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ کے نام آیا اور انہوں نے ہمیں بھیجا ہے۔ اس سچائی کی ایک تازہ مثال ہے +

آفتاب الدین احمد اسسٹنٹ امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

مکتوب نمبر ۹

از مقام تھیم آکسن
مورخہ ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء

جناب عالی!

آج میں ایک ایسے مسئلہ کے مُتعلق آپ سے استصواب کرتا ہوں جو عرصہ سے میرے قوائے متخیلہ پر حاوی ہے۔ ساتھ ہی ملتمس ہوں کہ آپ میرے اس تکلیف دینے کو در خورِ اعتناء نہ فرمائیں +

میں ابھی ابھی ہندوستان سے سات سال کے بعد واپس آیا ہوں نینی تال (ہندوستان) میں میں ملازم تھا اپنی ملازمت کے

آخری سالوں میں ایک مذہب سے روشناس ہوا ۔ چونکہ یہ سننے میں آیا ہے کہ آپ کی ذات گرامی اسی مذہب کی ایک مشہور رکن ہے پس اسی سلسلہ میں یہ خط آپ کو لکھا گیا ہے +

میرے آقا! آپکے متعلق جو مجھے اطلاع ملی ہے۔ اگر وہ صحیح ہے تو پھر گزارش ہے کہ ازراہ مہربانی مجھے وہ تفصیل بہم پہنچائیں کہ مسلمان ہوجانے کے سلسلے میں کون سے وسائط اختیار کروں ! اور قرآن مقدس کس ذریعہ سے حاصل کروں +

بار ثانی عرض ہے کہ میں آپ کو مسلم جان کر یہ استفسارات آپسے کر رہا ہوں پس اگر آپ اسبارہ میں میری دستگیری کرینگے تو میری نہایت خوشی کا باعث ہوگا۔ میں نے اب تک طمانیت قلب کی خاطر مختلف مذاہب کی چھان بین کی ہے۔ مگر سب میں ہی علی العموم بعض امور ضروریہ کا فقدان نظر آیا لیکن اسلام کے متعلق جو کچھ بھی میں نے ابھی تک پڑھا یا سنا اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہی ایک مذہب ہے۔ جو بلحاظ اکملیت جملہ دیگر مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے میں اسلام کو قبول کرنے کا نہایت ہی خواہاں ہوں لہٰذا میں اسبارہ میں آپسے حتےالوسع استمداد کرتا ہوں +

میرے ایک دوست بھی جو میرے ہمراہ ہندوستان میں ملازم رہ چکے ہیں۔ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں ۔

میرے آقا! اگر واقعہ میں مجھے آپ کے مذہب کے بارہ میں غلط اطلاع ملی ہے تو پھر میں آپسے معافی چاہتا ہوں +

ایم - جی میسٹر

القیامت

رشحات فکر از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ہر مذہب میں قیامت کا تذکرہ موجود ہے۔ اور جملہ انبیاء کرام نے حیات بعد الموت کے عقیدہ پر زور دیا ہے اور بدکاروں کی آیندہ زندگی میں سخت عذاب کا نقشہ نہایت موثر انداز میں کھینچا ہے۔ قرآن کریم خود بار بار حیات بعد الموت کا ذکر کرتا ہے۔ اور اسکی وجہ صاف ہے۔ کہ معاد کا عقیدہ کسی مذہب کا جزو اعظم نہ ہو تو وہ مذہب چل نہیں سکتا اور یہ عقیدہ ہماری روزمرہ اخلاقی زندگی کیلئے بمنزلہ بنیاد کے ہے +

ممکن ہے کہ تہذیب جدید اس عقیدہ کی چنداں پرواہ نہ کرے لیکن تاریخ تو بار بار یہی ثابت کرتی چلی آئی ہے۔ کہ اس عقیدہ کا انکار کرنیسے دنیا میں بدترین مصائب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اسکی بنا پر افراد انسانی جسمانی اور اخلاقی دونوں طرح کی کمزوریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور اعلےٰ سے اعلےٰ تمدن خاک میں مل کر رہجاتا ہے۔ اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ برائی کی سزا ملے لیکن بہت سے جرائم دنیا میں پوشیدہ رہتے ہیں ! اسلئے مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں لیکن یہ عقیدہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی جسمیں ان جرائم کی سزا ملیگی، انسان کو بہت سی برائیوں سے باز رکھتا ہے +

افسوس کہ تہذیب جدیدہ نے اس عقیدہ کو چنداں اہمیت نہیں دی ۔ اگرچہ رائے عامہ کے باوجود یا لوگوں کے اعتراضات

سے مجرموں کو قانونی طور پر سزا مل سکتی ہے لیکن دُنیا میں بہت کم لوگ ہیں۔ جو نیکی کی خاطر نیکی کرتے ہیں۔ سزا کا خوف انسان کو بہت کچھ محتاط بنا دیتا ہے۔ اور اگر ہمیں یقین ہو جائے۔ کہ ہم سے کوئی مواخذہ نہ کریگا۔ تو پھر ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں لہٰذا لوگ اسی کو سب سے بڑی بات سمجھتے ہیں۔ کہ کسی کو مواخذہ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ ہماری شادمانی زیادہ تر ہماری خانگی زندگی سے وابستہ ہے۔ اور یہ تمام تر جنسی اخلاق کی پاکیزگی پر منحصر ہے۔ لیکن خانگی زندگی تو آجکل بہت کمزور ہو گئی ہے مغربی ممالک میں شادی تو ایک لاٹری کی قسم ہو کر رہ گئی ہے۔ اور جدید تقریرات نے بھی اس معاملہ میں کوئی خاص اصلاح نہیں کی ہے۔ کیونکہ جنسی بدفعالیاں تعزیرات کی گرفت میں یا حدود میں نہیں آتیں اور جہاں بدفعالی کا ارتکاب کرنیوالے شادی کی قیود سے آزاد ہیں، وہاں ضابطہ دیوانی بھی کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ اور جو کچھ قیود ہیں بھی وہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان تمدنی خرابیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے بہت سی تجویزیں بروئے کار آتی جاتی ہیں مثلاً طریق امتناع ولادت اس معاملہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ +

اگرچہ مروجہ قانون زنا پر کوئی سزا عاید نہیں کرتا لیکن فطرت بعض اوقات عیاشی کی سزا امراض تناسل کی شکل میں ضرور دیتی ہے۔ اور وہ بہت سخت ہوتی ہے۔ اس سزا سے بچنے کے طریقے بھی سوچے جاتے ہیں۔ اور مبتلا ہو جانے کی شکل میں بذریعہ ادویہ معالجہ بھی کرایا جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ سائنس فطرت پر غالب آ جائے لیکن یہ بات یاد رہے۔ کہ فطرت سزا دہی میں کسی کی رعایت نہیں کرتی۔ اور بیماریوں سے بچنے کیلئے جو حفظ ماتقدم اختیار کئے جاتے ہیں وہ انسان کو مزید عیاشی کی طرف مائل کرتے ہیں جس کی وجہ سے کیریکٹر تباہ ہو جاتا ہے اور جسمانی کمزوری رونما ہو جاتی ہے۔ اور یقینی طور پر عیاش قوم جسمانی اور اخلاقی دونوں پہلوؤں سے تباہ ہو جاتی ہے۔ اور جلد صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ لازم ہے کہ موجودہ زمانہ کے ارباب فکر کوئی تدبیر ایسی سوچیں کہ اس برائی کا سدباب ہو۔ مغربی مفکرین کو خصوصاً اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ خرابی سب سے زیادہ مغرب ہی میں رونما ہے میرا خیال تو یہ ہے۔ کہ حیات بعد الموت پر اعتقاد ہی ایک ایسی چیز ہے جو اس مرض کا علاج ثابت ہو سکتا ہے۔ اس برائی نے قانون اور رائے عامہ دونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ہاں یہ خیال کہ مرنے کے بعد ہمیں اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی پڑیگی، بیشک اس برائی پر غالب آ سکتا ہے۔ +

قرآن کریم نے حیات بعد الموت کے تین خصائص بیان فرمائے ہیں (۱) ہمارا آیندہ جسم ہمارے اس دُنیا کے افعال پر مبنی ہوگا (۲) وہ ہمارے تمام اخلاقی عیوب کو آشکار کر دیگا (۳) ہمارا جسم ہمارے موجودہ افعال کے مطابق سزا یا جزا کے طور پر اپنے اندر راحت یا رنج کے ذرائع کا حامل ہوگا۔ اس زندگی میں برائیوں سے رو سکنے کی قوت اس زندگی میں ہمارے جسم میں ظاہر ہوگی جبکہ تمام مخفی اشیاء ظاہر ہو جائینگی۔ یہ بیان سرتاپا صحیح ہے۔ ہمارا روزمرہ تجربہ اس پر شاہد ہے۔ بعض تناسلی امراض کے اثرات مریض کے جسم پر باقی

رہ جاتے ہیں اور اُن سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پس جو چیز عالم مادی میں ممکن ہے وہ روحانی عالم میں بہت تیزی کے ساتھ ظاہر ہوگی۔ کیونکہ وہاں مجرم کو مخفی کرنے کیلئے تمام ذرائع مفقود ہونگے +

اگرچہ اس اعتقاد کے متعلق یہ شبہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ ضرورت کے لئے ایک بات کو نیکی کا رنگ دیدیا ہے لیکن دراصل یہ ایک صداقت ہے۔ قرآن کریم نے اسے ادعائی رنگ میں پیش نہیں کیا جیسا کہ دوسرے مذاہب میں ہے بلکہ اسکی صداقت پر دلائل مہیا کئے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ اصول سب سے پہلے قرآن کریم ہی نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ڈارون کی "اصل انواع" کا اس وقت پتہ بھی نہ تھا الکتاب نے فرمایا کہ جملہ اشیاء کے اندر انکی ابتدائی حالت ہی میں وہ تمام استعدادیں مخفی ہوتی ہیں جو آگے چلکر بروئے کار آئینگی نیز یہ حالت ارتقائی انہیں کے مرتبہ تکمیل کو پہنچنے تک قائم رہتی ہے چنانچہ لفظ "رب" جو قرآن میں خدا کا پہلا اسم صفت ہے، لوازم ارتقائی کے مہیا کرنے والے پر دلالت کرتا ہے +

قیامت کا ذکر اگرچہ قرآن میں متعدد بار کیا گیا ہے اور اصول ارتقاء اسکے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے، تاہم قرآن میں ایک سورت ہی سورۂ قیامت کے عنوان سے موجود ہے۔ عربی لفظ قیامت کے لغوی معنی ہیں "کھڑا ہونا" قرآن شریف نے کیا خوب کہا کہ تمام حقائق قرآنی کا ثبوت خود ہماری شخصیت میں موجود ہے۔[۵] سورت مذکورہ ابتدا ہی میں ایک نفسیاتی امر کیطرف اشارہ کرتی ہے جسے نفس لوامہ یعنی برائی پر افسوس کرنیوالا نفس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ نیز نطفہ کے رحم مادر میں جاگزین ہونے کے بعد جو حالات جنین پر طاری ہوتی ہیں۔ ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے[۶] اور ان حالات میں ارتقائی عمل و قوت کے پیدا ہونے سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے اور یہ سب کچھ ایک نظام کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہے جسطرح تخم حسب قوانین مقررہ ترقی کرکے درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح نطفۂ انسانی رفتہ رفتہ شعور کی صورت میں متبدل ہو جاتا ہے۔ اور قرآن نے اسے خلق آخر سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن الکتاب کا منشاء یہ نہیں ہے کہ روح جسم انسانی سے جداگانہ کوئی شئے ہے۔ اور خارج سے اسکے اندر داخل ہوتی ہے وہ اسے جسم کی ہی پیدائش قرار دیتی ہے۔ قوت اگرچہ عالم حیوانات میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے لیکن انسان میں آکر اسمیں ایک خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حقوق کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ لیکن انسانوں میں یہ احساس عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہتا ہے ہم اپنی جائداد کی حفاظت کرتے ہیں اور یہی احساس حفاظت ترقی پاکر ہمیں دوسروں کے مال و اسباب اور حقوق کی نگہداشت پر مائل کر دیتا ہے اور جب دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ تو اسی وقت دنیا میں بُرائی کا آغاز ہوتا ہے۔ دراصل گناہ نام ہے دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنے کا اور اس منزل میں جب ہم دوسروں کے حقوق کی پامالی دیکھتے ہیں۔ تو ہمارے اندر جذبہ شفقت

---

۵ وفی انفسکم افلا تبصرون (۲۱:۵۱) اور تمہارے نفسوں میں بھی پس کیا تم غور نہ کروگے؟

۶ ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین پھر رکھا اسکو بوند کر کے ایک جمے ٹھیراؤ میں پھر بنائی اس بوند سے پھٹکی پھر بنائی اس پھٹکی سے بوٹی پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت پھر اٹھا کھڑا کیا اسکو ایک نئی صورت میں سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے (۲۳: ۱۴-۱۲)

پیدا ہوتا ہے +

قرآن شریف نے اس رجحانِ ذہنی کو نفسِ لوّامہ سے تعبیر کیا ہے۔ اگرچہ ہم رُوح کو جسم کی مخلوق قرار دیتے ہیں لیکن یہ خلقِ جدید نفس کی ابتدا ہی ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کا تجربہ ہے۔ اسی کو عُرفِ عام میں ضمیر کی آواز کہا جاتا ہے۔ اگر اس کی طرف توجّہ نہ کی جائے تو وہ مُردہ ہو جاتی ہے۔ اگر اس نفس یا رُوح کی مزید ترقّی کا امکان نہ ہوتا۔ تو ہم یہ خیال کر سکتے تھے۔ کہ موجودہ زندگی ہمارے مقصود کی آخری منزل ہے۔ لیکن ہمیں رُوح کی ترقّی کا تجربہ ہے۔ نفسِ لوّامہ کی بنا پر ہمارے اندر ایک رُوحانی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہماری بہیمیّت ہمیں دوسروں کے حقُوق غصب کرنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ اور ہمارے جذبات کو بھڑکاتی ہے (اس نفس کو نفسِ[۵۳] امّارہ کہتے ہیں) تو دوسری طرف نفسِ لوّامہ اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ وہ ہمارے جذبات کو روکتا ہے، اور ہمیں اُن افعال سے باز رکھتا ہے جن کی وجہ سے دوسروں کے حقُوق تلف ہو جائیں یا اُن کی خدماتی مُبتَلا بالم ہو جائے۔ اور ہم دوزخ میں ڈالے جائیں۔ نفسِ امّارہ اور نفسِ لوّامہ کی یہ باہمی جنگ دراصل ہمارے دل کے اندر ہوتی رہتی ہے۔ اگر امّارہ غالب آجاتا ہے تو ہم "حیوان" بلکہ اُس سے بھی بدتر بن جاتے ہیں لیکن اگر لوّامہ غالب آجاتا ہے تو یہ تنازع ختم ہو جاتا ہے، ہم کو بُرے کاموں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور بُرائی میں ہمارے لئے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ اور ہماری رُوح اُس مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے۔ جسے قرآن کریم میں نفسِ مطمئنہ سے موسُوم کیا گیا ہے۔ ہم اس دُنیا ہی میں جنّت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور سنجیدگی کے ساتھ نیکی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ کشمکش باطنی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ہمیں کامل سکُون حاصل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے بہشتی زندگی کا ایک نام دار السلام بھی رکھا ہے۔ لیکن یہ حالت مُبارکہ جو ہمیں نفسانی خواہشات سے یکسر پاک کر دیتی ہے، ہر شخص کے حصہ میں نہیں آتی ہم میں سے بہت تھوڑے اس مرتبہ پر پہنچتے ہیں لیکن یہ بات ممکن الحصُول ضرور ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہر شخص کے امکان میں نہ ہو لیکن اُس کا قابلِ حصُول ہونا اگرچہ یہ بہتوں کی زندگی میں ایک مخفی استعداد کی شکل میں رہتی ہے اس کا مُتقاضی ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ہو جس میں ہماری استعدادیں مرتبۂ کمال کو پہنچ سکیں۔ جس طرح ہمارا نفسِ لوّامہ یعنی ضمیر ہماری رُوح کی ایک ترقّی یافتہ صُورت ہے۔ اسی طرح نفسِ مطمئنہ بھی اُسی رُوحانی بیداری کی ایک مزید ترقی یافتہ شکل کا نام ہے۔ اگر زندگی مسلسل چیز ہے۔ جیسا کہ اب سائنس بھی تسلیم کرتا ہے۔ تو قرآن کریم نے بھی اس زندگی کے بعض خصائص کا ذکر کیا ہے۔ یہ زندگی، ہماری رُوح کی ترقّی یافتہ شکل ہے، جو موت کے بعد واقع ہوگی جبکہ ہم علائقِ جسمانی سے بالکل آزاد ہو جائینگے۔ حشرِ اجساد ضرور ہوگا جسے قیامت بھی کہتے ہیں لیکن قرآن کریم اور دیگر کتب میں بیان کیا گیا

۵۳ وما ابرئ نفسي ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربي ان ربي غفور الرحيم (۱۲ : ۵۳) اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جو سکھاتا ہے بُرائی مگر جو رحم کرے میرا رب بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان +

ہے کہ اسکے ساتھ نہایت تکلیف دہ حادثہ رونما ہوگا لیکن یہ بات بھی محض دعوے کے طور پر تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ یہ تو ایک حقیقت ہے
تاریخ ہمیں بہت سے حوادث روزگار کا پتہ دیتی ہے پرخوش آیند تبدیلی کے پہلے کوئی نہ کوئی تکلیف دہ حادثہ ضرور رونما ہوا ہے
تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حوادث کی بدولت دنیا میں اخلاقی اور روحانی بیداری بھی پیدا ہوئی ہے۔ جب کبھی دنیا میں بدی کا دورہ ہوا
تو انبیا ظاہر ہوئے اور انھوں نے اسکے خلاف وعظ کیا لیکن کمتر لوگوں نے اُن کی آواز پر کان دھرے۔ اس کے بعد عذاب نازل ہوا
لیکن اُس کا نتیجہ اصلاح انسانی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ روحانی بیداری پیدا ہوئی اور نعمتوں کا پھیلاؤ ہوا۔ یہ بات صرف ایک ہی دفعہ
نہیں ہوئی کہ فرعون کے خدم و حشم دریائے نیل میں غرق ہو گئے اور انکے بعد یہود کے خیر خواہ لوگ انکی جگہ پیدا ہو گئے بلکہ تاریخ نے ہمیشہ
ہندوستان میں بھی اسی قسم کے واقعات پیش کئے ہیں۔ ایک تشکّی مزاج انسان اس واقع کی توجیہ جس طرح چاہے کر سکتا ہے لیکن اس کو
تین باتیں ہر جگہ ساتھ ساتھ ملینگی بدی کا وجود عذاب کا نزول اور آخر میں نیکی کا دور۔ اور یہی بات ہمارے زمانہ میں بھی ظہور پذیر ہوئی
ہے تہذیب زمانہ آخر بالکل خراب ہو گئی تھی۔ اور بدی مہذب شکل میں ہر جگہ موجود تھی۔ اور ایسا ہی اب بھی ہے۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں
کہ اب اس کا انجام نزدیک ہے۔ عذاب بھی جو برائی کے وجود کا ثبوت ہے دنیا میں نازل ہو چکا ہے۔ جسے دنیا جنگ عظیم
کے نام سے جانتی ہے۔ اور جو اقوام اس عذاب سے متاثر نہیں ہوئی ہیں ممکن ہے کہ ان پر کسی دوسری شکل میں عذاب
وارد ہو۔ لیکن نئی روحانی بیداری کا ثبوت یہاں بھی ملتا ہے۔ +

جنگ عظیم کا میدان مغربی ممالک ہی تھے اور روحانی بیداری کے نشان بھی نہیں ظاہر ہوتے ہیں۔ جنگ عظیم کی بدولت
کلیسائی مسیحیت اور دہریت دونوں کا عملی طور پر خاتمہ ہو چکا ہے۔ اگر آخر الذکر کی وجہ سے عذاب نازل ہوا تو اول الذکر اگرچہ بظاہر
محبت کا مذہب ہے لیکن عذاب کو رد کرنے سے قاصر رہی۔ بلکہ صلح کے خلاف ہتھیار کے پرزے تو در اصل حقیقی مجرم تھے +
یہ یقینی ہے کہ عذاب پرانے دستور کو فنا کرنے کیلئے نازل ہوتا ہے اور نیا نظام اسکی جگہ لیتا ہے لیکن اسکی وجہ سے ہمیں اُس خوف
اور تکلیف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کا انبیاء نے ذکر کیا ہے کہ قیامت کا لازمی ہے۔ اگر اپنے طویل سفر میں نفس امارہ نے قوت
انسانی کی شکل اختیار کر لی اور وہ پھر نفس لوامہ بن گیا تو یقینی طور پر مزید ترقی کے بعد نفس لوامہ یا ضمیر نفس مطمئنہ کی شکل
اختیار کر سکتا ہے لیکن ہر نئے نظام سے پہلے عذاب کا آنا یقینی ہے اور اسی کو قرآنی اصطلاح میں قیامت کہتے ہیں +

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تفسیر القرآن

باب سوم

تمہید

قرآن شریف کی دیگر امتیازی خصوصیات

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

بائبل کی طرف اشارات

قرآن مجید نہ تو رگوید کی طرح جو ہندو کی مقدس کتاب ہے۔ مجموعہ رسوم ہے اور نہ بائبل کی طرح کسی قبیلہ کی تاریخ ہے۔ بیشک اسمیں رسوم کا بھی ذکر ہے مگر اس نے رسوم کو کسی قسم کی اہمیت نہیں دی۔ بلکہ انھیں بلند تر مقاصد کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ عابد میں اتقا پیدا ہو جائے۔ اسمیں بعض تاریخی واقعات بھی مندرج ہیں۔ مگر ایک خاص مقصد کیلئے ہیں۔ اسمیں بنی اسرائیل کی تاریخ کی طرف اشارات بھی ہیں۔ اس زمانہ میں دنیا میں صرف یہود کی قوم ایسی تھی جس کے پاس اپنی تاریخ لکھی ہوئی موجود تھی۔ اسلام سے پہلے دنیا میں بہت سے مذاہب اور تمدن برپا ہو چکے تھے لیکن صحیح تاریخ کا وجود قبل اسلام تقریباً کہیں نہ تھا۔ جدید تحقیقات سے بھی قدیم اقوام کی لکھی ہوئی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔ پس قرآن مجید اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے کسی دوسری قوم کی تاریخ کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا تھا جو حسب ذیل ہیں :-

(۱) قرآن مجید بعض امور کی طرف اشارہ کر کے بعض باتوں کو مبرہن کرنا چاہتا تھا۔ مثلاً وہ اُن لوگوں کو جو آنحضرت صلعم کے زمانۂ عسرت میں آپ کے گرد و پیش تھے۔ یہ بتانا چاہتا تھا۔ کہ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہوگی جس طرح پہلے انبیاء کو آخر کار کامیابی اور ان کے دشمنوں کو ناکامی نصیب ہوئی۔ اور اسلئے الکتاب نے حضرت موسیٰ اور فرعون کا بار بار تذکرہ کیا ہے مخالفت کے باوجود دوسرے انبیاء کی کامیابی کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو سورت یونس ہود یوسف ابراہیم)۔ قرآن شریف نے ان انبیاء کی زندگیوں کے بہت سے واقعات کو جن میں پڑھنے والوں کیلئے کوئی سبق مضمر نہیں ہے۔ قصداً حذف

کر دیئے ہیں۔ کیونکہ وہ قصہ کہانی کی کتاب نہیں بلکہ حکمت اور اخلاق کی کتاب ہے۔ برعکس اس کے اسمیں حضرت یوسف کا تذکرہ تفصیل سے ساتھ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس قصہ سے بہت سے سبق مل سکتے ہیں۔ حضرت یوسف کے دشمن خود اُن کے بھائی تھے جنہوں نے اُن کو خاندان سے جدا کیا۔ اور اسلئے انھیں بہت سی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انجام کار اُن کے بھائی اُن کے سامنے مجرموں کی حیثیت میں آئے اور معافی کے طالب ہوئے۔ اسی طرح انھیں کامیابی نصیب ہوئی آنحضرت کے دشمن بھی آپکے قریبی رشتہ دار ہی تھے سورت یوسف اُس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ آپکے دشمن آپکی جان لینے کی فکر میں تھے۔ دوست دشمن دونوں نے آپسے سوال کیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ پس سورہ یوسف نازل ہوئی۔ کیونکہ ایسے سوالات کا جواب اسمیں کافی موجود ہے۔ وہ یہ کہ حضرت یعقوب کے دوسرے بیٹوں کی طرح آپکے رشتہ دار بھی ایکدن آپکے قدموں میں آکر گر پڑینگے۔ چنانچہ وہ دن آیا۔ اور آپنے دیکھا کہ وہ لوگ سخت ترین سزاؤں کے خیال سے کانپ رہے تھے۔ لیکن آپنے اعلان فرمادیا۔ کہ آج کے دن تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائیگا جو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا (۱۲: ۹۲)

(۲) یہود کی مقدس کتاب اگرچہ الہامی کہلاتی تھی لیکن اغلاط اور تحریف سے پاک نہیں تھی۔ بائبل میں بہت سی غیر درست باتیں بھی مندرج تھیں۔ قرآن مجید نے اُن کی اصلاح کی۔ اس جگہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرنا کافی ہوگا۔ یعنی واقعہ غرقابی فرعون۔ اس طرح بائبل میں لکھا ہے۔ کہ ہارون نے بھی اپنی قوم کے ساتھ بُت پرستی کی۔ باوجودیکہ حضرت موسیٰ نے منع کر دیا تھا۔ جنہوں نے اُن کو وہ پانی پینے پر مجبور کیا تھا جسمیں سوختہ بچھڑے کی راکھ ملی ہوئی تھی۔ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ اور قرآن مجید نے ان سب باتوں کی تردید فرمائی ہے +

(۳) بائبل میں بعض انبیاء کا تذکرہ نہایت نامناسب انداز میں کیا گیا ہے۔ اکثر انبیاء کو جو بقول بائبل خداوند کی راہوں پر چلتے تھے۔ نہایت بُرے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اُن معاندین کی کارستانی تھی۔ جن کو حضرت داؤدؑ یا حضرت سلیمانؑ سے پرخاش تھی یا وہ آنحضرت صلعم کے بزرگوں کو بدنام کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ موبائبل نے کیا ہے۔ جسمیں کہ انھوں نے حضرت ابراہیم کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور اُن کو دروغگو ظاہر کیا ہے۔ یہی کچھ حضرت یوسفؑ کے متعلق لکھا ہے۔ اور حضرت لوطؑ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انھوں نے شراب کے نشہ میں اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔ حضرت نوحؑ طوفان سے نجات پاکر بجائے شکر ادا کرنے کے شراب پی کر بدمست ہو گئے۔ حضرت داؤدؑ نے بھی اپنے اتقاء کو شہوت پرستی کی نذر کر دیا۔ اور حضرت سلیمان تو بقول بائبل ایک نبی کی جگہ ایک عیش پسند شاعر نظر آتے ہیں۔ بقول قرآن مجید بائبل میں ان مقدس انسانوں پر نہایت نازیبا الزامات لگائے گئے ہیں۔ اور اس پاک کتاب نے اُن پاکبازوں کو جملہ اتہامات سے بری قرار دیا +

(۴) بائبل میں تخلیق کائنات کا بیان نہایت فرسودہ اور خلاف عقل ہے۔ خواہ اصولی طبقہ کچھ ہی کیوں نہ کہے۔ سائنس نے اس معاملہ میں قرآنی بیان کی سر بسر تائید کی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں اور بھی بے نظیر خوبیاں ہیں جو حد اعجاز تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور میں اس جگہ اُن کا ذکر کرونگا۔ یہ باتیں اس کا طغرائے امتیاز ہیں۔ اور ایک رنگ میں اُسے معجزہ کا رتبہ دیتی ہیں +

زبان

عربی زبان مذہب ہے { قرآن مجید اسی زبان میں نازل ہوا جو ہنوز زندہ ہے۔ اور بالمقابل دنیا کی باقی ماندہ زبانوں کے جن میں سرتاپا تغیر ہو چکا ہے۔ اسمیں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ دوسری زبانوں میں بڑے تغیرات ہو چکے ہیں۔ انکے الفاظ اپنے پرانے مفہوم

الفاظ کو ضائع کر چکے ہیں اور یا تو اُن کا مفہوم بدل چکا ہے یا انہیں ترمیم ہو گئی ہے۔ بلکہ میں بالیقین کہہ سکتا کہ سوائے حجازی زبان کے دُنیا کی کوئی زبان علےٰ حالہ قائم نہیں ہے یعنی اس صورت پر نہیں جس پر کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھی۔ اگر دوسری الہامی کتابیں ہمارے سامنے اپنی پوری پاکیزگی اور صحت کے ساتھ بھی موجود ہوں۔ تو بھی ہم انکی تعلیمات کو وہ معنی نہیں دے سکتے۔ جو اُن کے الہام کے وقت میں دیئے گئے تھے۔ فی الجملہ زبان کی تبدیلی کی وجہ سے ہم ملہمین کی ذہنیت کے سمجھنے سے بالضرور قاصر رہینگے لیکن قرآن ایسی زبان میں نازل ہوا جواب بھی زندہ ہے اسمیں نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگی۔ اور اس لیئے اس کا پیغام آج بھی اسی طرح سمجھا جاسکتا ہے جس طرح اس کے نزول کے وقت۔ لہٰذا خدا کی طرف سے کسی مذہب کی زبان بننے کی موزوں صرف عربی زبان ہی ہوسکتی ہے کیونکہ مرورِ ایام سے اسمیں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی +

ہر مذہب میں بعض حقائق کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن الفاظ جو کہ استعمال ہوئے ہیں۔ وہ اس مفہوم کو پورے طور سے ظاہر نہیں کرتے۔ مثلاً ہر مذہب میں "خیر" اور "شر" کا ذکر موجود ہے لیکن جو الفاظ مستعمل ہیں وہ اس تصور کو پورے طور سے ظاہر نہیں کرتے۔ میں نے اس کے ضمن میں اپنی بحث "خیر و شر کے متعلق قرآنی نظریہ" میں دی ہے۔ اور وہاں لکھا ہے۔ کہ قرآن کی رُو سے کوئی شے بذاتہ نہ بُری ہے نہ بھلی۔ ایک طرزِ استعمال کسی شئے کو مفید بنا دیتا ہے دوسرا طرز اُسی شئے کو مُضر بنا دیتا ہے ہمیں پہلے طرز کو اختیار کرنا۔ اور دوسرے کو ترک کرنا چاہیئے۔ ان کیلیئے عربی الفاظ بہت کچھ واضح ہیں (۲۱: ۷۲) خیر کے لغظی معنے ہیں "شئے اختیار کردہ شدہ"۔ اور شر کے لفظی معنے ہیں "شئے مردُود" +

بلاغت علاوہ بریں عربی زبان میں ہر لفظ معانی کی کثرت سے مالامال ہے۔ اور یہ بات بھی دوسری زبانوں کو نصیب نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت وہ ہے جو مذہبی صداقتوں کے اظہار میں مذہب کی حقیقی طور پر خدمت کرتی ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ اس قدر فصیح اور واضح ہیں۔ کہ اُن کی تشریح کیلیئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے مثلاً گناہوں پر پچھتانے کیلیئے قرآن شریف میں "توبہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جسکے لفظی معنی ہیں لوٹنا۔ اور گناہ کیلیئے جسقدر الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً جناح اثم عصیان عدوان وغیرہ اُن کے لفظی معنی ہیں۔ اصلی مرتبہ یا حالت چھوڑ کر اپنی اصلی جگہ سے ہٹ جانا۔ گویا صداقت و پاکبازی نے ہمارے قیام کیلیئے ایک خاص جگہ مُعین کر دی ہے۔ اور جب ہم اُس جگہ سے ہٹتے ہیں۔ تو گناہ کرتے ہیں۔ اور جب ہم پھر اصلی جگہ پر واپس آتے ہیں تو "توبہ" کرتے ہیں۔ اور جب تک ہم دوبارہ پاکیزہ زندگی اختیار نہ کریں ہماری توبہ لائق قبول نہیں ہوسکتی +

اسی طرح الفاظ کے معانی سمجھ لینے کے بعد تمام قرآنی تعلیمات ہمارے لئے آسان ہو جاتی ہیں۔ اسکے برخلاف دوسری الہامی کتب کے سمجھنے کیلیئے ہمیں تفاسیر کی ورق گردانی کرنی ضروری ہے جن میں ہر مُصنف نے اپنا ذاتی خیال پیش کیا ہے۔ اور حقیقی تعلیمات کو اپنے خیالات میں ملبُوس کر دیا ہے +

قرآنی زبان کی الہامی خاصیت ان حقائق کی روشنی میں مجھے حجازی زبان کی الہامی نوعیت کے متعلق کچھ عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ اور خدا کی آخری کتاب اسی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ خدا کا آخری پیغام انسانی ساختہ زبان میں نازل نہیں ہوسکتا تھا

اور محدود انسانی دماغ، ذات لامتناہی کے خیالات کو ظاہر کرنے کیلئے مناسب اور موزوں الفاظ نہیں بنا سکتا۔ یہ بات کہ عربی زبان الہامی زبان ہے یا نہیں محل نظر ہو سکتی ہے لیکن اسمیں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو تمام و کمال ظاہر کرنے کیلئے اس سے موزوں تر کوئی دوسری زبان نہیں ہے۔ اور ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان میں وہ تمام خصائص موجود ہیں جو عام طور پر اشیائے فطرت میں پائے جاتے ہیں مثلاً اشیائے فطرت اپنی ساخت کے لحاظ سے ناقابل تغیر ہیں، اور اُن میں ہماری ضروریات کو پورا کرنے کیلئے غیر معمولی استعدادیں مخفی ہیں یہی حال معانی کے لحاظ سے قرآن کے الفاظ کا ہے۔ اور جس جگہ میں نے لفظ رب کی لغوی تحقیق پیش کی ہے وہاں اس بات کو مبرہن کر دیا ہے +

قرآنی الفاظ میں فلسفہ مُضمر ہے

لیکن جو بات زبان میں نمایاں ترین حیثیت رکھتی ہے اور جس کی وجہ سے عربی زبان کا الہامی الاصل ہونا پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے یہ ہے۔ کہ اس کے الفاظ ترکیبی میں فلسفہ اور حکمت پنہاں ہے ہر لفظ میں اُسکی وجہ انتخاب موجود ہے۔ اور وہ ایک مخصوص مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ یہ موضوع نہایت دلچسپ ہے اور تفصیل طلب ہے، جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے میں نے اس موضوع پر اُردو میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "ام الالسنہ" ہے یعنی زبانوں کی ماں۔ میں نے اس کتاب میں مختلف الفاظ، اس خصوصیت کو ظاہر کرنے کیلئے پیش کئے ہیں۔ یہاں میں صرف دو تین الفاظ پیش کرونگا +

انسان یا مرد اور عورت اسیقدر قدیم ہیں جس قدر انسانیت قدیم ہے۔ اور سوسائٹی کے قیام کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ ضروری ہیں جو اس مفہوم کو ظاہر کر سکیں۔ دوسری زبانوں کی طرح عربی میں بھی دو الفاظ ہیں "رجل" اور "نساء" یعنی مرد اور عورت۔ یہ دو الفاظ کثیر المعانی ہیں مرد فطرتاً محنت مشقت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور انہیں ایسے ایسے کام کرنے پڑتے ہیں۔ جو عورتوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ تندرستی کیلئے ضروری ہے۔ کہ حرارت غریزی جسم میں قائم رہے اسلئے ہمارے جسم پر کسی ایسے مادہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو ہماری گرمی کو باہر نہ نکلنے دے علاوہ ازیں اگر مرد کی ضروریات زندگی جسمانی طاقت کی متقاضی ہیں۔ تو عورت کا حسن و جمال، جو کہ اس کا زیور ہے نزاکت و لطافت کا متقاضی ہے۔ ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر اب انتظام قدرت ملاحظہ ہو کہ اس نے مرد کو بال اور عورت کو چربی عطا کی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں مانع اخراج حرارت ہیں۔ اگر عورت کے جسم پر بھی بال ہوتے تو یقیناً اس کا حسن جمال نصف رہجاتا۔ اس کے برعکس چربی اس کے جسم کو ملائم بھی بنا دیتی ہے۔ یہ مسلم ہے کہ بال سے بڑھ کر کوئی چیز مانع اخراج حرارت نہیں +

بال تو جسم پر نمایاں ہیں لیکن کچھ عرصہ قبل یہ پتا معلوم نہ تھا کہ عورتوں کی جلد کے نیچے چربی کی ایک تہ پائی جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں سردی کم محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو حال کی تحقیقات ہے لیکن عربی زبان نے جو الفاظ منتخب کئے ہیں۔ وہ ان صداقتوں کو بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں +

اگر لفظ "رجل" کے معنی ہیں سخت اور بالوں والا تو "نساء" کے معنے ہیں ملائم اور چربی والی۔ یہ الفاظ سوسائٹی کی ابتدا ہی میں وضع کئے گئے ہونگے۔ کیونکہ ماں اور باپ کے بعد یہی لفظ کثیر الاستعمال کہے جا سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ غیر تربیت یافتہ دماغ خود کس طرح ایسے الفاظ وضع کر سکتا تھا۔ جو ایسے کثیر المعانی ہوں اور ایسی صداقت کے حامل ہوں جس کا علم صدیوں بعد ہوا۔ پس لازمی ہے کہ یہ الفاظ خدا کی طرف سے آئے ہوں۔ ان الفاظ کے اور معانی بھی ہیں۔ جو مرد اور عورت کے خصائص پر دلالت کرتے ہیں میری

کتاب اُم الالسنہ میں درجنوں اس قسم کے الفاظ موجود ہیں بعض الفاظ میں مخصوص فلسفہ مضمر دیکھ کر لامحالہ حیرانی ہوتی ہے مثلاً "خفا" اور "خوف" دونوں میں حرف علت کا فرق ہے ایک کے معنے ہیں پوشیدہ دوسرے کے ڈرنا۔ ظاہر ہے کہ ہم اسی چیز سے ڈرتے ہیں جس کے متعلق ہمیں علم نہیں ہوتا پس یہ دو خیالات جو باہم نسبت رکھتے ہیں، بادنیٰ تغیر ایک ہی لفظ سے ظاہر کر دیئے گئے ہیں ایسی قسم کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حجاز کی زبان انسان کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ منزل من اللہ ہے +

تکمیل پیغام الٰہیہ

اگر الہام ربانی کا مقصد انسان کو صحیح راستہ پر چلانا تھا تو تکرار نزول سے ہمیں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ انسانوں کی صلاحیت ذہنی کے لحاظ سے وہ قدرے قدرے نازل ہو لیکن حقیقت کا اعادہ ضروری ہے اور ایک دن اس پیغام کو مرتبۂ کمال تک پہنچنا ضروری ہے (۵ : ۱) اگر دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتا، تو پھر وہ الہام جو انسانوں کی ہدایت کا مدعی ہو۔ آخری اور قطعی ہونے کا بھی دعوےٰ کر سکتا ہے۔ آخری کتاب الہامات ماقبل کی تردید کیلئے نازل نہیں ہوئی بلکہ اُن کی تصدیق کیلئے (۴۸ : ۲۵) اس نے اسی مذہب کی اشاعت کی جسکی حضرت نوحؑ اور دیگر انبیاء نے اشاعت کی تھی (۴۲ : ۱۶۳) لیکن کتاب کا مقصد اس پیغام کی تکمیل تھا۔ اور اسی لئے قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ خدا کے طریقے تو یقیناً غیر محدود ہیں۔ اور اُن کے متعلق ہمارا علم کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ ایسا برابر ترقی ہی ہوتی رہیگی لیکن انکے متعلق صحیح طریقہ غور و فکر کرنے کا ایک ہی دفعہ بتایا جا سکتا ہے۔ اگر علم سچی بحث ہے اور خدا اس کا سرچشمہ ہے تو جسقدر جلد اُس اپنی کا رستہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ اسی قدر اچھا ہے پس ابتدا ہی سے ایسا کیا گیا تھا۔ اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر سابقہ الہامات اصلی حالت میں ہوتے تو خدا کی آخری کتاب کی کچھ اور ہی نوعیت ہوتی لیکن سابقہ الہامی کتب یا تو بالکل غائب ہو گئی ہیں یا اُن کی اصلیت اور صحت میں فرق آ گیا ہے پس نبی کریم صلعم کی بعثت پر ضروری تھا۔ کہ خدا کی مرضی کا آخری دفعہ اعلان ہو جائے اور یہ اعلان انسانی تحریف سے پاک تھا۔ جس وقت دوسرے اہل مذاہب قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں اُس وقت مجھے یہ دلیل نہایت تشفی بخش معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ الہام جو اُن کے آباؤ اجداد کو دیا گیا آج اپنی اصلی حالت میں نہیں ہے تو پھر خدا کی طرف سے نیا اور پاکیزہ الہام آنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ہدایت سے بہرہ اندوز ہونے کا ہمیں بھی وہی حق حاصل ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کو تھا۔ یا تو سرچشمۂ علم اُس ہدایت کو اُسکی اصلی صورت میں قائم رکھے یا ہمیں از سرِ نو الہام عطا کرے۔ اور ہمیشہ سے اُس کا طریق یہی رہا ہے۔ اور مجملہ فطرت اس صداقت پر گواہی دے رہی ہے، کائنات میں جب کبھی ہماری ضروریات میں سے کوئی ایک چیز زائل ہو جاتی ہے تو خدا فوراً دوسری چیز عنایت کر دیتا ہے۔ اور جب وہ خدا ہماری جسمانی ضروریات کو اس طرح پورا کرتا ہے تو روحانی ضروریات کو کیوں نہ پورا کریگا؟ جبکہ یہ ظاہر ہے کہ روح جسم سے بہت زیادہ قیمتی چیز ہے۔ اگر خدا نے اگلوں کو ہدایت عطا کی تھی تو آخر ہم کیوں محروم رہیں؟ یقیناً اگر قرآن شریف میں کسی طرح کی تحریف ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ دوسری کتاب نازل فرما دیتا (۱۰۶ : ۲ - ۱) +

یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ قرآن شریف کا نزول اس وقت ہوا جبکہ دنیا کو ہدایت کی سخت ضرورت تھی۔ اور

ہر قوم ایک نبی کے آنے کی منتظر تھی۔ کیونکہ تحریف اور تلبیس کی وجہ سے جملہ الہامی کتب اپنی پاکیزگی اور اثر کھو بیٹھی تھیں۔ چونکہ انبیاء کی فراست نے انھیں بتا دیا تھا کہ آئندہ چل کر اُن کی تعلیم میں آمیزش ہو جائیگی اسلئے سبھوں نے یہ کہا کہ ہمارے بعد ایک نبی آئیگا۔ اور یہ کہ ہمارا الہام آخری نہیں ہے۔ اگر حضرت موسیٰ نے یہ فرمایا (۱۸: ۱۸ استثنا) کہ خدا میرے بعد ایک نبی برپا کریگا، جسکے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی، تو ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ کے آنے پر پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ نہ تو وہ کوئی نئی شریعت لائے نہ پرانی شریعت سے سرمو انحراف کیا۔ وہ تو خود صداقت کی رُوح کے منتظر تھے بعض لوگ اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ جب پنٹیکوسٹ کے دن زبانوں کا معجزہ ظاہر ہوا۔ تو جناب مسیح کے الفاظ پورے ہو گئے (یوحنا ۱۴: ۱۶ و اعمال ۲: ۱ تا ۳) لیکن یہ تاویل تسلی بخش نہیں ہے، جناب مسیح جیسا کہ اُن کے قول سے ظاہر ہے، تمام صداقت دُنیا کو بطور خود نہیں دے سکتے تھے وہ تو خود اس آنیوالے کے منتظر تھے (۱۶: ۱۲-۱۳) کلیسیاء جو آج اُنکے نام سے مشہور ہے۔ وہ بھی اس کی مصداق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُس نے آج تک اُس علم میں ایک شمہ بھر اضافہ نہیں کیا جو جناب مسیح کے دُنیا سے رخصت ہونے کے وقت لوگوں کو حاصل تھا۔ علاوہ بریں نبی موعود کیلئے آتشیں قانون لانا ضروری تھا تاکہ وہ پرانے قانون کی تکمیل کر سکے جیسا کہ جناب مسیح کو اُمید تھی لیکن مروجہ کلیسیاء نے سرے ہی سے اُس کا انکار کر دیا ہے۔ بائبل میں بھی یہ پیشگوئی موجود ہے کہ خدا کوہ سینا سے آئیگا اور شعیر پر ظاہر ہوگا۔ اور فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوگا (استثنا ۳۳: ۲) اگر سینا اور شعیر موسوی اور عیسوی شریعتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو فاران سوائے عرب کے اور کسی ملک میں نہیں اور مکہ اسی پہاڑ کی وادی میں واقع ہے۔ لیکن آنیوالے نبی کا ذکر صرف بائبل ہی میں نہیں ہے۔ خدا کے تمام بزرگ انبیاء نے جن میں حضرت کرشن بھی شامل ہیں، اور حضرت بدھ بھی، اللہ تعالےٰ کے آخری نبی کی آمد کا شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے +

عالمگیر کتاب

قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس نے عالمگیر مذہب کی تبلیغ کی ہے۔ اس سے پہلے ہر کتاب مختص بالقوم تھی۔ لوگ قبائلی خداؤں کی پرستش کرتے تھے۔ اور انہوں نے دوسری قوموں کو خدائی نور سے محروم قرار دیا تھا۔ سابقہ معلمین اس معاملہ میں بڑے سخت تھے یہودی مشائخ تو اپنے منتخب اور برگزیدہ ہونے پر خصوصیت کے ساتھ فخر کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو خدا کے بیٹے قرار دیتے تھے۔ اگر قدیم ہنود دوسروں کو "ملیچھ" کہتے تھے اور ملیچھ سمجھتے تھے یعنی شیطان اور دیو کے بچے تو جناب یسوع نے غیر یہودی اقوام کو کُتّے اور سُؤر کے القاب سے یاد کیا تھا وہ تو انھیں بچوں کا کھانا دینا بھی پسند نہیں کرتے تھے لیکن اُس کے برخلاف اسلام ایک عالمگیر پیغام لایا (۲۵: ۱) اُس نے تمام دُنیا کو اپنے دائرہ تبلیغ میں شامل کر لیا، اور اپنی صداقت تمام دُنیا کے سامنے پیش کی۔ اُس نے عالمگیریت کی تبلیغ کی اُس نے جملہ بنی آدم کو ایک قبیلہ اور ایک نسل قرار دیا۔ قرآن مجید نے تمام انسانی امتیازات کو یکسر مٹا دیا۔ جن کی وجہ سے ایک قوم دوسری قوم سے جدا رہتی تھی۔ اور گورے اور کالے دونوں کو ایک سلک میں منسلک کر دیا۔ اور تمام دنیا میں ایک عالمگیر اخوت قائم کر دی۔ اگرچہ دنیا اب عالمگیریت کی طرف راجع ہے لیکن ابھی اسے آنحضرت سے بہت کچھ سیکھنا ہے، تب کہیں رنگ اور ملک کے تعصب داغوں سے دُور ہو سکینگے اور بیچارے حبشیوں کو مہذب گوری اقوام کے طعنوں سے نجات ملیگی یُوں تو مسیحی لوگ بڑی بلند آوازی سے یہ گیت گاتے ہیں کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان میں ہے لیکن مغربی ممالک کے عیسائی مشنری عیسائیوں کو ایک باپ کی

اولاد نہیں سمجھتے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو عالمگیریت کیلئے قول اور عمل دونوں پیش کر سکتا ہے اس نے ایسے اصول قائم کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے مغرور سے مغرور انسان بھی دوسروں کو اپنا ہمسر سمجھنے کیلئے مجبور ہے ۔

جملہ مذاہب خدا کی طرف سے ہیں

قرآن شریف فرماتا ہے کہ جملہ مذاہب خدا کی طرف سے ہیں۔ اور کوئی مذہب عالمگیر حیثیت لانے کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ ابتداء سے مذہبی معاملہ میں خدا کی عالمگیر ربوبیت پر اعتقاد نہیں رکھتا اگر ہم سب اسکی مخلوق ہیں تو وہ اپنی ہدایت بھیجنے کے معاملہ میں کسی خاص قوم کی پاسداری کا مجرم نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ نہیں کر سکتا کہ کسی خاص قوم کو ہدایت سے سرفراز کرے۔ اور باقی ماندہ اقوام کو اس سے محروم کر دے۔ اسکے بالمقابل ہر قوم اس امر کی مدعی ہے۔ کہ ہمیں خدا کی طرف سے ہادی آئے ہیں پس عالمگیر مذہب کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ دیگر مذاہب کا احترام کرے ممکن ہے۔ کہ وہ مذاہب اصلیت سے دور ہو گئے ہوں۔ اور انکی کتب کی صداقت زائل ہو چکی ہو۔ لیکن یہ کہنا کہ دوسری اقوام کو خدا کی طرف سے ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ دوسرے لفظوں میں مشیت الٰہی کی توہین ہے۔ یہ بالکل مہمل اور غیر فطری امر ہے۔ علاوہ بریں کل دنیا ایک جھنڈے کے نیچے کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتی نہ اب تک ایسا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ لہٰذا دنیا کے مختلف مذاہب میں ایک درمیانی راہ نکالنی ضروری ہے۔ جو مختلف متضاد عناصر میں مطابقت پیدا کر دے تاکہ دنیا کا امن و امان قائم رہ سکے اور بدنظمی واقع نہ ہو ۔

یہ صراط وسطیٰ قرآن مجید نے بنی نوع آدم کو عطا کر دی۔ جس نے اعلان کر دیا کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ہادی نہ آیا ہو۔ (۲۴ : ۱۹) اگر جمہوریت کا پسندیدہ ترین اصول مساوات انسانی کو قرار دیا جائے تو اگر ہم عالمگیریت الہام میں ایمان رکھیں تو پھر اس پر کیا ایمان رکھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ انبیاء تمام اقوام میں مبعوث ہوئے۔ لیکن اُن کے پیروؤں نے آپس میں جھگڑنا شروع کر دیا۔ اور انجام کار وہ اس رستہ سے بھٹک گئے جس پر نبی نے اُن کو چلایا تھا۔ اور دیگر اقوام کو بھی ان کے نبیوں نے صحیح رستہ ہی بتایا تھا (۱-۱ : ۱۹) اگر ہم اس تعلیم پر غور کریں تو ہمارے اندر سے مذہبی منافرت کی روح بالکل دور ہو سکتی ہے مسلمان تو [illegible]ن تعلیم کی رو سے ہر مذہب کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہے اور اُسے حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ انبیاء کے درمیان کوئی تفریق نہ کرے (۳۵ : ۲۴) [illegible]سب کی یکساں عزت کرے۔ اگر ہم بغیر مذہب کے زندگی نہیں بسر کر سکتے اور سب کے سب ایک مذہب کے ماتحت بھی نہیں ہو سکتے (اور اختلاف [illegible]یا کی بدولت منافرت پیدا ہوتی ہے) تو پھر قرآنی تعلیم کے ضروری ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا صرف یہی وہ شئے ہے جو امن اور [illegible]ہنگی قائم کر سکتی ہے۔ ایک باپ کی اولاد ایک دوسرے سے علیحدہ رہتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ اپنے اپنے مشاغل میں محو ہو جائیں لیکن وہ دوسرے کے دشمن تو نہیں ہو جاتے۔ لہٰذا ہمیں بھی کسی اصول اخوت کی ضرورت ہے جو ہم مذہبی دائرہ میں استعمال کر سکیں۔ اور یہ اصول ہمیں قرآن [illegible]عطا کر دیا ہے۔ اسکی تعلیم کی رو سے ہمیں جملہ انبیاء کو اپنا باپ سمجھنا چاہیئے۔ اور مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنا بھائی ہم باہم بعض عقائد [illegible]ختلاف رکھ سکتے ہیں لیکن اگر ہم جملہ انبیاء کو لائق عزت اور اُن کی تعلیم کو صحیح تسلیم کر لیں تو پھر ہمارے اندر صلح ہونا بالکل [illegible]ن ہے۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ دوسرے مذاہب کے بھائیوں نے صداقت میں جزوی تبدیلی کر لی ہے تو ہم آپس میں معاونہ کر کے صلح کی [illegible]بہت آسانی سے نکال سکتے ہیں۔ ہم کسی مشترک عقیدہ کیلئے تعاون بھی کر سکتے ہیں۔ اور ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہیں

جو لوگ خدا پر یقین رکھتے ہیں اُنھیں اپنی قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے اُس لا مذہبیت کا مقابلہ کرنا چاہیئے جو مذہب کی سب سے بڑی دشمن ہے، اور اس وحدت مقصد سے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے، مزید اتحاد پیدا ہوگا +

ہمیں کوئی شک نہیں کہ تمام مذاہب کا سرچشمہ ایک ہی ہے کیونکہ دُنیا میں ہر انسان خدا کی ہدایت پانے کا حق رکھتا ہے لہٰذا انبیائ نے ایک ہی پیغام کی اشاعت کی ہے لیکن اسلام سے پہلے یہ حقیقت کسی پر منکشف نہیں ہُوئی۔ اور میں بالیقین کہہ سکتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کو نبوت کا منصب اگر کسی اور وجہ سے نہیں تو صرف ایک اس وجہ سے زیب دیتا ہے کہ آپ نے اس صداقت کا اعلان فرمایا بیشک خدا کو کسی شخص کو مبعوث کرنا تو ضروری تھا جو اس صداقت کا اعلان کرتا اور یہ مبارک خدمت آنحضرت صلعم کے حصہ میں آئی +

معقولیت | قرآن شریف نے پیغام الٰہی کی اشاعت کا انداز بھی دیگر کتابوں سے جداگانہ ہی رکھا ہے۔ نہ تو وہ ادعائی رنگ رکھتا ہے۔ اور نہ تحکمانہ۔ اگر وہ کسی بات یا عقیدہ کی تعلیم دیتا ہے۔ یا کسی مروّجہ عقیدہ کی تردید کرتا ہے، تو وہ ان امور سے متعلق معقول دلائل پیش کرتا ہے۔ دوسری الہامی کُتب کا یہ انداز بیان نہیں ہے۔ اور قرآن شریف اپنی تعلیمات کو ایسے معقول انداز میں پیش کرتا ہے۔ جو فوراً ہماری عقل میں آجاتی ہیں۔ اسی لئے قرآن شریف نے اپنا ایک نام حکمت بھی قرار دیا ہے (۴ : ۱۷۵) ہم بچوں کو جو بات چاہیں منوا سکتے ہیں لیکن جب وہ بڑے اور سمجھدار ہو جاتے ہیں تو پھر جب تک ہماری بات میں معقولیت نہ ہو وہ ہرگز اُسے تسلیم نہیں کرتے جس وقت دُنیا میں عقل کا دور ہو تو جبر سے کام نہیں چلتا۔ چنانچہ قرآن شریف نے تبلیغ مذہب کے سلسلہ میں ایک زرین اصول بیان کر دیا ہے کہ "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین کے معاملات میں کوئی جبر نہیں کیونکہ ہدایت اور کجروی دونوں متمیز ہو چکی ہیں (۲ : ۲۵۶) اگر صحیح راستہ معقولی طور پر بتا دیا گیا ہے۔ اور تجربہ نے اس کی صحت بھی ثابت کر دی ہے تو پھر اُسکے منوانے کیلئے کسی جبر کی ضرورت ہی کیا ہے؟ قرآن شریف نے اس بات پر بار بار زور دیا ہے۔ اور ہم کو اس قسم کی بہت سی آیات قرآن شریف میں ملتی ہیں مثلاً (۱۵ : ۲۹) سچائی تمہارے رب کی طرف سے آگئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے وہ اس پر ایمان لائے اور جس کا جی چاہے نہ لائے۔ اس اصول کا سارا فلسفہ لفظ رب میں مضمر ہے "رب" وہ ہستی ہے، جو مخلوقات کو پالتی اور اُن کی پرورش کرتی ہے اور اُن کی مخفی استعدادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتی ہے، وہ اُن کی تکمیل کے قوانین مرتب کرتا ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اُس کے کاموں میں دلچسپی لینی چاہیئے۔ اور ہمیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ ہمارے پالنے اور ترقی دینے والے کے پاس سے آ رہے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ ایسے نہیں تو پھر ہم کسی شخص کو کس طرح ان پر ایمان لانے کیلئے مجبور کر سکتے ہیں؟ میری رائے میں ہر شخص کو اپنے فیصلہ میں آزاد ہونا چاہیئے۔ ان آیات میں وہ معیار بیان کیا گیا ہے جس پر ہمیں ہر تعلیم کو پرکھنا ضروری ہے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جو کتاب ہماری ہدایت کی مدعی ہے وہ اپنے اندر ہماری رُوحانی ترقیات کا سامان بھی رکھتی ہے یا نہیں، اور ہماری استعدادوں کو درجہ تکمیل پہنچا دیتی ہے یا نہیں؟ اور ہم تو قرآن شریف کو بھی اسی معیار پر پرکھینگے +

ہر عقیدہ کی معقولیت ہر مذہب مختلف عقاید کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن سوائے قرآن شریف کے اور کوئی کتاب اپنے پیش کردہ عقاید کو معقولی رنگ میں ثابت نہیں کرتی۔ یہ فخر صرف قرآن شریف ہی کو حاصل ہے۔ کہ وہ ہر عقیدے کے متعلق ہماری عقل سے اپیل کرتا ہے۔ مثلاً تمام الہامی کتب خدا، ملائکہ، الہام، نبوت، رسالت، معاد اور رقیت کا ذکر کرتی ہیں اور ہم سے کہتی ہیں کہ ان باتوں کو بطور صداقت قبول کرلیں۔ لیکن موجودہ تعلیم نے قبل اسلام کی جملہ کتب الہامی کے متعلق ہمارے دلوں میں شکوک پیدا کر دیئے ہیں۔ کیونکہ ان باتوں کے متعلق اُن کتابوں میں عقلی دلائل موجود نہیں ہیں لیکن مسلمانوں کو اپنی کتاب کی تعلیمات کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تعلیم نے ہماری عقل کو ایمان کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا ہے۔ تو قرآن شریف نے عقل کو الحاد کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار کر دیا ہے۔ میں نے ان صفحات میں ان دلائل کا ذکر کیا ہے جو قرآن شریف نے ہستیٔ باریتعالیٰ کے متعلق پیش کئے ہیں۔ اور میں نے اُن وجوہ کو بھی لکھا ہے جن کی بناء پر قرآن شریف نے اللہ کی طرف سے الہام ہونے کی ضرورت کو پیش کیا ہے۔ اس جگہ میں دو مزید دلائل کتاب اللہ میں سے لکھتا ہوں +

(۱) ہر شئے کے متعلق یہ دکھا دیا گیا ہے۔ کہ وہ ترقی کر رہی ہے۔ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں پر گامزن ہوتی ہے۔ تو اُسکی ساری استعدادیں بروئے کار آجاتی ہیں۔ یہ اصول کائنات مادی میں ہر جگہ کارفرما ہے۔ اور شعوری معاملات میں بھی اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم ماں کے پیٹ سے کسی قسم کا علم لے کر دنیا میں نہیں آتے، جس کی بدولت ہماری دماغی پرداخت ممکن ہو سکتی ہے۔ جملہ اقسام کے علوم ہمیں خدا ہی کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں +

(۲) تمام اشیاء کے لئے دگر دایسی چیزیں موجود ہیں جو اُنکی ترقی کیلئے مفید یا مُضر ہیں لیکن اشیاء میں کوئی مخفی قوت ایسی موجود ہے جو اُنھیں مفید اجزاء کو اپنے اندر جذب کرنے کی طرف راغب کرتی رہتی ہے۔ اور مُضر اجزاء کو ترک کرا دیتی ہے۔ طبعی طور پر ہمارا جسم بھی یہی کرتا ہے۔ لیکن دماغی طور پر ہمارے پاس کوئی ایسا رہنما نہیں ہے۔ اور کوئی علم ہے۔ لہذا لازمی ہے۔ کہ یہ علم ہمیں خارج سے حاصل ہو۔ اور واقعی ہوا بھی یونہی کہ ہمیں بذریعہ الہام حاصل ہوا +

(۳) قرآن شریف نے اکثر اُن پرندوں کا ذکر کیا ہے جو ہوا میں معلق رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی غذا اُس شئے سے حاصل کرتے ہیں جو فضا میں موجود ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مشیت الٰہی نے ہر مخلوق کی خوراک کا انتظام کیا ہے۔ اب چونکہ انسانی دماغ کی غذا علم ہے۔ لہذا یہ غذا بھی خدا نے ضرور دی ہو گی یعنی الہام کا نزول ثابت ہو گیا +

حشر اجساد چونکہ الہام کا اسلوب ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے بدل گیا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کر چکا تھا۔ دو ہزار سال گزرے جب نبی ناصری سے صدوقیوں نے حیات بعد الموت کا ثبوت طلب کیا تو جناب یسوع نے کہا۔ کہ تم لوگ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب کو اپنا جد امجد تسلیم کرتے ہو۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بزرگ زندہ ہیں ورنہ تم اُن کی طرف اشارہ نہ کرتے۔ ممکن ہے کہ اس جواب سے اُس زمانہ کے لوگوں کی تسلی ہو گئی ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کو اس جواب سے تشفی نہیں ہو سکتی +

اگر کسی مذہب کے پیرو حیات بعد الموت پر اعتقاد نہیں رکھتے تو وہ مذہب رہ نما نہیں رہ سکتا۔ درحقیقت مذہب کا پہلا فرض ہے کہ وہ ہمیں آئندہ زندگی کے متعلق معلومات عطا کرے لیکن ان باتوں سے متنبہ کرے جو ہماری آئندہ راحت کو زائل کر سکتی ہیں کیونکہ آئندہ زندگی موجودہ زندگی کا عکس ہے (۱۷ : ۷۲) تاہم چونکہ آئندہ زندگی عالم غیب سے متعلق ہے اسلئے جس وقت ہماری جوش اعتقادی عقل سے مغلوب ہو جاتی ہے اسی وقت سے ہم اس مذہب کی صداقت پر شک کرنے لگتے ہیں جو ہمیں حیات بعد الموت کے متعلق عقلی دلائل نہیں دے سکتا۔ ہم عقلی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہم اس چیز پر ایمان نہیں رکھ سکتے جو ہمارے مشاہدہ یا تجربہ کے دائرہ کے اندر نہ ہو اور عقلی طور پر ثابت نہ ہو سکے۔ لہٰذا مذہب کا فرض ہے کہ وہ ہمیں حیات بعد الموت کے متعلق مضبوط عقلی دلائل دے اگر وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم پاک زندگی بسر کریں! افسوس یہ ہے کہ مروجہ کلیسیاء نے ہمیں اپنے پیش کردہ عقاید کے متعلق مضبوط عقلی دلائل نہیں دیئے بلکہ ایمان لانے پر ہی سارا زور طبع صرف کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مغربی اقوام کے دلوں سے مذہب کی عظمت اُٹھ گئی اور جوں جوں تعلیم عام ہوتی گئی۔ کلیسیاء کے اقتدار کا خاتمہ ہوتا گیا۔ اسی وقت سے مذہب کا زوال بھی شروع ہو گیا۔ لیکن اسی جگہ "روحانیت" نے آکر گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا۔ اگرچہ اسکی بدولت حیات بعد الموت کا عقیدہ مغربی لوگوں کے دماغوں میں راسخ ہو گیا۔ تاہم یہ نظام بھی خطرات سے خالی نہیں ہے۔ اگر ایک طرف وہ ہمیں بعد مرگ ہمارے افعال کا ذمہ دار قرار دیتا ہے تو دوسری طرف وہ ہمیں کوئی عمدہ دستور العمل حیات عطا نہیں کرتا۔ جیسا کہ قرآن شریف نے دیا ہے جس کی بدولت ہم اپنے آیندہ کو نہایت شاندار بنا سکتے ہیں۔ علاوہ روحانی فرقہ کے لوگ اب زیادہ تر روحی معاملات میں مشغول ہو گئے ہیں وہ مُردوں سے پیغامات حاصل کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اور آیندہ زندگی کو بہتر بنانے کی کوئی کوشش نہیں کرتے بجائے فائدہ مند اصولوں کے وہ اب نت نئی دلچسپیوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور زندوں اور مُردوں کے مابین واسطہ کا کام دینا ایک تجارت ہو گئی ہے۔ اور دھوکہ باز لوگوں نے اس کام کا وقار کم کر دیا ہے۔ اور اُن کی وجہ سے مقصد اصلی فوت ہو گیا ہے۔ اور ان پیغامات کی نوعیت ایسی غیر اہم ہے۔ کہ بقول سر آلیور لاج جیسا کہ انہوں نے کیمبرج کانفرنس میں جدید ارکان کلیسیاء کو خطاب کرتے ہوئے اعتراف کیا۔ کہ "روحانیت" کا پہلا سا اثر اب لوگوں پر قائم نہیں رہا۔ مُردوں کی ارواح کا اس دُنیا میں واپس آنا مسلمان علماء کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن نہ تو وہ اس کو پیشہ بنا کر روٹی کماتے ہیں۔ اور نہ اس کا اعلان کرتے پھرتے ہیں +

الحق، حشر اجساد پر یقین لانے کیلئے ہمیں زبردست عقلی دلائل درکار ہیں۔ اگرچہ جملہ مذاہب اس عقیدہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن وہ سوائے ابتدائی یا معمولی باتوں کے کوئی ٹھوس بات نہیں کہتے۔ ہاں قرآن شریف اس کلیہ سے مستثنےٰ ہے۔ حیات بعد الموت اور اس کے متعلقات کو ثابت کرنے کیلئے زبردست عقلی دلائل کی ضرورت ہے۔ اور قرآن پاک نے اس مسئلہ پر ایسی عمدگی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ کہ یہ عقیدہ سچ مچ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے۔ قرآن نے اس مسئلہ کے ثبوت کو ارتقاء کے اصول سے شروع کیا ہے۔ اور آخر میں ثابت کیا ہے کہ حیات بعد الموت دراصل ہماری ارتقائی ترقی کے

سلسلہ کی لازمی کڑی ہے۔ اس کے علاوہ اور دلائل بھی دیئے ہیں۔ حیات بعد الموت کے اس مظاہرہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو
عالم نباتات میں ہر سال رونما ہوتا ہے، موسم خزاں میں درخت بے برگ و بار ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی پتیاں، پھول، پھل سب کچھ گر کر
گل سڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے عناصر ترکیبی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ عناصر فضا میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب موسم بہار
آتا ہے۔ تو وہ عناصر ترکیبی پھر مجتمع ہو جاتے ہیں، اور پھر اُسی نظام عضوی سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف نے اس طرز عمل کا
نہایت واضح طور پر نقشہ کھینچا ہے اور آخر میں نہایت زوردار طریقہ پر کہا ہے۔ "یہ ہے دوبارہ زندہ ہونا" (۵۰:۱۱)

اجزاء کی تحلیل و ترکیب یہ ایک روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور حیات بعد الموت کا قطعی ثبوت ہے لیکن ایک منکر یا شک کرنے والے کے
لئے اس میں دوبارہ زندگی پانے کا کوئی نشان نہیں وہ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ ہمارا جسم عناصر میں تحلیل ہو جائے۔ اور پھر نئی شکل اختیار کر لے لیکن
اس کے یہ معنی تو نہیں کہ ہماری پہلی شخصیت بھی واپس آ گئی۔ یہ اعتراض میری رائے میں بالکل غیر مناسب ہے کیونکہ اس سے سائل
کی ناواقفیت کا ثبوت ملتا ہے۔ عالم نباتات میں تمام اجسام ایک ہی مادہ سے مرکب ہیں، تاہم اُنکے عناصر ترکیبی انفرادی طور پر مختص اشکال
اختیار کر لیتے ہیں مثلاً درخت پودے وغیرہ۔ اور انسان، کتا، اور پرند یہ سب ایک مادہ سے ہیں۔ ہاں فطرت ہر نوع کو ایک
مختص انفرادیت عطا کر دیتی ہے۔ اسی لئے درخت اور پودوں میں مختلف قسم کے پھل لگتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی اصل یکساں
ہے۔ اور ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں (۱۳:۴) لیکن ایک پھل، دوسرے پھل سے رنگت، ذائقہ اور نوعیت میں مختلف
ہوتا ہے۔ قرآن شریف نے فطرت کی اس کارفرمائی کا ذکر کر کے یوں ارشاد کیا ہے۔ "اگر تم تعجب کرو گے تو اُن کا یہ کہنا بھی حیرت انگیز
ہے کہ کیا جب ہم خاک ہو جائیں گے تو کیا پھر پیدا ہوں گے"؟ (۱۳:۵) دراصل سارا اختلاف جو مختلف اشیاء میں نظر آتا ہے
مقدار اور اندازہ کی وجہ سے ہے، جس کے مطابق اشیاء کے عناصر ترکیبی مرتب ہوتے ہیں، اور اسی وجہ سے اُن کی شکل و صورت
اور پھل پھول وغیرہ بھی باہم دگر مختلف ہوتے ہیں۔ قرآن شریف نے اسکے علاوہ ایک اور نظیر بھی پیش کی ہے جو اس سے
بھی زیادہ مؤثر ہے یعنی آگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ وہ جلتی ہے (۳۶:۷۹ و ۸۰) آگ یہی روشنی اور دھوپ ہے
جو درختوں کے اجسام میں جمع ہوئی جبکہ وہ زمین سے برآمد ہوئے۔ اس لئے ان کو سائنس کی زبان میں "خزانہ روشنی" کہتے ہیں۔
سورج اپنی روشنی اور گرمی کرنوں کے ذریعہ زمین کے جسم میں یعنی اُس کے اندر داخل کرتا ہے یہ روشنی اور گرمی دوسری
چیزوں سے ملکر عالم نباتات کا باعث ہوتی ہے، لیکن دھوپ ایک درخت میں مثلاً روح کے ہے۔ اور اُسکے دیگر اجزا
اسکے لئے بمنزلہ لباس ہیں۔ درختوں سے ہمیں آگ جلانے کیلئے لٹھے حاصل ہوتے ہیں لیکن جسے ہم آگ کا جلنا کہتے
ہیں۔ وہ دراصل دھوپ کا دوسرے عناصر مثلاً کاربن آکسیجن اور ہائیڈروجن سے جدا ہونا ہے۔ اور یہ عناصر اتنے سب خارج ہوتے ہیں جتنے سب
وہ درخت میں شامل ہوئے تھے دھوپ میں بھی اُس کے سابقہ عناصر بدستور قائم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اس لٹھے میں سے
ایسی صورت میں نکلتی ہے۔ جو اُسکی اصل سے نزدیک تر ہوتی ہے سورج جبکہ نکلتا ہے۔ فرض کیجئے موسم سرما میں، تو اس کا رنگ آگ کی
طرح ہوتا ہے لیکن دھوپ جبکہ وہ اس جرم آتشین سے نکلتی ہے۔ تو زمین تک آتے آتے اپنی گرمی قدرے ضرور کھو بیٹھتی ہے

اور کچھ رنگت بھی لیکن وہ ان دونوں چیزوں کو جس وقت وہ کسی نباتی جسم سے جدا ہوتی ہے۔ دوبارہ حاصل کر لیتی ہے۔ لیکن سارے شعلوں کا ایک ہی سا طریق نہیں ہے بعض لٹھوں میں سے دھواں زیادہ اور شعلہ کم نکلتا ہے۔ اور انہیں گرمی بہت کم ہوتی ہے وہ سورج کی طرح گرم نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بعض لکڑیوں کی آنچ بہت تیز ہوتی ہے۔ اور دھواں بہت کم جس وقت ہم رحم مادر میں تھے تو ہمارے اندر بھی فطرت نے خدا کی روح پھونکی تھی اور جسم خاکی چھوڑتے وقت ہمیں اس روح کی پوری روشنی دکھانی چاہیئے لیکن بعض ہم میں ایسے ہیں جنمیں سے زیادہ دھواں ہی نکلتا ہے اور اسلئے ہمیں دھوئیں کے طبقہ ہی میں رہنا ہوگا۔ جب تک کہ وہ خدائی شعلہ پورے طور پر تیز نہ ہو جائے (۵۶ : ۴۳) پس روح اجسام کے دوبارہ زندہ ہونے پر اپنی شخصیت کو بھی حاصل کریگی +

قرآن شریف نے جس جگہ یہ ثابت کیا ہے کہ مردہ جسم سے شعور مخصوصہ نئے جسم میں منتقل ہو جاتا ہے اور اسی اندازہ اور کیفیت کے ساتھ جو اسکو پہلے جسم سے جدا ہوتے وقت حاصل تھی وہاں ایک اور دلیل بھی دی ہے لیکن اگر عورت اور مرد کا نطفہ کہ جو بظاہر ایک معمولی سی چیز ہے۔ آئندہ نسل میں والدین کے خصائص شعوری پیدا کر دیتی ہے۔ تو پھر نئی شکل میں بھی وہ اسی اصول پر گامزن ہوسکتی ہے ممکن ہے کہ بر وقت وفات ہمارے جسم سے کوئی چیز غیر مشہود طور پر خارج ہو جائے۔ اور وہ فطرت کے رحم میں مثل جنین کے محفوظ رہے۔ اور اسکی مدد سے حیات بعد الموت پر نیا بچہ پیدا ہو جائے پس الکتاب فرماتی ہے (۳۶ : ۷۸) +

"منکر کہتا ہے کہ جب ہڈیاں گل سڑ جائینگی۔ تو کون انھیں دوبارہ زندہ کریگا۔ تو کہہ جس نے انھیں پہلے بنایا تھا وہی انھیں دوبارہ زندگی دیگا۔ اور وہ اپنی تمام مخلوقات سے واقف ہے" +

اس آیت میں قرآن شریف نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اور سبب بھی بیان فرما دیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام عناصر کا علم پہلے ہی سے ہے جن سے مختلف اشیاء مرکب ہیں پس یہ آیت اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے +

حیات بعد الموت | یہ مسئلہ واقعی ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے لیکن کتاب اللہ جس موقع پر ہم سے اس مسئلہ پر ایمان لانے کیلئے اپیل کرتی ہے تو اس جگہ ایک عملی مشورہ بھی دیتی ہے یعنی وہ ہمیں اردگرد کی اشیاء کو بنظر غور دیکھنے کی دعوت دیتی ہے جو کہ اپنے طویل ارتقائی سفر میں خمیری حالت سے ترقی کر کے ایک منظم اور خالق ہستی کی دانشمندانہ ہدایات کے ماتحت انسانی شعور تک پہنچتی ہیں۔ اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جسم انسانی اپنی مادی حالت میں آخری منزل نہیں ہے۔ قرآن شریف نے اس کا تذکرہ نہایت واضح طریق پر کیا ہے۔ اس نے سات تدریجی وقفوں میں زمین و آسمان کی ساخت کا ذکر کیا ہے۔ جس سے کسی دوسرے مقصد کی تکمیل مدنظر ہے جس کو ہم فضاء یا خلاء کہتے ہیں وہ اس زمانہ میں بخارات سے لبریز تھا۔ اس کے بعد ایک غار سے مرکب مادہ تھے جو آگ کی مانند گرم تھا۔ اور خلاء میں تیر رہا تھا ابتدائی حالت میں زمین کی شکل اختیار کر لی آسمان و زمین اس زمانہ میں ایک بند چیز تھے۔ اور ان کے معمولات بھی غیر مرتب حالت میں تھی۔ تب پانی نے آکر اس بند صندوق کو کھولا اور اس طرح زمین پر حیات کا آغاز ہوا۔ زمین جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے اس وقت متحرک حالت میں تھی اس لئے پہاڑ اور چٹانیں پیدا

کی گئیں۔ تاکہ اُسے سکون حاصل ہو جائے۔ زمین کی فضا میں وسعت پیدا ہوئی۔ تاکہ ساکنان زمین کو صحیح طریق پر زندگی بسر کرنے کا موقع ملے اور آسمان کی فضا میں چراغ روشن کیے گئے۔ تاکہ انسانوں کی رہنمائی ہو سکے بادلوں سے کافی مقدار میں پانی آیا تاکہ مُردہ زمین میں جان پڑ جائے۔ وہ پانی زمین میں جاگزین ہوا۔ اور اسکی بدولت سبزہ نمودار ہوا۔ ترکاریاں نباتات پودے پھل پھول اور مختلف قسم کے اناج ہمارے فائدے کیلئے پیدا ہوئے اسی مقصد کیلئے دن اور رات بنائے گئے نیز زمانہ قیام میں تبدیلی رکھی گئی جس کی بدولت ہوائیں چلنے لگیں اور بادل آئے۔ ان ہواؤں کی بدولت کشتیاں اور جہاز چلنے لگے۔ اور جہازرانی سے ہمیں سمندری نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملا۔ پھر وہ زمانہ آیا۔ جبکہ ہم مختلف پیشوں میں مشغول ہونے لگے رات آرام کیلئے اور دن کام کے لئے مقرر کیا گیا۔ قرآن شریف نے ہماری تخلیق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مختلف اشیاء سے مرکب ہو کر ایک مخصوص طریق میں ارتقاء پا کر مادہ منویہ کی شکل اختیار کی۔ جو دراصل زیرِ تخم انسانی ہے۔ اور اس مادہ نے رحم مادر میں قرار پایا۔ جہاں وہ سات مختلف منازل میں سے گزرا۔ اور ایک نئی مخلوق بن گیا۔ زمین پر مختلف قسم کے جانور بھی پیدا ہوئے جو ہمارے کام آتے ہیں کتاب اللہ نے بڑے زور کے ساتھ تمام کائنات کو ہمارا خادم قرار دیا ہے۔ اور ان گنت نعمتوں کا جو ہمیں عطا کی گئی ہیں تذکرہ کیا ہے۔ فی الجملہ ہماری جملہ ضروریات پہلے ہی سے مہیا کر دی گئی ہیں۔ اس تجویز کے بانی کے دماغ میں جس کو اس کام کی تکمیل میں لاکھوں برس لگے ہیں ضرور کوئی صحیح مقصد ہو گا۔ یہ سب کارخانہ بیکار نہیں بنایا گیا ہے۔ اس تمام تخلیق کا منشا یہی ہے۔ کہ یہ سب کچھ کسی ذی عزت ہستی کے لئے بنایا گیا ہے

اور وہ ہستی حضرت انسان ہی ہے جو خدا کا خلیفہ علی الارض ہے۔

قرآن اسلئے آیا۔ کہ انسان کو اس کے مرتبہ سے آگاہ کرے اور اس بلند مرتبہ پر فائز کرے۔ اگر انسان کو اس دنیا میں صرف ساٹھ ستر سال ہی رہنا ہوتا۔ اور پھر فنا ہو جاتا تھا تو میرا خیال ہے کہ اسقدر مختصر عرصہ کیلئے خدا کا یہ سب کچھ پیدا کرنا محض ایک دل لگی قرار پاتا لیکن کیا ہم کہ سکتے ہیں۔ کہ خدا نے یہ سب کچھ رائیگان پیدا کیا ہے؟ جیسا کہ اسکی ہر مخلوق گواہ ہے یہ مادی اشیاء کسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ زندگی مسلسل نہ ہو۔ اور اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری نہ رہے جبکہ ہم حیات بعد الموت میں ترقی مزید کرینگے۔ قرآن شریف نے حیات بعد الموت کا بار بار ذکر کیا ہے اور اسے ہمارے ایمان کا جزو لاینفک قرار دیا ہے +

ہدایت کیلئے مخصوص الہام کیوں ہوا کہا جاتا ہے۔ کہ ہمیں کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں ہے اور کسی اسلام کی پابندی کی حاجت ہے۔ قدیم الہامی کتب میں اور بعض فلاسفہ کی کتابوں میں ہماری رہنمائی کا کافی سامان موجود ہے اور ان میں سے صداقت ضرور یہ اخذ کی جا سکتی ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض نو ساختہ مذاہب نے اس امر کا بڑے زور سے اعلان کیا ہے لیکن حکمت منتشر میں سے انتخاب کا کام تو بہر حال انسانی عقل ہی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور سابقہ الہامات میں جو خرابیاں دنما ہوئیں ان کا ذمہ وار بھی انسان ہی ہے تو وہی انسان اصلاح کا کام کس طرح کر سکتا ہے۔ اگر ایک بات جو کل حسین تھی۔ آج بری ہے تو جو بات

آج بھی ہے۔ وہ کل کس طرح چھپی رہ سکتی ہے؟ علاوہ بریں اگر خدا تو نے اپنی مہربانی سے زمانۂ گزشتہ میں ہمیں الہام سے سرفراز کیا تھا تو ہمیں مناسب نہیں کہ ہم آج اس کا منصب ہدایت خود اختیار کر لیں۔ قرآن شریف نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی انسانی ضروریات کا جائزہ لے لیا تھا۔ اور وہ فرماتا ہے۔ کہ انسان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ اپنی عقل سے ہدایت کا سامان اپنے لئے مہیا کر سکے یہ وہ کائنات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ کس طرح فطرت ہماری ضروریات زندگی ہمیں مہیا کرتی رہتی ہے بعض ضروریات زندگی ہر سال کے سال خراب ہو جاتی ہیں اور بعض اشیاء استعمال کے بعد اپنے ترکیبی عناصر کی صورت میں مبدل ہو جاتی ہیں لیکن کسی انسان سے یہ نہ ہو سکا۔ کہ ان کو اصلی حالت پر لانے کے لئے کوئی طریقہ اختراع کرے یقیناً یہ تو خدا ہی کا کام ہے۔ اور ہم سب اپنی ضروریات کے لئے اسی کے دست نگر ہیں۔ اس اصول کی تشریح میں قرآن شریف نے سورۃ النحل میں پورے دو رکوع صرف کر دیئے ہیں جس میں وحی و الہام کے متعلق سیر کن بحث کی گئی ہے۔ رکوع مذکورہ میں پہلے تو سابقہ الہامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی منجانب اللہ ہونے کا اعتراف کیا ہے لیکن آگے چل کر بتایا ہے۔ کہ وہ اپنی اصلی حالت میں نہیں ہیں۔ لہٰذا نئی وحی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں وہ ان مختلف اشیاء کا ذکر بھی کرتا ہے*۔ اگر اول الذکر اشیاء بطور غذا پیش کی گئی ہیں تو شہد کا ذکر دوا کے طور پر کیا گیا ہے۔ خدا کے ان نعماء کی کوئی شخص تحقیر نہیں کر سکتا اور نہ ان کی ضرورت کا انکار کر سکتا ہے۔ ایک مرتبہ کے استعمال کے بعد یہ اشیاء خراب ہو جاتی ہیں ہاں ان کے عناصر مزید کائنات میں موجود رہتے ہیں لیکن ہم اللہ سے اس امر کے ضرور متوقع رہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی مہربانی سے ان اشیاء کا نعم البدل عنایت فرمائیگا۔ اور وہ اس طرح کہ انہی اشیاء کے عناصر دوبارہ مرکب ہو جاتے ہیں۔ اس اصول کو سمجھانے کے لئے قرآن نے پہلے تو پانی کی مثال پیش کی ہے کہ سمندروں میں لاتعداد پانی موجود ہے لیکن دوسری اشیاء کے ساتھ ملنے کی وجہ سے اس کی حیات بخش خاصیت دور ہو گئی ہے۔ لہٰذا ہم اب اور کسی چیز سے اسقدر پانی کی مقدار حاصل نہیں کر سکتے جو کائنات میں زندگی کا باعث ہو سکے۔ اس کا ازالہ اس طرح ہوتا ہے۔ کہ خدا پانی برساتا ہے۔ اور یہ پانی تمام بیجان چیزوں کو حیات تازہ بخشتا ہے۔ پانی کے بعد انسان کیلئے ضروری چیز دودھ ہے۔ جس میں پانی، چربی اور شکر شامل ہوتی ہے اور یہ ان سات اشیاء میں سے ہیں جو انسان کے جسم کو پرورش کرتی ہیں۔ دودھ اس گھاس اور اناج میں موجود ہے جو جانور کھاتے ہیں۔ یہ غیر منفک طریق پر خون اور فضلے میں مخلوط ہوتا ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ لہٰذا ہم اسکو باقیماندہ دو چیزوں سے جدا نہیں کر سکتے۔ اس کی آخری نشوونما جانوروں کے معدہ میں ہوتی ہے جو ہمیں تازہ دودھ دیتے ہیں۔ غذائی قیمت کے اعتبار سے دودھ کے بعد پھل اور اناج کا نمبر ہے۔ وہ ہر فصل کے بعد ختم ہو جاتے ہیں لیکن ان کے عناصر ترکیبی ضائع نہیں ہوتے وہ دوسری چیزوں کے ساتھ مخلوط ہو کر فضا میں باقی رہتے ہیں، خدا تعالیٰ موسم بہار میں ہوائیں چلاتا ہے۔ تاکہ ضروری اشیاء غیر ضروری اشیاء سے جدا ہو جائیں۔ جو اجزاء پھل یا اناج کے لئے ضروری ہیں۔ وہ خود بخود علیحدہ ہو کر اپنے مقام مطلوبہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس نئی تقسیم میں

* جو ہماری زندگی کیلئے ضروری ہیں مثلاً پانی، دودھ، پھل اور اناج وغیرہ۔ قرآن شریف نے اس ضمن میں شہد کا بھی ذکر کیا ہے

کسی قسم کا اختلال رونما نہیں ہوتا ہے۔ اس کے بعد قرآن شہد کا ذکر کرتا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے جس طرح ہمیں غذا کی ضرورت ہے، اسی طرح بعض اوقات دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ غذا اور دوا دونوں خدا ہی کی طرف سے ملتی ہیں۔ اور ہم دواؤں سے جسمانی عوارض کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ قرآن شریف نے کئی وجوہ سے شہد کو نظیر میں پیش کیا ہے۔ شہد در اصل بیشمار پھلوں اور پھولوں کا جوہر ہے۔ لیکن یہ ترکیب کسی انسان کی دماغی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے۔ خدا نے شہد کی مکھی سے عطار کا کام لیا ہے۔ جو اس جوہر لطیف کی تیاری میں سیکڑوں میل کا سفر کرتی ہے۔ وہ کبھی اپنے راستے سے نہیں بھٹکتی۔ اور اس مفید دوا کو بڑی احتیاط سے تیار کرتی ہے۔ طویل عرصہ کے بعد تمام مرکبات خراب ہو جاتے ہیں لیکن شہد خراب نہیں ہوتا۔ اس طرح الہام ربانی روح کی غذا ہے۔ اگر خدا ہمارے جسم کی پرداخت کیلئے ان اشیاء کو دوبارہ نازل کر دیتا ہے جو ضروری ہیں تو وہ الہام بھی عطا کریگا۔ اگر الہام ناقص ہو گیا ہو +

قرآن شریف نے فرشتوں کو ذی شعور ہستی بیان کیا ہے جو کائنات کی قوتوں کو حرکت دیتے ہیں۔ تاکہ نئی اشیاء وجود میں آسکیں۔ ہم اس قسم کی فاعل ہستیوں کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے لیکن ہم اپنی غذا کے مضمون کو جاری رکھیں گے۔ یہ سب اُن عناصر سے حاصل ہوتی ہیں۔ جو خود بخود امتزاج قبول کرتے ہیں۔ تاکہ سلسلۂ تخلیق میں معاون ہوں۔ یہ بہت منضبط اور باقاعدہ ہوتے ہیں۔ اور مقررہ رستوں پہ چلتے ہیں۔ اور ایکدوسرے کے ساتھ معینہ مقداروں میں مخلوط ہوتے ہیں۔ اور تمام طریق کار سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں علم حاصل ہے۔ اگرچہ وہ نطق و گویائی سے یکسر محروم ہیں۔ اُن کے افعال سے ہندسی صحت اور استواری مترشح ہوتی ہے۔ جس سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ کسی دانا اور حکیم ہستی کے ماتحت کام کر رہے ہیں لیکن وہ خود صاحب شعور نہیں ہیں۔ خدا بیشک علّت اولیٰ ہے۔ اور مدرک بالذات لیکن وہ مختلف کارندوں کی معرفت کام کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بیشک وہ قادر مطلق ہے لیکن اُسکی یہی مرضی ہے کہ وہ وسائط سے کام لے۔ فرشتے اس کائنات میں اسطرح کام کرتے ہیں جس طرح روح اور دماغ جسم انسانی میں۔ اور وہ خدا کے احکام کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے ہیں۔ اور جس طرح وہ اطاعت کرتے ہیں۔ اگر ہم بھی کریں تو ہم بھی فرشتے بن سکتے بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر اس کائنات پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ قرآن میں فرشتوں کے سہ گانہ فرائض کا ذکر ہے اولاً فطرت کی قوتوں کو حرکت دینا۔ تاکہ وہ اپنا اپنا فرض انجام دے سکیں۔ باقیماندہ دو فرائض انسانوں سے متعلق ہیں۔ وہ ہمارے اندر نیکی کی تحریک کرتے ہیں۔ اور اگر بعض غیر مشہود قوتیں ہمیں بدی کی طرف مائل کرتی ہیں تو اس پوشیدہ طریق پر بعض قوتیں ہمیں نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اور یہ تحریکات فرشتوں کی طرف سے آتی ہیں۔ اور یہ سب باتیں عموماً ایک ہوشمند کے تجربہ میں آسکتی ہیں۔ اگر ہم ملائکہ کی آواز پر کان دھریں تو وہ ہمارے محافظ بن جاتے ہیں۔ اور ہم کو بری باتوں سے بچاتے ہیں۔ اور آخر کار ہمارے خادم بن جاتے ہیں بشرطیکہ ہم فطرت اور اس کے رموز سے آشنا ہو جائیں۔ سائنس کی بدولت عناصر فطرت کے ملائکہ بڑی حد تک ہمارے خادم بن گئے۔ آپ انھیں قوانین فطرت کہ سکتے ہیں لیکن قوانین

بذات خود بیجان اور غیر ذی شعور ہیں ۔ نکے پس پردہ ایک مدرک ہستی کارفرما ہے ۔ یہ ہستی وہ ہے ۔ جسے قرآن شریف نے اللہ کے نام سے پکارا ہے ۔ اور اُسی نے فرشتوں کو متعین کیا ہے کہ اُس کے قوانین کا نفاذ کریں +

شاہزادی سردک کا قبول اسلام

قریباً دس سال کے بعد ہماری کوششیں نتیجہ خیز ہوئیں ۔ قریباً دس سال کے بعد ہماری کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہوئیں ۔ بورنیو کے راجہ برک کی یہ بہو ہیں ۔ وہ بھی انگریز نژاد ہیں بلکہ ۱۹۲۰ء میں ان کو اسلام کیطرف شوق ہُوا ۔ لندن کے ضلع ویمبلڈن میں یہ مقیم تھیں جہاں ان کا تبادلۂ خیالات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب سے ہُوا تب سے اُن کی خدمت میں اسلامی لٹریچر و رسالہ اسلامک ریویو باقاعدہ پہنچتا رہا ۔ پچھلے سال انہوں نے فرانس سے ایک رسالہ اسلام کی حقانیت پر نکالنا چاہا جسمیں غالباً انھیں کامیابی نہیں ہوئی ۔ خدا کا احسان ہے کہ آخر شہزادی موصوف نے اسلام قبول کیا ۔ آپ نے اپنا اعلان اسلام رود بار انگلستان کو طیارہ میں عبور کرتے ہُوئے کیا ۔ آپ کا اسلامی نام خیر النساء رکھا گیا ہے +

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کا یہ ثمر شیریں ہے ۔ ہماری دلی دعا ہے کہ کارکنان مسلم مشن ووکنگ کی کوششوں کو اللہ تعالےٰ زیادہ بارآور کرے ۔ اور اسلام کا سورج مغرب کی ظلمات کو بہت جلد منور کرنے کا موجب ہو +

لندن میں نماز عید

ووکنگ مسجد میں شاندار اجتماع

لندن ۹ فروری ۱۹۳۲ء آج مسجد شاہجہان (ووکنگ) میں عید الفطر کی تقریب پر نماز عید ادا کرنے کے لئے شاندار اجتماع نظر آیا ۔ حاضرین میں ایرانی سفیر مقیم لندن ۔ مصری سفیر ۔ ہندوستانی ہائی کمشنر لارڈ اور لیڈی ہیڈلے اور مسٹر ایم ۔ اے جناح بھی شامل تھے ۔ مولوی عبد المجید صاحب ایم ۔ اے نے خطبہ پڑھا جسمیں آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا ۔ کہ وہ تمام دُنیا کی اقتصادی اور تمدنی مشکلات کو حل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں +

اس کے بعد لارڈ ہیڈلے نے اس کام پر تبصرہ کیا ۔ جو کنگسٹن میں مسجد کی تعمیر کے لئے ہو چکا ہے ۔ اور کہا کہ اس مقصد کیلئے اراضی حاصل کر لی گئی ہے ۔ اور سر ریول ٹامسن نے نقشہ تیار کیا ہے ۔ آپ نے مزید فنڈ کی ضرورت پر زور دیا +

اسلام نپولین کی نظر میں

(از ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب)

اسلام فخر کرسکتا ہے۔ کہ اس کے دامن سے نپولین بوناپارٹ سے زیادہ عظیم الشان مشاہیر بہ تعداد کثیر وابستہ ہیں۔ اسلام کسی اُس شخص یا اُس فرد سے پروانۂ تصدیق حاصل کرنے کا محتاج ہیں۔ تاہم نپولین ایسے جلیل القدر فرانسیسی کا مذہب کے متعلق عموماً اور اسلام کے متعلق خصوصی نقطۂ نظر کا معلوم کرنا ایک دلچسپ چیز ہے۔ نپولین اگرچہ ایسے مادہ میں پیدا ہوا جبکہ فلسفۂ تشکیک یا سوفسطائیت کا عروج تھا۔ اگرچہ خود دلدادۂ دہریت نہ تھا۔ بوناپارٹ پورے خلاص سے ایک خدا کا قائل اور برکاتِ مذہب کا معترف تھا لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ مذاہب مختلفہ کے مطالعہ سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ تمام مذاہب تخیلاتِ انسانی کی مخلوق ہیں۔ میں اسکے وقائع سینٹ ہلینا سے ایک موزونِ مبحث واقعہ نقل کرتا ہوں:۔

شام کو بعد از طعام مذہب کے مضمون پر سلسلۂ کلام آغاز پذیر ہوا۔ شہنشاہ نے اس میں بہت دیر تک حصہ لیا۔ میں اس کا ملخص سپردِ قلم کرتا ہوں۔ اسلئے کہ اس کا تعلق ایک ایسے مبحث سے ہے جس نے بلاشک و شبہ بسا اوقات اکثر انسانوں کو متحیر کیا ہے۔

شہنشاہ نے بڑی حیات افروز سرگرمی سے کہا:۔

"خدا کی ہستی کے بلاریب سب قائل ہیں۔ لیکن ہمارے تمام مذاہب ظاہر ہے کہ تخیلاتِ انسانی کی مخلوق ہیں"۔

کیا وجہ ہے کہ ایک مذہب کا معتقد دوسرے کے مذہب پر جرح قدح کرتا ہے؟ اُن کی باہمی آویزش کس چیز پر مبنی ہے؟ ہمیں کیا راز ہے کہ مذہبی جنگ ہر وقت اور ہر مقام پر برپا ہوئی ہے۔ اسکی ایک علت یہ ہے کہ انسان ہمیشہ انسان ہی رہیگا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ پادریوں اور عالموں نے کذب و فریب کی کشور گیر اشاعت کی ہے جب سے مجھے اقتدار حاصل ہوا میں نے مذہب کو نئی بنیادوں پر مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے اگر مجھے موقع ملتا۔ تو میں اسے معاشی زندگی کی بنیاد بنا دیتا میرے خیال میں تمام اعلٰے اخلاق سچے اصول اور شائستہ عادتوں کا سرچشمہ مذہب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ مجھے دہریت سے دور کا واسطہ بھی نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ میں پادریوں کی تمام باتوں کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ اسلئے کہ انکی تعلیم کو میری عقل قبول نہیں کرتی۔ اُن کی توضیحات کو مان لینا اخلاص سے ہاتھ دھونا اور ریاکار بن جانا ہے۔ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں کیا ہوں؟ مجھے کہاں جانا ہے؟ یہ سوالات بلاشبہ میری سمجھ سے ماوراء واقع ہوئے ہیں۔ اس عدم علم کے باوجود میں ایک گھڑی ہوں جس کا وجود ہے لیکن اپنی ہستی کا علم نہیں"۔

۱؎ یہ مضمون کتاب بوناپارٹ اینڈ اسلام مصنفہ عیسائی فاضل چرقلس (پیرس سنہ ۱۹۱۴ء) پر مبنی ہے۔

نپولین نے عہد نامۂ عتیق اور جدید کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جس کے باعث اُسکے دل میں شخصیت یسوع اور انجیل کے مستند کلام ربانی کے باعث شبہات پیدا ہوگئے۔ میں ذیل میں اس کے رسالہ Journal inedit de (جرنل اِن ایڈٹ دی) ۱۸۱۵-۱۸۱۸ء کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں (یہ رسالہ سینٹ ہلینا (جہاں نپولین نظر بند تھا) میں شائع ہوتا تھا۔ اور اسکے اڈیٹر جنرل بیرن گورگاڈ تھے) +

جہانتک میں اپنی نسبت کچھ کہہ سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں اپنی رائے قائم کرچکا ہوں میں یہ نہیں مانتا۔ کہ کوئی یسوع اس دُنیا میں کبھی بھی بقید حیات موجود تھا۔ اگر کوئی شخص دُنیا میں بنام یسوع گذرا ہوتا۔ تو میں عیسویت کو تسلیم بھی کرلیتا۔ بغرض محال ہو سکتا ہے کہ کسی یسوع نے مسیح رسول کا پارٹ ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہو۔ اور اُسے بھی دیگر مجانین مذہب کی مانند پھانسی پر چڑھا دیا گیا ہو۔ ہر ایک دور میں ایسے اشخاص ہوئے ہیں۔ مجھے میلان میں تاریخ یہود مصنفہ Josephus جوزیفس کا ایک نسخہ ملا جسمیں ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ کسی شخص نے یسوع کی بابت چار یا پانچ سطریں اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں۔ اسلیئے کہ خود جوزفس نے یسوع کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اس نسخہ کو میرے پاس دیکھ کر پوپ نے مجھے سخت تنگ کیا۔ اسقدر یقینی امر ہے کہ رائے عامہ واحد خدا کی پرستش کے حق میں تھی۔ اور اسلاف میں سے جن ہستیوں نے خدائے واحد کی پرستش کے متعلق اپنی زبان کھولی۔ عامۃ الناس نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اس لئے کہ حالات ہی ایسے تھے۔ میری حالت بھی اس سے ملتی جلتی ہے اگر مجھے جماعت کا ایک ادنیٰ ترین فرد ہونے کے باوجود شہنشاہ ہونے کا موقع ملگیا ہے۔ تو یہ بھی خاص واقعات کے باعث ہے۔ اور اس وجہ سے ہے۔ کہ رائے عامہ میرے حق میں تھی +

میں نے انجیل کا مطالعہ کیا ہے موسیٰ ایک قابل انسان تھا۔ مگر یہودی دغاباز، بزدل اور بے رحم ہیں۔ کیا کوئی چیز لوط اور اسکی لڑکیوں کے قصہ سے زیادہ دہشتناک ہو سکتی ہے؟

سائنس جس نے ثابت کیا ہے۔ کہ زمین سیارگان فلکی کا مرکز نہیں ہے۔ مذہب پر ایک سخت ضرب شدید کی ہے یوشع سورج کو ٹھیرا لیتا ہے۔ یا ایک شخص دیکھتا ہے۔ کہ ستارے سمندر میں گر رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ تمام سیارے اور ثوابت وغیرہ

ایک شہزادہ اطالیہ نے گرجے میں ایک پادری کو سونے کا ایک ٹکڑا اس لئے دیا۔ کہ اُسے چند ایک نفوس کو دوزخ کے عذاب سے بچانا تھا۔ پادری اس تحفہ کو لیکر بہت خوش ہوا۔ اور اس نے بڑے زور سے پکار کر کہا۔ اے خدا تیرے نام کی تقدیس ہو۔ میں ان روحوں کو جنت الفردوس کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں" +

کیا آپ بھی انھیں دیکھ رہے ہیں؟ پادری نے شہزادے سے استفسار کیا۔

ہاں میرے آقا میں انھیں دیکھ رہا ہوں؟ شہزادے نے جواب دیا +

میں اس صورت میں اپنا پارہ طلا واپس لیتا ہوں اسلیئے کہ یہ ارواح دوبارہ جہنم میں نہیں ڈالے جائینگے +

آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ کس طرح مخلوقِ خدا کو دھوکا دیتے اور لوٹتے ہیں +

مذاہب کی بنیاد معجزات پر رکھی جاتی ہے۔ اور ایسی چیزوں کو مذہب کا اساس بتایا جاتا ہے جنہیں کوئی شخص سُن نہیں سکتا

مثلاً یہی تثلیث یسُوع نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بھی کہا۔ اور باایں ہمہ وہ داؤد کی اولاد بھی تھا !

مَیں محمدؐ کے مذہب کو ترجیح دیتا ہوں ۔ اُس میں اتنی زیادہ قابل تمسخر باتیں نہیں ہیں۔ جتنی ہمارے ہاں

ہیں۔ ترک بھی ہمیں صنم پرست کہتے ہیں +

یہ تصورات ہمیشہ ہی نپولین کے دل میں موج زن رہے۔ ہاں یہ ضرور صحیح ہے۔ کہ سینٹ ہلینا کے زمانہ میں جلا وطنی میں

اپنی فرصت کی گھڑیوں میں اُس نے ان خیالات کو زیادہ صراحت اور زیادہ گرمجوشی سے ظاہر کیا۔ نپولین ایک معقولیت پسند انسان تھا

اسلئے کوئی تعجب نہیں۔ کہ اسلام جو اس کے اکثر خیالات کے مطابق تھا۔ اُس کے دل کو اپنی جانب کھینچ لیا ہو +

اس صداقت کو پیش نظر رکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ مصر میں اسلام کے متعلق اس کے اقوال خلوص پر مبنی تھے۔ جو شخص طویل عرصہ کے

بعد بھی یہ کہتا ہے کہ میں مذہبِ محمدؐ کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس کی بابت یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اُس نے مصر میں اسلام صرف

سیاسی اغراض کے حصول کیلئے قبول کیا ہو۔ ہاں ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ کہ اس میں سیاسی جھلک یا رنگ ضرور تھا۔ نکولا

بیان کرتا ہے۔ کہ قاہرہ کی مجلسِ علماء، فضلا اور شرفا میں بونا پارٹ نے اعلان کیا:-

یقیناً میں نے تمہیں مختلف اوقات میں اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ اور میں نے متعدد ذرائع سے آپ تک اپنا یہ عقیدہ پہنچایا ہے،

کہ میں ایک موحد مسلمان ہوں میں حضرت محمدؐ کی مدح و توصیف کرتا ہوں۔ اور مجھے مسلمانوں سے محبت ہے" +

بونا پارٹ کا اعلان بنام اہل مصر مجریہ ۲ جولائی ۱۷۹۸ء یوں الفاظ شروع ہوتا ہے +

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور وہ مالک الملک بغیر کسی شریک کے حکومت کرتا ہے"

ایک دوسرے مقام پر اعلان کرتا ہے:-

اے قاضیان و شیوخ و امامانِ قاہرہ۔ اے امراء و روسائے قاہرہ اپنے اپنے حلقہ اثر کو اس امر سے آگاہ کر دو کہ فرانسیسی مخلص مسلمان ہیں۔ یہ

ہو سکتا ہے۔ کہ اس اعلان میں "مسلمان" کا مفہوم قرآن کے مطابق قوانین الٰہی کی پابندی کرنیوالے انسان کے معنوں میں

استعمال کیا گیا ہو ہمیں اس ضمن میں گوئٹے کے ان الفاظ کو یاد رکھنا چاہیئے:-

اگر اسلام یہی ہے۔ تو کیا ہم سب کے سب مسلمان نہیں ہیں؟ ہاں ہم میں سے جو اشخاص کسی طرح کی خلاقی زندگی بسر کر رہے ہیں اسلام

کی اطاعت کر رہے ہیں +

اس سال نپولین بونا پارٹ نے عید میلاد النبیؐ بڑی تزک و احترام سے منائی۔ ذیل میں تحریرات نپولین میں سے بعض

اقتباسات کا ترجمہ درج کرتا ہوں (از کتب بونا پارٹ اینڈ اسلام صفحہ ۱۰۵ تا ۱۲۵)

"موسیٰ نے اپنی قوم کو خدا کی ہستی سے آگاہ کیا۔ یسوع مسیح نے دنیائے روم کو اس رازِ سرمدی سے مطلع کیا۔ محمدؐ نے ساری کائنات کو توحید کا درس دیا" +

یسوع سے چھ سو سال بعد کا واقعہ ہے کہ عرب بتکدہ تھا۔ محمدؐ نے ابراہیمؑ کے خدا اسمٰعیلؑ کے خدا موسیٰؑ کے خدا اور یسوعؑ کے خدا کی تعلیم دی۔ ایرین اور بعض دیگر فرقوں نے باپ۔ بیٹا۔ اور روح القدس کی حقیقت کا سوال پیدا کر کے مشرق کی جمعیتِ خاطر کو پریشانی میں تبدیل کر دیا۔ محمدؐ نے لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کیا۔ محمدؐ نے یہ تعلیم دی کہ نہ خدا کا کوئی باپ ہے۔ نہ بیٹا نہ شریک۔ تثلیث نے صنم پرستی کے خیال کی تائید کی +

محمدؐ نے صفحاتِ قرآن پر یہ حقیقت ثبت کی "لا الٰہ الا اللہ" +

محمدؐ ایک شاہزادہ تھا اُس نے اپنے اصحاب کو اپنے اردگرد اکٹھا کیا مسلمانوں نے چند سال میں نصف دنیا فتح کر لی۔ انھوں نے چند سال کے عرصہ میں اتنے انسانوں کو جھوٹے خداؤں کی غلطی سے نجات دلائی۔ اتنے بتوں کو سپردِ خاک کیا۔ اتنے صنم کدوں کو مسمار کیا۔ کہ موسیٰ اور یسوع کے پرستار پندرہ صدیوں میں اتنا کچھ نہ کر سکے +

محمدؐ ایک عظیم الشان انسان تھا۔ جو انقلاب اس نے پیدا کیا۔ اگر حالات اُس کے ساز گار نہ ہوتے۔ تو محمدؐ واقعی خدا کہلانے کا مستحق ہوتا۔ جب محمدؐ کی بعثت ہوئی عرب مدت مدید سے خانہ جنگیوں کا شکار تھا جن اقوام نے عظیم الشان کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اُن کو ضرور ان مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ جب تک ارواح و ابدان میں نئی سرگرمی پیدا نہیں ہوتی — یہ فائز المرامیاں نصیب نہیں ہو سکتیں مسلمانوں نے اسلام کے جھنڈے کو دریائے جیحون و سیحون کے ساحل اور سرحداتِ چین پر نصب کر دیا انھوں نے اجنادین اور یرموک کے میدانوں میں فتوحات حاصل کیں۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شام اور مصر میں انکی حکومت قائم ہو گئی۔ اگر خالدوں۔ ضراروں۔ اور عمروں کو شکستیں ہو جاتیں۔ اور ان کو طویل و عریض صحراؤں میں واپس جانا پڑتا۔ اور عربوں کو از سرِ نو خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنی پڑتی۔ اور وہ ایسے ہی مفلوک الحال ہو جاتے جیسے کہ ان کے آباؤ اجداد تھے۔ اس صورت میں دنیا محمدؐ۔ علیؓ اور عمرؓ کے نام سے آشنا نہ ہو سکتی +

منگولوں۔ تاتاریوں ترکوں وغیرہ غیر عرب مسلم اقوام نے اپنے آپ کو دشمنانِ علوم و فنون ثابت کیا ہے لیکن عرب اس سے بری ہیں۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر تو قطعاً یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ اموی خاندان کا خلیفۂ اول معاویہ ایک شاعر تھا اس نے ایک عرب شاعر کو چار اشعار تحریر کرنے پر انعام مرحمت کیا۔ اس کا فرزند یزید بھی شاعر تھا۔ مسلمانوں نے شاعری کی اتنی قدر و منزلت کی۔ کہ اسے شجاعت کے مساوی قرار دیا۔ المنصور۔ ہارون الرشید اور المامون نے

علوم وفنون کی ترویج میں اعلیٰ درجہ کا انہماک ظاہر کیا۔ یہ سلاطین علم ادب کیمیا۔ اور علم حساب کے بیحد دلدادہ تھے۔ یہ لوگ ارباب علم وفضیلت کی صحبتوں میں زندگی بسر کرنا موجب افتخار جانتے تھے۔ انہوں نے یونانی اور لاطینی مصنفین بطلیموس اوڈلیس۔ اور یوکلڈ وغیرہ کی تصنیفات کا عربی زبان میں ترجمہ کرایا۔ انھوں نے ہیئت۔ ادویات اور اخلاقیات کے مدارس مکاتب قایم کئے۔ انہوں نے رصد گاہیں بنائیں مساحت فلاحت کیمیا سیمیا طب منطق اور فلسفہ وغیرہ میں انھوں نے کمال حاصل کیا۔ علم کیمیا علم تحلیل مرکبات مکسور اعشاریہ۔ الجبرا۔ اعداد۔ اور گھڑیاں وغیرہ انہی کی ایجادات ہیں۔ انکی اخلاقی کہانیاں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ اُن کی شاعری شجاعانہ جوش وخروش سے لبریز ہے۔ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے علماء وفضلاء کی بہت تعریف کی ہے۔ اور جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں۔ اور تحقیق اشیاء اور خدمت علوم میں مصروف رہتے ہیں۔ انکے بڑے بڑے درجات بیان کئے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے علم وظائف الاعضاء سے تغافل برتا۔ تو اس کا راز اس علم سے ان کا تعصب مذہبی پر موقوف ہے (یہ دعوئے بے حقیقت ہے۔ مترجم) دار الکتب قاہرہ میں صرف ۶ ہزار جلدیں علم ہیئت ونجوم پر تھیں۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ کتابیں دیگر علوم کی تھیں۔ قرطبہ کی لائبریریوں میں ۳ لاکھ کتابیں تھیں خلفائے عرب کے پانچسو سال کے دور حکومت میں علوم وفنون کی سلطنت رہی اور ان میں عظیم الشان ترقیاں ہوئیں منگولوں کی یورش نے ترقی کی اس قیامت خیز رو کو یکسر روک دیا +

کثرتِ ازدواج

محمدؐ سے پیشتر ایک شخص جتنی عورتوں کو چاہے۔ اپنے نکاح میں لا سکتا تھا۔ امرا متعدد عورتوں سے شادیاں کرلیا کرتے تھے۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے غیر معینہ تعداد کی حدبندی کی۔ بنا بریں آپنے کثرت ازدواج کو روک دیا۔ عورتیں مردوں سے زیادہ متولد نہیں ہوتیں۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ محمدؐ کے مذہب میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس خصوص شریعت مسیح کی تقلید نہ کی؟ یورپ میں قانون ساز اقوام نے خواہ یونانی ہوں یا جرمن خواہ رومن ہوں یا گال خواہ ان کا تعلق سرزمین ہسپانیہ سے ہو یا برطانیہ سے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بخلاف ازیں مشرق میں کثرت ازواج کی اجازت رہی ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔ کہ ایک زمانہ میں تمام فرزندان آدم یہودی۔ اعشاری۔ عرب ایرانی تاتاری یا افریقی سب کے سب ایک سے زیادہ بیویوں کے شوہر تھے بعض اشخاص نے مشرق ومغرب کے اس تفاوت کو جغرافیائی اسباب پر محمول کیا ہے۔ ایشیا اور افریقہ میں مختلف رنگوں کی اقوام آباد ہیں۔ اُن کو ایکدوسرے سے ملانے اور پیوستہ کر دینے کا واحد علاج کثرت ازواج ہے۔ تاکہ کالے گوروں کو نہ مار سکیں۔ اور گوری چمڑی والے سانولوں پر ظلم نہ کر سکیں۔ کثرت ازواج کا دستور اُن کو ایک ماں کے بیٹوں کی مانند بنا سکتا ہے۔ اور وہ ایک دسترخوان پر بلا روک ٹوک بیٹھ کر کھانا تناول کر سکتے ہیں۔ مشرق میں کسی خاص رنگ والی قوم کو دوسری پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ تاہم اس مُدعا کیلئے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے چار بیویاں تک کر لینے کی اجازت کو کافی تصور کیا۔

اس پر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ نہیں ہے۔ تو چار عورتوں تک سے نکاح کر لینے کی اجازت دینا کن امکانات پر معقول خیال کیا جا سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ طبقہ اُمرا کے علاوہ متوسط اور غربا شاذ و نادر ہی اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہی لوگ کثرت سے ہوتے ہیں مختلف رنگ والوں کو بذریعہ رشتہ ہائے نکاح ایک دوسرے سے پیوستہ کر دینا باہمی محبت و مودت کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری نو آبادیات میں کالے بھی آزادی والے بن جائیں۔ اگر ہم اس تعصب کے داغ کو دھلانا چاہتے ہیں۔ جو اختلاف رنگ پر مبنی ہے۔ تو ہمارے اضعاف آئین کو کثرت ازواج کی اجازت دینے سے مجتنب نہیں رہنا چاہیے، +

غلامی

مشرق میں غلامی کی نوعیت بھی مغربی نوعیت غلامی سے یکسر متفاوت ہے۔ مشرق میں غلامی عہد نامہ عتیق کی تصریحات کے مماثل ہے۔ غلام اپنے مالک کی جائداد سے حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور مرحوم مالک کی لڑکی سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔ اکثر پاشا ترک غلام تھے۔ اکثر وزرائے اعظم۔ تمام ممالیک علی بے مراد بے وغیرہ غلام تھے + انھوں نے اپنے مالکوں کے گھروں میں ادنیٰ ترین خدمات سے انجام دیکر اپنی تمدنی زندگی کا آغاز کیا۔ اور آخر کار اپنی فضیلت و قابلیت یا حکومت وقت کی خاص عنایت سے اٹھے اور درجات پر متمکن ہوئے مغرب میں غلاموں کی حیثیت گھر کے نوکروں میں سے بھی کم ہوتی ہے۔ اور اُن کو ذلیل و حقیر ترین تصور کیا جاتا ہے۔ اس خصوص میں مشرق و مغرب کے تخیلات میں اس قدر فرق ہے۔ کہ مصری بہت عرصے تک یہ نہ سمجھ سکے۔ کہ تمام فرانسیسی فوج نپولین بوناپارٹ کے مملوکہ غلاموں پر مشتمل نہ تھی گھر کا بڑا آدمی مجسٹریٹ بھی ہوتا ہے، اسے اپنی بیویوں بچوں اور غلاموں پر کامل آزادانہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے اختیارات میں کوئی تعرض نہیں روا رکھا جاتا۔ نظم و نسق عامۃ المسلمین کا ذمہ دار گھر کے اندرونی معاملات میں قطعاً کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ ضوابط دیوانی کی رُو سے اس کی ازواج کو خاص گونہ احترام حاصل ہوتا ہے، +

نپولین کا خواب

نپولین ایک بہت بڑا کارکن اور کارفرما شخص تھا۔ اور تمام کارفرماؤں کی طرح دلدادہ تخیلات بھی تھا۔ اس کا ایک خواب جو کہ اس کے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتا رہا۔ اس کی تعبیر پر اس کی مندرجہ ذیل تحریر شاہد ہے:۔

مجھے اُمید ہے۔ کہ وہ وقت دور نہیں۔ کہ جب میں تمام جہاں کے ارباب علم و فراست کو متحد و متفق کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اور قرآن کے اصول کے مطابق ایک مشترکہ دستور حیات کے ارکان ہیئت عاملہ کو قائم و مستحکم کر سکوں گا۔ اس لئے کہ صرف قوانین قرآن ہی ایسے ہیں جو صداقت پر مبنی ہیں۔ اور وہی نوع انسان کو خوشحالی اور فارغ البالی کی منزل کا رستہ دکھا سکتے ہیں +

لیکن یہ خواب عملی جامہ نہ پہن سکا۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ خواب کبھی کسی اور کی زندگی میں پورا ہو گا یا نہیں۔ اس کا جواب خود وقت دیگا +

تجدید نسخ المذاہب

از قلم جناب کے قدوس صاحب

اسلام اُن چیزوں میں کسی جدت طراز کا حامی نہیں ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں۔ اور ہمارا یہ خیال کرنا کہ ہماری جدت طرازی سے خدائی کاموں میں اصلاح ہو سکتی ہے، سراسر گستاخی ہے! اگر اشیائے کائنات کسی عالم الغیب خدا کی منشا کے مطابق مخلوق ہوئی ہیں تو وہ خدا خود ہی آئندہ تغیرات کو مدنظر رکھ کر ضروریات لازمی کو پہلے سے مہیا کریگا! ور تمام کائنات میں ہمیں یہی بات نظر آتی ہے نئے حالات کے ماتحت، مروجہ قوانین کی منسوخی ضرور عمل میں آتی ہے لیکن اُس مواد میں جو فطرت نے مہیا کیا ہے کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ نئی ضروریات کے پورا کرنے میں اُسی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ موجودہ صدی کو ایجادات کا زمانہ کہ سکتے ہیں لاسلکی، نشر صوت، ہوائی جہاز اور آب دوز کشتیاں یہ سب ہمارے سامنے عالم وجود میں آئی ہیں لیکن ہم نے اُن کیلئے مادہ ایجاد نہیں کیا ہم نے ان چیزوں کو جو دنیا میں پہلے ہی سے موجود تھیں۔ ایک خاص ترتیب سے منتظم کر لیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان نئی مشینوں میں مختلف اشیاء سے مطابقت پیدا ہو گئی لیکن وہ خواص تو اشیاء میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ اُن کے نئے خواص ہمارے علم میں آتے جاتے ہیں لیکن ہم ان کو ایجاد نہیں کرتے بلکہ محض دریافت کرتے ہیں۔ اُس کے بالمقابل انسانی ساختہ اشیاء نئے حالات کے پیدا ہونے پر خارج از استعمال ہو جاتی ہیں۔ اور نئے نظام کے ماتحت انسانی محنت کی از سر نو ترتیب ضروری ہو جاتی ہے! ور قدرتی اور مصنوعی اشیاء میں یہی فرق ہے۔ قدرتی اشیاء میں کسی تغیر کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن مصنوعی اشیاء پر تنزل بدلتی رہتی ہیں +

اس امتیازی اصول کی بناء پر ان کتب کے متعلق بھی فیصلہ ہو سکتا ہے جو الہامی الاصل ہونے کی مدعی ہیں۔ اگر وہ خدا کی طرف سے ہیں تو پھر انہیں تجدید کی ضرورت ہے، نہ تاویل معانی کی۔ زندگی کی نئی ضرورتوں نئی آیت کی بھی ضرورت ہے، لیکن اگر کوئی کتاب فی الواقع کلام الٰہی ہو تو پھر اُس کی زبان ایسی وسیع المعانی ہونی چاہیئے کہ نئی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ جو مذاہب انسانی روایات پر مبنی ہیں اُنہیں نئے خیالات سے تطابق پیدا کرنے کی ضرورت لازمی طور پر محسوس ہوتی رہتی ہے، اور چونکہ ہمیں بھی اپنے مذاہب سے شدید وابستگی ہوتی ہے اسلئے ہم مجبوراً ہر قدم پر تجدید مذہب کیلئے مجبور ہو جاتے ہیں +

بدقسمتی سے حضرت یسوع کی تعلیمات ابتداہی سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اور چونکہ اُنکی قوم نے اُنکے پیش کردہ مذہب کو رد کر دیا اسلئے اُنکے پیروؤں نے غیر یہودی اقوام کا سہارا ڈھونڈا۔ مسیحی بزرگان دین نے اپنے مذہب کو بت پرستوں میں مقبول بنانے کیلئے، حضرت یسوع کے سیدھے سادے مذہب کو غیر یہودی اقوام کے خیالات کے ماتحت رکھ دیا۔ اس وجہ سے پے در پے بہت سی مذہبی مجالس منعقد ہوئیں، جن کا مقصد یہ تھا کہ مسیحی مذہب کو مشرکوں کے عقاید کے سانچے میں ڈھال دیا جائے، حتےٰ کہ پانچویں صدی میں مسیحی مذہب کی قلب ماہیت ہو گئی۔ جب احیاء العلوم کا دور شروع ہوا تو لوگوں کی طبائع کا میلان اس طرف ہوا۔ کہ مذہب کو نئی بنیادوں پر مبنی کیا جائے۔ چنانچہ دور اصلاح شروع ہوا۔ اور مسیحی دنیا کو ایک

معین عرصہ کیلئے تسلی حاصل ہو گئی اس کے بعد سائنس اور مذہب میں شدید معرکہ آرائی شروع ہوئی! اگرچہ مسیحی مذہب نے سائنس کا گلا گھونٹنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن سائنس ایسا سخت جان نکلا کہ مذہب کی تمام ممکن کوششوں کے باوجود مغلوب نہ ہو سکا اور انجام کار مسیحیت پر غالب آگیا۔ تب کلیسیاء نے مصالحانہ رویہ اختیار کیا! اور اس موقع پر تحریک جدید مسیحیت کی مدد کیلئے آن پہنچی۔ پرانے عقاید کو نئے انداز میں پیش کیا گیا لیکن چونکہ اصلاح و تنسیخ کا کام تعلیمیافتہ طبقہ یعنی جدید الخیال ارباب کلیسیاء کے ہاتھ میں آگیا اسلئے انہیں ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر بارنز (بحوالہ ڈیلی ٹیلیگراف جون ۱۹۳۱ء) تو اب نئے عقاید کے خواہشمند ہیں کیونکہ بقول ڈاکٹر موصوف "قدیم مسیحی عقاید مذہب اور سائنس دونوں کے اعتبار سے اغلاط سے پاک نہیں ہیں" سچ تو یہ ہے کہ فاضل موصوف نے ایک حقیقت کا اعتراف کیا ہے لیکن اگر مذہب الہام ربانی پر مبنی ہے تو ان کا قول مستند نہیں ہو سکتا +

ہندو مذہب میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کا ہمیں کوئی علم نہیں کیونکہ قدیم ہندوؤں کی تاریخ محفوظ نہیں لیکن وہ بھی چونکہ مذہب انسانی روایات پر مبنی تھا اسلئے ہمارا خیال ہے کہ تجدید و ترمیم سے محفوظ نہ رہ سکا ہو گا گزشتہ صدی میں ہندوؤں کے درمیان ایک جدید تحریک کا حامی پیدا ہوا جس کا نام رام موہن رائے تھا اور انکے قابل شاگرد کیشب چندر سین انکے جانشین ہوئے ان دونوں نے ملکر مذہبی سوسائٹی موسومہ برہمو سماج کی بنیاد موحدانہ رنگ میں ڈالی انہوں نے قرآن مجید سے بہت کچھ استفادہ کیا لیکن چونکہ وہ اسبات کے قائل نہیں تھے کہ الہام کا سرچشمہ خارجی ہے اسلئے انہیں مجبوراً ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنی پڑی انہوں نے توحید باری تعالیٰ پر ایمان لاکر ہندو مذہب سے جدائی اختیار کرلی! رام موہن رائے موصوف کے بعد ہندوؤں میں ایک شخص پیدا ہوا جس نے تجدید کا آوازہ بلند کیا۔ یہ شخص دیانند تھے۔ انہوں نے آریہ سماج نام سے ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی اگرچہ ہندوؤں نے انکی تفسیر وید کو تسلیم نہیں کیا لیکن انہوں نے یہ کہا ہے کہ ویدوں میں ایک سے زیادہ خداؤں کی تعلیم نہیں ہے۔ لیکن تجدید کی سپرٹ ان کو حدود مناسب سے بڑھا لے گئی۔ انہوں نے تمام اختراعات جدیدہ کو ویدوں سے نکالنے کی کوشش کی انکے قول کے مطابق ویدوں میں سٹیم انجن اور بجلی وغیرہ کا ذکر موجود ہے انکی خاک سے ہندو قوم کو بہت نقصان پہنچا اور کوئی شخص انکے نقش قدم پر نہ چل سکا۔ ورنہ آج ہمیں یہ اطلاع بھی ملتی کہ ویدوں میں لاسلکی آلہ نشر صوت اور ایٹم بم وغیرہ کا بھی ذکر موجود ہے افسوس تو یہ ہے کہ ہندو وید تعلیم جو لوگ قابل ہیں وہ سیاست کے میدان میں آگئے ہیں جس کی مقتضیات ویدک تعلیم کے مطابق نہیں ہیں ہندو دھرم میں علیحدہ رہنے کی سپرٹ موجود ہے اور اسکے ماننے والے نہ صرف مختلف ذاتوں میں منقسم ہیں بلکہ وہ لکھوکہا انسانوں کو جنہیں ہندو اصطلاح میں اچھوت کہتے ہیں معمولی انسانی حقوق بھی عطا نہیں کرتا۔ یہ سپرٹ اس حد تک سرایت کر گئی ہے جس کی آج ہر طرف سے صدا بلند ہو رہی ہے ہندو قوم پرستوں نے اس دشواری کو دیکھ لیا تھا اور اپنے مذہب کے عجز کا اعتراف کر لیا چنانچہ اب ہر ممکن کوشش اس امر کیلئے کی جا رہی ہے کہ "اچھوت پن" کے داغ کو ان انسانوں کے ماتھے سے دور کر دیا جائے لیکن یہ کوشش کبھی بار آور نہیں ہو گی +

اسکے بالمقابل اسلام اور قرآن مجید ان دونوں کو کسی تجدید کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ کتاب اس قدر وسیع المعانی ہے کہ ہر نئی ضرورت کا حل اس کے اندر موجود ہے! اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر اس کتاب کو الہامی ہونے کا دعوےٰ ہی نہیں ہو سکتا تھا! درحقیقت بھی یہی ہے کہ جو کتاب منجانب اللہ ہونے کی مدعی ہو۔ اسلئے لازم ہے کہ ان تمام باتوں کا حل عطا کرے۔ جن کی وجہ سے مذاہب میں تجدید کی ضرورت پیش آتی ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپ میں اشاعت اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں۔

۱

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپ میں نومسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے۔

۲

دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریوں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے۔

۳

مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے۔ جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے

۴

لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نو مسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس پر یکصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے۔

۵

رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زاید مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع دعوت سے کی جاتی ہے یہ مجمع مسلمین و نومسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے

۶

دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

۷

تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نومسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے۔

۸

انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نومسلمین و غیر مسلمین کو مفت نذر کی جاتی ہیں۔

۹

مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جن میں مسلم نومسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے۔

۱۰

عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

۱۱

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا واحد مستقل ماہواری انگریزی رسالہ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نومسلمین کے مضامین ہوتے ہیں ہر رسالہ کو نومسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ۸ روپیہ مفت تقسیم طلباء سے ۵ روپیہ معہ محصول ڈاک۔ نمونہ مفت

۱۲

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطۂ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جملہ تبلیغی جد و جہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مسلم پرنٹنگ ورکس میں باہتمام اللہ داد خاں پرنٹر چھپا کر خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

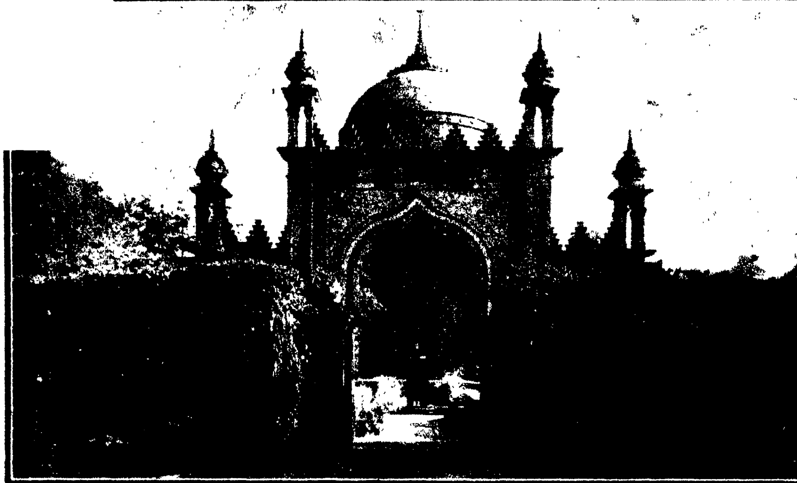
PRIL, 1932. Registered L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریّہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانی مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (نمبر) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا۔

(۳) انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۴) سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

(۵) اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ج ۱۔ جناب دی رائٹ آنریبل سر رولینڈ جارج النس البنس ن بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق۔ بی اے (کینٹب) ایم آئی سی ای آئی ای آئی آف اکاڈا ہوس۔ کیلارنی۔ آئرلینڈ (چیرمین)

۲۔ جناب سر عباس علی بیگ صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای سی۔ ایس۔ آئی ایل ایل۔ ڈی۔ بی۔ اے۔ ایف۔ یو۔ بی۔ آف بمبئی اینڈ کلکتہ۔

۳۔ جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا اسسٹنٹ اینڈ ڈسٹرکٹ جج لائل پور

۴۔ جناب حکیم محمد جمیل خاں صاحب رئیس اعظم فرزند جناب حکیم اجمل خاں صاحب رئیس اعظم دہلی

۵۔ کنور شری بدر الدین صاحب فرزند عالیجناب ہز ہائی نس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست منگرول (کاٹھیاوار)

۶۔ جناب شیخ عبد الحمید صاحب مالک انگلش ویرہوس۔ دی مال۔ لاہور

۷۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کاٹن فلور ملز۔ لائل پور

۸۔ جناب خان بہادر غلام صمدانی صاحب ریونیو اسسٹنٹ پشاور (سرحد)

۹۔ خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی (سرحد) پشاور۔

۱۰۔ جناب ملک شیر محمد خاں صاحب بی اے سپیشل اسسٹنٹ ٹو منسٹر مال ریاست جموں و کشمیر

۱۱۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

۱۲۔ جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے۔ بی ٹی (قائم مقام امام مسجد ووکنگ انگلستان

۱۳۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بانی ووکنگ مسلم مشن (وائس پریذیڈنٹ)

۱۴۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکرٹری)

۱۵۔ جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور

۱۶۔ جناب مولوی مصطفےٰ خاں صاحب بی اے لاہور۔ مسلم مشنری

۱۷۔ جناب خواجہ عبد الغنی صاحب (سکرٹری)

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

د۔ ۱۔ جناب سر میاں محمد شفیع صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی سی آئی۔ ای۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ بیرسٹرایٹ لا لاہور

۲۔ جناب خانصاحب سعادت علی خانصاحب رئیس اعظم سکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۳۔ جناب محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ لاہور

۴۔ جناب ملک شیر محمد خاں صاحب بی اے سپیشل اسسٹنٹ ٹو منسٹر مال صاحب بہادر ریاست جموں و کشمیر

۵۔ جناب کنور شری بدر الدین صاحب بی اے خلف الصدق عالیجناب ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر۔ ریاست منگرول (کاٹھیاوار)

۶۔ جناب خان بہادر شیخ محمد اسماعیل صاحب مالک دکان احمد دین برادرز راولپنڈی۔

۷۔ جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ و وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور (سرحد)

۸۔ جناب میجر شمس الدین صاحب بی اے۔ فنانشل سکرٹری (ریاست بہاولپور)

۹۔ خانصاحب جناب محمد اسلم خانصاحب بہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم مردان (سرحد)

۱۰۔ جناب احمد ملا داؤد صاحب مدنی سوداگر۔ رنگون۔ برہما۔

۱۱۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کاٹن فلور ملز۔ لائل پور۔

۱۲۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور۔

۱۳۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ بانئے ووکنگ مسلم مشن انگلستان (پریذیڈنٹ)

۱۴۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس۔ سابق سول سرجن سرحد لاہور (آنریری فنانشل سکرٹری)

۱۵۔ جناب خواجہ عبد الغنی صاحب (سکرٹری ٹرسٹ)

ضروری ہدایات

ھ۔ ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking
Surrey, England.

۵۔ بنکرس۔ لائڈز بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ۔ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] بمعہ محصول ڈاک۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبہ و مفت تقسیم کے لئے [illegible] بمعہ محصول ڈاک

تمام خط و کتابت بنام { سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)



A Partial View of the Eid-ul-Fitr (1350 A.H.) Congregation at the Shah Jehan Mosque, Woking, while at their prayers.



THE HOST OF THE HAPPY OCCASION:

H. E. 'Abd el-Wahhāb Dāwūd Bey, the Egyptian Chargé d'Affaires in London (3rd from the left), with other Egyptian Friends at the Royal Egyptian Legation, London, W.

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) بابت ماہ اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ذوالحج ۱۳۵۰ھ نمبر (۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو گذشتہ عید الفطر کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ یہ عید بروز منگل مورخہ ۹ فروری سنہ ۱۹۳۷ء شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں منائی گئی۔ اسمیں مختلف اقوام کے مسلم بھائی اور بہنیں حالت قعدہ میں نظر آ رہے ہیں۔ جو اسلامی مساوات کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ تصویر کی پشت پر بائیں طرف سے تیسرے بزرگ عالیجناب عبد الوہاب بے صاحب مصری سفیر مقیم لندن ہیں۔ جنہوں نے اس سال

عید الفطر

کے جملہ اخراجات متعلقہ دعوت عطا فرما کر مشن کا ہاتھ بٹایا۔ جزاکم اللہ واحسن الجزا +

عید قربان کا تہوار ہر سال آتا اور گذرتا ہے۔ بادی النظر میں اس تہوار کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ پرانی بت پرستی کی رسم کا کچھ بقیہ ہے۔ اگر اس سے غرض صرف جانور کو مارنا اور اس طریق سے خدا کو خوش کرنا یا اس کے غیظ و غضب کو فرو کرنا ہوتا۔ تو شاید یہ خیال درست ہوتا۔ گو اسمیں شک نہیں کہ یہ رسم قدیم دنیا میں اس خیال سے رائج ہوئی +

پہلے وقتوں میں مصائب و آلام۔ خدا کے غضب کا نشان سمجھے جاتے تھے۔ اور اس غضب کو دور کرنے کے لئے جانور کو ماردینا کافی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ قدیم زمانہ میں سب سے بڑا مذہبی پیشوا ایک نوجوان کے پیٹ میں خنجر بھونک دیتا تھا۔ یہ نوجوان تمام کیلئے کفارہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس خیال سے اسکی پرورش کی جاتی تھی۔ اسے ooblal کہا جاتا تھا۔ خنجر بھونکنے کے وقت مذہبی پیشوا نہایت عارفانہ انداز سے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا تھا۔ اور اپنی زبان سے کہتا تھا۔ کہ خدا نے اس قربانی کو منظور کر لیا ہے۔ اور اس کا غضب اب دور ہو گیا ہے +

یہ ٹلیو جو قوم کے گناہوں کا کفارہ ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ متبرک خیال کیا جانے لگا۔ اور لوگ اسکی

پرستش کرنے لگے۔ اس طرح قدیم دُنیا میں اس ٹیبو کی قربانی کی ایک عام رسم ہو گئی۔ جس سے جنوبی مغربی ممالک میں بہت سی مشرکانہ رسوم پیدا ہو گئیں +

چونکہ ٹیبو کو متبرک اور مقدس خیال کیا جانے لگا۔ اسلئے یہ خیال بھی اس کے ساتھ پیدا ہو گیا۔ کہ اسکی پیدائش بھی عام طریق سے نہیں ہونی چاہئے۔ چنانچہ کنواری کے پیٹ سے بچہ پیدا ہونے کا مسئلہ ایجاد کیا گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک مشرکانہ مذہب میں اس قسم کے ٹیبو ملتے ہیں۔ جو رفتہ رفتہ خدا تسلیم کئے گئے +

قربانی کی رسم بنفسہ نہایت ہی اہم رسم ہے۔ اور نسل انسانی کی ابتدا سے اس کا پتہ چلتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ یہ رسم بڑھتے بڑھتے انسانی قربانی کی شکل میں منتقل ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں انسانی قربانی کا رواج تھا لیکن آپ نے اسمیں اصلاح فرمائی۔ اور انسانی قربانی کی بجائے حیوانی قربانی کو رائج کیا +

اسلام اس قسم کی باتوں کی اصلاح کے لئے آیا تھا۔ چنانچہ اس نے یا تو اس قسم کی رسوم کو بالکل اڑا دیا یا اُن کا اس قدر حصہ بحال رکھا۔ جو انسانی نیکی اور تقویٰ کے لئے ضروری ہے +

قرآن مجید نے رسم و ریا کی نیکی کو دور کر دیا ہے۔ چنانچہ قربانی کے متعلق بھی قرآن کریم میں صریح ارشاد ہوتا ہے۔ کہ قربانی کا خون۔ گوشت۔ پوست۔ خدا کو نہیں پہنچتا +

گوشت بہتر خوراک ہے لیکن غرباء کو میسر نہیں۔ اسلئے قرآن کریم نے حکم دیا۔ کہ قربانی کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا جائے تاکہ یہ لوگ بھی اس خوراک سے متمتع ہو سکیں۔ لیکن ایک خاص اہم بات جس پر قرآن کریم نے زور دیا ہے وہ **قربانی کی روح** ہے۔ اور یہی **اصل تقویٰ** کا ذریعہ ہے +

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اسلام میں نیکی کا مفہوم یہ نہیں کہ کوئی مذہبی مقدس رسوم کو ادا کیا جائے بلکہ قرآن کریم کے الفاظ میں نیکی اُس چیز کا نام ہے جس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے۔ اور اسی طرح نیکی کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ ان چیزوں سے

اجتناب کیا جائے جس سے نسل انسانی کے مفاد کو نقصان ہو۔ اسلئے اسلامی نیکی کو دوسرے مذاہب کی نیکیوں سے خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اسلامی نیکی کا مفہوم افادہ عام ہے +

خدا تعالےٰ کی آخری کتاب قرآن کریم نے نیکی کے حصول کے لئے تین چیزوں پر حصر کیا ہے۔ وہ تین چیزیں حسب ذیل ہیں :-

---

اوّل :- ہمیں اپنے آپ کو تمام نقائص اور عیوب سے پاک اور بالاتر رکھنا چاہئے +

دوسرے :- ہم کو سب محاسن اور خوبیوں کو جمع کرنا چاہئے +

سوئم :- اُن جائز اشیاء کو بھی ترک کر دینا چاہئے۔ جو کسی اعلےٰ مقصد کے حصول میں سدّراہ ہوں +

بُرائی سے بچنا تو کوئی خاص خوبی نہیں۔ یہ تو ہمارا فرض ہے۔ لیکن جائز اور حلال چیز کو ترک کرنا بھی اس وقت ضروری ہو جاتا ہے۔ جب یہ چیز کسی اعلےٰ مقصد میں رخنہ انداز ہو۔ اور یہی وہ موقع ہے۔ جہاں **قربانی کی رُوح** کار فرما ہوتی ہے +

اسلام نے اسلئے قربانی پر بڑا زور دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام قربانیوں کا ہی مذہب ہے وہ تمام نیکیوں کا انحصار قربانی پر رکھتا ہے۔ اور نہایت صاف لفظوں میں قرآن کریم نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم ہرگز ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے۔ جبتک کہ اپنی محبوب ترین چیز کو خدا کی راہ میں قربان نہ کر دیں مثلاً **جان۔ وقت۔ مال و دولت۔ خوراک۔ خاندانی تعلقات۔ بیوی بال بچّہ۔ وطن اور ملک** یہ سب چیزیں ہماری محبوب ہیں ہمیں اپنی جان مال و دولت اور دوسری چیزیں بعض وقت قوم اور ملک کے مفاد کیلئے قربان کرنی پڑتی ہیں۔ اسلام کا منشاء یہ ہے۔ کہ ہم میں یہ **قربانی کی رُوح** پیدا کرے۔ اور اسلئے **ارکان اسلام** کی پابندی میں ہمیں قربانی کا سبق پڑھایا گیا ہے +

جانور کی قربانی جو ہم ہر سال کرتے ہیں۔ اُس قربانی کی ایک ظاہری صورت ہے۔ انسانی فطرت دو چیزوں کا مجموعہ ہے **حیوانیّت** اور **ملکیّت**۔ حیوانیت کو مارنے سے ہم اعلےٰ مراتب روحانی کو پہنچ سکتے ہیں۔ اور یہی سبق ہمارے لئے ہر سال قربانی میں دُھرایا جاتا ہے۔ جو شخص عید قربان کے دن جانور کو ذبح کر دیتا ہے۔ مگر اس حقیقی سبق کو حاصل نہیں کرتا۔ وہ حقیقت میں ایک جانور کی جان لیتا ہے +

مسجد ووکنگ میں عید پر دعوت

برادرانِ اسلام! جس روز رسالہ ہذا آپ کے پیش نظر ہوگا۔ اس سے ہفتہ عشرہ کے بعد عید الضحےٰ ہوگی۔ اس لئے پیش از وقت ہدیہ تہنیت قبول فرمائیں +

ذیل کی سطور آپ کی توجہ کی محتاج ہیں عید الضحےٰ کا تہوار انشاء اللہ تعالےٰ تمام اسلامی دنیا میں ۱۶ اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو منایا جائیگا۔ اور اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بھی یہ تقریب ہوگی لیکن اسلامی دنیا اور مسجد ووکنگ میں نمایاں فرق ہے۔ کیونکہ مسجد ووکنگ کا تہوار عید ایک ایسے ملک میں منایا جائیگا۔ جہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر مسلم انگریز نژاد اسلام کے حقیقی مفہوم کو عملاً دیکھ کر اسکی دل سے قدر و منزلت کریں۔ یہ تقریب سعید انگلستان میں بارگراں کی مقتضی ہے۔ ان سعید خوشگوار مواقعہ پر غیر مسلم لوگوں کو مسلمانوں کی عملی زندگی دیکھنے اور اسلام کی عدیم النظیر اخوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اس پیام اسلام کو سننے کا موقعہ ملتا ہے۔ جو تمام نسل انسانی کیلئے ہے +

ہمیں ان موقعوں پر ان مسلم بھائیوں کو مدعو کرنا ہوتا ہے۔ جو اس وقت لندن میں مقیم ہوتے ہیں۔ انکے علاوہ بہت سے نومسلم انگریز نژاد اخوان و خواتین اور غیر مسلم دوستوں کو تاکہ وہ ان سعید تقریبوں میں شامل ہو کر اسلام کی آپس کی سچی محبت و اخوت کا عملی نقشہ دیکھ لیں +

اغراض بالا کے لئے مشن ووکنگ کو ہر سال بہت سے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ ہر عید پر یکصد پونڈ یا سکہ ہندی ساڑھے تیرہ صد روپیہ لگ بھگ صرف ہو جاتا ہے۔ ہمارے مسلم بھائی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ انگلستان جیسے گراں سرزمین میں پانچ چھ صد معززین کو مدعو کرنا کس قدر کثیر اخراجات چاہتا ہے۔ جسے مشن کو سال میں دو مرتبہ برداشت کرنا پڑتا ہے اس لئے جن مسلم بھائیوں کی نگاہ سے یہ سطور گذریں۔ عید کے روز جہاں وہ اپنے ذاتی مصارف کا خیال فرمائیں۔ ہاں اس اسلامی کام کی عید کی اہم ضروریات کو بھی فراموش نہ فرمائیں۔ جو کچھ کسی مسلم بھائی سے ہو سکے حسب استطاعت آغاز مئی ۱۹۳۲ء سے پیشتر اس کار خیر کے لئے ارسال فرمائے۔ تاکہ یہ رقوم آغاز مئی ۱۹۳۲ء میں عید کے اخراجات کی ادائیگی کیلئے لندن بھیجی جاسکیں +

عید کے تمام صدقات - زکوٰۃ - خیرات - نذر و نیاز - اور قربانی کی کھالوں کی قیمت کا یہ کارِ خیر بہترین مصرف ہے +

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مشن ووکنگ - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور ہوں

عزیز منزل - لاہور
۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء

خادم - خواجہ عبد الغنی
سکرٹری مشن ووکنگ ٹرسٹ

زکوٰۃ وخیرات کا بہترین مصرف

جناب مسٹر ہیری - ای - ہین کل - کلفورنیا - امریکہ
کا
اعلانِ اسلام

ناظرین کرام یہ پڑھ کر مسرور ہونگے - کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی یورپ و امریکہ میں مفت اشاعت کی مساعی مثمر ہو رہی ہیں - ووکنگ کی ہفتہ واری ڈاک میں کسی نہ کسی سعید روح کا اعلان ہوتا ہے - یہ نو مسلمین عموماً اسلامک ریویو کو اپنی مقامی لائبریری میں مطالعہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوتی ہیں ......

...... ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ عیسائی دنیا آستانہ اسلام پر کھڑی ہو کر دستک دے رہی ہے - آج ہم مسٹر ہینکل کا اعلان اسلام درج ذیل میں درج کرتے ہیں - جنہوں نے اسلامک ریویو کو پڑھ کر بہت سی شکوک و استفسارات پیش کئے پھر ان سب کا مسجد ووکنگ سے بذریعہ خطوط کے تسلی بخش جواب پا کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے - اللّٰھم زد فزد

اس بزرگ کے قبول اسلام کا سہرا عالیجناب شیخ محمد اسمعیل - مولا بخش میاں محمد صاحبان مالکان مسلم فلور ملز لائلپور کے سر ہے - ان بزرگوں کے عطیہ سے ہی یورپ و امریکہ کی چالیس لائبریریوں کے نام رسالہ اسلامک ریویو ان کی طرف سے مفت بھیجا جاتا ہے - چنانچہ ان چالیس لائبریریوں میں لاس انجلز - کلیفورنیا امریکہ کی بھی لائبریری ہے اور اسی مقامی لائبریری میں مسٹر ہینکل موصوف نے رسالہ اسلامک ریویو کو پڑھا - اور مسلمان ہو گئے +

یورپ میں اقوام کی تیز گامی جو مغربی قلوب کو اس سرعت کے ساتھ اسلام کے قریب لے آئی ہے محیر العقول ہے - اب کمی فقط یہ ہے کہ ہم اسلامی ادبیات کو یورپ و امریکہ میں وسیع پیمانہ پر مفت تقسیم کرنے کے وسیع ذرائع نہیں رکھتے ورنہ اسلام تو حیرت انگیز طریق سے مغرب میں پھیل سکتا ہے - سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ

از لوس انجلز - کلیفورنیا - امریکہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۲ء

بخدمت جناب اسسٹنٹ امام صاحب مسجد ووکنگ - سرے - انگلستان

پیارے بھائی - ۲۴ نومبر ۱۹۳۱ء کے گرامی نامہ کا شکریہ - میں نے ان اسلامی کتب کو جو آپ نے ازراہ

محبت ارسال فرمایا۔ خوب پڑھا اور بار بار پڑھا۔ اُن کے علاوہ قرآن کریم کے مطالعہ میں بھی میں نے بہت سا وقت صرف کیا۔ اس محبت بھری کتاب عظیم نے مجھے حقیقی سکون بخشا۔ طمانیت قلب عطا کی۔ اس وقت جبکہ مذہبی رجحان طبع مجھے تشکک و دہریت کے اتھاہ گڑھے کی طرف لے جارہا تھا اس وقت اسلامک ریویو کی ایک کاپی مجھے مقامی لائبریری میں ملی۔ جس کا میں نے دلچسپی سے مطالعہ کیا اور آپ سے سلسلہ خط و کتابت شروع ہوا +

گو میں عیسائیوں کے ہاں پیدا ہوا۔ اُن میں ہی پرورش پائی لیکن اوائل عمر سے ہی مجھے انجیلی تعلیمات سے نفرت تھی۔ عیسائیت کی ناقابل فہم ایمان قصے کہانیوں اور اسکی دیگر بیہودگیوں سے مجھے دلی تنفر تھا۔ کیا آپ مجھے اُن راہوں سے مطلع کر سکتے ہیں۔ جن پر گامزن ہو کر میں پکا مسلم ہو جاؤں۔ آپ کا جواب میری مسرت کا موجب ہوگا۔ جس کی میں دل سے قدر کرونگا۔ میں حضرت نبی کریم صلعم کی پیاری تعلیمات کی اتباع کا دل سے متمنی ہوں ..... اور ارکانِ اسلام پر پورا پورا ایمان ہے +

اللہ تعالےٰ آپ پر اپنا رحم و فضل نازل فرمائے +

آپ کا بھائی

ہیری ۔ ای ہینیکل

ایک امریکن پروفیسر حقانیتِ اسلام پر

امریکہ کی سنسنائی یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر ہوورڈ نے اسلامیت پر لیکچر دیتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس قابل ہیں۔ کہ ہر متلاشی حق انھیں غور اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کرے۔ پروفیسر موصوف نے بتایا۔ کہ :-

ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں۔ مگر واقعات کو پیش نظر رکھ کر تسلیم کرنا ہی پڑیگا۔ کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ وہ اس قوم پر حکومت کر رہا ہے۔ جو ازمنہ مظلمہ میں عیسائیوں کیلئے شمع ہدایت بنی رہی۔ اور جس نے اپنے علوم وفنون سے ہمارے دماغوں کو سیراب و شاداب کیا +

آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اگر اسلامی حکومتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں تو اسلام اور مسلمان فنا نہیں ہو سکتے۔ جو چیز انھیں حیات تازہ بخشتی ہے۔ وہ اُن کی کتاب قرآن ہے۔ جو اپنی اصل کے اعتبار سے

الیسی ہی محفوظ ہے۔ جیسا کہ آسمان اپنی پیدائش کے وقت سے۔ اس کا حال بائیبل کی طرح نہیں جو اپنی تمام مذہبی اور تاریخی خصوصیت کو گم کر چکی ہو۔ اور نہ اس کی تعلیم بیرونی تعلیم و عقاید سے ملوث ہوئی ہے۔ عیسائیت اور بت پرستی میں اب وہ فرق نہیں رہا۔ اور اگر کوئی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بت پرستی کے جراثیم نے اصل عیسائیت کو چٹ کر لیا ہے۔ قرآن ایک زندہ اور حیات بخش کتاب ہے۔ اور مسلمانوں کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مسلمان جس طرح قرآن شریف کی عزت کرتے ہیں۔ اتنی انجیل کے لئے ہمارے دلوں میں عزت نہیں ہے۔ مسلمان اپنے دل و دماغ کو اسلام کے حوالے کر چکے ہیں ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ قرآن کی تعلیم کا صحیح ظہور ہوا تو اس سے عیسائی دنیا کو بھی بہت فائدہ پہنچیگا" +

پروفیسر صاحب موصوف کے الفاظ بالا حقانیت اسلام پر ایک بصیرت افروز مرقع کا کام دے سکتے ہیں۔ فقرات بالا ہمارے اس دعوے کے مؤید ہیں۔ کہ جس قدر بھی اسلام اور قرآن کریم کی صحیح اور سچی تصویر مغربی ممالک میں پیش کی جائیگی۔ اس سے خوش آیند نتائج مترتب ہونگے۔ مغربی قلوب۔ تبدیلی مذہب کی ضرورت حقہ کو محسوس کر چکے ہیں۔ قبول اسلام کے لئے آمادہ ہیں۔ آرچ بشپ آف یارک نے کچھ عرصہ ہوا۔ صحیح فرمایا۔ کہ کلیسیا نے عیسائیت سے لوگوں کو بیزار کر دیا ہے یہانتک کہ الوہیت مسیح کا عقیدہ ایک مذموم و قابل نفرت ہو چکا ہے +

کاش! کہ ان خوشگوار فضاء کے اندر ہم مغربی دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں رسالہ اسلامک ریویو مفت تقسیم کر سکیں۔ لٹریچر کی اشاعت کا یہ ایک موزوں ترین وقت ہے کھیت لہلہا رہا ہے۔ فقط کاٹنے کے لئے محنت درکار ہے۔ مہذب دنیا کے فہمیدہ انسان اسلام کی اصل تصویر اور اس کی حقانیت کے قائل ہو رہے ہیں۔ پروفیسر موصوف

ہمارے ریویو کو مقامی لائبریری میں پڑھتے رہے ہیں
اب ان کے نام پر مفت رسالہ جاری کر دیا
گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد سے جلد
انشراح صدر عطا فرمائے۔ سیکرٹری ووکنگ مشن

تفسیر القرآن

باب سوم

معقولیت

ازقلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

معقولیت | برخلاف دوسری الہامی کتابوں کے قرآن مجید نے دنیا کو پیغام دینے کے متعلق بالکل جداگانہ طریق اختیار کیا ہے۔ وہ نہ تو تحکمانہ لہجہ اختیار کرتا ہے۔ نہ کسی بات کو زبردستی منواتا ہے۔ اگر وہ کسی اصول کی تسلیم دیتا ہے یا کسی عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ تو اپنے دعاوی کے ثبوت میں معقول دلائل پیش کرتا ہے۔ دوسری کتب ایسا نہیں کرتیں۔ قرآن اپنی تعلیمات ایسے انداز سے پیش کرتا ہے۔ کہ فوراً ہماری عقل انھیں تسلیم کرلیتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے اپنا ایک نام حکمت بھی رکھا ہے۔ (۴: ۱۷۵) بچوں کی تعلیم میں ہم ادعائی رنگ اختیار کرسکتے ہیں لیکن جب وہ بڑے ہوجائیں تو پھر انھیں صرف معقولیت ہی سے کسی بات کو تسلیم کراسکتے ہیں۔ جب دنیا میں عقل کا دور شروع ہوجائے تو جبر سے کام نہیں چل سکتا۔ مذہب کی اشاعت کے سلسلہ میں قرآن نے ایک سنہری اصول پیش کیا ہے۔ کہ "دین میں کوئی زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت اور ضلالت دونوں کھول کر بیان کردی گئی ہیں"۔ (۲: ۲۵۶) اگر ہدایت صاف طور سے آشکارا کردی گئی ہے اور وہ صحیح بھی ہے۔ تو پھر جبر سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ الکتٰب نے اس اصول پر بار بار زور دیا ہے مثلاً یہ آیت "حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جس کا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے نہ لائے"۔ اس اصول کا فلسفہ لفظ رب میں مضمر ہے۔ رب وہ ذات ہے جو ہماری پرورش کرتی اور ہماری استعدادوں کو مرتبہ کمال تک پہنچاتی ہے۔ وہ ان کی تکمیل کیلئے قواعد مقرر کرتی ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اسکے طریقوں میں دلچسپی لینی چاہئیے۔ اور یہ سمجھنا چاہئیے۔ کہ وہ ہمارے پالنے اور ترقی دینے والے کی طرف سے آتے ہیں پس اگر وہ ایسے نہیں ہیں۔ تو کسی کو مجبور کرنے سے کیا فائدہ؟ ہر شخص کو اس کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہئیے

یہ آیات اُس جانچ کا ذکر کرتی ہیں جس کے مطابق ہر تعلیم کو پرکھنا چاہیئے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جو کتاب ہماری ہدایت کی مدعی ہے۔ ہمیں ہماری استعدادوں کو ترقی دینے کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ تاکہ وہ مرتبہ ترقی پر پہنچ سکیں۔ اور قرآن کو قبول کرنے سے پہلے اُسے بھی اسی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے +

ہر عقیدہ کیلئے دلیل

مختلف مذاہب میں بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جو آپس میں مشترک ہیں لیکن دوسری کتابیں ان کی معقولیت کے لئے دلائل نہیں لاتیں۔ مگر قرآن شریف منوانے سے پہلے ہماری عقل سے اپیل کرتا ہے۔ مثلاً تمام مقدس کتابوں میں خدا، ملائکہ، الہام، رسالت، معاد اور قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ ہم ان کو بطور حقائق تسلیم کرلیں لیکن موجودہ زمانہ میں شک و شبہات کی ہوا چل گئی ہے کیونکہ ماقبل اسلام کتب میں جو باتیں مندرج ہیں انکے لئے دلائل نہیں دیئے گئے۔ ہاں مسلمان اس خطرہ سے محفوظ ہیں۔ اگر تعلیم نے ہماری عقل کو مذہب کے مقابل میں لا کھڑا کیا ہے۔ تو قرآن نے بھی گمراہی کے مقابلہ میں اس ہتھیار سے کام لیا ہے۔ میں نے ان صفحات میں بعض قرآنی دلائل ہستی باری تعالےٰ کے متعلق دیئے ہیں۔ اور الہام کی ضرورت پر بھی وجوہات بیان کی ہیں اس جگہ چند اور دلائل کا خلاصہ بیان کرتا ہوں :-

(ا) ہر شئے کو کمال تک پہنچنے کا رستہ دکھا دیا گیا ہے۔ جب وہ خدا کے مقرر کردہ رستہ پر چلتی ہے تو اسکی ساری استعدادیں باہر آجاتی ہیں۔ یہ قانون طبعی دنیا میں ہر جگہ چلتا ہے۔ لہٰذا عالم شعور میں اسکے خلاف کس طرح ہوگا؟ لیکن ہم ماں کے پیٹ سے علم لیکر آتے نہیں جس سے اپنے دماغ کی پرورش کر سکیں۔ پس علم اوپر سے آنا چاہیئے + (۱۶: ۷۸ تا ۸۱)

(ب) الجملہ اشیاء مفید اور مضر عناصر سے محصور ہیں، لیکن کوئی شے انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ مفید اجزاء جذب کریں۔ اور مضر چھوڑ دیں۔ طبعی طور پر ہمارا جسم یہی کرتا ہے لیکن دماغی طور پر ہمارے پاس کوئی ہدایت نہیں۔ پس اُسے خارج سے آنا چاہیئے۔ اور وہ الہام ربانی کی شکل میں آیا۔ اور ہم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں ڈالا +

(ج) مقدس قرآن اکثر اُن پرندوں کا ذکر کرتا ہے جو ہوا میں معلق رہتے ہیں۔ اور اُن کی پرورش کسی ایسی چیز سے ہوتی ہے جو فضا میں پائی جاتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشیت نے ہر مخلوق کی پرورش کا سامان کیا ہے اور اُسکے ماحول کے مطابق کیا ہے انسانی دماغ کا گزارا علم پر ہے۔ لہٰذا وہ بھی خدا کیطرف سے آنا چاہیئے۔ اس سے الہام کا نزول ثابت ہو گیا +

دوبارہ زندگی یا بعث بعد الموت

چونکہ ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے الہامی لٹریچر کا طرز بدل گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان طفولیت سے ترقی کرکے بلوغت کو پہنچ گیا۔ صرف دو ہزار سال ہوئے۔ جب لوگوں نے ناصرہ کے فلاسفر سے دوبارہ زندگی کا ثبوت مانگا۔ تو جناب یسوع نے کہا۔ کہ تم لوگ اکثر حضرت ابراہیم اور

حضرت یعقوبؑ کا ذکر کرتے ہو تو معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہیں ورنہ مُردوں کا ذکر کون کرتا ہے؟ ممکن ہے اُنکے سائلین کو اس جواب سے تسلی ہو گئی ہو لیکن موجودہ صدی وقی اس جواب میں کوئی معقولیت نہیں پائینگے +

کوئی مذہب زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر اُس کے ماننے والے دوبارہ زندگی کے قائل نہ ہوں۔ دراصل مذہب کا کام یہ ہے۔ کہ وہ ہمیں ہماری آیندہ زندگی کے متعلق معلومات دے اور ہمیں اُن باتوں سے مطلع کرے جن کے کرنے سے ہماری آیندہ شادمانی پر بڑا اثر ہو گا۔ کیونکہ مستقبل تو حال کا محض ایک عکس ہے (۱۷: ۷۲) لیکن جس حد تک وہ عالم غیب سے متعلق ہے جس وقت یہ لاتناہی کی جگہ عقل آجاتی ہے تو اُس مذہب میں ہمارا الیقین کمزور ہو جاتا ہے۔ جو ہم کو دلائل نہیں دیتا کیونکہ انسان عقلی طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو چیز ہمارے مشاہدہ یا تجربہ کے حیطہ میں نہیں آتی یا جو عقل کے خلاف ہو۔ اس پر ہم یقین نہیں کر سکتے۔ لہٰذا مذہب کا فرض ہے۔ کہ وہ ہمیں حیات بعد الموت کے متعلق عمدہ دلائل دے اگر وہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اچھی طرح زندگی بسر کریں۔ افسوس کہ کلیسیا نے اپنے عقاید کے ثبوت میں کوئی معقول دلائل مہیا نہیں کئے۔ بلکہ ہر بات میں ایمان ہی کی رٹ لگاتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ تعلیم عام ہونے کے بعد اہل مغرب کے دلوں سے عیسائیت کا وقار جاتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ مذہب ہی زوال پذیر ہو گیا۔ لیکن حالات کو بچانے کے لئے "روحانیت" کی تحریک پیدا ہو گئی۔ اس نے مغرب کا ایمان دوبارہ زندگی کے متعلق تازہ کر دیا۔ لیکن یہ فرقہ بھی کمزوریوں سے خالی نہیں۔ ایک طرف تو وہ ہماری جوابدہی پر یقین رکھتا ہے۔ کہ موجودہ افعال کا آیندہ زندگی میں حساب ہو گا۔ لیکن دوسری طرف وہ ہمیں کوئی عمدہ دستور العمل نہیں دیتا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ جس کی بدولت ہم اپنے مستقبل کو شاندار بنا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ روحانی فرقہ کے لوگ اب اسپریچولزم کی طرف سے مائل ہو گئے ہیں وہ اب مُردہ آدمیوں کی ارواح سے پیغامات وصول کرنے کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ آیندہ زندگی کو بہتر بنانے کے لئے غور کریں۔ لوگ اعجوبہ پرستی کو افادہ پر ترجیح دینے لگے ہیں۔ اور واسطہ بن جانا اب داخل تجارت ہو گیا ہے۔ اور دغا باز لوگوں نے اُن کے مشن کو بدنام کر دیا ہے۔ علاوہ بریں جیسا کہ سر آلیور لاج نے تسلیم کیا ہے۔ اُن پیغامات کی سطحی نوعیت اس اثر کو بہت کم کر رہی ہے۔ جو پہلے کبھی اس فرقہ کے ساتھ وابستہ تھا۔ اس امر کا اعتراف سر موصوف نے کیمبرج کانفرنس میں ماڈرنیسٹ چرچ مین کے خطبہ میں کیا ہے۔ مُردہ روحوں کا واپس آنا ایک حقیقت ہے۔ جو مسلمان علماء سے پوشیدہ نہیں لیکن وہ نہ اُسکو

بسر اوقات کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اور نہ اُس کی نشر و اشاعت کرتے ہیں +

ہم کو آخرت پر ایمان لانے کیلئے بہت مضبوط دلائل کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہر مذہب نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن سوائے اسلام کے کسی مذہب نے اس عقیدہ پر دلائل نہیں دیے صرف اس کا ذکر کر کے تھوڑی سی صراحت کر دی۔ قرآن شریف نے جس طرح دیگر حقائق کو عقلی طور پر ثابت کیا ہے حیات بعد الموت کو بھی معقول رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور ایسی روشنی ڈالی ہے۔ کہ حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ وہ اصول ارتقائے سے شروع کرتا ہے۔ اور حیات بعد الموت کو ہماری ترقی میں ایک لازمی کڑی بناتا ہے۔ دوسرے دلائل بھی دیتا ہے۔ وہ حیات ثانیہ کے اُس مظہر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو دُنیا میں ہر سال رونما ہوتا ہے۔ خزاں میں درخت ننگے ہو جاتے ہیں نہ پتے رہتے ہیں نہ پھل نہ پھول۔ یہ سب چیزیں گل سڑ کر عناصر میں ملجاتی ہیں اور عناصر فضاء میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ لیکن آئندہ موسم بہار میں وہ سب واپس آجاتے ہیں اور پھر اسی عضوی نظام میں جمع ہو جاتے ہیں۔ جس سے خارج ہوئے تھے۔ قرآن نے اس طریق عمل کا تفصیلی نقشہ پیش کیا ہے۔ اور آخر میں کہا ہے "یہ ہے قیامت" (۵۰ : ۱۱)

عناصر کا آپس میں ملنا اور جُدا ہونا پھر دوبارہ ملنا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اور قیامت کا ثبوت ہے لیکن منکر آدمی کو اسمیں کسی آدمی کے واپس آنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہمارا جسم منتشر عناصر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور پھر نئی شکل میں مرتب ہو جاتا ہے لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ہماری شخصیت بھی واپس آگئی۔ یہ تنازعہ تو قابل توجہ نہیں۔ کیونکہ اس سے اس حقیقت کی جہالت کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ تمام انواع مختلفہ کہ ایک ہی جوہر سے ہیں لیکن اُن کے اصلی عنصر ایک خاص شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً درخت، پودے وغیرہ، چونکہ انسان، کتے، اور پرندے ایک ہی مادہ سے پیدا ہوتے ہیں نیچر ہر نوع کو خاص شخصیت یا انفرادیت دیتی ہے۔ لہٰذا درخت اور پودے جن میں مختلف قسم کے پھل پھول لگتے ہیں، خواہ وہ ایک ہی مادہ سے کیوں نہوں؟ اور ایک ہی پانی سے اُن کی پرورش ہوتی ہو (۱۳ : ۴) تاہم ہر پھل ذائقہ میں دوسرے پھل سے جُدا ہوتا ہے۔ قرآن فطرت کی اس کارروائی کی طرف اشارہ کرتا اور کہتا ہے "اور اگر تم تعجب کرو (کیونکہ ایسا ہو گا) تو تعجب انگیز ہے ان کا کہنا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائینگے تو کیا پھر پیدا ہونگے؟ (۱۳ : ۵) یہ در اصل مادہ نہیں۔ بلکہ تعداد اور مقدار میں فرق ہے (۱۳ : ۸) جو نیچر ملحوظ رکھتی ہے جبکہ وہ عناصر کو ملاتی ہے۔ اور اُسکی وجہ سے مختلف قسم کے پھل اور دانے پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم وہ اپنی شخصیت قائم رکھتے ہیں +

قرآن دوسری مثال بھی دیتا ہے۔ جو اپنے نتائج کے لحاظ سے زیادہ واضح ہے۔ وہ آگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جبکہ وہ جلتی ہے (۳۶ : ۷۹ و ۸۰) اگر وہی دھوپ ہے۔ جو درختوں کے جسم میں جمع ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ پہلے زمین سے اُگے تھے۔ اور اسی لئے ان کو سائنس کی اصطلاح میں بوتل میں بند دھوپ کہتے ہیں۔ سورج روشنی اور گرمی بھیجتا ہے۔ دھوپ کی شکل میں جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے۔ پھر وہ دوسری چیزوں سے مل جاتی ہے۔ اور عالم نباتات پیدا کرتی ہے۔ لیکن دھوپ درخت میں سپرٹ کی طرح ہوتی ہے۔ اور اس کے دیگر عناصر اُسکے لباس کے طور پر ہوتے ہیں۔ درختوں سے ہمیں لٹھے ملتے ہیں۔ جن کو جلاتے ہیں۔ لیکن جسے ہم آگ کا جلنا کہتے ہیں۔ وہ در اصل دھوپ کا دیگر اجزاء سے جدا ہونا ہے۔ مثلاً کاربن آکسیجن اور ہائیڈروجن وغیرہ یہ سب لکڑی میں سے اسی تناسب کے ساتھ نکلتے ہیں۔ جس تناسب سے درخت کی ساخت واقع ہوئی تھی۔ دھوپ اپنے سابقہ تناسب کو قائم رکھتی ہے۔ لیکن وہ لٹھے میں سے اس شکل میں نکلتی ہے۔ جو اس کے اصلی منبع سے قریب تر ہوتی ہے۔ سورج جب طلوع کے وقت دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً پہاڑ پر جاڑوں کی صبح کو تو وہ آگ کے رنگ کا ہوتا ہے۔ لیکن دھوپ اس آفتاب سے نکلنے میں اپنا رنگ اور گرمی بہت کچھ کھو دیتی ہے۔ جس وقت کہ وہ زمین تک پہنچتی ہے۔ لیکن جب وہ کسی نباتی جسم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ تو اُن چیزوں کو اصلی رنگ میں حاصل کر لیتی ہے۔ لیکن شعلوں کا طریق عمل یکساں نہیں ہوتا۔ بعض لٹھوں میں سے دھوآں بہت نکلتا ہے۔ اور شعلہ کم اور اسمیں گرمی بہت کم ہوتی ہے۔ سورج کی طرح بالکل نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ بعض لکڑیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں سے دھوآں بہت کم نکلتا ہے۔ لیکن شعلے سرخ رنگ کے نکلتے ہیں۔ اور اُن کی آنچ بہت تیز ہوتی ہے۔ جب ہم رحم مادر میں تھے۔ تو روح ایزدی ہم سب میں پھونکی گئی تھی۔ اور ہمیں جسم چھوڑتے وقت اُس کی پوری چمک دکھانی چاہیئے لیکن ہم میں سے بہت لوگ صرف دھوآں چھوڑتے ہیں۔ اور اس لئے اس وقت تک دھوئیں کے خطہ میں رہنا ہوگا جب تک ایزدی شعلہ پورے طور پر روشن نہ ہو جائے (۵۶ : ۴۳) پس دوبارہ جی اُٹھنے پر روح اپنی اصلی حالت کو دوبارہ حاصل کر لیگی۔

قرآن ایک اور وجہ بھی دیتا ہے۔ جبکہ وہ مخصوص شعور کی مردہ جسم سے نئے جسم میں اسی تناسب اور خاصیت کے ساتھ جو اُسے روح کے جسم سے جدا ہونے کے وقت حاصل تھی تبدیلی کو ثابت کرتا ہے۔ لیکن اگر ایک ادنیٰ شئے مثلاً نطفہ اولاد میں والدین کے بہت سے خواص نمایاں کر سکتا ہے۔ تو وہ نئی صورت میں بھی سابق کی طرح کام کر سکتی ہے۔ کوئی شئے پوشیدہ طور پر ہم سے ہماری وفات کے وقت خارج ہو سکتی ہے۔ اور فطرت کے رحم میں ابتدائی حالت میں رہ سکتی ہے۔ اور اس سے نئے نتیجے دوسری زندگی میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے "کافر کہتا ہے کہ جب ہڈیاں گل جائینگی تو کون اُنھیں زندگی دیگا؟"

کہدو کہ جس نے اُنھیں پہلی مرتبہ زندگی دی تھی وہی اُنھیں دوبارہ زندگی دیگا - اور وہ تمام مخلوقات سے واقف ہے (۳۶ : ۷۸ و ۷۹) +

اس حوالہ کی آخری سطر سے خدا کی قدرت کا ایک اور ثبوت ملتا ہے۔ اشیاء کو دوبارہ مجتمع کرنے کیلئے اُن کے متعلقات کا علم ضروری ہے پس اسی لئے اس آیت میں خدا کے عالم الغیب ہونے کی صراحت کردی گئی ہے +

حیات بعد الموت | یہ مسئلہ درحقیقت بہت مشکل ہے۔ لیکن قرآن جس وقت حیات پر عقیدہ رکھنے کیلئے ہماری عقول سے اپیل کرتا ہے۔ تو وہ بعض عملی اشارات بھی دیتا ہے۔ وہ ہمارے اردگرد کی اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے جو اپنے طویل ارتقائی سفر میں ہیں۔ اور عالم اثیری کو اس سفر کا کرنا ضروری ہے قبل اس کے کہ وہ انسانی شعور حاصل کرے۔ اور یہ بات خدائے خالق و منظم کی قدرت اور حکمت کے ماتحت واقع ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جسم اپنی مادی صورت میں آخری منزل نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس کا ذکر بہت روشنی بخش طریق پر کیا ہے وہ ہمیں ابتدائے آفرینش کی طرف لے جاتا ہے۔ اور زمین و آسمان کی ساخت اوّلین کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جو سات وقفوں میں عمل پذیر ہوئی۔ تاکہ مقصد مخصوص پورا کر سکے۔ جسے ہم فضا کہتے ہیں۔ وہ اس وقت گیس سے لبریز تھی جبکہ دوسرے گیسی مادہ نے جو آگ کی طرح گرم تھا۔ اور جو فضاء میں تیر رہا تھا۔ زمین کی شکل اختیار کرلی زمین و آسمان اس وقت ایک بند چیز تھے۔ اور اُن کا سامان سب منتشر حالت میں تھا۔ جب پانی اُس بند صندوق کو کھولنے کیلئے آیا (۲۱ : ۳۰) اس طرح زمین پر زندگی پیدا ہوئی تھا (۲۱ : ۳۰) زمین بقول قرآن مسلسل جنبش میں تھی۔ اور تب پہاڑ پیدا کئے گئے۔ تاکہ اُسے سکون حاصل ہو (۲۱ : ۳۰) فضا سے زمین کشادہ ہوگئی۔ تاکہ آنیوالوں کیلئے راستہ بن سکے۔ اور فضائے آسمانی روشن چراغوں سے مزین ہوئی۔ تاکہ اُنھیں رہنمائی حاصل ہو سکے (۷۸ : ۱۳) بادلوں سے کافی مقدار میں پانی آیا۔ تاکہ مردہ مادہ میں حرکت پیدا ہو سکے (۲۳ : ۱۸) (۲۲ : ۲۵) وہ زمین میں قائم ہوا اور سبزہ ترکاری اُگائی (۲۲ : ۲۵) اور اُسکی بدولت باغات اور کھیت پیدا ہوئے جن میں ہماری غذا کیلئے پھل اور اناج پیدا ہوا (۲۳ : ۱۹ و ۷۸ : ۱۵ و ۲ : ۲) اسی مقصد کیلئے دن اور رات بنائے گئے۔ اور اُن کے قیام کے زمانہ میں اختلاف رکھا گیا۔ تاکہ ہوائیں چلیں اور بادل آئیں۔ ہواؤں کی بدولت کشتیاں اور جہاز چلے جس کی بدولت ہم سمندر کی دولت سے مالامال ہوئے (۲ : ۱۶۴) دن آیا۔ تاکہ ہم کام کاج کر سکیں۔ اس کے بعد رات آئی۔ تاکہ ہم آرام کر سکیں۔ اور دوسرے دن کیلئے اپنے آپ کو تروتازہ کر سکیں (۷۸ : ۱۰ و ۱۱) قرآن ہماری پیدائش کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ کس طرح مختلف عناصر مخصوص شکل میں مرکب ہوئے جن کی بدولت نطفہ بنا (۲۳ : ۱۲) اور وہ نطفہ عورت کے

(۲۱ : ۲۹) (۲۳ : ۱۷ و ۷۸ : ۱۲) (۱۵ : ۲۷)

رحم میں مکین ہُوا۔ وہاں سات ارتقائی منازل میں سے گزرا۔ تب ایک نئی مخلوق پیدا ہوئی (۲۳ : ۱۴)
زمین سے مختلف قسم کے حیوانات بھی پیدا ہُوئے۔ تاکہ ہم انھیں استعمال کریں اور اُن کا گوشت کھائیں۔
(۴۰ : ۷۹ و ۸۰) قرآن کہتا ہے۔ کہ تمام کائنات ہمارے فائدہ کیلئے پیدا ہوئی (۴۵ : ۱۳)
اور اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے اس قدر تحفے اور نعمتیں تیار کی ہیں۔ ہم اُن کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے (۳۲ : ۱۷)
مختصر یہ کہ جس شئے کی ہم کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ وہ مُہیّا کر دی گئی ہے۔ اس تمام کائنات کے بنانے والے
کے سامنے جسے اس کام کے کرنے میں لاکھوں برس لگے، ضرور کوئی صحیح مقصد ہوگا ۵؎ یہ سب کارخانہ
بیکار نہیں ہو سکتا (۳ : ۱۹۱) یہ سب کچھ اس لئے بنایا گیا۔ گویا دُنیا میں کسی مُعزز آدمی نے قیام کرنا ہے (۱۷ : ۷۰)
اور وہ شخص حضرت انسان کے سوائے اور کوئی نہیں ہے جو خُدا کا خلیفہ ہے۔ قرآن اُسے اس بلند مرتبہ پر
قائم کرنے کیلئے آیا (۹۵ : ۴) اگر ہمیں زمین پر صرف ساٹھ ستر سال رہنا ہوتا۔ اور تب فنا ہو جانا تھا تو
پھر تخلیق کا فعل محض ایک کھیل تھا (۲۱ : ۱۶) کیا یہ ساری محنت محض بیکار ہی کی گئی؟ (۳ : ۱۹۱) اس کا
مقصد ضرور ہونا چاہئے، جیسا کہ کائنات میں ہر شئے سے معلُوم ہوتا ہے۔ اور وہ مقصد پُورا نہیں ہو سکتا
جب تک کہ حیات کا تسلسل نہ ہو۔ جبکہ ہم مزید ترقی کرینگے، اس عالم میں جو کہ قبر کی دوسری طرف ہے
قرآن نے حیات بعد الموت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ اور اُسے ہمارے ایمان کا جُزو قرار دیا ہے +

ہدایت کیلئے مخصُوص الہام کی وجہ { کہا جاتا ہے۔ کہ اب ہمیں کسی نئے الہام کی ضرورت
نہیں ہے۔ اور نہ اس کی مخصُوص طرز کی اتباع کی ضرورت ہے۔ قدیمی الہامات میں کافی مواد ہماری
رہنمائی کیلئے موجُود ہے۔ اور ان کُتب سے ضرورت پُوری کی جا سکتی ہے۔ ہمارے زمانہ کے بعض نئے ساختہ مذاہب نے
یہ طرز اختیار کی ہے۔ لیکن یہاں سابقہ الہامات میں سے حسب منشاء انتخاب کرنے کیلئے انسانی عقل ہی رہنمائی
کریگی۔ انسان ہی نے خرابی پیدا کی۔ اور اب انسان ہی اصلاح کریگا۔ اگر جو بات کل خوبصورت تھی آج
بدنما ہو گئی ہے تو پھر جسے ہم آج خوبصورت کہتے ہیں لوگ کل اُسے بدصُورت کہدینگے علاوہ بریں اگر خُدائے عالم الغیب نے اپنی مہربانی سے
ہمیں قدیم زمانہ میں صحیح علم عطا کیا ہے۔ تو پھر ہم اس کے منصب کو کس طرح غصب کر سکتے ہیں؟ قرآن
نے آج سے تیرہ سو سال پہلے موجُودہ خیالات کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور کہدیا تھا۔ کہ ایسی کوشش انسان کیلئے
ناممکن ہے۔ وہ فطرت کے طریق عمل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو ہماری ضروریات ہمیں مُہیّا کرتی رہتی ہے
تاکہ ہماری جسمانی پرورش ہوتی رہے! اکثر چیزیں جو ہماری زندگی کیلئے ضروری ہیں۔ خراب و خستہ ہوتی

رہتی ہیں لیکن استعمال کے بعد عناصر اصلی کی شکل میں چلی جاتی ہیں لیکن انسان ابھی تک انہیں حالت سابقہ پر لانے کیلئے کوئی طریقہ ایجاد نہیں کرسکا۔ یہ تو خدا ہی کا کام ہے۔ اور ہم اسی کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری ضروریات پوری کریگا۔ اس اصول عالمگیر کی تشریح میں قرآن نے سورہ نحل میں پورے دو رکوع بیان کئے ہیں اور رکوع ۸ و ۹ جس میں الہام و وحی کا پورے طور سے ذکر کیا گیا ہے۔ رکوع مذکور میں پہلے سابقہ الہامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کا منجانب خدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے لیکن آج وہ الہامات اپنی اصلی حالت میں نہیں ہیں۔ لہذا ایک نئے الہام کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں وہ مختلف چیزوں کا ذکر کرتا ہے۔ جو طبعی دنیا میں ہماری زندگی کیلئے ضروری ہیں مثلاً پانی پھل دودھ اناج اور شہد وغیرہ (۱۶: ۶۵ تا ۶۷) قرآن نے شہد کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اگر دوسری چیزیں غذا کے طور پر بیان ہوئی ہیں تو شہد کا ذکر دوا کے طور پر کیا گیا ہے (۱۶: ۶۸) کوئی شخص خدا کی ان نعمتوں کا انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن استعمال کے بعد یہ اشیاء خراب ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ ان کے اجزاء فضاء میں موجود رہتے ہیں لیکن ہم خدا کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ ان کو از سر نو ہمیں عطا کریگا۔ اور یہ بات ان اجزاء کو از سر نو ترتیب دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ الکتاب نے اس کی مثال میں پہلے پانی کو لیا ہے۔ سمندروں میں بیشمار پانی ہے۔ لیکن وہ زندگی بخش اصول سے محروم ہو گیا ہے۔ کیونکہ دوسرے اجزاء اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ کہ ہمیں اس قدر قدرت نہیں کہ ہم کوئی آلہ ایسا ایجاد کریں۔ جو تمام دنیا کو تازہ پانی کی مقدار مہیا کرسکے صرف بارش ہی ایسی چیز ہے۔ جو انسانی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ اور وہ بادلوں کی مدد سے ہوتی ہے۔ بارش ہی فطرت کو از سر نو زندہ کر دیتی ہے۔ اسکے بعد دودھ کا نمبر ہے۔ چوپائی کے بعد انسان کے لئے ضروری ہے۔ اس میں پانی چربی اور شکر تینوں شامل ہیں۔ اور یہ ان سات چیزوں میں سے ہیں جو انسانی غذا کی پرورش کرنیوالے اجزاء ہیں۔ دودھ گھاس اور اناج میں مخفی ہے جو چوپائے کھاتے ہیں۔

یورپ سو سال میں مسلمان ہو جائے گا

برنرڈ شا کی زبان سے اسلام کی بلند صداقتوں کا اقرار

انگلستان کے شہرہ آفاق مصنف جارج برنرڈ شا کے خیالات سے واضح ہوتا ہے کہ آئندہ سو سال میں انگلستان علی الخصوص اور مغربی دنیا علی العموم اسلام کی حلقہ بگوش بن جائیگی برنرڈ شا لکھتا ہے کہ مستقبل قریب میں تمام عقیل و فہیم انسان روحانیت و اخلاق اور معاشرت کے دوائر میں نیز زندگی کے مختلف ...... حلقوں میں مذہب کی رہنمائی کے خواہاں ہونگے اس نتیجہ پر پہنچ جائینگے کہ اسلام ایک مکمل اور مبرا عن الخطا مذہبی نظام ہے۔ جو ان کیلئے مسرت و اطمینان کا سرچشمہ بن سکتا ہے ترقی کی دوڑ میں اُن کا ساتھ دے سکتا ہے۔ دنیا میں انہیں امن کی زندگی سے بہرہ ور کرسکتا ہے۔ اور مستقبل کے متعلق ان کی اُمیدوں کیلئے آبیاری کا سامان بہم پہنچا سکتا ہے +

مذہب کا وظیفہ

برنرڈ شا کے نزدیک مذہب کا اہم ترین وظیفہ یہ ہے کہ وہ کائنات انسانیت کو بہتر اور عمدہ تر زندگی بسر کرنے کے قابل بنائے اس نقطہ نگاہ سے تمام دوسرے مذہب ناکام ثابت ہوچکے ہیں۔ لہذا لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ اور اسلام کے سوا کوئی اور مذہبی نظام مذکورہ بالا وظیفہ کے نقطہ نگاہ سے دور حاضرہ کے انسانوں کیلئے تسلی اور اطمینان کا سرچشمہ نہیں بن سکتا۔

اسلام کی ہمہ گیری کا راز

اس کے بعد فاضل مصنف نے اسلام کی خوبیوں پر بحث کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مذہب میں سائنس اور فلسفہ کی تمام ترقیات کو جذب کر لینے کی بہت بڑی صلاحیت موجود ہے مختلف مذاہب میں یہ صلاحیت مختلف حیثیتیں رکھتی ہے مثلاً ہندو دھرم اوہام کو جذب کرنے اور اپنا جزو لاینفک بنانے کیلئے ہر لحظ مستعد رہتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان ہمیشہ ہر مذہب کے بہترین اخلاقی خصائص کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں اسلام کو پہلے یونان سے واسطہ پڑا۔ اور مسلمانوں نے یونانی فلسفہ کو بالکل نئے سانچے میں ڈھال لیا۔ جب انہوں نے ہندو دھرم کا مطالعہ کیا۔ تو اس میں سے ویدانت کو لے کر اوج کمال پر پہنچا دیا حقیقت یہ ہے۔ کہ اس دنیا کے مذہبی یا غیر مذہبی نظاموں میں کوئی ایک نظام بھی ایسا نہیں ہے جس سے پیروان اسلام نے کچھ نہ کچھ اخذ نہ کیا۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنے مذہب کے ابتدائی اصول کو اصل رنگ میں قائم رکھا +

اسلام کا دوام

دنیا کتنی ہی ترقی کر جائے۔ اور فلسفہ اور سائنس کی کیسی ہی بلندیوں پر پہنچ جائے لیکن اسلام اپنے نظام میں ان ترقیات کے کیلئے ہر حال گنجائش پیدا کرتا جائیگا۔ ترقی کے منازل طے کئے ہوئے انسانوں بڑے بڑے سائنسدانوں اور بڑے بڑے فلاسفروں کیلئے انسانی کمالات کی انتہائی رفعتوں پر پہنچ کر بھی اچھے اور خدا ترس مسلمان بننے میں کبھی کوئی

مشکل پیش نہ آئیگی۔ اور اُنھیں اپنے خیالات اور فلسفوں سے دستکش نہیں ہونا پڑیگا +

اخوت و مساوات

اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت کی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اس نے انفرادی آزادی پر بڑا زور دیا ہے۔ روما اور یونان کی قدیم سلطنتوں میں یا امریکہ اور یورپ کی ترقی یافتہ حکومتوں میں بھی انفرادی آزادی کا وہ منظر دکھائی نہیں دیتا۔ جسے اسلام تیرہ سو سال قبل پیش کر چکا تھا۔ اسلام میں اخوت اور برادری کا تصور اور اس پر خلوص نیت کے ساتھ پورا پورا عمل حقیقۃً بالکل نادر و یگانہ ہے۔ دوسرے مذاہب بھی اخوت اور انسانی مساوات کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ لیکن یہ تعلیم کبھی قول کے دائرے سے نکل کر عمل کے دائرے میں نہیں آئی۔ لیکن اسلام جس اخوت کی تعلیم دے رہا ہے وہ سچائی کی چٹان پر قائم ہے۔ اور اپنی پوری شان کے ساتھ عمل میں جلوہ گر ہے +

رنگ اور نسل کے امتیازات

غیر مسلم دنیا میں رنگ کا جو تصادم اس وقت بپا ہے۔ انسانیت کے حسن و خوبی کو فنا کرتا چلا جا رہا ہے۔ جہاں کہیں سیاہ۔ گندمی اور زرد رنگ کے لوگ سفید رنگ کے لوگوں میں آباد ہیں سفید رنگ والے تفوق حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کی محنت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ گویا نسل مذہب پر غالب آجاتی ہے مغرب میں بالخصوص نسلی قومی اور جماعتی جذبات کی بیداری نے مذہب کو پیچھے پھینک دیا ہے۔ لیکن اسلام میں سب ہم مذہب بلا امتیاز نسل و رنگ مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مغرب میں جس شخص سے پوچھو گے۔ کہ تو کون ہے؟ تو وہ جواب دیگا کہ میں فرانسیسی ہوں یا انگریز ہوں"۔ لیکن دنیائے اسلام میں خواہ افریقی سے سوال کیجئے۔ یا ایرانی یا ترک سے پوچھئے یا ہندوستانی سے ہر ایک کا جواب یہی ہوگا۔ کہ "میں مسلمان ہوں"۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں مذہب ہر دوسری چیز پر مقدم ہے۔ اور سارے مسلمان برابر کا درجہ رکھتے ہیں +

سرمایہ داری کا دروازہ بند

اسلام میں جائداد قانوناً تقسیم ہوتی ہے۔ اور اس طرح ہر شخص کو موقع ملتا ہے۔ کہ وہ دولت حاصل کرے۔ اور خود مختار بنے۔ اشتراکیت جو یورپ کے اندر اب تک معرض عمل میں نہیں آسکی۔ اسلام میں تیرہ سو سال قبل ایک عملی نظام کی حیثیت سے رائج ہو چکی تھی۔ اسلام نے سرمایہ داری کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔ سود کو ممنوع قرار دیا۔ اور ہر شخص کو اپنی روزی کمانے کیلئے کام کرنے کی ترغیب دی۔ یہ چند حقائق ہیں جن پر برنارڈ شا نے اپنے اس دعوے کی بنیاد رکھی ہے جس کا ذکر مضمون کے آغاز میں کیا گیا ہے +

گوشوارۂ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن اسلامک ریویو ۔ کتب خانہ	نقشہ ۱	۷	۸	۴۸۴۷
فروخت رسالہ اشاعت اسلام	نقشہ ۲	۰	۴	۴۷۴
آمد معت تقسیم اسلامک ریویو	نقشہ ۳	۰	۸	۲۷۷
آمد سرمایہ محفوظ	نقشہ ۴	۷	۶	۲۱۹
میزان		۲	۱۱	۵۸۱۸

تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
خرچ مشن اسلامک ریویو کتب خانہ و رسالہ اشاعت اسلام	نقشہ ۵	۵	۶	۶۳۰۳
میزان		۵	۶	۶۳۰۳

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ۔ عزیز منزل ۔ لاہور

نقشہ ۱ ۔ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان

تاریخ	رسید نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۱/۳۲	۱۲۲۷	جناب خواجہ جمال الدین صاحب لاہور نصف ممبری مشن نصف ممبری ریویو	۰	۰	۲۰
〃	〃	〃 خواجہ جلال الدین صاحب 〃 مشن	۰	۰	۲
〃	〃	〃 ملازمین دفتر 〃	۰	۸	۱
۴ ۱/۳۲	۱۲۵۷	〃 ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں 〃	۰	۰	۵
۵ ۱/۳۲	۱۲۵۸	〃 مسٹر سلطانی یوگنڈہ چک 〃	۰	۰	۵۰
۶ ۱/۳۲	۱۲۵۹	〃 عبدالحق صاحب گجرات 〃	۰	۰	۵
۸ ۱/۳۲	۱۲۷۳	حضور نواب صاحب منگرول 〃	۰	۰	۹۹
۹ ۱/۳۲	۱۲۸۸	جناب منہاج الدین صاحب سرگودھا 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۲۸۹	〃 صاحبزادہ نورالحق صاحب ہزاری باغ کتب خانہ	۰	۰	۴
	۱۲۹۴	〃 فاطمہ بی بی صاحبہ ۔ لاہور مشن	۰	۰	۱
۱۲ ۱/۳۲	۱۲۹۸	〃 حاجی میرزا غلام محی الدین صاحب جھنگ زکوۃ	۰	۰	۱۰
〃	۱۲۹۹	〃 کے ایچ مختیار صاحب ینجھنہ مشن	۰	۰	۲
۱۴ ۱/۳۲	۱۳۱۴	〃 سید محمد علی شاہ صاحب لاہور 〃	۰	۰	۶
۱۵ ۱/۳۲	۱۳۲۱	〃 علی احمد خان صاحب ۔ آرہ زکوۃ	۰	۰	۲۵
〃	۱۳۲۵	〃 خان بہادر قاضی محمد قمر حسین صاحب مراد آباد مشن	۰	۰	۴
	۱۳۲۶	〃 شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد	۰	۰	۱۰
	۱۳۲۷	آمد ووکنگ ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء از رسید نمبر ۵۵ تا ۵۹۹ ۔ ۲۱۱-۵-۳ پونڈ ؛ آمد ووکنگ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء نمبر ۶۰ تا ۶۴۵ ۔ ۷۵-۸-۷ پونڈ ؛ بمدات مشن ریویو کتب	۱۰	۸	۳۸۲۲
۱۶ ۱/۳۲	۱۳۳۴	جناب صبیح الدین صاحب دہلی مشن	۰	۰	۱
۱۸ ۱/۳۲	۱۳۳۴	〃 ڈاکٹر ہدایت اکبر خان صاحب ٹانگانیکا مشن	۰	۰	۲
〃	۱۳۳۷	〃 ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور 〃	۰	۰	۵
〃	۱۳۳۸	مسٹر ملک پرشند پرشاد 〃	۰	۸	۲
	۱۳۳۹	جناب زیدی محمد رضا صاحب سیالکوٹ ۷/۱ بمد مشن و ۶/۱۲/۱ بمد ریویو	-	۴	۱۳
	۱۳۶۱	〃 محمد ہارون صاحب انگلینڈ مشن	۰	۰	۳
	۱۳۸۳	〃 محبوب خان صاحب ہگلی 〃	۰	۰	۲
۲۱ ۱/۳۲	۱۳۵۸	〃 فضل حسین صاحب حسن آباد 〃	۰	۱۲	۱۴
〃	۱۳۸۶	〃 محمد احسن صاحب لکھنؤ 〃	۰	۰	۱
〃	۱۳۸۷	〃 چودھری محمد غنی صاحب گوجرانوالہ 〃	۰	۱۴	۷
〃	۱۳۸۸	〃 بلیشیا ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور 〃	۰	۰	۲
۲۲ ۱/۳۲	۱۴۰۵	〃 ایم عبدالرحیم صاحب سمرگہ 〃	۰	۰	۲۷
۲۲ ۱/۳۲	۱۴۰۶	〃 افضل حق صاحب دہلی 〃	۰	۰	۵
۲۳ ۱/۳۲	۱۴۱۹	〃 سید محبوب علی صاحب گوالیار 〃	۰	۰	۲۴
	۱۴۳۱	〃 عبداللہ بن عیسی صاحب 〃	۰	۰	۱۲
〃	۱۴۳۳	〃 محمد ظفر خان صاحب 〃	۰	۰	۵۰
۲۵ ۱/۳۲	۱۴۳۶	〃 کرم الہی صاحب قریشی 〃	۰	۰	۵
۲۶ ۱/۳۲	۱۴۴۸	〃 ایس احمد علی صاحب مدراس زکوۃ	۰	۰	۲۵
۲۷ ۱/۳۲	۱۴۶۴	〃 ایس ایچ رضوی صاحب کلکتہ مشن	۰	۰	۲
	۱۴۶۵	〃 [illegible] خان صاحب جہلم 〃	۰	۰	۵
	۱۴۶۶	〃 کرم اللہ خان صاحب 〃	۰	۰	۳
۲۸ ۱/۳۲	۱۴۷۸	〃 اے ایچ حافظ صاحب 〃	۰	۰	۲۵
〃	۱۴۷۹	〃 ایس اصغر حسین صاحب رہتک 〃	۰	۰	۲۵
۲۹ ۱/۳۲	۱۴۸۱	〃 فضل قادر صاحب حصار زکوۃ	۰	۰	۲۰
〃	۱۴۸۴	〃 محمد عالم صاحب ۔ رانچی 〃	۰	۰	۵
۳۰ ۱/۳۲	۱۴۸۸	〃 ڈاکٹر ظہور الدین صاحب رضوی میرٹھ 〃	۰	۰	۵
〃		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری ۱۹۳۲ء	۹	۱	۴۷۴
		میزان	۷	۸	۴۸۴۷

نقشہ ۲ فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جنوری ۱۹۳۲ء	۰	۴	۴۷۴
میزان	۰	۴	۴۷۴

نقشہ نمبر ۳ تفصیل آمد برائے مفت تقسیم اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ 1/32	۱۲۱۶	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب لاہور	۰	۸	۲
		،، سکے۔ ایس محمود صاحب ایک کاپی	۰	۰	۵
۹ 1/32	۱۲۹۰	،، سید لطافت کریم صاحب رانچی ،،	۰	۰	۵
۱۳ 1/32	۱۳۰۷	،، کپتان غلام محمد صاحب بہاولپور ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
۱۴ 1/32	۱۳۰۹	،، عبدالوحید صاحب پشاور ایک کاپی	۰	۰	۵
۱۵ 1/32	۱۳۱۹	،، عبدالغنی صاحب۔ دربھنگہ ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
،،	۱۳۲۰	،، علی احمد صاحب۔ [illegible] بہاولپور ۲۰ کاپی	۰	۰	۱۰۰
۱۸ 1/32	۱۳۳۳	،، سید [illegible] صاحب بنگال ۵ کاپی			۲۵
۱۹ 1/32	۱۳۴۳	،، محمد ارشاد علی صاحب صدر کیمپ ایک کاپی			۵
۲۰ 1/32	۱۳۵۷	جناب صدیق احمد صاحب۔ کلکتہ ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
،،	۱۳۵۸	،، سعادت علی خان صاحب رامپور ایک کاپی	۰	۰	۵
۲۱ 1/32	۱۳۶۴	،، عظیم الدین خان صاحب مدراس ،،	۰	۰	۵
۲۳ 1/32	۱۳۷۵	،، ملک کندن خان صاحب لیفٹیننٹ صدر ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
	۱۳۷۵	،، این [illegible] احمد [illegible] صاحب ترچناپلی ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
		،، آر۔ اے۔ کے۔ [illegible] صاحب بنگلور ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۸ 1/32	۱۴۸۰	،، شیخ سعدی صاحب [illegible] ایک کاپی	۰	۰	۵
		،، موسیٰ خان صاحب کشمیر ایک کاپی	۰	۰	۵
		میزان	۰	۸	۲۷۷

نقشہ نمبر ۴ تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ 1/32	۴۲	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۰	۰	۵
۲ 1/32	۲۴	مینیجر مسلم بنک [illegible] سنہ ۱۹۳۱ء	۷	۶	۲۱۴
		میزان	۷	۶	۲۱۹

نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ در ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲ 1/32	۸۵	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء	۴	۱۵	۱۰۰۴
،،	۸۶	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۷۹۸ تا ۲۸۶۷ — پائی ۶ — آنہ ۵ — روپیہ ۵۲ طباعت۔ کاغذ برائے لفافہ۔ ۳ رجسٹر لائبریری۔ کرافٹ پیپر اسلامک ریویو ۶ — ۵ — ۱۲ سٹیشنری ۳ رجسٹر ایک مقراض۔ دستی مطبع کی سیاہی ۰ — ۴ — ۴ تاریں ۰ — ۹ — ۲ بہ مد رسالہ اشاعت اسلام ایک ریم کاغذ — ترجمہ مضامین ۱۲ — ۰ — قتلی برائے کاغذ ۳ — خرچ ٹانگہ ۳ — ۰ — ۱ — ۲۳ متفرق ۳ عدد مرقع جات تصاویر نو مسلمین کی جلد بندی ۰ — ۱۲ — کٹائی دو ریم کاغذ۔ کارڈ بورڈ۔ کھو نشیاں۔ وی۔ پی لسٹ۔ کتب فیدہ۔ بیرنگ خطوط دفتر۔ کرایہ ٹانگہ ۰ — ۷ — ۶	۰		۱۰۰
۱۴ 1/32	۸۷	محصول بل دیمیو السٹرن ایکسپریس کمپنی۔ کراچی بل نمبر جی۔ ۲۸۷۶ اور لائننگ کی اطلاع مورخہ 1/32 ۲	۰	۳	۱۸۹
۷ 1/32	۸۸	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:۔ کتب خریدہ ۸ — ۹ — کرایہ دفتر دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء [illegible] علاوہ خرچ دفتر [illegible] رسالہ اشاعت اسلام کے سرورق کیلئے کاغذ [illegible] ۔ باہر سے ٹائپ کرائی ۵ — ۲۰ — تاریں ۱۲ سٹیشنری ۱۴ — ۲ — ۲۰ — طباعت — شرحی وار فارم اسلامک ریویو [illegible] ۵ روپے محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۸۶۸ تا ۲۸۸۳ — ۳ — ۱۳ — ۹ روپے متفرق ۲ عدد انگیٹھیاں۔ قینچیں۔ قفل۔ کرایہ ٹانگہ۔ کوئلہ۔ بیرنگ خطوط ۹ — ۷ — ۲ روپے	۰	۰	۱۰۰
۸ 1/32	۸۹	کاغذ رسالہ اسلامک ریویو کا خرچ محصول ریل از کراچی تا لاہور ۲ — ۱ — محصول چونگی لاہور [illegible] گاڑیاں بابت مزدوری کاغذ از سٹیشن تا دفتر [illegible] خرچ ٹانگہ [illegible] قلی سٹیشن [illegible] گاڑیاں کا سول ملٹری پریس تک کاغذ لے جانے کا کرایہ [illegible] محصول ڈاک از ۲۸۸۴ تا ۲۹۱۹ متفرق کرایہ ٹانگہ [illegible] کوئلہ [illegible]	۰	۰	۱۶۶
	۹۰	پیشگی رقم برائے دفتر ووکنگ ۱۰/۔ پونڈ دستی بنک	۰	۵	۱۳۴۸
	۹۱	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از ۲۹۲۰ تا ۲۹۵۵ رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۶ — ۵۲ — تار ۱۳ — سٹینسل [illegible] رونیو [illegible] کتابت سرورق اشاعت اسلام [illegible] کتب [illegible] سٹیشنری ۲ — موسمی قراءات [illegible] متفرق اخراجات میاں اخبارات [illegible] بجلی کے [illegible] بکرای کی الماریاں کرایہ ٹانگہ بیرنگ خطوط (رقم وصولی) ڈاکخانہ کو کوالٹی [illegible] ۱۲۳۸	۰	۴	۶۹

بقیہ نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ در انگلستان و ہندوستان ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۴/۱/۳۲	۹۲	بل سفرخرچ سکرٹری ٹرسٹ - ڈیرہ نواب صاحب	۰	۴	۱۹
۱۵/۱/۳۲	۹۳	ووکنگ بل بتفصیل ذیل :- کوئلہ برائے دفتر بابت جنوری سنہ ۱۹۳۱ء ... ۲ (ووکنگ بل ۸: ۲) ؛ کوئلہ برائے دفتر بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء ... ۲ (ووکنگ بل ۵۷: ۱۳) ؛ تالیف قلوب (ووکنگ بل ۳۳/۱۰۰) ۰ - ۱۰ - ۱ ؛ تالیف قلوب (ووکنگ بل ۳۳/۱۰۹) ۰ - ۱۰ - ۱ ؛ صفائی چیک (ووکنگ بل ۳۳/۱۰۰) ۱ - ۱ ؛ تنخواہ عملہ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء (ووکنگ بل ۳۳/۱۲۵) ۱۱ - ۱۷ - ۶۴ ؛ متفرق خرچ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء (ووکنگ بل ۳۳) ½ - ۱۶ - ۸۲ ؛ متفرق خرچ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء (ووکنگ بل ۳۳/۱۳۳) ۶ - ۱ - ۴ ؛ متفرق بل بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (ووکنگ بل ۳۵) ۸ - ۶ - ۳۸ ؛ تنخواہ عملہ بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (ووکنگ بل ۳۶/۱۲۹) ۴ - ۵ - ۶۲ ؛ سفرخرچ بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (ووکنگ بل ۳۳/۱۴۹) ½۴ - ۱۷ - ۳ ؛ بل اعیاد اللہ ... ۶ - ۳ - ۳۵۱۹ ؛ پیشگی ... ۴ - ۵ - ۳ - ۳ ؛ ۱۰ - ۸ - ۳۸۲۲	۱۰	۸	۳۸۲۲
۱۸/۱/۳۲	۹۴	میسرز کلکتہ پرنٹنگ پریس برائے طباعت اپیل لائبریری مع قیمت کاغذ (Propagandic value)	-	۱۵	۱۶۹
۲۲/۱/۳۲	۹۵	کاتب برائے کتابت ۱۸ صفحات رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء	-	۱۳	۲۴
۲۶/۱/۳۲	۹۶	امپرسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۹۵۶ تا ۳۳ - ۳ روپے ۱۹ - آنہ ۱۵ - پائی ۰ ؛ سٹینسل روٹیو میسرز ملک پرنٹنگ پریس - کرافٹ پیپر - دفتری - کاغذ روٹیو - ۱۲ - ۹ - ۳ روپے ؛ تاریں - ووکنگ ۹ - ۱۰ آنہ - ۵ روپے - لکڑی کی صندوقچی نقدی کے لئے ... ۹ روپے ؛ سٹیشنری ۷ ر - متفرق - کرایہ تانگہ - بیرنگ خطوط - مہترانی موم بتی وغیرہ ... ۰ - ۸ - ۵ روپے	-	۰	۱۰۰
۲۶/۱/۳۲	۹۷	میسرز غلام محمد سراج الدین - جلدبندی اسلامک ریویو ۲۵۱۶ عدد -	۳	۲	۲۵
۲۸/۱/۳۲	۹۸	بل سابق دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۲۴ - ۳۰ تا ۷ - ۴ - ۳ روپے ۸۰ ؛ میسرز مسلم پرنٹنگ پریس لاہور - بابت رسالہ اشاعت اسلام جنوری نمبر سنہ ۱۹۳۲ء ۲۰ روپے	-	۰	۱۰۰
۳۰/۱/۳۲	۹۹	محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۴۸ - ۳۰ تا ۲ - ۳۰۶ - ۹ - ۱۲ - ۸۱ روپے ؛ لفافے ۱۲ / ۱ کتب خرید کردہ ۹ - ۱۲ - ۱۰ - میسرز ڈائمنڈ پریس دو عدد اینیم ۲ - ۱۲ ؛ ۲ رجسٹر اسلامک ریویو ... - ۱۲ - ۲ روپے - کٹائی رسالہ اشاعت اسلام ۱۴ ر - متفرق ... ۸ - ۲ روپے	-	۰	۱۰۰
		میزان کل	۵	۶	۱۲۰۳

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن کتب خانہ ریویو	۱	۴	۱۴	۸۴۳۷	خرچ مشن کتب خانہ ریویو و رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء	۵	۱	-	۱-۱۹
آمد معرفت تقسیم اسلامک ریویو	۲	۰	۰	۴۰۲					
آمد از وقت رسالہ اشاعت اسلام	۳	۰	۰	۱۱۴					
آمد سرمایہ محفوظ	۴	۰	۰	۱۰					
میزان	۰	۴	۱۴	۸۹۶۳	میزان	۰	۱	-	۶-۱۹

دستخط - آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

نمبر ۱ نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۲/۳۲	۱۴۹۶	جناب ایچ باگلنگٹن صاحب علیگڑھ مشن	۰	۰	۴		۱۴۹۹	جناب میسرز ایسٹ کو کوالالمپور	۰	-	۵۰
ر	۱۴۹۸	میسرز سلطانی کیمپالہ یوگنڈا	۰	۰	۵۰			(نوٹ) ایصال کردہ مبلغ ۵۰ روپے موصول ہوئے - مبلغ ۳۳ تبلیغی روپے مشن جمع ہوئے اور باقی ۱۷ روپے برائے رسالہ اشاعت اسلام نقشہ میں محسوب ہیں +			

بقیہ نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۲/۳۲	۱۵۰۹	جناب منہاج الدین صاحب ۔ تاگر ۔ مشن	۰	۰	۲
//	۱۵۱۱	٭ احمد یوسف خان صاحب عدن //			۱۰۰
//	۱۵۱۲	٭ خواجہ کمال الدین صاحب ۔ لاہور تصنیف ممبر مشن تصنیف ریویو			۲۰
//		ملا معین دفتر اکاؤنٹ ...		۴	۱
//		جناب خواجہ ... الدین صاحب // ممبر مشن			۲
	۱۵۱۳	٭ زاہد ... خان صاحب احمد نگری //			۵
۴/۲/۳۲	۱۵۲۰	٭ منہاج الدین صاحب سرگودھا			۱۰
//	۱۵۲۳	٭ سید محمد علی شاہ صاحب لاہور			۲
۶/۲/۳۲	۱۵۲۵	٭ احمد میاں محمود صاحب فاروقی ۔ حاجی غلام مصطفیٰ صاحب ۔ حاجی ۔ رفیق بھائی صاحب ...	۳	۵	۲۱
	۱۵۲۹	جناب زینب خاتون صاحب مشن			۲۵
	۱۵۳۱	٭ عبدالحی صاحب چٹاگانگ //			۲۵
	۱۵۳۲	٭ صاحبزادہ عبدالواحد صاحب احمد ...			.۱۲
	۱۵۱۴	٭ خان بہادر شیخ یعقوب وزیر محمد صاحب بمبئی مشن			۴۰
	۱۵۵۲	معرفت جناب چوہدری غلام حسن صاحب پشاور //			۱۵۰
	۱۵۵۴	جناب نور احمد صاحب راولپنڈی برمشن			۱۸
۱۱/۲/۳۲	۱۵۶۸	٭ تجمل حسین صاحب ... زکوٰۃ //			۵
//	۱۵۶۹	٭ ڈاکٹر فضل بیگ صاحب بہاولپور زکوٰۃ //	-	-	۲۰
//	۱۵۷۱	٭ عبدالحق صاحب گجرات //			۵
//	۱۵۷۴	٭ ایم حامد حق صاحب ... //			۳
//	۱۶۲۴	٭ مسٹر ایم عبداللہ صاحب ...			۴۰۰
//	۱۶۲۵	٭ نواب کرامت جنگ صاحب ۔ دکن //			۱۰۰
//		رقم واپسی ایم کے سالو صاحب کوئٹہ //			۱۰
//	۱۶۲۶	جناب ... صاحب ... مشن		۴	۲
		رقم واپسی			۳
		٭ مرزا غلام محمد صاحب ... زکوٰۃ عید			۳
۱۵/۲/۳۲	۱۶۷۶	٭ ایم ... محمد صاحب لاہور زکوٰۃ عید		۸	-
//	۱۶۷۷	٭ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب بھوپال مشن			۵
//	۱۶۷۸	٭ محمد زکی صاحب //			۲

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۶/۲/۳۲	۱۶۸۸	٭ ...	۳	۱	
	۱۶۸۹	جناب ابراہیم جمال صاحب ... افریقہ	۰	-	۱۷۰
۱۸/۲/۳۲	۱۷۳۲	جناب محمد شمس الدین صاحب کلکتہ	۹	-	-
۲۰/۲/۳۲	۱۷۳۳	٭ عبدالرحیم صاحب ... مشن	۰	-	۵
	۱۷۳۴	٭ آغا محمد ابراہیم صاحب بھوانی مشن	۰	۰	۴
//	۱۷۳۵	٭ ایم محمد علی صاحب شیلانگ	۰	-	۱۰
	۱۷۳۶	٭ ڈاکٹر ... اکبر خان صاحب ...			
۲۲/۲/۳۲	۱۷۵۴	٭ خان صاحب چوہدری عبداللطیف صاحب ... بابت ... زکوٰۃ عید			۱۵
	۱۷۵۶	جناب محمد حسین صاحب کاکوری ... لکھنؤ مشن	-	-	۱
//	۱۷۸۰	٭ شیخ عبدالرزاق صاحب لاہور مشن	۰	۰	۵
۲۴/۲/۳۲	۱۷۸۲	حضور نواب صاحب بہاولپور ۔ چندہ مشن	۰	۰	۲۵۰۰
۲۵/۲/۳۲	۱۷۹۷	جناب شیخ نیاز احمد صاحب ۔ وزیرآباد //	۰	۰	۱۰
//	۱۷۹۸	مسٹر نظام الدین اینڈ کو گجرات //	۰	۸	۱
	۱۸۶۵	واپسی ...	۱۱	۱۳	۱۱۸۶
۲۶/۲/۳۲	۱۸۰۶	آمد ...			
		... ۲۷ ...			
		دیگر وصول ... مشن ۔ ریویو ۔ کتب خانہ	۸	۱	۳۶۵
	۱۸۰۷	واپسی کرامت اللہ خان صاحب ...			
		دوم سفر مشن ...		۱۳	۳۰
	۱۸۰۸	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب ... مشن	۰	-	۴
	۱۸۱۰	منافع بر ۲۵۰۰۰ روپیہ از بنک			۱۱۲۵
	۱۸۱۳	جناب ایم ۔ دین محمد صاحب ...			۶
	۱۸۱۶	جناب صبیح الدین صاحب دہلی مشن	-	-	۱
۲۷/۲/۳۲	۱۸۲۲	معرفت دلاور خان صاحب خان بہادر ... غلام صمدانی صاحب ۲۵ ۔ خان بہادر سردار ... معرفت باز خان صاحب ۵۱	-	-	۷۶
۲۹/۲/۳۲	۱۸۲۹	جناب عبدالکریم صاحب مشن	-	۰	۲
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۹	۴	۲۰۴۸
		میزان	۴	۱۳	[illegible]

نقشہ ۲ تفصیل آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۲/۳۲	۱۴۹۷	جناب سر محمد اقبال صاحب لاہور ۴ کاپی			۲۰
۲/۲/۳۲	۱۵۱۳	٭ سے ایس محمود صاحب ...			۵
//		٭ خواجہ عبدالغنی صاحب		۸	۲
	۱۵۲۴	٭ مصطفیٰ احمد صاحب گیا ۔ ۱ کاپی			۵۰
۶/۲/۳۲	۱۵۲۸	٭ مصطفیٰ کمال پاشا لکھنؤ ۲ کاپی			۱۰
//	۱۵۲۹	٭ محمد علی صاحب ... کورٹ یک کاپی			۵
//	۱۵۳۰	٭ نواب علی صاحب بارہ بنکی ۳ کاپی			۱۵
//	۱۵۵۱	٭ غلام جیلانی صاحب جالندھر ۲ کاپی			۲۵
//	۱۵۵۳	٭ محبوب خان صاحب دھاڑوار یک کاپی			۵
//	۱۵۵۵	٭ ...			۵
۱۱/۲/۳۲	۱۵۶۷	٭ علی احمد صاحب ... کاپی			۱۰۰
//	۱۵۷۰	٭ سید عبدالحلیم صاحب میمن سنگھ	-	۸	۴

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
	۱۵۷۵	جناب حضرت حاجی سید وارث حسین صاحب لکھنؤ ۲ کاپی	-	-	۱۰
	۱۵۷۶	٭ عبدالرحمٰن خان صاحب سرگودھا یک کاپی	-	-	۵
۱۳/۲/۳۲	۱۶۶۷	جناب پروفیسر ... شیرانی صاحب حیدرآباد یک کاپی	-	-	۵
۱۶/۲/۳۲	۱۷۰۵	جناب سید نصرت علی صاحب ... یک کاپی			۵
۱۷/۲/۳۲	۱۷۰۶	٭ محمد مظفر علی خان صاحب بدایوں ... یک کاپی			۵
۱۸/۲/۳۲	۱۷۵۵	جناب کیپٹن ... عدن ۵ کاپی			۲۵
	۱۷۵۷	٭ محمد ... علی صاحب عدن ... یک کاپی			۵
	۱۷۸۱	جناب رفیق ... صاحب ... ۔ جناب ... صاحب ... ۔ احمد ... ۔ حاجی عثمان ... صاحب ...			۷۵
	۱۸۱۱	جناب غلام حسن صاحب لکھنؤ ۴ کاپی	۰	۰	۲۰
		میزان	۰	-	[illegible]

نقشہ ۳ تفصیل آمد رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۴۱۱	۰	۰	میزان	۴۱۱	۰	۰

نقشہ ۴ تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۵ ۲/۳۲	۲۶	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۰	۰	۵	۲۶ ۳/۳۲	۲۷	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۰	۰	۵
								میزان	۰	۰	۱۰

نقشہ ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۲/۳۲	۱۰۰	تنخواہ عملہ لاہور مع پراویڈنٹ فنڈ و بونس بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء	۱۰	۱۵	۹۶۸
۸ ۲/۳۲	۱۰۱	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :-	۰	۰	۱۰۰
		محصول ڈاک از نمبر ۳۰۶۳ تا ۳۱۶۷ — ۳ — ۱۴ — ۷۹			
		میسرز ڈاکٹر اعظمند ڈیرس ... بندھائی رسالہ اشاعت اسلام جنوری سنہ ۱۹۳۲ء — ۱۲ — ۳			
		" " " ۶ — ۲ — ۰			
		" " ۰ — ۲ — ۰			
		سٹیشنری - کاغذ پنسل سیاہی وغیرہ ۶ — ۶ — ۱			
		خرید کتب ۰ — ۲ — ۶			
		کاتب ۰ — ۰ — ۲			
		متفرق			
		تنخواہ مہترانی بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء — ۰ — ۱			
		کرایہ ٹانگہ - الماریاں وغیرہ ۳ — ۱۵ — ۴			
"	۱۰۲	سپرنٹنڈنٹ انچارج سنٹرل ٹیلیگراف آفس	۰	۰	۲۵
"	۱۰۳	تنخواہ سفیر اول مشن بابت جنوری سنہ ۱۹۳۲ء	۰	۰	۳۵
	۱۰۴	جمال الدین عرف گلو - قسط بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء	۴	۵	۱۳
۱۲ ۲/۳۲	۱۰۵	دفتر ووکنگ بل بہ تفصیل ذیل :-	۲	۵	۳۲۳۷
	۱۰۶	بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۱۳ مد ۔ ۵ — ۴ — ۳ — ۱			
		خرچ چھپائی اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر بحوالہ میسرز ... برادرس بل نمبر ۳۲۲۶۰			
		خرچ چھپائی (Islamic Review ...) بحوالہ پریس بل نمبر ۳۲۲۶۵ ۱ - ۱۵ - ۱ - ۴۰ پونڈ			
		سفر خرچ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۴۰/۱۵۳ ۵ — ۱۰ — ۲ پونڈ			
		تنخواہ عملہ ووکنگ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء بحوالہ ووکنگ بل ۳۸/۱۴۷			
		سفر خرچ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۴۰/۱۵۲ ۵ — ۱ — ۲ پونڈ			
		تنخواہ عملہ ووکنگ بابت دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء بحوالہ ووکنگ بل ۳۸/۱۴۷ منفی تنخواہ اسسٹنٹ امام ووکنگ ۴ — ۲ — ۸۴ پونڈ			
		متفرق بابت دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۳۹ - ۶ — ۱۵ — ۱۰ پونڈ			
		تنخواہ عملہ بابت جنوری سنہ ۱۹۳۲ء — ۰ — ۴۵ پونڈ			
		پیشگی امپیریل لینڈ — ۰ — ۲۰ پونڈ			
		میزان ۸ — ۶ — ۱۶۸			
		بابت طباعت (Islam & ...) بحوالہ میسرز الوان برادرس			
		بل نمبر ۳۲۴۰۰ — ۶ — ۱۷ — ۳۸ پونڈ			
		رقم جو ووکنگ جاتی ہے - بحوالہ ۱۱۱/۱۰۵ ۸ — ۱۸ — ۵۱ پونڈ			
		۱۲۲/۱۰۶ ۱۱ — ۶ — ۷۳			
		بابت طباعت اسلامک ریویو ۵ — ۹ — ۴۳ پونڈ ۷ — ۵ — ۱۲۵ پونڈ			
		پریس بل نمبر ۳۲۱۸ ۸ — ۶ — ۱۶۸			
		۶ — ۱۷ — ۳۸			
		۵ — ۹ — ۳۴			
		۲ — ۵ — ۳۲۳۷ R ۷ — ۱۳ — ۲۴۱ پونڈ			

نوٹ: ... صرف ۷ - ۵ - ۱۲۵ پونڈ ۰ - ۶ - ۷ - ۱۶ روپیہ تو نقد ووکنگ روانہ کئے گئے ہیں اور باقی ۸ - ۶ - ۱۶۸ پونڈ ایس سے پیشگی آمد بابت دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء ... ووکنگ موصول ہوئی - اسمیں وضع کر دیئے گئے ہیں ۔

بقیہ نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری ۱۹۳۲ء

تاریخ	واؤچر نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۵/۱/۳۲	۱۰۷	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۳۱۶۸ تا ۳۲۳۱ — ۹ — ۲ — ۳۶ روپے تاریں ۰ — ۸ — ۷ روپے انعام عید - پوسٹمین - تارمین وغیرہ - کرایہ ٹانگہ - بیرنگ خط ۰ — ۱ — ۸ روپے میسرز پیکو آرٹ پرنٹنگ پریس - بلاک اشاعت اسلام ۹ — ۳ — ۶ ″ کاغذ برائے آرڈر و رسید بک ۰ — ۱۲ — ۶ ″ کرافٹ پیپر برائے رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۱۴ — ۶ ″ میسرز ڈائمنڈ پریس برائے بندھائی لفافے اسلامک ریویو ۰ — ۱۳ — ۸ ″ کاغذ برائے اشاعت اسلام و خرچ ٹائٹل فروری ۱۹۳۲ء ۹ — ۹ — ۱۵ ″ کرایہ بیل گاڑی بابت کاغذ لیجانے پریس کے ۰ — ۱۲ — ۰ ″ اسلامک ریویو بلاک - محصول ریل ۰ — ۷ — ۱ ″ سٹیشنری - پنسل و جاذب ۰ — ۸ — ۱ ″	۰	۰	۱۰۰
۲۵/۱/۳۲	۱۰۸	بابت حساب سابق سفیر دوم مشن:- تنخواہ از ۲۵/۱۱/۳۱ تا ۲۱/۱۲/۳۱ ۰ — ۱۵ — ۲۱ روپے کرایہ سفر بل ۳ — ۷ — ۲۲ ″ ۳ — ۶ — ۴۴ روپے	۳	۶	۴۴
۲۹/۲/۳۲	۱۰۹	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۳۲۳۲ تا ۳۳۷۴ ۰ — ۸ — ۷۱۲ روپے رقوم واپسی ۰ — ۰ — ۱۳ ″ متعلق چھپائی - سیاہی رونیو - ہیل اشاعت اسلام ۰ — ۳ — ۱ ″ کرایہ دفتر عامہ بابت جنوری ۱۹۳۲ء ۰ — ۰ — ۱۲ ″ کرایہ دفتر سکرٹری بابت ماہ جنوری ۱۹۳۲ء ۰ — ۰ — ۲۰ ″ متفرق ۰ — ۰ — ۲	۰	۰	۱۰۰
″	۱۱۰	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس لاہور بابت طباعت اسلامک ریویو ماہ جنوری ۱۹۳۲ء بحوالہ بل ۱۸۱۴ و ۳۷۴	۰	۸	۳۳۹
″	۱۱۱	میسرز متھراداس چھٹن لال - لاہور - کاغذ ۸ ریم برائے رسالہ اشاعت ماہ جنوری ۱۹۳۲ء	۰	۸	۵۲
″	۱۱۲	میسرز جے۔ بی۔ ایڈوانی اینڈ کو بحوالہ بل نمبر ۴۷۵۳ - ۵۶۵۳ متعلق کاغذ سرورق رسالہ اشاعت اسلام جنوری ۱۹۳۲ء	۹	۵	۱۳
″	۱۱۳	کاتب بابت لکھائی رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری ۱۹۳۲ء	۰	۱۵	۲۴
″	۱۱۴	میسرز کلکتہ آرٹ پرنٹنگ پریس لاہور متعلق اسلامک ریویو چھپائی ۰ — ۰ — ۳ روپے چھپائی سرورق رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۴ — ۱۱ ″ ۱۹۲۰ سرکلر اسلامک ریویو لائبریری ۰ — ۱۰ — ۱۶ ″	۰	۱۴	۳۰
″	۱۱۵	پیشگی تنخواہ عملہ ووکنگ بابت ماہ فروری ۱۹۳۲ء بھیجی گئی ۷۰ پونڈ	۰	۱۳	۹۲۳
		میزان	۲	-	۶۰۱۹

مسٹر گاندھی اور مسئلہ خیر و شر

کیا خدا بدی کا خالق ہے؟

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

"میں جانتا ہوں۔ کہ اس (خدا) میں بذاتِ خود کوئی بدی یا بُرائی موجود نہیں لیکن اگر دُنیا میں بدی کا وجود ہے۔ تو اس کا باعث یا خالق وہی ہے۔ تاہم اُسے بدی سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے" (گاندھی)

مسٹر گاندھی کے مذکورہ بالا قول سے۔ جو وکیلوں کی طرح پہلو بچا کر پیش کیا گیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ طبقۂ وکلاء کے رُکن بھی رہ چکے ہیں۔ کم از کم یہ تو صاف طور سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا بدی کا خالق ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ مسئلۂ خیر و شر میں بہت سے لوگوں کو اس قسم کی عقلی دُشواریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جن کا حل ابھی تک نہیں ہُوا۔ یہ مسئلہ ایک قسم کا آہیاتی ہے۔ جو اگرچہ ابھی تک نہیں سُلجھا ہے۔ تاہم اسکی وجہ سے بہت سے غلط اور گمراہ کُن عقیدے پیدا ہو گئے ہیں۔ اور اُن کے سبب سے لاکھوں انسانوں کی معاشرتی زندگی پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ کلیسیائی مسیحیت نے تو بدی کے سامنے ہتھیار ہی ڈال دیئے۔ اور بے اختیار پُکار اُٹھی۔ کہ انسان کی نجات کا واحد ذریعہ صرف یہی ہے۔ کہ یسُوع کے خُون پر (کفارہ) ایمان لایا جائے۔ مہاتما بُدھ نے بہرکیف، مسیحیت کی طرح کفارہ کا خیال پیش نہیں کیا۔ اگرچہ بدی کے ناقابلِ تسخیر ہونے کا اعتراف اُنھوں نے بھی کیا ہے۔ اُن کی رائے میں نجات کا ذریعہ یہ ہے۔ کہ اپنی ہستی کو فنا کر دیا جائے۔ برہمنی مذہب نے یہ تعلیم دی۔ کہ ہم دُنیاوی اُمور سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اور جنگلوں میں سادھو کی زندگی بسر کریں۔ کیونکہ اُن کے خیال کے مُطابق، بدی سے بچنے کی صرف یہی ایک صُورت ممکن ہو سکتی تھی۔ جس طرح قدیم یُونانی، نیمی سس کی پُوجا کرتے تھے۔ اُسی طرح زرتشتی مذہب نے دُنیا کو دو خُداؤں کے مابین مُنقسم کر دیا۔ ایک نیکی کا خُدا دوسرا بدی کا، اور انسان اُن کے ہاتھ میں مثل کھلونے کے تھا۔ لیکن لوازماتِ نفسانی اور اُن میں دلچسپی کی وجہ سے لازمی طور پر ہر سوسائٹی میں عیاشی کا رنگ پیدا ہو گیا۔ اور اسکی وجہ سے مختلف قسم کی بُرائیاں پیدا ہو گئیں۔ جو قدیم ہندی اور یونانی علم الاصنام کے دیوتاؤں سے مُطابقت رکھتی تھیں۔ لوگوں نے بدی کی پرستش شروع کر دی۔

اور آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت تو یہ رسم نہایت عروج پر تھی۔ چنانچہ جب اسلام کا ظہور ہُوا تو دنیا بباطن بدی میں غرق تھی تاہم تقدس کا جامہ پہنے ہُوئے تھی۔ اسلام نے بدی کو مردود قرار دیا اور اس پیچیدہ مسئلہ کو سُلجھایا اور بدی کو اس کے اصلی رنگ میں دُنیا کے سامنے آشکار کر دیا۔ لیکن بایں ہمہ بدی ابھی تک دُنیا سے دُور نہیں ہُوئی ہے۔ اور انسانوں پر اُس کی حکومت بدستور قائم ہے۔ مسٹر گاندھی بھی بدی کے ہر جگہ موجود ہونے کا اعتراف کرتے ہیں لیکن اُن کا دماغ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ خدا کا بدی کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایک درمیانی راستہ اختیار کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اُصول کامیابی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ اگر بدی ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ تو مسٹر گاندھی کے خیال میں خدا اس کا باعث یا خالق ہے۔ اور اگر وہ اُس کا خالق ہے تو پھر وہ اس سے بے تعلق کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ بیشک وہ خود کسی قسم کی بدی کا مرتکب نہیں ہوتا جس طرح قدیم علوم الاصنام کے دیوتاؤں کے متعلق کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی بدی کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ تاہم خدا بدی کے لئے ذمّہ وار ہے۔ بیش از پیش یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ خدا بڑا رحم دل ہے۔ بلکہ مجبور ہے کہ وہ بدی کو ہر جگہ کارفرما دیکھتا ہے لیکن روک تھام نہیں کر سکتا لیکن اس صورت میں وہ الزام سے بری کس طرح ہو؟ یہ ہے وہ پوزیشن جو مسٹر گاندھی نے اس مسئلہ میں اختیار کی ہے +

دراصل یہ سب مسیحی نظریّہ کا پرتو ہے۔ مسٹر گاندھی اکثر اپنے آپ کو "اہنسا" کا پَیرو کہتے ہیں جس کی رُو سے کسی کو تکلیف پہنچانا ممنوع ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ مذہب بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن مسٹر گاندھی نے اس کے وکیل یا حامی ہونے کی حیثیت سے ایک ایسی بات کا اعلان کیا ہے جو ایمان کی رُوح کے منافی ہے۔ کیونکہ تکلیف دہی بہرحال بدی ہے۔ خدا کو ہمیشہ اُن صفات سے متّصف کیا گیا ہے جو اسکے پیرووں کی نظر میں بہترین ہو سکتے ہیں۔ اور اُسے تمام خوبیوں کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر حضرت کرشن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے (جیسا کہ پُرانوں میں پایا جاتا ہے) کہ وہ عورتوں کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور ہر قسم کی بُرائی جو جنسی تعلقات سے متعلق ہُوا کرتے تھے تو میرا خیال ہے۔ کہ یہ سب باتیں اس مقدس انسان پر ایک بہتان ہیں لیکن یہ باتیں کسی زمانہ میں اچھی خیال کی جاتی تھیں۔ اور بخوشی اُس خدا سے مجسّم سے وابستہ کی جاتی تھیں۔ انسان نے اپنے معبود کو ہمیشہ اوصاف حمیدہ سے متّصف کیا ہے۔ اور اگر میرا یہ دعویٰ صحیح ہے تو پھر مسٹر گاندھی خدا کے کندھوں سے بدی کو اچھائی سمجھنے کی ذمّہ واری کس طرح ادا کر سکتے ہیں

اگر خدا ہی مسٹر گاندھی کی رائے میں بدی کا خالق ہے؟
اندریں صورت وہ لوگ جو بدی سے متنفر ہیں کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں کہ خدا نیکی کا سر چشمہ ہے؟ مجھے یقین ہے۔ کہ مسٹر گاندھی بدی کے تصوّر کو بھی ناپسند کرتے ہونگے لیکن اس مسئلہ پر۔ جن خیالات کا اظہار اُنھوں نے کیا ہے؟ اُس کا منطقی نتیجہ یہی ہے جو میں نے نکالا +

بلا شک بدی اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانیت۔ وہ نیکی کے ساتھ ساتھ قائم رہی ہے لیکن اس وجہ سے ہم خدا پر کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔ خدا بدی کا خالق نہیں۔ اگرچہ یہ مسئلہ بہت ہی مشکل ہے۔ تاہم قرآن شریف نے اس کا حل پیش کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ہر شے بھلائی کا سبب ہے۔ چونکہ اشیاء مختلف لیاقتوں کے انسانوں کے استعمال کیلئے بنائی گئی ہیں تو کسی چیز کی بھلائی یا خوبی اس اندازہ پر منحصر ہے۔ جس کے مطابق وہ شے استعمال کی جاتی ہے۔ پانی خدا کا بہترین عطیہ ہے لیکن جو مقدار انسان کیلئے معیّن ہے وہ اُونٹ کیلئے بالکل ناکافی ہے۔ اگر اُسے انسانی مقدار سے بدرجہا زیادہ پانی نہ ملے تو وہ مر جائیگا۔ اور اگر ہم اتنا پانی پی لیں جو ہماری صحت کے لئے مُضر ہے۔ تو یہ ایک بدی یا بُرائی ہے۔ افیون اکثر بیماریوں میں دوا ہے لیکن اگر مقدار مُعیّنہ سے زیادہ ہو جائے تو زہر ہو جاتی ہے۔ مقدار کا اُصول اخلاقی اور طبعیٰ حالات پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ فی الجملہ تمام چیزیں، افعال اور خیالات، سب اچھائی کے لئے ہیں۔ اُن کا غلط طریق پر استعمال اُن کی اچھائی کو بُرائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر نیکی ایک اضافی چیز ہے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بعض شرائط اور حالات کی ضرورت ہے تو اگر ہم ان کا لحاظ نہ رکھیں تو فوراً ہمارا فعل بدی کی شکل میں تبدیل ہو جائیگا۔ اِس طرح جب پہلی مرتبہ بنی نوع آدم نے اشیاء کا غلط طریق پر استعمال کیا خواہ وہ پہلا شخص قابیل تھا یا کوئی اور تو بدی کا ظہور دُنیا میں ہُوا۔ اور در اصل مقدار کا اصُول اس تمام مسئلہ کو بخوبی حل کر دیتا ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ اگر بھلائی کے ساتھ ساتھ بدی کا وجود بھی دُنیا میں پایا جاتا ہے لیکن ہم بدی کو خدا سے منسوب نہیں کر سکتے خصوصاً جبکہ اس کے الہام نے ہمیں اس قدر وضاحت کے ساتھ مقدار کے اصُول کو سمجھا دیا ہے (۵۵ : ۸) اس اصُول کی طرف (۹۶ : ۶) میں بھی اشارہ کیا گیا ہے جو کہ سب سے پہلی آیات ہیں جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئیں۔ پس قرآن مجید نے شروع ہی سے ہمیں بدی کی نوعیت سے اور اس کے ازالہ کی ترکیب سے آگاہ کر دیا تھا۔ اصُول مقدار کی خلاف ورزی سے بدی پیدا ہوتی ہے، اور

اصول مقدار کے صحیح علم سے ہم اس غلطی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہم قرآن شریف میں یہ بھی پڑھتے ہیں کہ نیکی اور بدی کا پہلے ہی سے اندازہ ہو چکا ہے اور اسی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے۔ کہ قرآن شریف بھی "تقدیر" اور "قسمت" کے عقیدہ کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید ان معنوں میں تقدیر کی تعلیم مطلق نہیں دیتا جو عام طور سے اردو میں لئے جاتے ہیں۔ ہاں وہ نیکی اور بدی کے اندازہ قبل از آفرینش کی تعلیم ضرور دیتا ہے۔ کیونکہ وہی شے جو ایک خاص اندازہ کے ماتحت اچھی ہوتی ہے، دوسرے اندازہ میں بری ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ہم بڑے ادب کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہمیں اس اندازہ سے آگاہ کر دینا ضروری ہے چنانچہ قرآن مجید نے بھی ہمارے مطالبہ کی درستگی کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ سولھویں سورت کی نویں آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ "اور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے صحیح راستہ دکھانا اور کچھ راہیں ایسی بھی ہیں جو صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی ہیں"۔ اگر سورۂ فاتحہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے صحیح رستہ (صراط مستقیم) کی طرف رہنمائی کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اور غلط راہوں سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ تو دوسری سورت کی دوسری آیت میں اس امر کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ کہ کتاب در اصل انہی لوگوں کی رہنمائی کیلئے نازل ہوئی ہے۔ جو اپنے آپ کو بدی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

میں نے مسٹر گاندھی کے غور و فکر کرنے کے لئے، قرآن شریف سے چند نکات اس مضمون میں پیش کر دیئے ہیں میری رائے میں یہ بات نہایت افسوسناک ہوگی۔ کہ ان کا نام کسی ایسے سہو قلمی کے ضمن میں ہمیشہ کیلئے مشہور ہو جائے۔ جس کی وجہ سے ان پر یہ الزام لگ سکے۔ کہ انہوں نے خدا کو بدی کا خالق بیان کیا ہے۔ اور جہانتک ان کے تصور ذات باری کا سوال ہے وہ تصور باوجود بعض نقائص کے تقریباً ایسا ہی ہے جیسا کہ مسلمان کا +

ایک غیر مسلم کے قلم سے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف

بقلم اے کیسی

بہت زمانہ گزرا جبکہ میں ایک تاروں بھری رات میں اپنے ایک دوست کے ساتھ جنوبی افق آسمان کا مشاہدہ کر رہا تھا مشہور ستارہ "فومل ہاٹ" کی رنگ برنگی روشنی سے متاثر ہو کر میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ آپ بھی اس ستارہ کو دیکھیں۔ تاکہ جو دماغی سرور مجھے حاصل ہو رہا ہے اس میں آپ بھی شریک ہو سکیں +

میرے دوست نے دُور بین میرے ہاتھ سے لینے سے قبل ایک مشفقانہ انداز میں مسکرا کر اس ستارہ کا نام لیا تاکہ جو غلطی اس نام کے تلفظ میں مجھ سے سرزد ہو گئی تھی۔ اس کی اصلاح ہو جائے لیکن اس میں تفوق علمی کے اظہار

کا شائبہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے۔ ہاں مجھے بھی "فم الحوت" سے بہت کچھ دلچسپی ہے۔ اب آپ خود اندازہ
کر سکتے ہیں۔ کہ مجھے اس تلفظ کو سن کر کس قدر حیرانی لاحق حال ہوئی ہوگی۔ میں تو یہ سمجھے ہوئے
تھا۔ کہ یہ کسی عالم ہیئت کا نام ہے۔ کیونکہ "ھاٹ" کے معنی جرمن زبان میں "کھال" کے آتے ہیں۔ اور
اسی کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ جیسا کہ آجکل عام قاعدہ ہے۔ کہ دریافت شدہ اشیاء کو ان کے
دریافت کرنے والوں یا موجد کے نام سے ہی مشہور کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ تلفظ سن کر مجھے فوراً یہ خیال
پیدا ہوا۔ کہ یہ کسی غیر یورپین زبان کا لفظ ہے۔ میں اب اس ستارہ کو دیکھنا تو بھول گیا۔ اور گھبرا کر
اپنے دوست سے پوچھنے لگا۔ کہ اس لفظ کے معنی کیا ہیں؟ اور یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ انھوں نے
دوبارہ اسی محبت آمیز لہجہ میں جواب دیا "یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کے معنی ہیں "مچھلی کا منہ"
چونکہ میں اس بات سے واقف تھا۔ کہ یہ ستارہ ستاروں کے اس مجموعہ سے تعلق رکھتا ہے جسے
"ماہی جنوبی" کہتے ہیں۔ اس لئے مجھے اس لفظ کے معانی میں لطف آگیا۔ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے
کے لئے میں نے معذرت گستاں لہجہ میں کہا۔ میں نے اپنے دو مسلمان شاگرد دوستوں کی معیت میں بار ہا
ستاروں کا مشاہدہ کیا ہے لیکن انھوں نے نہ کبھی میرے تلفظ کو صحیح کیا اور نہ معنے بتائے"۔
میرے رفیق نے سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ بہت ممکن ہے۔ کہ ایسا ہوا ہو۔ اکثر مسلمان طلبہ عربی سے ناواقف
ہوتے ہیں، سوائے اُن کے جن کی مادری زبان ہی عربی ہو۔ اور جو طلبہ عربی جانتے بھی ہیں۔ وہ
عموماً علم ہیئت میں دلچسپی نہیں رکھتے"۔ میں نے کہا "بیشک آپ صحیح کہتے ہیں۔ یہی بات مجھے یورپین
محققین نے بھی بتائی ہے خصوصاً انگریزوں نے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو انہی کے وطنوں میں دیکھا ہے وہ
کہتے ہیں۔ کہ مسلمان زیادہ تر جاہل ہوتے ہیں۔ اور حکمت و سائنس کی تحصیل کو گناہ سمجھتے ہیں"۔
انھوں نے کہا "اس قدر زبوں حالت تو نہیں ہے۔ لیکن اس بات سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا
کہ گزشتہ دو سو سال سے بعض مخالف حالات کی وجہ سے اُن کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ شاید
تمہیں یہ سن کر تعجب ہو۔ کہ اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے سائنس کی تحصیل کو ایک
مذہبی فرض قرار دیا ہے۔ نہ صرف مردوں کیلئے بلکہ عورتوں کیلئے بھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کی
ابتدائی چھ صدیوں میں علوم و فنون نے اس سرعت کے ساتھ ترقی کی تھی۔ میں نے حیرت سے پوچھا
کیا یہ بات صحیح ہے؟ میں نے قصداً اس بات کا اظہار نہیں کیا۔ کہ یورپین مصنفین تو یہ لکھتے ہیں کہ اسلام

میں عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا ۔ اور اسلام تعصب اور تنگنظری کی تعلیم دیتا ہے اُنہوں
نے کہا "افسوس! مسیحی ممالک نے کس ہوشیاری کے ساتھ اسلامی تہذیب کے ہر نشان کو مسیحی نوجوانوں
کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ تمہارے جیسی اعلےٰ علمیت کا انسان
بھی اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات سے چھ سو برس بعد تک مسلمان دُنیا
میں علم و فن کی اشاعت کے اجارہ دار رہے ہیں ۔ اور نہ صرف یہ بلکہ مسلمان ہی یورپ میں کاغذ لائے
اس سے پہلے یہاں کاغذ کا نشان نہ تھا۔ اُنہیں مسلمانوں ہی نے یورپ کو ہندسے عطا کئے ورنہ علم حساب
بھی ترقی نہ کرتا۔ اور الجبرا اور کیمسٹری یہ دو لفظ خود بتاتے ہیں۔ کہ یہ دونوں عربی الفاظ کی بگڑی
ہوئی شکلیں ہیں لیکن میں چند منٹوں میں گزشتہ ہزار سال کی تاریخ کس طرح بیان کرسکتا ہوں؟
یوروپین مؤرخوں کی تالیف کردہ تاریخوں سے بھی ایک خالی الذہن طالب علم کو اسلامی زمانہ میں علوم و فنون
کی ترقیات کا بہت کچھ حال معلوم ہوسکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ سے کہیں زیادہ فرائض
مسلمانوں پر عاید کئے گئے ہیں لیکن جس حکم پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ وہ علم حاصل کرنا ہے۔ نماز پڑھنے
پر بھی اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا کائنات میں غور و فکر کرنے اور مظاہر فطرت کا مشاہدہ کرنے پر دیا
گیا ہے تحقیق کرنا مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اگر تم دُنیا کی ادبیات کا مطالعہ کرو۔ تو تمہیں معلوم
ہو جائیگا۔ کہ ان میں سے اکثر کا آغاز اسلام یا مسلمانوں کی وساطت سے ہوا ہے۔ یوروپین تاریخ کا
مطالعہ کرتے وقت تم نے کبھی یہ سوال کیا ہے کہ آخر سپین اور پرتگال جو گزشتہ چند صدیوں سے
یورپ کے ان ممالک میں سے ہیں جو شائستگی تمدن اور علم و فن میں سب سے پیچھے ہیں۔ کس طرح دُنیا کی دریافت
اور جہازی سفر کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تھے؟ اور جدید شاعری اور انشاء پردازی کی لہر صوبہ پراونس
واقع سپین اور صقلیہ متصل اٹلی سے کیوں اُٹھی تھی؟ آخر یہ تحریک شمالی جرمنی یا شمالی فرانس سے
کیوں نہ اُٹھی؟ تب چاسر جو انگریزی شاعری کا باوا آدم ہے، ان ذرائع کو صاف طور سے عیاں
کرسکتا تھا جن کی بدولت وہ شاعر بنا لیکن یہ موضوع بھی بہت تفصیل طلب ہے۔ کیونکہ اس میں گزشتہ
ہزار سال کی سائنس ادب مذہب اور فلسفہ کی تاریخ شامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بالمقابل لوگوں نے
ہر ممکن کوشش اس امر کی کی ہے۔ کہ اس تفصیل کی اہمیت کو اس قدر کم کیا جائے ۔ کہ وہ لوگوں کی نظروں سے
نہاں ہو جائے۔ اسکی وجہ سیاسی پیچیدگیاں اور پرانی رقابت ہے۔ اور جب ایک شخص موجودہ دُنیا میں اقتدار کا

مالک ہو تو اُسے تلخ حقائق کا اعتراف کرنے کی ضرورت بھی کونسی ہے ؟

"جب مَیں نوجوان تھا تو مجھے میرے والدین یورپین زبانوں اور خصوصاً انگریزی کے حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ اُن کی رائے میں ان زبانوں میں ہمارے مذہب کے خلاف دروغ بافیوں کے انبار کے علاوہ اَور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کوئی نوجوان ان زبانوں کو پڑھ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ ہاں نقصان یقینی ہے۔ میں اُس زمانہ میں اس خیال پر ہنستا تھا۔ اور اُسے اُن کے تعصب پر محمول کرتا تھا لیکن افسوس کہ آگے چل کر مجھے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ اُن کا خیال صحیح تھا بعض لوگوں نے تو اسلام کے متعلق نا قابلِ یقین دروغ بافیاں کی ہیں۔ اور جو لوگ بہترین نقاد تسلیم کئے جاتے ہیں انھوں نے عمداً صداقت کا اعتراف کرنے سے گریز کیا ہے۔ تاہم اُن کی کتابوں میں کہیں کہیں صداقت کی جھلک نظر آجاتی ہے۔ اور یہ بھی اپنے اندر ایک پہلو تسکین کا ضرور رکھتی ہے۔ اَور مَیں خوش ہوں۔ کہ مَیں نے اُن کُتب سے بالکل ہی قطع نظر نہیں کی۔ کیونکہ یہ جاننا بھی ایک رنگ میں مفید ہے۔ کہ ہمارے دشمن ہمارے خلاف بدترین الزام کیا لگا سکتے ہیں +

اور اس معاملہ میں شخصی عناد کی تو کوئی بحث ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جب ایک آدمی عمداً حق بیانی سے گریز کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اور اُس جماعت کو بھی جس کے عارضی مفاد کی وہ نگرانی کرتا ہے۔ موازنۂ مذاہب کا فن کبھی کا دُنیا سے مٹ چکا ہوتا۔ اگر مسیحی ممالک کی یہ تنگنظری دُور ہو جاتی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ کوئی موازنہ مذہب ہے، اور نہ موازنۂ فلسفہ۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ عنقریب دُنیا کو صداقت کے معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ اور صداقت آشکارا ہو کر رہیگی" +

اس موقعہ پر ہماری گفتگو ختم ہوگئی۔ کیونکہ میرے دوست کو ایک جگہ ملنے کے لئے جانا تھا۔ اُنکے جانے کے بعد میں نے تاریخ کے مطالعہ کرنے کا عزم کرلیا۔ تاکہ مجھے حقیقت کا علم براہ راست حاصل ہو۔ اور مسیحی مؤرخین کا زاویۂ نگاہ بھی سامنے آجائے۔ اُن تمام کتابوں کی تفصیل تو غیر ضروری ہے جو میرے مطالعہ میں آئیں۔ بہت جلد مجھے گبن اور کارلائل کی تصنیفات کے پڑھنے کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد سپین صقلیہ اور یورپین اور ایشیائی لٹریچر کی تاریخیں پڑھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے مذہب کا مطالعہ ازسرِنو شروع کیا۔ اور قرآن مجید کو پڑھا لیکن جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ قرآن پڑھنے

کی کتاب نہیں بلکہ غور کے ساتھ مطالعہ کرنے کی چیز ہے۔ ہر سطر میں کوئی نہ کوئی مفہوم پنہاں ہے۔ اور جب تک ہر سطر واضح نہ ہو جائے آگے بڑھنا اُلجھن میں پڑنا ہے۔ اور اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے لیکن شاعرانہ طور پر اس میں فطرت تاریخ قانون مابعد الطبیعیات عالم غیب پیشگوئیوں اور تمثیلوں کا مذکور ہے۔ اور اس طرح کہ ہر سطر میں معانی پوشیدہ ہیں۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے بعد جرمن شاعر گوئٹے کے اُن الفاظ کی صداقت مجھ پر آشکارا ہوئی جن کا حوالہ کارلائل نے اپنی تصنیف میں دیا ہے۔ تاکہ انگریزی دان طبقہ فائدہ اُٹھا سکے۔ اسی زمانہ میں میری ملاقات "دعوت اسلام" کے مصنف سے ہوئی۔ اور اس کتاب کی پہلی اڈیشن خود مصنف یعنی مسٹر طامس آرنلڈ ہی نے مجھے عنایت کی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ایک دن دورانِ گفتگو میں صاحبِ موصوف نے مجھ سے کہا "تاریخ یورپ کا مطالعہ کرنیوالا اس حقیقت سے منکر نہیں ہو سکتا۔ کہ ہماری یوروپین تہذیب پندرھویں بلکہ سولھویں صدی تک تمام تر اسلامی تمدن پر مبنی تھی، ہاں اس کے بعد اس میں آزادانہ ترقی ہوئی ہے لیکن یورپ اسلام کی بعض باتوں کو پسند نہیں کرتا مثلاً آسانی طلاق" یہ واقعہ سنہ ۱۹۱۰ء کا ہے +

لیکن آج ہم خوب جانتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں اصلاحی تحریک کا رُخ کس طرف ہے۔ حتیٰ کہ آج انقلابی اسپین بھی زبانِ حال سے اس امر کا اعتراف کر رہا ہے۔ کہ رومن کیتھولک قانونِ طلاق، آزاد اور معقولیت پسند افراد پر ایک ناقابلِ برداشت پابندی ہے۔ اس سلسلہ میں خود نکاح کا مسئلہ زیر بحث آجاتا ہے کلیسائی پابندی کے باوجود کہ نکاح ایک خالص مذہبی رسم ہے! اور اس کا انعقاد گرجے میں ہونا چاہئیے نیز یہ کہ دُلہن کو ایک شخص دُولھا کے حوالہ کرتا ہے۔ اور وہ خاوند کی اطاعت کا عہد کرتی ہے، ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یورپ میں تمام اقوام اپنے یہاں نکاح کے رجسٹر کھول رہی ہیں۔ اور اسلامی طریق نکاح کو، جس میں دو شخص ایک معاہدہ کرتے ہیں۔ اور دو گواہ ہوتے ہیں، کافی سمجھتی ہیں۔ جبکہ ہنری ہشتم شاہ انگلستان خانقاہوں کو بند اور رومن کیتھولک مذہب کے خلاف جہاد کر رہا تھا۔ تو اسپین نے اُس سے کچھ ہی پہلے مسلمانوں اور یہودیوں کو ملک بدر کیا تھا۔ اور وہاں کئی لوگ خانقاہوں کو آباد کر رہے تھے لیکن اس کے طرز عمل کی غلطی کو ہنری کی بیٹی ملکہ ایلزبتھ نے آشکارا کیا۔ جبکہ انگلستان نے اسپین کو اس وقت شکست دی جبکہ اُس کے مقابلہ میں انگلستان کچھ بھی نہ تھا لیکن اسپین اپنی غلطی پر قائم رہا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج

ترقی کے لحاظ سے اسپین تمام ممالک یورپ سے پیچھے ہے۔ اور اب خود ہی اپنی سابقہ غلطی کا انتقام لے رہا
ہے۔ اور وہی کر رہا ہے جو ہنری نے آج سے پانچسو سال پہلے کیا تھا۔ اسلام نے کیسے سادہ اور
دلپذیر الفاظ میں اس مسئلہ کا فیصلہ کیا ہے۔ کہ رہبانیت مسیحیوں کا خود ساختہ اصول ہے" +

میں ناظرین کو مزید تکلیف نہیں دونگا۔ بلکہ یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے یہ سب کیوں
لکھا ہے؟ محض اپنے مسلمان دوست کے احسان کا معاوضہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے دوست نے
آج سے چند سال پہلے مجھے روشنی نہ دی ہوتی تو میں آج بھی بہت سے اُن مسائل کے متعلق، جو آج
ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور ہم سے ان کا صحیح حل نہیں ہو سکتا تاریکی ہی میں ہوتا، اور اُن کا کوئی
حل دریافت نہ کر سکتا +

میں نے رسالہ اسلامک ریویو کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ اس لئے بنایا ہے۔ کہ میں اپنے
خیالات زیادہ تر مسلمانوں کے فائدہ کیلئے شائع کر رہا ہوں۔ خواہ اُن کی قدر و قیمت کچھ ہی کیوں نہو۔
میرا ارادہ کسی شخص کے خیالات میں تبدیلی پیدا کرنے کا نہیں ہے۔ اور نہ میں اپنے خیالات کسی شخص پر زبردستی
پیش کرنا چاہتا ہوں خصوصاً اُن لوگوں پر جو تعصب کی وجہ سے اپنی رائے میں تبدیلی کرنے کے لئے
طیار نہیں ہیں +

ممکن ہے کہ اُس شخص کے خیالات جو مسلمان نہو اُن لوگوں سے مطابقت نہ رکھ سکیں جو مسلمان
ہیں، لیکن مجھے تسلی ہے۔ کہ میں ان لوگوں سے خطاب کر رہا ہوں، جن کے مذہب نے دنیا میں سب سے پہلے دیگر
مذاہب کی صداقت کو تسلیم کیا۔ اور نہ صرف رواداری کی تلقین کی۔ بلکہ اُس زمانہ میں اس پر عمل کر کے
دکھا دیا۔ جبکہ یورپ اور ایشیا دونوں میں کوئی شخص اس لفظ کے معنی سے آشنا نہ تھا۔ ہندوستان کے
ہندو اس زمانہ میں یہ یقین کرتے تھے۔ کہ کسی غیر ہندو کا سایہ پڑ جانے سے اُن کا دھرم بھرشٹ
ہو جائیگا، اور اس لئے سمندری سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اور یورپ کے لوگ یہودیوں کو قتل کرنا ایک مذہبی
فرض سمجھتے تھے۔ اور دونوں میں سے کوئی بھی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ کہ دوسرے مذاہب میں
بھی جزوی صداقت پائی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے میری اس تحریر سے کسی شخص کو اس طرح فائدہ پہنچ جائے
جس طرح میں نے سعدی کا ایک مقولہ پڑھا ہے۔ کہ میں نے بے ادبوں سے ادب سیکھا ہے" ممکن ہے کہ اسلامی
ممالک میں بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو یورپ کی موجودہ تہذیب کی چمک سے متاثر ہو گئے ہوں اور انھیں اپنی

تہذیب میں شک ہو گیا ہو۔ اور اس وجہ سے وہ واقعات کو اسی رنگ میں دیکھتے ہوں جس طرح یُورپ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور اُنھیں اتنی جُرات نہ ہو کہ قرآن مجید کا خُود مُطالعہ کر سکیں۔ تا کہ اُنھیں یہ معلوم ہو سکے کہ خُود اُن کی مُقدس کتاب نے اُن مسائل کا حل کس رنگ میں کیا ہے +

مَیں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر میری یہ تحریر قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی تو مَیں حتّے المقدُور اِس مُقدس کتاب کے مُتعلق بہترین خیالات پیش کرونگا۔ جس کے مضامین کا ایک تہائی ایسا ہے جسے صرف منتخب اور عقلمند لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں اور وہ بھی آیندہ زمانہ میں +

ہستیٔ باری تعالےٰ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اب اس موضُوع پر مُفصل دلائل پیش کرنا چنداں ضرُوری نہیں ــ نیز سائنس خُود اب اِسبات کو بطور ایک حقیقت کے تسلیم کرتا ہے۔ آج سے سَو سال پہلے علم الحیوٰۃ کی رُو سے یہ کائنات کو غیر شاعر فطرت کا غیر منتظم کارنامہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اُس زمانہ کے مُلحدانہ زاویۂ نگاہ کے اعتبار سے اِس میں نظم و نسق کی موجُودگی سے یکسر انکار کیا جاتا تھا۔ لیکن آج ہر طبقہ کے عُقلاء کائنات میں قانُون کی حکُومت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کائنات میں ہر شے قانُون کے شکنجہ میں جکڑی ہُوئی ہے۔ اور اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتی ہے۔ فطرت میں باقاعدگی، اُستواری، صحت، پابندی شعُور، قُدرت، تحکم، اِدراک، انتظام، ترتیب اور حفظِ ماتقدم وغیرہ خصائص پائے جاتے ہیں۔ جو دراصل خالصتہً کسی نفسِ مُدرک کے وجُود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اُن کی موجُودگی میں کائنات کو محض حُسنِ اتفاق کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اور اُسکی تخلیق ایک مُنظم اور مُرتب ہستی کے وجُود ما قبل کی مُتقاضی ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ "ڈیزائن" یعنی نظم و نسق کا لفظ مُلحدانہ طبائع کو ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے وسعت پذیر ہو گیا ہے۔ اب تو اس کے مفہُوم میں حکمت جدیدہ کی اس قدر مُوشگافیاں اور معلُومات شامل ہیں۔ کہ انکارِ ہستیٔ باری درصل مُنکر کی جہالت اور عدمِ علم کی دلیل ہے۔ قابلِ توجہ بات تو یہ ہے کہ قرآن شریف نے کس خُوبصورتی کے ساتھ وہ تمام حقائق و براہین مُتعلق بوجُود باری تعالےٰ پہلے ہی سے بیان کردیئے ہیں

جو سائنس نے آج دریافت کی ہیں۔ یہ بات بذات خود ہمیں ایک عالم الغیب ہستی کے وجود پر ایمان لانے کیلئے ترغیب دیتی ہے۔ اور اس کتاب کا منجانب اللہ ہونا بھی صاف طور پر مبرہن ہو جاتا ہے +

اگرچہ کتاب مقدس اس قسم کے دلائل سے لبریز ہے لیکن اس نے حقائق کے بیان کرنے کا ایک اور دلاویز اور جامع طریقہ بھی اختیار کیا ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کے اسمائے صفات بیان کر دیئے ہیں۔ جو اپنے معانی کے لحاظ سے تعلیمات قرآنی پر بہترین اصول کے طور پر بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ ہم اس جگہ چند ایسے اسمائے باری کا ذکر کرونگا۔ جو فطرت میں ہر جگہ جلوہ کُناں ہیں۔ اور ایک مُدرک اور مُدبّر ہستی کے وجود پر بھی دلالت کرتے ہیں جس نے اس کائنات کو لباس وجود عنایت کیا۔ سب سے پہلے "الرّب" ہے جس کا تذکرہ انہی صفحات میں کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ اور اسکے ساتھ مفصلہ ذیل اسماء بطور اس کی صفات کے مستعمل ہیں +

(۱) البدیع وہ ہستی جو نیستی سے ہستی کر سکے (۲) البارئ وہ ہستی جو مختلف استعداد رکھنے والی اشیاء کو خلق کر سکے (۳) الباطن وہ ہستی جو اشیاء کے بطون سے خبردار ہو (۴) الظاھر وہ ذات جو باعث ظہور اشیاء ہو (۵) الواحد وہ ذات جو اشیاء کو دریافت کر سکے (۶) الجامع وہ ذات جو اشیاء کو کسی ضروری نقطہ پر مجتمع کر سکے (۷) الجبّار (۸) القہّار وہ ذات جو دوسروں کو اپنا مطیع فرمان بنا سکے۔ اور اُن کو اپنی مرضی کے موافق چلا سکے تاکہ وہ اپنی بہبود کو پہنچ سکیں (۹) الخالق جو مختلف اشیاء کو اندازہ کے مطابق امتزاج دیکر نئی اشیاء پیدا کر سکے (۱۰) الرّشید وہ ذات جو اشیاء کو قرینہ کے ساتھ رکھ سکے (۱۱) الھادی وہ ذات جو اشیاء کو ترقی میں مدد دے سکے (۱۲) الرزّاق پرورش کرنیوالا (۱۳) الرحمٰن ضروری چیزوں کا پہلے ہی سے انتظام کرنیوالا (۱۴) الباسط کھولنے والا (۱۵) القابض بند کرنیوالا (۱۶) المحصی احاطہ کرنیوالا (۱۷) المانع اشیاء کی غیر جنس کے حملوں سے حفاظت کرنیوالا (۱۸) المقیت نظم و نسق قائم کرنے والا (۱۹) الرقیب نگہبانی کرنیوالا (۲۰) الآخر اشیاء کو مرتبہ کمال پر پہنچانیوالا +

یہ وہ صفات ہیں جو نفس مُدرک کے مختلف افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ اور کسی ایک شے کی تخلیق کے ضمن میں بھی نمایاں ہو سکتے ہیں +

قرآن پاک نے ان صفات الٰہیہ کی بدولت سائنٹیفک تحقیقات کو بہت کچھ تقویت پہنچائی بلکہ تحقیق و تفتیش کا دروازہ کھول دیا۔ ان اسماء سے ہم کو بنیادی اور یقینی اصول حاصل ہوتے ہیں۔ جن پر کاربند ہو کر ہم مزید تحقیقات میں سرگرمی دکھا سکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف خود ہمیں تحقیق اور تفحص کی دعوت دیتا ہے۔ سورت نمبر ۳ میں صفت

طور پر لکھا ہے کہ کائنات کے مظاہر کا مطالعہ کرنے کی صورت میں ہمیں ان اسماء الٰہیہ کو سامنے رکھنا چاہئیے۔ چنانچہ مسلمان حکماء نے ان اسماء کو بطور ہادی اپنے سامنے رکھا۔ اور بہت جلد یہ معلوم کر لیا کہ کائنات میں قانون کا فرمان جاری و ساری ہے +

اندلسی فاضل محی الدین ابن عربی کی تصانیف میں مجھے ایک نہایت دلچسپ نکتہ ملا۔ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا۔ کہ جب کائنات خدا سے سرزد ہوئی تو نورِ الٰہی نے کونسا رنگ اختیار کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا "سیاہ اور وجہ یہ بتائی۔ کہ اگر زمین اور آسمان نور ہی بنائے گئے ہیں۔ تو نور کا رنگ سیاہ ہوگا۔ کیونکہ یہ رنگ خدا کی صفت بطون سے مطابقت رکھتا ہے۔ اور الباطن کے معنی ہیں۔ وہ جو پوشیدہ اور غیب میں ہو۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ کائنات کا وجود نہ تھا۔ اس وقت ہر شے پردۂ عدم میں تھی، یعنی مخفی و مستور تھی۔ جبکہ اس نور نے مختلف الوان اختیار کئے تو وہ ایک دوسری صفت یعنی الظاھر کے ماتحت کام کرنے لگا۔ علامہ ابن عربی کو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں چند منٹ لگے ہونگے لیکن سائنس کو یہ بات دریافت کرنے میں صدیاں لگ گئیں۔ کہ ہر شے کی ابتداء ایک غیر قابل نفوذ اور غلیظ مادہ سے ہوتی ہے جسے "اشیر" کہتے ہیں +

مسلمانوں پر تی زمانہ جو نکبت و افلاس کا دور طاری ہے اب اس قدر معلومات کے بعد، اسکے اسباب کا معلوم کرنا دشوار نہیں ہے۔ انھوں نے بقول قرآن مجید، اس کی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے۔ لہٰذا انکی مصیبتوں کا باعث خود ان کا غیر مناسب طرز عمل ہے۔ انھیں چاہئیے کہ قرآن مجید نے ترقی کرنے کیلئے جو اصول وضع فرمائے ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ اور وہ وہی ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے موجودہ ارباب سائنس کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور اگر انھیں یہ معلوم ہو جائے۔ کہ وہ اصول وہی ہیں جو میں نے اس کتاب میں بیان کیے ہیں۔ تو پھر انھیں اس دن کا ماتم کرنا چاہئیے۔ جبکہ انھوں نے قرآنی تعلیمات سے منہ موڑا تھا +

اب تمدن جدید کے متعلق ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ ماقبل نزول قرآن دنیا نے کسی قسم کی مادی ترقی نہیں کی تھی۔ اور یہ ترقی جو کچھ بھی ہوئی سب ان اصولوں کی مرہون منت ہے جو قرآن شریف نے بیان کئے، تو پھر حامیانِ تمدنِ جدید۔ مذہب کی اہمیت کا کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟ علاوہ بریں میں باقی مذہبی دنیا سے اس امر پر غور کرنے کی درخواست کرونگا۔ کہ وہ مذکورہ بالا حقائق پر غور کریں اگر ان کے الہامات یا ان کی کتب مقدسہ اپنے اندر وہ جوہر نہیں رکھتیں، جو زندگی کیلئے ضروری ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تہذیب و ترقی کے زمانہ میں ان مذہبی نظاموں سے بنی نوع آدم کو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟

جنگ عظیم کے بعد ملحدانہ تحریک کا کامیاب مقابلہ کرنے کی صورت

بقلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

کسی قوم کو اس حقیقت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے کہ اسکے مستقبل کا انحصار صرف سائنس پر ہی ہے اور جنگ عظیم نے عملی طور پر سائنس کی ضرورت تہذیب کیلئے ثابت کر دی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس جنگ میں سب سے زیادہ سائنسدان قوم کو فتح نصیب نہیں ہوئی لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکے حریف تعداد میں اس سے بہت زیادہ تھے اور اس کو ہر چہار طرف سے اس طرح محصور کر لیا گیا تھا کہ اُسے سامان خورد و نوش ملنا دشوار تھا۔ علاوہ بریں اُس کی مدافعت اگرچہ منظم تھی لیکن سائنٹیفک طور پر اُس کی نشو و نما نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ سائنٹیفک ایجادات اُس زمانہ میں بالکل ابتدائی حالت میں تھیں، نہ کافی تعداد میں ہوائی جہاز تھے نہ آبدوز کشتیاں نہ دور تک مارنے والی بندوقیں۔ آئندہ جنگ جب کبھی ہوگی۔ خواہ دس سال میں یا بیس سال میں وہ زیادہ تر ان ہلاکت آفرین ایجادات پر منحصر ہوگی۔ جو حضرت انسان سائنس کی مدد سے مہیا کر سکیگا۔ اور وہ جنگ واقعی تباہ کن ہوگی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہر قوم خفیہ طور پر مہلک ایجادات کا ذخیرہ مہیا کر رہی ہے افسوس کہ ایسا ہو رہا ہے۔ سائنس کو انسان کیلئے ایک نعمت ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ انسان کے تباہ کن خیالات میں اس کا مددگار ثابت ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں اخلاقی کمزوری اور خدا پرستی کے خلاف تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ اس تحریک کو ان مہمل خیالات سے اور بھی تقویت پہنچ رہی ہے۔ جو بعض لوگوں میں خدا کے متعلق پائے جاتے ہیں مسیحیت جس رنگ میں، مغربی اقوام میں پائی جاتی ہے، وہ ایک نہایت ہی خلاف عقل خدا کا تصور پیش کرتی ہے علاوہ بریں مسیحیت کا تخیل الٰہ کسی طرح بھی انسان کیلئے مفید نہیں۔ نہ اخلاقی طور پر نہ معاشرتی رنگ میں نہ عقلی پہلو سے +

پس اگر بنی نوع آدم کو ملحدانہ تحریک سے بچانا مدنظر ہے تو نہ صرف لوگوں کے سامنے ایک معقول تصور الٰہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ایسے تصور کی، جو انسانوں کو اخلاقی، معاشرتی اور عقلی طور پر بلند کر سکے۔ اسلام کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صرف اسلام ہی ایسا تصور پیش کر سکتا ہے۔ جو ایک معقولیت پسند انسان کو تسلی دے سکتا ہے +

اسلام کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے خدا کا ایسا بلند اور اعلیٰ تخیل پیش کیا ہے۔ کہ وہ ایک فلسفی کو بھی مطمئن کر سکتا ہے۔ اور ایک معمولی آدمی کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی مسلمان باوجود سائنس اور فلسفہ میں اعلیٰ ترقی کرنے کے کبھی خدا سے منکر نہیں ہوا۔ اور نہ آج ایسا کر سکتا ہے بشرطیکہ اُسے اسلامی عقیدے کا علم ہو۔ مسلمان جس قدر عالم ہو گا۔ اسی قدر خدا پر زیادہ اس کا ایمان ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے دماغ سے زیادہ اپنی رُوح کی فکر ہے +

ایک قابل عالم طبعیات کو لے لیجیے۔ وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ ایک "علت اولیٰ" ہے۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ بیشک اس کائنات کی ایک علت اولیٰ ہے۔ اور اس کا نام "المبدعٔ" ہے یعنی پیدا کرنیوالا۔ اس کے بعد اسلام ایک قدم آگے بڑھا کر اس عالم سے کہتا ہے۔ کہ صرف علت اولےٰ کا تصوّر انسان کو تسلی نہیں بخش سکتا ایک ہستی سب سے پہلے اور سب کے بعد بھی ہونی چاہیئے۔ یعنی "ہوالاول ہوالآخر" لیکن علم حیات کے ماہر کو نہ علت اولیٰ سے تسلی ہو سکتی ہے اور نہ اوّل و آخر سے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اُسکی توانائی کہاں سے آئی؟ اور حیات کا منبع کہاں ہے؟ بعض اوقات وہ سوچتا ہے۔ کہ وہ اتّفاق سے پیدا ہو گیا ہے۔ یا کسی اور سیارہ سے یہاں چلا آیا ہے۔ اسلام اُسے بتاتا ہے۔ کہ اس کا خالق ایک حیّ و قیوّم خدا ہے پس اسلام کا خدا۔ نہ صرف ایک طبیعیؔ اور منجم یا ہیئت دان کو ہی تسلی دے سکتا ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو بھی تسلّی دے سکتا ہے۔ جو ان دونوں علوم ہی سے ماہر ہے اور اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے۔ ایک معلم اخلاق یا مدبّر یا مقنّن یا مصلح قوم اپنے سائنس دان دوست سے کہہ سکتا ہے کہ اگر ایک شخص منبعِ حیات یا علّت اولیٰ میں ایمان نہیں رکھتا تو اسکا کیا حرج ہے؟ بیشک ہر شخص کو راز کائنات معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ اشیاء کی علت کیا ہے۔ اور اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب اس تحقیق میں انسان کی مدد نہیں کرتا لیکن اسلام کی امداد صرف سائنسدان تک محدود نہیں ہے۔ اور سائنسدان تو بہت تھوڑے ہیں۔ اسلام کی خوبی یہ ہے۔ کہ وہ علمائے اخلاق نفسیات حاشیات قانون تدبیر منزل سیاست ملکی سب کی مدد کرتا ہے کیونکہ اسلام کا طرۂ امتیاز یہ ہے۔ کہ وہ ایک مذہب بھی ہے۔ اور ایک نظام معاشرت بھی ہے۔ اور دونوں پہلوؤں سے لاجواب ہے +

ایک عالم اخلاق اور قانون دان دونوں جانتے ہیں۔ کہ انسانی فطرت ایسی ہے۔ کہ اُسے اپنی مخفی قوتوں کے استعمال کیلئے اکثر خارجی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نیز یہ بھی کہ وہ اُن کا غلط استعمال کر کے اپنے آپ کو اور دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔ انسان مدنی بالطبع ہے۔ لہذا اُسے جماعت کا ایک مفید رکن ہونا چاہیئے۔ اسی لئے معلّم اخلاق، اعلےٰ اخلاقی اصول اور ایک مقنّن یا مدبّر اعلےٰ قانون وضع کرتا ہے لیکن معلّم اخلاق، مقنّن اور

مدبر یہ سب بہرحال انسان ہی ہیں ۔ اور اُن کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کرنے کیلئے دوسرے لوگ مجبور تو نہیں ہیں ۔ لیکن اعلےٰ سوسائٹی میں ضروری ہے ۔ کہ ہر رکن قوانین کی پابندی کرے ۔ اس مقصد کے حصول کیلئے مدبرین پولیس اور عدالتیں قائم کرتے ہیں لیکن پولیس کے افراد عالم الغیب نہیں ہوتے ۔ اور اگر ایک شخص اُن سے محفوظ رہ سکے تو وہ حسب دلخواہ زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن اسلامی محافظ وہ ذات ہے جو ہمہ دان اور ہمہ بین اور حیّ و قیّوم ہے جو ہر جگہ موجود ہے ۔ نہ سوتا ہے نہ اُونگھتا ہے جسے ہمارے مخفی خیالات بھی معلوم ہیں ۔ اور جس کے سامنے ہماری آنکھیں ہاتھ کان ناک اور زبان سب گواہی دینگے ۔

گویا اسلام کا خُدا ہماری عقل ہی کی تشفی نہیں کرتا ۔ بلکہ وہ ہمارے کیریکٹر کو بھی بلند کرتا ہے ۔ اور ہم کو اپنے ہی لئے نہیں بلکہ سوسائٹی کیلئے بھی مفید بناتا ہے ۔ خُدا کا اسلامی تصوّر ایسا ہے ۔ کہ مغرور ترین ملحد بھی اُس کے سامنے جُھکیگا ۔ بشرطیکہ اُسے تعلیم اور عقل حاصل ہو ۔ اور اس معاملہ میں ملحد بھی میرے برابر مغرور نہ ہوگا ۔ میں اسلام کے خُدا کے علاوہ اور کسی خُدا کے سامنے جھکنے کیلئے تیار نہیں ہُوں ۔ میں مادّی ذرّات یا سالمات کے سامنے جُھکنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہُوں ۔ اگر ان میں زندگی نہیں ہے ۔ اسیطرح میں ہمہ گیر توانائی کی اطاعت کرنے کیلئے تیار نہیں ہُوں ۔ اگر انہیں ادراک نہیں ہے ۔ گویا سائنس کے پیش کردہ خُدا میری تسلّی نہیں کر سکتے نہ دوسرے مذاہب کے ۔

میں اُس خُدا کے سامنے نہیں جُھکونگا جو کسی انسان کے اندر حلول کر جائے لیکن میں اُس انسان کی عزّت ضرور کرونگا ۔ جو اپنے آپ کو خدا تک کی بلندی پر لیجائے ۔ اسی لئے میں وارث علی شاہ ۔ کرشن ۔ رام ۔ بُدّھ ۔ ایلیکٹیٹس اور سقراط کی عزّت کرتا ہُوں ۔ میں حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء کی عزّت کرتا ہوں جو مقربین خُدا تھے ۔ اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلعم کی جو خُدا سے اس قدر قریب تھے جس قدر ممکن ہے ($\frac{53}{9}$)

خُدا کے ننانوے نام اور اُنکے متعلقات کو پڑھ کر ایک شخص خود اندازہ لگا سکتا ہے ۔ کہ یہ نام انسان کی سیرت کو کس حد تک ارفع بنا سکتے ہیں ۔ یہ سمائے الٰہیہ کئی بار ان صفحات میں درج ہو چکے ہیں اُن سے آنحضرت صلعم کے اس قول کی صداقت معلوم ہوتی ہے ۔ "کہ تم اپنے اندر ربّانی اخلاق پیدا کرو" ۔

آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے اپنے کو الٰہی صفات میں رنگین کر لیا تھا ۔ اور اسی لئے تو انھوں نے ایک قلیل عرصہ میں عربوں کی بُرائیوں کو دُور کر دیا ۔ وہ لوگ ان بُری عادتوں کی وجہ سے بالکل حیوان بن گئے تھے لیکن آپؐ نے انھیں فرشتہ بنا دیا ۔ اور انہی میں سے وہ آسمانی بادشاہت قائم کر دی جس کا خواب جناب مسیحؑ نے دیکھا تھا ۔ اور جنہیں اپنے عہد رسالت کے یکلخت منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس خواب کی تعبیر نہ مل سکی ۔

اسکے برعکس عربوں کے ان الٰہی صفت میں نگین ہو جانے ہی کا یہ اثر تھا۔ کہ اُنہوں نے ایک قلیل عرصہ میں جمہوریت کی بنیاد رکھ دی۔ اور ایک بین الاقوامی حکومت قائم کر دی۔ ایک قوم میں تحصیل علوم کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی۔ اسکے برعکس عربوں کو دُنیا کی فتح کیلئے نہ صرف مادی بلکہ عقلی اور تمدنی فتح کیلئے تیار کر دیا +

میں خیال کرتا ہوں کہ ان لوگوں کیلئے جو اسمائے آلہیہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ ایک تنبیہ بھی ضروری ہے اُنھیں اس حقیقت کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔ کہ خُدا کی اسلامی تعریف یہ ہے لیس کمثلہ شیئ یعنی کوئی شے خُدا کی مانند نہیں ہے پس آپ خُدائے اسلام کو اس طرح متمثل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ویدک یا دوسرے مذاہب کے خداؤں کو اور نہ اُس سے انسانی صفات یا عیوب منسوب کر سکتے ہیں۔ اسی لئے قرآن نے لفظ باپ یا بیٹے کے استعمال سے احتراز کیا ہے۔ کیونکہ اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے۔ قرآن نے خُدا کو ربّ العالمین قرار دیا ہے نہ کہ باپ + ایک مُسلمان خُدا کو "محبّت" بھی نہیں کہتا۔ بلکہ "الودود" "الرحمٰن" کہتا ہے تاکہ مادی یا جسمانی علاقہ ثابت ہونے کا امکان پیدا نہو سکے خُدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا ہے کہ میں تم سے تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں اور تمہیں اپنی دُعاؤں کی قبولیت کیلئے آسمان کی طرف دیکھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ "اُدعونی استجب لکم" تم پکارو میں جواب دونگا +

اسلام نے ہمیشہ وحدت الوجودی خیالات سے احتراز کیا ہے۔ تاہم اس امر کی صراحت کر دی ہے۔ کہ صرف خُدا تعالیٰ ہی ازلی و ابدی ہے۔ اور کسی وقت سوائے خُدا کے اور کُچھ نہ تھا۔ اور ایک وقت ایسا آئیگا جبکہ سوائے خُدا کے اور کُچھ نہوگا نیز یہ کہ ہر شے خدا کی طرف سے ہے۔ اور انجام کار اسکی طرف لوٹ جائیگی۔ ان تعلیمات کا نتیجہ ظاہر ہے پھر خُدا کہتا ہے۔ کہ میں نے آدم کو پیدا کر کے اپنی رُوح اسمیں پھونک دی۔ گویا ہر انسان کے اندر خُدا کی رُوح موجود ہے۔ اسلامی تصوّف انہی باتوں پر مبنی ہے۔ ہندوؤں میں ویدانت کا فلسفہ اور عیسائیوں میں مسئلہ تثلیث کا سرچشمہ بھی یہی خیال ہے۔ تاکہ ان انسانوں کی تسلّی خاطر کا سامان ہو سکے جو اس طرف جانے کی اہلیت رکھتے ہیں +

آپ ان ننانوے اسمائے آلہیہ کو بار بار پڑھیں جو وقتاً فوقتاً انہی صفحات میں نکلتے رہے ہیں۔ ان پر غور و تدبر کریں۔ میں ایک مبسوط کتاب اسی موضوع پر لکھنا چاہتا ہوں جسمیں بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ یہی ننانویں اسمائے آلہیہ مُسلم قوم کی سابقہ شان و شکوہ عزّت و عظمت صلاح و بہبود ترقی کا موجب ہوئے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

کتاب		قیمت
توحید فی الاسلام بلاجلد عہ ر	مجلد	۵ر
سلک مروارید معرکۃ الآرا دس لیکچروں کا مجموعہ بلاجلد عہ	مجلد	۱۲ر
ینابیع المسیحیت بلاجلد عہ	مجلد	۱۲ر
ضرورت الہام بلاجلد ۱۲ر	مجلد	ار
راز حیات یا انجیل عمل بلاجلد عہ	مجلد	۱۰ر
مکالمات ملیہ بلاجلد ۱۳ر	مجلد	۲ر
مطالعہ اسلام بلاجلد ۱۲ر	مجلد	عہ ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بلاجلد ۱۴ر	مجلد	۲ر
لمعات انوار محمدیہ بلاجلد ۶ر	مجلد	۱۰ر
مذہب محبت ۷ر موضوع القرآن		۴ر
ذرات عالم کا مذہب		۸ر
اسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلاجلد		۷ر
ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلاجلد ۱۲ر	مجلد	عہ ر
براہین نیرہ بلاجلد ۱۲ر	مجلد	۲ر
پیام اسلام		۸ر
مقصد مذہب		۱۳ر
خطبات غربیہ بلاجلد ۱۲ر	مجلد	۸ر
سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلاجلد ۱۲ر	مجلد	ار
ہستی باری تعالےٰ بلاجلد		۶ر
یسوع کی الوہیت اور اس کی کامل انسانیت پر ایک نظر		۴ر
اسلام اور علوم جدیدہ		۴ر
صلائے نصرت بہ اہل ہمت		۳ر
حیات بعد الموت		۱۲ر
جہد للبقاء		۴ر

دیگر مصنفین

کتاب	قیمت
جمع القرآن	۱۲ر
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلاجلد	۷ر
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳ر
تفسیر سورہ فاتحہ قیمت	۲ر
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب	۲ر
اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراض	ار
نبوت کا ظہور اتم المعروف نبی کامل مصنفہ حضرت خواجہ صاحب	عہ
سیرت نبویؐ قیمت صرف	۴ر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۲ر
قرآن اور جنگ	۳ر
پادری صاحبان کے لئے حل طلب معمہ	۱ر
سیرۃ خیر البشر عہ مجلد عہ مقام حدیث بلاجلد عہ مجلد	۸ر
تصاویر نو مسلمانان یورپ فی درجن ۱۰ر تین درجن مجلد	عہ
تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰ر
تمدن اسلام حصہ اول مصنفہ حضرت خواجہ صاحب	عہ

تمام درخواستیں بنام

مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپ میں اشاعتِ اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں:-

(۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپین نو مسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے

(۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے

(۳) مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔

(۴) لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نو مسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس کا یکصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے

(۵) رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زائد مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع دعوت سے کی جاتی ہے یہ مجمع مسلمین نو مسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۶) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

(۷) تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نو مسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے

(۸) انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نو مسلمین۔ غیر مسلمین کو مفت نذر کی جاتی ہیں۔

(۹) مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جن میں مسلم نو مسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے

(۱۰) عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

(۱۱) اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا واحد مشعل بردار ماہواری انگریزی رسالہ۔ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت۔ اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نو مسلمین کے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر رسالہ کو نو مسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے۔ جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ۶ مفت تقسیم و طلبہ سے ۳ نمونہ مفت۔

(۱۲) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں۔ جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطہ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جملہ تبلیغی جد و جہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں مولاداد خاں پرنٹر چھپ کر خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

MAY, 1932. Registered L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیِ مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا۔

(۳) انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۴) سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

(۵) اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

ہ۔ ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking
Surrey, England.

۵۔ بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ۔ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] بمعہ محصول ڈاک۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبہ و مفت تقسیم کے لئے [illegible] بمعہ محصول ڈاک

تمام خط و کتابت بنام } سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)



"THE MEUZZIN'S CALL TO PRAYER at the weekly service at the Islamic Mosque (*centre*) at Woking. (*Right*) The Deputy Imam Aftab-ud-din Ahmad leading the prayers in the mosque, bowing towards Mecca. An English woman Moslem is seen among those who were at the service yesterday."

A reproduction of a picture of the Friday Prayers at the Shah Jehan Mosque, Woking, from the *Daily Express, London.*

[Photo : Courtesy, The Daily Express.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۸ | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء بمطابق ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ | نمبر (۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۱ء نمبر (۴)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کو نماز جمعہ کے فوٹو سے مُزیّن کیا جاتا ہے۔ جو شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ادا ہو رہی ہے۔ یہ فوٹو لندن کے مشہور و معرُوف و وسیع اخبار ڈیلی اکسپریس سے لیا گیا ہے + اس فوٹو میں شاہجہان مسجد ووکنگ درمیان میں نظر آتی ہے۔ بائیں طرف مُؤذّن اذان دے رہا ہے۔ اور دائیں طرف قائمقام نائب امام۔ جناب مولوی آفتابُ الدین احمد صاحب جو قبلہ رُو ہو کر امامت کرا رہے ہیں۔ اور اس فوٹو میں حالت سجدہ میں دکھائی دے رہے ہیں۔ فوٹو کے جو تین رُخ دکھائے گئے ہیں۔ ان میں (۱) اذان (۲) شاہجہان مسجد ووکنگ (۳) ادائیگی نماز۔ اس سے یہ مغالطہ نہ ہونا چاہئیے کہ ایک ہی وقت میں اذان اور ادائیگی نماز ہو رہی ہے۔ بلکہ یہ فقط تین حالتوں کا اظہار ہے + اس جماعت میں ایک انگریز نژاد مُسلم خاتُون بھی شاملِ نماز ہے +

حضرت مولوی عبدالمجید صاحب کی واپسی انگلستان

قارئین کرام یہ سُن کر از حد خوش ہونگے۔ کہ جناب مولوی عبدالمجید صاحب آج نو سال کی محنتِ شاقہ کے بعد۔ کچھ عرصہ کیلئے اپنے وطنِ مالُوف کو واپس آئے ہیں۔ جب خُدا تعالےٰ کی مصلحت نے مشن کے سر دھنہ کو بسترِ آلام پر لٹا دیا۔ تو اُسی کی فیاضیٔ قُدرت نے مولوی صاحب موصُوف کو نہایت جُرأت کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب کی قائمقامی کیلئے تیار کر دیا۔ اور اس امر سے کس کو اِنکار ہو سکتا ہے،

آپ نے یہ چھ سال کس کامیابی۔ اور نیک شہرت سے گذارے۔ مولوی صاحب موصوف کا وجود اس امر کی ایک بینظیر مثال ہے۔ کہ کس طرح ایک مبتدین لیکن ایک محنتی اور سرگرم طالبعلم ایک تھوڑے عرصہ میں ایک جید عالم اور فاضل اجل بن سکتا ہے۔ علاوہ انگریزی زبان کے آپ کو جرمنی زبان پر بھی عبور ہے حضرت خواجہ صاحب کے کُل قائمقاموں میں سے خدا تعالیٰ نے یہ سعادت مولوی عبدالمجید صاحب کو ہی عطا فرمائی۔ کہ آپ کے ہاتھ پر لاتعداد نفوس مشرف باسلام ہوئے جن میں اکثر علمی اور دنیوی حیثیت سے اعلےٰ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ہی دوران قیام میں خدا تعالیٰ نے جہاں ایک طرف عیسائیت کو روز بد دکھایا۔ وہاں مغرب میں اسلام کو ایک خاص طاقت عطا فرمائی۔ وہ مذہب جو آج سے پندرہ سال پہلے جہالت ظلم تعصب تنگدلی کا مظہر سمجھا جاتا تھا آج وہ حکمت معرفت کا خزانہ اور اپنے اندر وہ بہترین اصول لئے ہوئے سمجھا جاتا ہے جو تمدن و تہذیب کی جان ہیں لیکن یہ تبدیلی علی الخصوص آج سے پہلے چند سالوں میں ہوئی ہم جبت مولوی صاحب کو اس بینظیر کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور اُن کے محترم والدین کو بھی انہی الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کہ جنکی تربیت و پرورش نے ایک ایسا بینظیر انسان پیدا کیا +

مُسلم مشن ووکنگ کی حمایت میں معزز خواتین لاہور کے جلسے

آخرکار اس مشن کی مساعیٔ جمیلہ نے علمی طبقہ کی معزز خواتین کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا بعض مقتدر بہنوں کی توجہ نے یکے بعد دیگرے برکت علی محمڈن ہال لاہور میں دو عظیم الشان جلسے کرائے پہلے جلسہ کی صدارت کے فرائض محترمہ لیڈی عبدالقادر صاحبہ (جج ہائیکورٹ لاہور) نے نہایت خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ پریسیڈنٹ کے انتخاب کے بعد بیگم صاحبہ خواجہ جلال الدین صاحب کیطرف سے حاضرین کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا گیا۔ جن کے بعد محترمہ رشیدہ لطیف خانم اہلیہ جناب شیخ عبداللطیف صاحب ایگزیکٹو انجینیر لاہور نے اُس دن کی لیکچرار بیگم صاحبہ جناب میاں شاہنواز صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور کو متعارف کرایا۔ اس کے ضمن میں ووکنگ کے تازہ حالات بھی بیان کئے پھر لیکچرار صاحبہ سٹیج پر تشریف لائیں۔ آپ ہمارے مقتدر و مرحوم ٹرسٹی میاں محمد شفیع صاحب کی دختر نیک اختر ہیں آپ نے ووکنگ کے وہ حالات بیان کئے۔ جو اپنی آنکھ سے دیکھے تھے۔ انہوں نے بیسیوں

نو مسلم خواتین کا ذکر کیا۔ جو انھیں موقع بہ موقع انگلستان میں ملیں۔ اور جن کی واقفیت اسلام کا مُعزز ترین تحفہ گہرا اثر تھا۔ آپ کی تقریر شروع سے اخیر تک نہ صرف ووکنگ مسلم مشن کی تعریف سے ہی لبریز تھی۔ بلکہ فن تقریر کا ایک اعلےٰ نمونہ تھی۔ اور یہ بات ثابت کرتی تھی۔ کہ لائق بزرگوں کی یادگار صنعت لطیف میں سر بھی ہو سکتی ہے۔ یہ جلسہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو ہوا +

دوسرے جلسہ کا اعلان اُسی وقت ہُوا۔ جو ۳ - اپریل ۱۹۳۲ء کو ہونیوالا تھا۔ یہ جلسہ بھی ایک خاص شان اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس دن کی تقریر کنندہ مشہور و معروف مسلم فاضلہ تھی جس نے گھر بیٹھے ہی پردے میں دُنیا کی سیر کی۔ آپ کی تقریر ایک علمی خزانہ تھی۔ آپ کے دینی معلومات بہت سے فرد و ذکور کیلئے باعثِ رشک تھے۔ آپ کے نام سے ہر مسلم واقف ہے آپ جنابہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم - اے پروفیسر زنانہ کالج لاہور ہیں۔ ووکنگ کے کار و بار سے آپ کو ایک قسم کا شغف ہے آپ نے فرمایا۔ کہ ہماری قوم کی زندگی جن کاموں سے وابستہ ہے۔ ان میں سے ایک معتدبہ کام مسلم ادارہ ووکنگ ہے۔ آپ نے اس طرف بھی اشارہ فرمایا۔ کہ کس طرح آجکل اسلام دن بدن مغرب میں اس مشن کی طفیل ترقی کر رہا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے نہایت عزت و ادب سے حضرت خواجہ صاحب بانیٔ مسلم مشن ووکنگ کا ذکر کرکے اسبات کی تعریف کی۔ کہ اتنا بڑا اعظیم الشان کام آپ کس کفایت شعاری سے کر رہے ہیں۔ مشن کا یہ طریق مُعزز لیکچرار صاحبہ کو از حد پسند آیا۔ آپ نے تحریک فرمائی۔ کہ اگر مُسلم بھائی اور بہنیں رسالہ اسلامک ریویو کا لاگتی خرچ دے کر مغرب کے مختلف کُتب خانوں میں اسے مُفت بھجوا دیں۔ تو ایک رسالہ ایک کامل مُبلّغ کا کام مغرب میں دیتا ہے۔ اور ہر ماہ ایسے سیکڑوں نفوس تھے اور جن میں سے بعض مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں +

اسی کے ضمن میں محترمہ رشیدہ خانم صاحبہ مذکورۃ الصدر نے چند اُن بزرگوں کا نام لیا۔ جو تروی مارچ میں اُنہی کُتب خانوں میں رسالہ کو پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہُوئے۔ ہر دو تقریر کنندگان نے اسبات پر زور دیا۔ کہ مسلم خواتین اس طرح رسالہ کی اشاعت میں حصہ بھی لیں چنانچہ بعض نے ایسا ہی کیا +

حضرت خواجہ صاحب موصوف چونکہ ان ایام میں بھی کسی قدر زیادہ بیمار ہو گئے! اسلئے حاضرین ہر دو جلسہ نے کھڑے ہو کر نہایت عجز و الحاح کے ساتھ جناب باری میں آپ کی صحت کیلئے دُعا کی

پہلے جلسہ کی رونق کو بیگم صاحبہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی شرکت نے بڑھا دیا جنہوں نے چند الفاظ ووکنگ کی تعریف میں فرما کر خواجہ صاحب کی صحت کیلئے دُعا کی تحریک فرمائی۔ ان دُعاؤں کے بعد جلسہ ختم ہُوا۔ موسم گرما کے باعث شاید یہ جلسے ملتوی ہو جائیں۔ لیکن سردیوں میں انشاء اللہ پھر شروع ہونگے +

سکرٹری مسلم مشن ٹرسٹ

مُسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مکتوبات

جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب قائممقام امام مسجد ووکنگ کی علالت طبع کی وجہ سے یہ دلچسپ سلسلہ مکتوبات منقطع ہو گیا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ مولوی صاحب موصوف اب بخیریت ہیں اور انہوں نے اس مفید سلسلہ کو پھر شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں جملہ مکتوبات اشاعت حاضرہ میں ناظرین کرام کے پیش نظر کئے جاتے ہیں ہمیں آئے دن مختلف مغربی ممالک سے اطلاعیں آتی رہتی ہیں کہ کس طرح لوگ عیسائیت سے منحرف اور بیزار ہو رہے ہیں۔ اور وہ کس طرح اتفاقیہ قرآن کریم یا مسلم لٹریچر یا اسلامک ریویو کو کہیں دیکھ لیتے ہیں۔ اور فی الفور یا تو اسلام قبول کر لیتے ہیں یا اسلام کے متعلق مزید معلومات بڑھاتے اور تفحص کرنے لگ جاتے ہیں ذیل کے جملہ مکتوبات اس دعوے کی بین دلیل ہیں کہ بلاد غربیہ میں اسلام کی تبلیغ کا سب سے مؤثر اور کم خرچ ذریعہ یہ ہے کہ اسلامک ریویو اور اسلامی ادبیات کو کثرت سے مفت تقسیم کیا جائے مسیحیت اس وقت مُردہ ہو رہی ہے یسوع کی ابنیت کا عقیدہ لوگوں میں اب ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا۔ کاش! ہمارے مسلمان بھائی ہمارے ساتھ من حیث القوم اس مقدس کام میں شریک ہوں۔ اور ہمیں اسلام کا پیغام ان لاکھوں کروڑوں عیسائیوں تک پہنچانے میں مدد دیں۔ جو صرف نام کے عیسائی ہیں۔ یورپ کی یہ بری حالت ہے۔ اگر اس سے ہم مسلمان اس وقت اپنے اسلامی لٹریچر کے ذریعہ فائدہ نہ اٹھائیں۔ تو پھر کونسا وقت آئیگا +

خواجہ عبد الغنی

سکرٹری مشن ووکنگ ٹرسٹ و بیرون ملک لاہور

مکتوب نمبر ۱۳

اہل مغرب کی رسمی عیسائیت سے بیزاری

مس ارنسٹائن نائٹ کی اسلام کے لئے سچی تڑپ

لیڈی مذکورہ نے لندن کے مشہور اخبار ڈیلی اکسپرس میں مسجد ووکنگ کا فوٹو دیکھا۔ جو اسی سالہ کو زینت دے رہا ہے جسمیں نومسلمین نماز جمعہ ادا کر رہے تھے۔ اس فوٹو کو دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوئیں اور مذہب اسلام میں دلچسپی لینے لگیں۔ اُس وقت سے آج تک اس کے اور ہمارے درمیان بہت حد تک خط و کتابت ہو چکی ہے۔ ہم اُسے وقتاً فوقتاً مفید اسلامی لٹریچر بھیج رہے ہیں اس قلیل عرصہ میں اُس نے دو دفعہ مشن کی امداد میں عطیہ بھی ارسال کیا ہے۔ اور تازہ امدادِ مشن کے ساتھ جو گرامی نامہ اُس نے بھیجا ہے۔ اسمیں سے چند ایک اقتباس ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جو اُمید ہے۔ کہ ناظرین کرام کی مسرت کا موجب ہونگے۔ ان سے وہ سچی محبت و اسلامی تڑپ ظاہر ہوتی ہے۔ جو لیڈی مذکورہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہے۔

آفتاب الدین احمد۔ نائب امام مسجد ووکنگ

"مجھے آپ کو حقیر سا تحفہ ارسال کرنے میں از حد مسرت ہے۔ جو کہ در اصل ایسٹر کا تحفہ ہے تاکہ آپ اس کا بہترین مصرف کر سکیں۔ میں گرجا تو ضرور گئی ہوں۔ لیکن وہاں میں نے کبھی کچھ نہیں دیا۔ اور وہ اسلئے کہ میرے چندہ کا کسی اور جگہ بہترین و صحیح مصرف ہو"+

"میں اسلام کیلئے بیحد بیتاب ہوں۔ لیکن اس گرمجوشی کو ضبط میں لانے اور منتظم کرنے کیلئے میں آپکے اثر شخصیت و استمداد کی محتاج ہوں۔ میں آپکے معتقدات کی دل سے تصدیق کرتی ہوں۔ اور دل سے متمنی ہوں۔ کہ آپ کے مذہب میں داخل ہو کر پکی مسلمان بن جاؤں" +

"ہم سب کو چاہئے۔ کہ ہم اس شاندار و کارہائے نمایاں (یعنی اسلام کو) اس ملک میں نہایت ہی جوش و سرگرمی کے ساتھ توسیع دیں۔ جس طرح کہ حضرت محمد صلعم نے توسیع دی" +

مکتوب نمبر ۱۴

کراؤن ھل

پلائی موتھ۔ ڈیون

مورخہ ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء

یا اخی المکرم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

یہ چھوٹی سی نہایت ہی مفید و دلچسپ کتاب "اسلام اور اسلامی نماز" آپ نے جو ارسال فرمائی ہے اُس کا تہ دل سے شکریہ قبول فرمایئے +

یہ ایک نہایت عجیب بات ہے۔ کہ چونکہ مجھے کسی خاص دُعا کا علم نہ تھا۔ اس لئے جو کچھ میرے دل میں آتا تھا۔ میں وہی تلاوت کیا کرتی تھی۔ اور پاک و پیارے کلام مجید میں سے سورۃ فاتحہ اور سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس کو میں بالخصوص روزانہ تلاوت کیا کرتی ہوں۔ اور ان سورتوں کو میں نے ان کی عظمت حسن و جمال کی وجہ سے منتخب کیا ہُوا ہے +

آپ کی عنایات کی مرہون احسان ہوں + آپ کی مخلصہ

ڈوروتھی ایڈی

مکتوب نمبر ۱۵

لندن ڈیر محمد عالم السلام علیکم

جب سے میں نے وہ چھوٹی سی کتاب اسلام پر پڑھی ہے۔ جو آپ نے تقسیم کی ہے اس وقت سے میں اس کی تعریف میں چند الفاظ لکھنے چاہتی ہوں +

حقیقت یہ ہے۔ کہ عام طور سے انگریز مرد اور عورتیں جو کہ دُنیا کے اس حصہ میں بستی ہیں وہ دُنیاوی امور میں اس قدر مشغول ہیں۔ کہ اُنھیں مذہب کے متعلق سوچنے کا وقت ہی نہیں ملتا لیکن میری طرح جو یائے حق کیلئے آپ کی کتاب ایک برکت ہے کیونکہ وہ نہ صرف دُنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک کے متعلق روشنی دیتی ہے۔ بلکہ ہر بات کو اس طرح پیش کرتی ہے کہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے +

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ پرانی کہاوت "جوئندہ حق یابندہ حق" واقعی سچ ہے پس میں بہت خوش ہوئی۔ جبکہ وہ کنگ گئی۔ اور انہوں نے مجھے یہ کتاب آپ کی طرف سے بطور تحفہ دی۔ اور یہ وہ شے ہے۔ جس کی میں آرزومند تھی۔ اور میں یقین کرتی ہوں کہ بہتوں نے ایسا ہی سوچا ہوگا۔ اور اس نیک معطی کو دعا دی ہوگی۔ جس نے انسانیت کی ایسی خدمت انجام دی +

میں یقین کرتی ہوں۔ کہ جو لوگ ایک مرتبہ اسلام کی صداقت کے قائل ہو جائینگے اور اس کی خوبیوں کو محسوس کر لینگے انھیں کسی دوسرے مذہب کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور وہ ہر موقع پر خوشی میں اور رنج میں اس کی طرف رجوع کرینگے۔ اور پھر ایسی پابندی کے ساتھ جس طرح کہ آفتاب ہمیشہ مغرب میں غروب ہوتا ہے +

آخر میں تہ دل سے دعا کرتی ہوں۔ کہ خدا آپ کو شادمان اور کامران رکھے۔ اور اپنی روح قدس سے آپ کی تائید کرے۔ آمین

آپ کا بھائی
مسٹر ماریسن

(نوٹ) یہ خط ایک طالی خاتون کا ہے جو انہوں نے مسٹر محمد عالم آف آسٹریلیا کو کتاب "اسلام اور اسلامی نماز" کے شکریہ میں لکھا تھا ۱۲ (مدیر)

تصنیفات جدید بزبان انگریزی

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

(۱) Revelation A Necessity مسئلہ الہام پر مدلل بحث کرکے قرآن مجید سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ الہام ایک ضرورت حقہ ہے۔ یہ کتاب اپنے قسم کی ایک نئی کتاب ہے صفحہ ۲۰۔ قیمت صرف ۲ر

(۲) Islam & Civilization یعنی تمدن اسلام کا انگریزی ترجمہ صفحہ ۱۵۰ قیمت ۱۲ر

(۳) Islam & Christianity یہ کتاب ڈین آف ہانگ کانگ (چین) کے اعتراضات جو اس نے سنہ ۱۹۳۱ء میں اسلام پر کئے۔ اُن کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور اسمیں ہر دو مذاہب اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۰۰ " " " قیمت ۲ر

(۴) Islam & Muslim Prayer اس کتاب کی ساتویں ایڈیشن چھپ رہی ہے۔ اسمیں نماز اور دعاؤں کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا ہے۔ اور اوضاع نماز کو بذریعہ فوٹو دکھایا گیا ہے۔ عربی نہ جاننے والوں کے لئے عربی رومن نستعلیق میں بھی لکھی گئی ہے

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تفسیر القرآن

باب چہارم

ہدایت کیلئے مخصوص الہام کی وجہ

(بہ تسلسل صفحہ ۱۳۶ اشاعت اسلام جلد ۱۸ نمبر ۴ سنہ ۱۹۳۲ء)

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

تب وہ اس طرح خون اور فضلے کے ساتھ ملجاتا ہے۔ کہ جدا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ قرآن کہتا ہے۔ پس ہم اُسے ان دو چیزوں سے جُدا نہیں کرسکتے، اُس کی آخری نشو ونما جانوروں کے معدہ میں ہوتی ہے۔ جو ہمیں تازہ دُودھ دیتے ہیں۔ غذائیت کے لحاظ سے دُودھ کے بعد پھل اور اناج کا مرتبہ ہے، یہ چیزیں ہر فصل کے بعد غائب ہوجاتی ہیں لیکن ان کے اجزائے ترکیبی تباہ نہیں ہوتے۔ وہ دوسری چیزوں کے ساتھ مل کر فضاء میں باقی رہتے ہیں۔ تب خدا موسم بہار میں ہوائیں چلاتا ہے۔ تاکہ اُن کے ساتھ جو منتشر اشیاء مل گئی ہیں۔ وہ جدا ہوجائیں، پس مختلف ذرات وغیرہ ایکدوسرے سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ اور جس پھل کیلئے جو ذرات ضروری ہیں۔ وہ خود بخود اس جگہ چلے جاتے ہیں۔ جہاں ان کی ضرورت ہے نئی تقسیم میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ اس کے بعد قرآن نے شہد کا ذکر کیا ہے (۱۶: ۵۰) جس طرح ہمیں غذا کی ضرورت ہے۔ اُسی طرح دوا کی بھی اور غذا اور دوا دونوں خدا کی طرف سے ہیں، اور ہم اُنھیں مختلف بیماریوں کے سلسلہ میں استعمال کرتے ہیں۔ قرآن نے مختلف پہلوؤں سے

شہد کو اس معاملہ میں مثال دینے کیلئے چنا ہے۔ شہد بیشمار پھلوں اور پھولوں کے جوہر سے مرکب ہے جو ایکدوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ شہد اُن کی ترکیب کا نتیجہ ہے۔ لیکن شہد کی دوائی صفات انسانی ہاتھ سے نہیں آتی۔ لہٰذا عطار کا کام کرنے کیلئے شہد کی مکھی پیدا کی گئی ہے۔ اور بقول قرآن اس جوہر لطیف کی تلاش میں سینکڑوں میل کا سفر کرتی ہے۔ وہ کبھی اپنا راستہ نہیں بھولتی اور ہمیشہ مناسب اجزاء لے کر واپس آتی ہے۔ تاکہ نسخہ تیار کر سکے۔ وقت ہر مرکب کو خراب کر دیتا ہے لیکن شہد پر اثر نہیں ہوتا۔ قرآن رُوحانی شہد ہے۔ خدا کا کلام ہماری رُوح کی غذا ہے اور وہ ہمارے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ طبعی غذا ہے۔ اگر خدا کا ہاتھ ہمارے لئے غذا دوبارہ بھیجدیتا ہے۔ جبکہ پہلی غذا خراب ہو جاتی ہے۔ تو وہ الہام بھی بھیجیگا +

ملائکہ قرآن نے ملائکہ کا بحیثیت ذی حس مخلوق کے ذکر کیا ہے۔ جو کائنات میں فطرت کی قوتوں کو متحرک کرتی ہیں۔ تاکہ نئی چیزیں پیدا ہو سکیں۔ اور ہم کائنات میں اس قسم کی فاعل ہستیوں کی فاعلیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم پھر غذا کے مسئلہ کی طرف واپس آتے ہیں۔ یہ سب ترکیب پاتے ہیں۔ تاکہ تخلیق کے طریق میں مُعاون ہوں۔ وہ پابند اور باضابطہ ہیں۔ وہ ایک مقررہ راستہ پر چلتے ہیں۔ وہ ایکدوسرے سے مُقررہ تناسب میں ملتے ہیں۔ تاکہ نئی چیزیں بن جائیں۔ اور یہ تمام طریق ظاہر کرتا ہے۔ کہ اُنہیں علم حاصل ہے۔ اگرچہ وہ خاموش دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں جسمیں شعُور کا نام نہیں۔ ان کا کام ریاضی کی سی صحت ظاہر کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ یہ عمل کسی مُدرک ہستی کے زیر ہدایت جاری ہے لیکن وہ خُود بغیر شعُور کے ہیں۔ خدا بلاشک علت مُدرکہ اولے ہے لیکن وہ مختلف فاعلوں کے ذریعہ سے کام کرتا ہے۔ اگرچہ وہ قادر مُطلق ہے۔ لیکن اُسکی مرضی ہے۔ کہ وہ اس طرح کام کرے۔ فرشتے کائنات میں اسطرح کام کرتے ہیں جس طرح رُوح اور نفس جسم میں۔ وہ خُدا کے احکام کی بیچوں وچرا تعمیل کرتے ہیں (۲ : ۳۴) اور اگر ہم اطاعت کریں تو ہم بھی فرشتے بن سکتے ہیں۔ بلکہ ہم تو فرشتوں پر بھی حکومت کر سکتے ہیں۔ قرآن نے فرشتوں کے تین کام بیان کئے ہیں۔ پہلا کام یہ ہے۔ کہ وہ نیچر کی قوتوں کو متحرک کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنا کام کر سکیں۔ اور دوسرے دو کام انسانوں سے متعلق ہیں۔ وہ ہمارے اندر نیکی کا الہام کرتے ہیں۔ اور اگر بعض غیر مشہود ہستیاں ہمیں بُرائی کی طرف لیجاتی ہیں۔ تو یہ یاد رہے۔ کہ اسی طرح میں

غیر معلوم طور پر نیکی کی تحریک بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ تحریکات فرشتوں کی طرف سے آتی ہیں۔ اور یہ سب باتیں ہر شخص کے تجربہ میں آسکتی ہیں۔ اگر ہم فرشتوں کی آواز سُنیں تو وہ ہمارے محافظ بن جائینگے۔ اور بُرائیوں سے ہماری حفاظت کرینگے۔ اور انجا مکار ہمارے خادم بن جائینگے بشرطیکہ ہم فطرت کے اسرار کو سمجھ لیں۔ سائنس کی بدولت عناصر کے فرشتے بڑی حد تک ہمارے خادم بن گئے ہیں۔ انھیں آپ قوانین فطرت کہئیے لیکن قانون بذات خود ایک بیجان چیز ہے اسکے پیچھے ایک دماغ کی ضرورت ہے۔ اور وہ قرآن کا پیش کردہ خدا ہے۔ جس نے فرشتوں کو اپنے قوانین پر عمل کرنے والا متعین کیا ہے +

ہمارا اِرتقائی سفر

اِنسان کی ابتدا ہم ارتقائی سفر طے کر رہے ہیں۔ اور دورانِ سفر میں ترقی کی مختلف منازل میں سے ہوکر گزرتے ہیں۔ ہر منزل میں مختلف مراتب ہوتے ہیں۔ جہاں ہم کو آیندہ مراتب و منازل طے کرنے کیلئے ضروری سامان مہیّا کیا جاتا ہے خواہ ہم اس ترقی کی جو ہمیں کسی خاص منزل میں کرنی چاہئے تکمیل کریں یا نہ کریں۔ جس وقت ہماری ضروریات کی چیزیں فرسودہ ہوجاتی ہیں۔ تو فطرت کی طرف سے ہمیں نیا سامان ملتا ہے۔ اور ہم پُرانی چیزوں کو ترک کرکے نئی منزل میں داخل ہوجاتے ہیں۔ نئی منازل میں ہمیں نیا جسم عطا ہوتا ہے۔ اور جب ہم اُس منزل کو چھوڑتے ہیں۔ تو اُس منزل کے جسم کو وہیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور نئی منزل میں داخل ہونے پر نیا جسم عنایت ہوتا ہے۔ ان منازل میں سے ہر منزل کے طے کرلینے کا نام موت ہے لیکن یہی موت دوسری منزل میں داخل ہونے کا لازمی دروازہ ہے +

قرآن شریف نے ستاروں کے طبقہ کو ہماری ابتداء قرار دیا ہے (۸۶ : ۱ تا ۳)

جو تاریکی کے اوقات میں وہ روشنی ڈالتے ہیں جو زمین کے اندر سرایت کر کے اس کے اندر ساز و برگ پیدا کرتی ہے۔ بادلوں سے پانی آتا ہے۔ اور زمین میں قیام کرتا ہے (۲۳ : ۱۸) اور درختوں اور چوپایوں کی پیدائش اور پرورش میں مدد دیتا ہے (۲۳ : ۱۹) جن کی بدولت ہمیں وہ غذا ملتی ہے جس میں حیاتِ اولی کے اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ اس سے نطفہ پیدا ہوتا ہے اور وہ عورت کے رحم میں جاگزین ہو کر مختلف جنینی حالات میں سے ہو کر گزرتا ہے (۲۳ : ۱۴) اور رحم مادر ہی میں اس نطفہ کو ہڈیاں اور گوشت عطا ہوتا ہے۔ تاکہ آئندہ ترقی کر سکے۔ ان چیزوں کی تکمیل پر ایک نئی چیز پیدا ہوتی ہے، جسے قرآن لطیف "نفس" کہتا ہے۔ یہی ہماری روح ہے جو جذبات کا مجموعہ ہے اور شعور اس کا امتیازی نشان ہے اس طرح ہم دنیا میں آتے ہیں۔ اور ہمارا مقصد اس دنیاوی قیام سے یہ ہے کہ نفس ناطقہ کی منزل تک پہنچ جائیں۔ روح کیلئے مختلف منازل ترقی میں سے گزرنا لازمی ہے لیکن جب اس کا ساز و برگ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کی ترقی رک جاتی ہے۔ اسی کا نام موت ہے۔ ہم جسم خاکی کو قدرتی طور پر یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ لیکن ہماری ترقی مسلسل جاری رہتی ہے، روح مزید ترقی کرتی ہے۔ اگر وہ موت کے وقت نفس ناطقہ کی شکل میں پختہ کاری حاصل کر چکی ہے۔ تو وہ ترقی کی دوسری منزل میں داخل ہو جاتی ہے جسے جنت کہتے ہیں (۲۳ : ۱۰۰) لیکن اگر اس نے اپنا نصاب ختم نہیں کیا تو پھر اُسے اپنا سفر اسی نقطہ سے طے کرنا ہوگا جہاں وہ اس جہان سے رخصت ہوتے وقت تھی +

ماضی اور آئندہ کے سفر میں ایک بڑا فرق موجود ہے، جو ایک کو دوسرے سے متمیز کرتا ہے گزشتہ منازل میں ہمارے پاس جسم مادی تھا، خواہ شعور رہا ہو یا نہ رہا ہو، یہ چیز رحم مادر میں پیدا ہوتی ہے۔ بعد ازیں مادہ اور شعور دونوں ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں۔ اس کے بعد موت آتی ہے۔ اور روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے، لیکن ہر دنیا کے تکمیل کے بعد ایک نمایاں وقفہ ہوتا ہے، ترقی کرنے والی ذات بظاہر مجہول ہو جاتی ہے۔ اور بعد ازیں نئے سفر پر روانہ ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی سفر میں بھی موت کے بعد ایک تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ مادہ کا کام ختم ہو جاتا ہے اس کیلئے مزید ترقی نہیں ہے۔ آئندہ ترقی صرف روح کی ہوتی ہے جس کے ساتھ شعور شامل ہے۔

پس طویل ترین وقفہ بھی ہونا چاہئیے جس کے دوران میں رُوح غیر فاعل رہیگی۔ اور اس وقفہ کو عالم برزخ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۳۶ : ۵۱) یہ عرصہ موت اور حشر اجساد کے درمیان ہے۔ اور اس عرصہ میں رُوح انسانی "اجداث" میں رہتی ہے۔ یہ لفظ جدث کی جمع جسکے معنی ہیں جُدا ہو جانے کی حالت یعنی رُوح جسم سے جُدا ہو جاتی ہے۔ جو مزید ترقی نہیں کر سکتا مشیت الٰہی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ آیندہ سفر میں ہر رُوح کو ترقی کے لئے یکساں موقع اور وقت ملے۔ جبکہ وہ جسمانی علائق سے پاک ہو گی۔ اور اس لئے جملہ ارواح کے دُنیا سے واپس آنے تک انتظار کرنا چاہئیے۔ جو لوگ دُنیا سے رُخصت ہوتے ہیں۔ ان پر گویا ایک قسم کی بیخودی طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ حالت ارواح کے دوبارہ جی اُٹھنے تک قائم رہیگی۔ وہ اپنے مرقدوں سے نکلینگی گویا لمبی نیند سے بیدار ہوئی ہیں۔ اور انھیں ایسا معلوم ہو گا۔ کہ وہ دن کے کچھ حصّہ تک سوتی رہی ہیں۔ لیکن آنے والے واقعات کا سایہ ان سے پہلے رُونما ہوتا ہے۔ ہم جنّت اور دوزخ کو اس طرح دیکھینگے جس طرح خواب میں دیکھتے ہیں۔ اور بلاشک یہی ہمارے سفر کا آغاز ہو گا لیکن ارواح اُسی نقطہ سے سفر شروع کرینگی۔ جہاں سے انھوں نے چھوڑا تھا۔ جبکہ ان پر موت طاری ہوئی تھی +

نفس ناطقہ کے مُتعلق عُلمائے نفسیات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ نفس ناطقہ دوسرے طبقہ سے آتا ہے۔ اور پھر جسم انسانی سے مُتحد ہو جاتا ہے۔ جہاں کہ وہ جسمانی خواہشات کی پابندی اختیار کر لیتا ہے لیکن قرآن شریف اُسے شعور کی ترقی یافتہ صُورت قرار دیتا ہے۔ جو کہ جسم سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چُکا۔ انسانی شعور جبکہ وہ حالت سافلہ سے پاک ہو کر روحانیت سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ تو الہام ربانی کے ماتحت رُوح بن جاتا ہے۔ خدا نے اپنی رُوح انسان میں پھونکی جبکہ مواد جسمانی جنینی حالت میں مناسب طور سے منتظم ہو چکا۔ اور یسوع کے معاملہ میں بھی یہی کیا تھا۔ جبکہ وہ مریم کے رحم میں تھا۔ خُدا کی رُوح قیدی کی طرح جسم کی چار دیواری میں مقید نہیں ہے۔ بلکہ اُسے طبعیٔ خاصیت عطا ہوئی ہے۔ تاکہ وہ اُس کی مدد سے مزید ترقی کر سکے قرآن مجید اکثر اوقات مستقبل کا ذکر ماضی کے رنگ میں کرتا ہے اور خصوصًا ان استعدادوں کے متعلق جو کہ خدا کے علم میں آگے چل کر بالفعل ظاہر ہونیوالی ہیں۔ خُدا کی رُوح ہمارے اندر اسلئے پھونکی گئی تھی۔ کہ ہم مسجود ملائکہ بن سکیں۔ اور یہ بات اُس وقت ہو گی۔ جبکہ نُور الٰہی جو ہمارے اندر

موجود ہے پورے طور پر چمک اُٹھیگا۔ لیکن قرآن شریف نے اس کا ذکر بطور وقوعہ کے بیان کیا ہے یہ دراصل ہمارا آیندہ مقصود ہے۔ اور فی الحال ہمیں ایسے تدبیر کی ضرورت ہے جو ہمیں اس عزت کا مستحق بنا دے۔ خواہ اس زندگی میں یہ عزت حاصل ہو یا نہو لیکن جب اس دُنیا کے چھوڑنے کا وقت آئیگا۔ تو یہ عزت ہماری ہو گی۔ ہم اپنے جسم کو تباہ کرنا پسند نہیں کرتے جیسا کہ بعض ناقص مذاہب ہمیں تلقین کرتے ہیں۔ خصوصاً وہ جو اسلام سے پہلے رائج تھے۔ کیونکہ یہ تو خودکشی کا مرادف ہو گا۔ جس کی وجہ سے الٰہی رُوح جو ہمارے اندر ہے وہ بھی تباہ ہو جائیگی ہمیں اسبات کی ضرورت ہے۔ کہ ہم اپنی جسمانی خواہشات کو ضبط کر سکیں۔ تاکہ رُوحانی ترقی بجائے رک جانے کے جاری رہ سکے +

مادہ جسم حیوانی میں مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے لیکن اسکی آیندہ ترقی محض شعور سے وابستہ ہوتی ہے جو ابتدائی حالت میں محض جذبات و احساسات کے مجموعہ کا نام ہے۔ عالم حیوانات میں ملکیت کا حق نہیں پایا جاتا۔ اور حیوانات میں دراصل وہ انفرادی شعور بھی نہیں پایا جاتا جو انسانی دماغ میں میرا اور تیرا کا خیال پیدا کرتا ہے۔ حیوانات ہر چیز کو جسے وہ اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔ لیکن انسانی دماغ میرے اور تیرے میں فرق کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ ہم حیوانی حالت سے ترقی کر کے آئے ہیں۔ اس لئے ہمارے اندر دوسرے کا حق غصب کر لینے کی جبلی عادت موجود ہے۔ بہت سے انسان تو حیوانیت کی سرحد ہی پر بستے ہیں اور اُسی رُوح کی پرستش کرتے ہیں، جو انسانی نفس کی ابتدائی حالت ہے۔ اگر یہ رُوح غیر مقید چھوڑ دی جاتی جس طرح کہ شیر خوار بچہ کی ہوتی ہے جو ہر شئے کو اپنی ہی سمجھتا ہے۔ تو آج نظام عالم درہم برہم ہو چکا ہوتا۔ لیکن اس منتظم اعلےٰ نے ہمیں اس حالت میں نہیں چھوڑا۔ اس نے ہمارے سامنے ایک مقصد رکھا ہے جو ہم سے بہت دُور ہے۔ اور ہمیں دُنیا میں اسلئے بھیجا گیا ہے کہ ہم اس منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کر سکیں۔ اور ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم نو زائیدہ رُوح کو نفس ناطقہ کی شکل میں تبدیل کریں۔ قبل اس کے کہ دُنیا سے رُخصت ہوں۔ اور اسلئے ہمیں ان سات منازل میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ جن کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہے +

نفس امّارہ { (۱۲: ۵۳) یہ رُوح حیوانی کا دوسرا نام ہے۔ نفس کے لفظی معنے

رُوح انسانی کے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ انسانی شعور کا دوسرا نام ہے۔ اور اُس کی ترکیب میں کوئی مادّی چیز شامل نہیں ہے بلکہ خالص رُوح ہے۔ اس منزل میں اس کی خواہشات پر کوئی قید نہیں ہوتی۔ وہ ہر بات کو اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں اپنے تقاضوں کے سامنے مجبور کرتا ہے۔ اسی لئے اُسے نفس امّارہ یعنی حکم دینے والا نفس کہتے ہیں۔ لیکن سوسائٹی یا الہام کے دباؤ سے وہ قابو میں آجاتا ہے۔ اور نیک و بد میں امتیاز کرنے لگتا ہے۔

نفس مُلہمہ تب اُسے نفسِ مُلہمہ کہتے ہیں۔ اس صورت میں اُسے نیکی اور بدی میں فرق کرنے کا الہام حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ نیا علم مزید ترقی کا بنیاد ہے۔ جس وقت ہمارے اندر شعور پیدا ہوتا ہے۔ تو لازم ہے۔ کہ اُسے اس رُوح کے ماتحت رکھا جائے۔ تاکہ مزید ترقی کرسکے۔ اور قرآن نے اس ضرورت کا احساس کیا ہے۔ اور اس لئے سات باتوں کا ذکر کیا ہے اس موقعہ پر جہاں شعور کی پیدائش بیان کی ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ نئی پیدا شدہ چیز کو ان سات باتوں کو اختیار کرنا ہوگا قبل اس کے کہ وہ نفس بن سکے۔ اور ہمیں درمیانی منازل میں سے بھی گزرنا ہے۔ لیکن یہ سات منازل ہمیشہ ہمارے سامنے بطور ہادی کے رہنی لازم ہیں۔ خواہ ہم کسی رُوحانی حالت میں ہوں۔ وہ منازل یہ ہیں:-

(۱) حقائق اور صداقتوں پر ایمان لانا اس کا نام قرآن نے "ایمان" رکھا ہے۔ ہمارا ہر فعل چند مخصوص معتقدات پر مبنی ہوتا ہے۔ اور وہ یقین یا عقیدہ ہمارے ہر فعل کا محرّک ہوتا ہے۔ خواہ وہ فعل بُرا ہو یا اچھا۔ اسی لئے قرآن نے بعض حقائق پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ اور مومن ہی بقولِ قرآن کامیاب ہونگے (۲) نمازوں میں عاجزی (۳) غرور سے پرہیز اور لغویت و سفاہت سے اجتناب (۴) تصفیہ کی کوشش کرنا۔ اور اپنے اموال سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا۔ قرآن نے لفظ زکوٰۃ استعمال کیا ہے جو دونوں معنے دیتا ہے۔ اور یہ دونوں معنی باہم گر متحد ہیں (۵) عفت یعنی جنسی تعلّقات میں پاکدامن رہنا (۶) ایفائے عہد کرنا اور معاہدہ پر قائم رہنا (۷) اسلامی صلوٰۃ پر عامل ہونا۔

ممکن ہے۔ ہم سب کو قرآنی احکام سے واقف ہونے کا موقع نہ مل سکے لیکن رائے عامہ اور سوسائٹی کے احکام ہمیں ان اُمور پر عمل کرنے کیلئے مجبور کردیتے ہیں۔ اگر ہم اُن کی خلاف ورزی کریں تو

ہمارے اندر سے کوئی قوت ہمیں ملزم ٹھیراتی ہے۔ اور جب کبھی ہم دوسروں کے حقوق غصب کرنا چاہتے ہیں تو وہ ہمیں ملامت کرتی ہے۔ اس باطنی آواز کو عرف عام میں ضمیر کہتے ہیں لیکن قرآن نے اس کا نام نفسِ لوّامہ رکھا ہے۔ اور یہ ہماری روحانی ترقی کی تیسری منزل ہے۔ جس وقت ہمیں نیک و بد کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ تو ہمارے اندر نفسِ امارہ اور نفس لوامہ میں ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ نفسِ امّارہ تو غصب حقوق اور تغلب اموال کی تحریک کرتا ہے اور نفس لوامہ عدل اور انصاف کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے تمیز حاصل ہو چکی ہے۔ بدقسمتی سے اکثر لوگ حیوانیت کی سرحد پر رہتے ہیں۔ اور نفس امّارہ کی پوجا کرتے ہیں اور واقعی یہ لوگ حیوانات کے مقابلہ میں سوسائٹی کیلئے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ ہمیں روح سے اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ کہ وہ نفس لوامہ کے احکام کی اطاعت کرنے لگے۔ تب ان دونوں میں کوئی جھگڑا باقی نہ رہیگا۔ نفسِ امارہ کی آواز ہمیشہ کیلئے خاموش ہو جائیگی۔ اور نفس لوامہ کو کامیابی حاصل ہو جائیگی۔ ہمیں بدی سے نفرت پیدا ہوگی۔ اور ہمارے قلب کے ہر گوشہ میں نیکی حکمران ہوگی۔ ہماری روح کو تب سکون حاصل ہوگا (۸۹ : ۲۷) اور ہم اپنی ارتقائی سفر کی چوتھی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ تب آسمان سے ایک روحانی آتش قلب پر نازل ہوگی۔ وہ ہماری طبعی فطرت کو جلا دیگی۔ اور بدی کی طرف جملہ میلانات کو مٹا دیگی۔ اور ہم اپنے خدا سے برسرِ صلح ہو جائینگے (۸۹ : ۲۸) وہ ہم سے راضی ہو جائیگا۔ یہاں ہم اپنی ترقی کی پانچویں اور چھٹی منزل سے گزرتے ہیں۔ اُسکی مرضی ہماری زندگی کا قانون بن جائیگی۔ اور ہم اس کے ہاتھ میں بیجان آلہ کی طرح ہو جائینگے۔ تب روح پختہ ہو جاتی ہے۔ اور آخری منزل آجاتی ہے۔ تمام بُری خواہشات بکلی دور ہو جاتی ہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہم دوسروں کے لئے جی رہے ہیں۔ اور ان کی خوشی ہمارا مقصد حیات ہو جاتی ہے۔ ہم صرف دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جیتے ہیں۔ ہم انتہائی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتے ہیں۔ محض دوسروں کیلئے۔ دراصل ہم وہی کرتے ہیں۔ جو پہلے کرتے تھے۔ لیکن فرق یہ ہے۔ کہ پہلے ہم سب کچھ اپنے لئے کرتے تھے۔ لیکن اب ہم دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنی جان کو خطرات میں ڈالتے ہیں۔ ہم خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر گامزن ہوتے ہیں تاکہ دوسرونکی

پرورش کر سکیں۔ اور جب ہم اس کا رنگ "رب العلمین" اختیار کر لیتے ہیں۔ تو ہم اس کی جنت میں بطور اسکے مطیع بندوں کے داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اسے کامل اتحاد کہتے ہیں۔ جو بندے کو خدا سے حاصل ہو سکتا ہے (۱۷: ۸) اور یہی حقیقی رشتہ ہے۔ جبکہ استعارتاً خدا کا خون ہماری رگوں میں دوڑنے لگتا ہے۔ ہم اپنی ہستی کو اسکی ذات میں فنا کر دیتے ہیں۔ اور روح پختہ ہو جاتی ہے اور یہ ہماری ترقی کی آخری منزل ہے۔ یہاں ہمارا سفر ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارے اندر سے ایک روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور ہمیں خدا کی جناب میں رہنمائی کرتی ہے۔ تاکہ ہم اس کی قلمرو میں داخل ہو سکیں +

نوٹ:- اسلامی نماز محض رفع روحانی کیلئے مقرر کی گئی ہے۔ قرآن نے خدا تعالیٰ کو ہمارے لئے نمونہ قرار دیا ہے۔ اور ہمیں اُسے اس کے خصائص کے لحاظ سے پکارنا چاہئے (۷: ۱۸۰) پہلی بات جو ہم اپنی نماز میں بیان کرتے ہیں یہ ہے کہ ہمارا خدا جملہ نقائص اور عیوب سے پاک ہے۔ اس کے بعد ہم اس کی ملکیت خیر کا بیان کرتے ہیں۔ اور ہم پر فرض ہے کہ ہم اس رنگ میں اسکی طرح ہونے کی کوشش کریں ۲۹: ۴۵ میں بھی نماز کے متعلق یہی بات بیان کی گئی ہے +

ایک نمایاں امر ان لوگوں میں جو ان حالات سے قریب ہیں، جبکہ روح پیدا ہوتی ہے اور بھی ہے روح کی متذکرہ بالا تین پہلی صورتوں میں ہم اپنے لئے کام کرتے ہیں۔ اور ہماری ذاتی خوشی اور راحت ہمارے افعال کی محرک ہوتی ہے۔ لیکن جب روح کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر ہم دوسروں کے لئے بطور معتمد کے کام کرتے ہیں (۸۳: ۲۷) اور ہم تمام عالم کو اپنے سے فیض حاصل کرنیوالا سمجھتے ہیں۔ انسان تمام مخلوقات میں دو امتیازی نشان رکھتا ہے۔ جہاں تک حصول معاش کا سوال ہے۔ اول یہ کہ وہ آیندہ کی فکر کرتا ہے۔ اور ضرورت کے لئے کچھ ذخیرہ جمع کرتا ہے تاکہ وقت پر کام آئے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ کما سکتا ہے۔ اگرچہ یہ باتیں ہم سبھوں میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اعلےٰ درجہ کی روحانیت رکھنے والے لوگوں کی نظر میں ان کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے +

یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جبلت انھیں دوسروں کو فائدہ پہنچانے کیلئے دی گئی ہے۔ پس وہ اپنی محنت سے تھوڑا ہی سا

معاوضہ قبول کرتے ہیں یا قیمانت رقم دوسرے ملکے فوائد کیلئے وقف کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی ضروریات سے بیخبر ہو جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ اپنی خواہشات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ انکی زندگی گویا اپنی ذات سے مسلسل جنگ ہوتی ہے۔ ہم نفس کے متعلق بہت کم جانتے ہیں صرف اسقدر کہ ہم میں کوئی چیز پیدا ہو جاتی ہے وہ بھی ہماری روحانی نشو ونما کی ایک خاص منزل ہے۔ اور وہ خدا کی طرف سے ایک نائب کا فرض انجام دیتی ہے پہلے ہم روح کی اطاعت کرتے تھے۔ اور اب نفس کی بلا واسطہ اطاعت کرتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کرتے جب تک ہمیں کسی بات کا حکم نہ دیا جائے۔ اور ہم اپنی ساری سرگرمیوں کے لئے اسکی طرف دیکھتے ہیں۔ یہ ہی الٰہی روح ہے۔ جو ہمارے اندر پھونکی گئی تھی۔ جبکہ ہم رحم مادر میں تھے لیکن اب پورے طور پر ترقی پاگئی ہے۔ اور اس لائق ہو گئی ہے کہ خدا کے فرشتے اسکے سامنے جھکیں میں کوئی فسانہ نہیں بیان کر رہا ہوں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ اگرچہ ایسے نفوس قدسی بہت کم پائے جاتے ہیں۔ تاہم دنیا میں ان کا وجود بالکل ہی ناپید نہیں ہے +

ہمارا علم بالکل سطحی ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں ہیں جن کے متعلق ہم بہت کم واقفیت رکھتے ہیں مثلاً شعور، حیات، اور برق وغیرہ انکے متعلق ہم بہت کم علم رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے راز ہیں۔ اگرچہ انکی پیدائش مادہ سے ہوتی ہے تاہم مادہ سے بالکل مختلف ہیں۔ اور نفس ناطقہ کو بھی اسی ذیل میں رکھ سکتے ہیں۔ قرآن شریف نے سچ کہا ہے کہ ہمیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے + (باقی آئندہ)

انگریزی شہر میں مسلمانوں کی نماز

(بحوالہ ڈیلی ایکسپریس ۷ ، ۲ فروری ۱۹۳۲ء)

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

کل ووکنگ کے ایک باغ میں فوارے کے پاس ایک سیاہ بالوں والا نوجوان سوٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا۔ اور ہاتھ کانوں تک اٹھا کر گویا وہ تمام دنیا سے تعلقات قطع کر رہا تھا، نہایت بلند آواز میں یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر +

یہ نوجوان موذن تھا جو مسلمانوں کو نماز کیلئے بلا رہا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور پھر عربی میں مفہوم ذیل ادا کیا :-

میں گواہی دیتا ہوں ۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" جبکہ وہ کھڑا ہوا مسلمانوں کو نماز کیلئے بُلا رہا تھا تو وہ اُن کارخانوں کی کھڑ پڑ اور ریل گاڑی کی گھڑ گھڑ سے بیخبر تھا ۔ جو اس کے بائیں جانب' اور پُشت کی طرف تھی ۔ وہ ایک خوبصورت چھوٹی سی مسجد کے سامنے کھڑا تھا ۔ جو نیلگوں اور سُنہری مینار رکھتی ہے ۔ اور اُس کا دروازہ محرابدار ہے ۔ اور اُس کا گنبد سُنہری ہے ۔ اور اس پر مسلمانوں کا ہلال بنا ہُوا ہے +

چونکہ مؤذن کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا ۔ کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی داخل ہو جائیں اس لئے میں بھی شریک ہو گیا ۔ امام مسجد بغیر کسی رسم کے نماز پڑھانے کھڑا ہُوا ۔ وہ بالکل صحیح صحیح کا لباس پہنے ہُوئے تھا ۔ اور سیاہ بھیڑ کی کھال کی ٹوپی اُسکے سر پر تھی انفرادی نماز شروع ہُوئی تو سناٹا چھا گیا ۔ امام کی پُشت مقتدیوں کی طرف تھی ۔ اور وہ کعبہ کی طرف مُنہ کئے ہُوئے تھے ۔ اور نہایت غور و فکر اور خاموش دُعا میں مشغول تھا ! اس کے بعد اُس نے نماز کیلئے ہاتھ اُٹھائے جُھکا اور پھر سجدہ میں گیا ۔ اور قالین پر پیشانی رکھی فرداً فرداً سب نمازیوں نے اُسکی اقتدا کی ۔ سب خاموش تھے ۔ اس کے بعد قرآنی آیت پر وعظ شروع ہُوا ۔ اس کا موضوع یہ تھا ۔ کہ مُردہ چیز نہیں بلکہ صرف زندہ ہی انسانی دماغ میں دلچسپی پیدا کر سکتی ہے +

وعظ کا مطلب یہ تھا کہ (ا) اسلام کوئی مُردہ چیز نہیں ۔ بلکہ زندہ چیز ہے (ب) اور چونکہ ایسا ہے اسلئے اگرچہ اسلام کو فنا کرنے کی کوشش کی گئی ۔ لیکن یہ مذہب ابھی تک قائم ہے ۔ امام نے تاریخ از منہ وسطےٰ کا طرز عمل اسلام کی طرف بیان کیا ۔ اور پھر ایکدم بشپ جیمز کی اس بحث کا ذکر کیا جو ایوننگ سٹینڈرڈ میں حال میں شائع ہُوئی ہے ۔ اور جس کا تعلق خاص کر اسلام کے ساتھ ہے ۔ امام نے اس امر سے بہت شدید اختلاف کیا ۔ کہ اسلام میں عورتوں کی حالت زبُوں ہے ۔ اس نے کہا کہ اسلام ہی وہ سب مذہب ہے جس نے عورتوں کو مرتبہ دیا ہے ۔ اور آنحضرت صلعم نے سب سے پہلے عورتوں کو وراثت میں حصّہ دیا ۔ اور عورتوں کی عزّت کی حفاظت کو انسانی سیرت کا ایک حصّہ قرار دیا ۔ عورتوں کی عزّت اور حُرمت کیلئے شجاعت کا اظہار سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے کیا ۔ اس سے پہلے کوئی قوم اس بات سے آشنا نہ تھی +

اس کے بعد خُطبہ ختم ہُوا ۔ اس کے بعد پھر اکٹھی نماز ہوئی اسلمان عورتیں بھی شریک ہوئیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ سب نمازیوں نے اپنا چہرہ پہلے دائیں طرف گھمایا پھر بائیں طرف اس اشارہ کے معنی یہ ہیں ۔ کہ صلح کی دعا میں دونوں طرف کی دنیا شامل ہے +

ووکنگ میں اسلامی تہواروں کی وقعت غیر مسلموں کی نظر میں

بقلم مسٹر ہوریس لیف ایف آر جی ایس

موازنۂ مذاہب کے طالبعلم کو بڑا خطرہ ہے کہ اگر وہ محض ماہرین فن کی رائے پر قناعت کریگا تو گمراہ ہو جائیگا ۔ کیونکہ تعصب مذہبی ہمیشہ تحریر میں اثرانداز ہوتا ہے ۔ اور اس میں شک ہے ۔ کہ کوئی شخص دیگر مذاہب کے متعلق لکھے اور غلط بیانی نہ کرے ۔ اگر ایک شخص خود مطالعۂ مذاہب کریگا تو یہ حقیقت اس پر منکشف ہو جائیگی +

میرا خیال ہے ۔ کہ اسلام جملہ مذاہب میں سب سے زیادہ غلط بیانی کا شکار ہوا ہے ۔ اور میں خود اس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہا ہوں ۔ جب میرا پرانا دوست مسٹر لوگرو (حبیب اللہ) اس مذہب میں داخل ہوا تو مجھے حیرانی اور دلچسپی ہوئی ۔ میں ان کو ایک قابل تجارتی آدمی مذہبی خیال رکھنے والا عمدہ سیرت اور صحیح دماغ کا آدمی جانتا تھا ۔ اور جب انھوں نے اپنے نئے مذہب کا بیان شاندار الفاظ میں کیا تو میں سمجھا کہ یہ نئے مرید ہونے کا جوش ہے ۔ اور میں نے بہرحال یہ تسلیم کیا کہ مذہب تبدیل کرنے سے اُن کی نیکی میں کمی نہیں ہوئی ۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ کہ انہیں اب زندگی میں زیادہ اطمینان نصیب ہو گیا ہے وہ اکثر کہتے تھے ۔ کہ آؤ بچشم خود ملاحظہ کرلو ۔ لیکن میں اس دعوت کو یہ کہکر ٹال دیتا تھا کہ فرصت نہیں ہے حقیقت یہ ہے ۔ کہ میں تضیع اوقات نہیں چاہتا تھا ۔ میرا خیال تھا ۔ کہ کوئی بات مجھے یقین نہیں دلا سکتی ۔ کہ کوئی مذہب مساوات بین الناس سکھاتا ہے ۔ حالانکہ بعض کا دعوے ہے ۔ کہ وہ ایسا کرتے ہیں گرجوں میں بارہا جا کر دیکھ چکا تھا ۔ کہ اختلافات جیسا باہر ہے ویسا ہی اندر ہے ۔ اور اسکی وجہ سے میرا خیال تھا کہ مسجدوں میں بھی ایسا ہی ہوگا +

اس لئے جب میں نے ووکنگ مسجد میں عید الفطر کے موقع پر بچشم خود مساوات اور اخوت کا نظارہ دیکھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ تمام لوگ مختلف طبقات اور نسلوں کے باہم اس طرح مل رہے تھے ۔ کہ در اصل ہم اُسے برادرانہ طریق کہہ سکتے تھے ۔ میں نے یہ بات اس سے پہلے کسی مجمع میں

نہیں دیکھی تھی۔ ممباسہ کے جہازیوں نے بلا تکلف مصری تجاروں کے ساتھ اور عربی مدبرین کے ساتھ معانقہ کیا۔ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے آدمی بلا امتیاز خورد و کلاں ایکدوسرے کے ساتھ دوش بدوش کھڑے تھے مسجد کے مخصوص مقامات کیلئے کوئی تگاپو نہ تھی۔ کیونکہ اس قسم کے مقامات وہاں تھے ہی نہیں +

سمندر پار کے اجنبی لوگوں سے گفتگو کرنا نہایت دلچسپ تھا۔ اور معاشرتی اختلاف کی وجہ سے کوئی جھجک نہ محسوس ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ مذہب بیشک وہ آلہ ہے جس کی بدولت تمدنی اختلافات مٹائے جا سکتے ہیں۔ مہربان مسلمانوں نے جس گرمجوشی کے ساتھ مجھ سے معانقہ کیا۔ وہ مجھے ہمیشہ یاد رہیگا۔ اور انہوں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ میں ان کا ہم مذہب ہوں یا نہ +

ان باتوں کی وجہ سے مجھے مسٹر عبدالمجید امام مسجد شاہجہان سے گفتگو کی جرأت ہوئی مجھے ان کی گفتگو سے مسرت بھی ہوئی اور تعجب بھی ہوا۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ وہ متعصبانہ انداز میں اپنے ہم مذہبوں سے اسلام پر قائم رہنے کے لئے کہینگے۔ اور یہ کہ دنیا میں اسلام ہی واحد سچا مذہب ہے۔ اور قرآن ہی واحد سچی کتاب ہے۔ اور حضرت محمد صلعم ہی واحد سچے خدا کے رسول ہیں لیکن انہوں نے نہایت معقول انداز میں ایک دلکش اور ہمدردانہ خطبہ دیا جس میں بتایا کہ تمام انبیائے عظام خدا کی طرف سے آئے تھے۔ اسلام اور مسیحیت کے مابین ایسا منصفانہ موازنہ کیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں غیر معلوم طور سے عرصہ دراز سے انکے مذہب میں شامل تھا۔ یہ سب کس قدر خوشگوار تھا +

اسے سن کر مجھے وہ وعظ یاد آگیا جو ایک مرتبہ میں نے ایک جہاز پر ہندوستان اور لنکا کے مابین ایک کلیسیائے انگلستان کے پادری کے منہ سے سنا تھا۔ وعظ کیا تھا عہد قدیم کے انبیاء اور یسوع مسیح کو چھوڑ کر باقی سب مذاہب اور بانیان مذاہب پر غیر شریفانہ رنگ میں اعتراضات کئے گئے تھے۔ اس نے کہا۔ اور کئی آدمیوں کے سامنے کہا۔ کہ "کفار" کی نجات کی کوئی صورت نہیں سوائے اسکے کہ وہ اس کے تنگ نظر عقاید پر ایمان لائیں۔ یہ وعظ بہت ہی غیر مہذب اور تعصب سے لبریز تھا۔ اور میں نے اس کو سن کر یہ خیال کیا۔ کہ تمام اہل مذاہب دوسروں کے متعلق اسی قسم کے خیالات رکھتے ہونگے +

اوپر جس امام کا میں نے ذکر کیا جب انہوں نے یہ کہا کہ مسلمان تو تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں تو

بمشکل اپنے کانوں پر اعتبار کر سکا - یہ اسلام کے متعلق دوسری بڑی تحقیق تھی - جو میں نے کی پہلی مرتبہ اپنی زندگی میں مجھے یہ بات محسوس ہوئی - کہ اسلام میں عالمگیر اپیل کا عنصر موجود ہے +

مسیحیت میں ہمیشہ سے بعض خصائص کی کمی ہی ہے - جناب یسوع نے اکثر اوقات عموم میں گفتگو کی ہے - اور مخصوص صفائی کے ساتھ بہت کم - اور بہت سی ایسی باتیں بالکل بیان نہیں کیں جو آج متمدن اقوام کی ترقی میں معاون ہوتیں - اُن کی خاموشی سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں اُن کی خاموشی جنسی مساوات کے متعلق اور انسان کے فرائض ادنےٰ حیوانات کے متعلق، اور سائنس اور فنونِ لطیفہ کے متعلق منجملہ اُن عیوب کے قرار دی جا سکتی ہے +

امام کے ان الفاظ سے مجھے آنحضرت صلعم کے چند اقوال پڑھنے کی خواہش ہوئی - اور مجھے یہ معلوم کر کے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ان دوسرے مسائل کے متعلق ایسی صاف تعلیم دی ہے کہ آپ کا پیرو تاریکی میں نہیں رہ سکتا +

میں مسلمان نہیں ہوں - لہٰذا اگر آنحضرت صلعم کی تعلیمات کو عقلی انداز سے دیکھوں تو معذور ہوں - اُن کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے - کہ وہ کسی بڑے عقلمند آدمی کے دماغ سے نکلے ہیں اور ایسے معین ہیں - کہ اگر نظام معاشرت اُن پر مبنی کیا جائے تو بالکل مناسب ہے - جناب یسوع کی تعلیمات کے متعلق یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی + امام نے یہ موازنہ ایسے منصفانہ اور ہمدردانہ انداز میں کیا - کہ اس سے اُن کی فیاضی دماغ دوسرے مذاہب کے متعلق ظاہر ہوتی ہے - خصوصاً مسیحیت کے متعلق جس نے اسلام کے متعلق کبھی بھی ایسی فیاضی کا اظہار نہیں کیا +

جب کبھی میں کسی عبادت میں شامل ہوتا ہوں - تو حتی الوسع میں عبادت کرنیوالوں کی خاطر سے عبادت میں شامل ہوتا ہوں - اس طرح ایک شخص عبادت گزاروں کے جذبات کو بہتر طریق پر سمجھ سکتا ہے مسلمانوں کی سادہ عبادت نے مجھے اُن کے خلوص اور توجہ کی وجہ سے متاثر کیا - رسومات کی عدم موجودگی کے باعث عبادت کا تمام زور عبادت گزاروں پر تھا - اور اُس کی وجہ سے اُن میں ہر ایک شخص عبادت کے مغز میں دل و جان سے شریک ہو سکا +

مسلمان مرد اور عورتوں کی قطاروں سے جو امام کی تلاوت کے ساتھ ساتھ رکوع اور سجود کر رہے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سچی مذہبی عبادت کے مرکز میں داخل ہیں - اور یقیناً

اُن سب نے رُوحانی رفعت محسوس کی ہوگی - اور ایسا سادہ مذہب ضرور نہایت مخلص مذہب ہوگا +
اسلام کا تمدّنی پہلو اس گفتگو کی بدولت بہت نمایاں ہُوا، جو اُن مسلمانوں نے نماز کے بعد معمُولی اور سادہ ضیافت میں ایکدوسرے کے ساتھ آزادانہ طور پر کی ! اسلام یقیناً رفاقت انسانی اور معقُول تعلیمات کا حامل ہے - اور مَیں انہی تاثّرات کے ساتھ لندن واپس گیا +

قرآن شریف اور بائیبل

(بقلم مسٹر کے کیوڑ اس)

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں - کہ قرآن شریف صرف یہُود کی کُتب مُقدسہ ہی کا کیوں ذکر کرتا ہے اگر وہ کُل دُنیا کیلئے ہدایت ہے - تو پھر دوسرے مذاہب کی الہامی کتب کا ذکر بھی کرنا چاہئیے تھا، اس کا جواب بہت آسان ہے جو قرآن نے خود دیا ہے +

یہ کتاب نہ تو رسُومات کا مجموعہ ہے، جیسا کہ رگوید ہے جو ہنود کی کتاب ہے ! اور نہ بعض قبائل کی تاریخ ہے - جیسا کہ بائبل کا حال ہے - وہ بعض اوقات رسمی مذہب کا ذکر بھی کرتا ہے لیکن اس کی اہمیت کو بالکل کم کر دیتا ہے (۲ : ۱۷۷) اور وہ اُسکو بلند تر مقاصد کے حصُول کا ذریعہ قرار دیتا ہے - قرآن کا مقصد یہ تھا - کہ عابد میں تقدس پیدا ہو جائے - وہ بعض تاریخی واقعات بیان کرتا ہے مگر ایک مقصد کے لئے - وہ بنی اسرائیل کی تاریخ بھی بیان کرتا ہے - اس زمانہ میں یہُود دُنیا کی واحد قوم تھے - جن کے پاس اُن کی تاریخ لکھی ہُوئی تھی ! اسلام سے پہلے دُنیا میں بہت سی اقوام اور مختلف تمدن برباد ہو چکے تھے ! لیکن اسلام سے پہلے مستند تاریخی تحریریں تقریباً نا پید تھیں - قدیم اقوام کی تاریخ جو لکھی ہُوئی ہو ! موجُودہ تحقیقات سے بھی دستیاب نہیں ہو سکی ہے - لہٰذا اپنے مقصد کے حصُول کیلئے قرآن کسی دوسری قوم کی تاریخ کا ذکر نہیں کر سکتا تھا - وہ مقاصد ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

(۱) قرآن بعض نکات کی طرف اشارہ کر کے اپنی بعض تعلیمات کو نُمایاں کرنا چاہتا تھا مثلاً قرآن شریف آنحضرت اور آپ کے رفقاء کو اُن کی تکلیف کے زمانہ میں یہ کہ کر تسلی دینا چاہتا تھا

کہ جس طرح دوسرے انبیاء کو آخر کار کامیابی ہُوئی آپ کو بھی ہوگی ۔ اور آپ کے مُخالفین ناکام رہینگے ۔ اس لئے قرآن شریف میں حضرت مُوسیٰؑ اور فرعون کا تذکرہ بار بار کیا گیا ہے اس کے علاوہ دوسرے انبیاء کی کامیابی کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے (مُلاحظہ ہوں سُورۂ یونس سُورۂ ہُود سُورۂ یُوسف سُورۂ ابراہیم) قرآن شریف نے جان کر بہت سے معمُولی واقعات کا جو اُن کی زندگیوں میں پیش آئے تذکرہ نہیں کیا ۔ کیونکہ اُن سے پڑھنے والوں کو کوئی عملی سبق نہیں مل سکتا تھا ۔ قرآن شریف قصّوں کی کتاب نہیں بلکہ حکمت اور اخلاق کی کتاب ہے ۔

اس کے برعکس حضرت یُوسفؑ کا قصہ مُفصّل طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن اس سے بہت سے اخلاقی نتائج اخذ کئے گئے ہیں ۔ حضرت یُوسفؑ کے بھائی اُن کے دُشمن تھے جنہوں نے اُنھیں دھوکہ دیا اور اُنھیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن بعد ازاں اُنھیں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہُوئی جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے مُعافی طلب کرنے کے لئے حاضر ہُوئے ۔ آنحضرت صلعم کے سخت ترین دُشمن بھی آپ کے قریبی رشتہ دار ہی تھے ۔ چنانچہ سُورۂ یُوسف اس وقت نازل ہُوئی جبکہ وہ لوگ آپ کے قتل کیلئے بڑی کوششیں کر رہے تھے ۔ دوست اور دُشمن آپ سے پُوچھتے تھے ۔ کہ اس آویزش کا انجام کیا ہوگا ؟ پس سُورۂ یُوسف نازل ہُوئی کہ اس سوال کا جواب اسمیں موجُود ہے (۱۲ : ۷) حضرت یُوسف کے بھائیوں کی طرح آپ کے رشتہ دار بھی ایکدن آپ سے رحم کی درخواست کرینگے چنانچہ وہ دن آیا اور آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ آپ کے دُشمن اس خوف سے لرز رہے تھے ۔ کہ جو کچھ بُرائی اُنھوں نے کی تھی اُس کی پاداش میں اُنھیں سخت عذاب دیا جائیگا ۔ لیکن آپ نے اُن سے کہا ۔ کہ میں تمُہارے ساتھ وہی سلُوک کروں گا ۔ جو حضرت یُوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا (۱۲ : ۹۲)

(۱۲) یہُودی کتابیں اگرچہ الہامی مشہُور ہیں لیکن اغلاط اور تحریف سے پاک نہیں ہیں بائبل میں بہت سی غلط روایات درج ہیں ۔ قرآن شریف نے اُن کی اصلاح کی ہے ۔ ایک واقعہ کی طرف اس جگہ اشارہ کیا جاسکتا ہے مثلاً غرقابیٔ فرعون اسی طرح ہم پڑھتے ہیں ۔ کہ ہارون نے اپنی قوم کے ساتھ بُت پرستی کی اور گوسالہ کی پرستش بھی کی ۔ حالانکہ حضرت موسیٰؑ نے منع کر دیا تھا ۔ چُنانچہ اُنھوں نے اُن سب کو وہ پانی پلایا جس میں اُس سوختہ گوسالہ کی راکھ ڈالی گئی تھی ۔ یہ

سب غلط داستان ہے۔ اور قرآن اُس کی تردید کرتا ہے +

(۳) بائیل میں بعض انبیاء کا بہت ہی نامناسب طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ بہت سے انبیاء کی زندگیاں جو کہ خدا کے رسول تھے۔ اور اُس کی راہ پر چلنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے نہایت شرمناک انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب ان لوگوں کی عداوت کا نتیجہ ہے۔ جن کو بعض انبیاء مثلاً سلیمانؑ اور داؤدؑ سے عداوت تھی۔ یا وہ آنحضرت صلعم کے بزرگوں کی توہین کرنی چاہتے تھے۔ جیسا کہ اہل مؤآب کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جیسے بزرگ نبی کو بھی صاف نہیں چھوڑا گیا۔ اُن کے متعلق بیان کیا گیا کہ وہ دروغ گو تھے۔ یہی بات حضرت یوسفؑ کے متعلق کہی گئی۔ اور حضرت لوطؑ کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ اُنہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی بیٹیوں سے ایک ناجائز حرکت کی۔ حضرت نوحؑ نے طوفان سے نجات پانے کا شکرانہ ادا کرنے کے عوض شراب پی لی۔ اور بیہوش ہو گئے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنی پاکیزگی کو نفس کی قربان گاہ پر ذبح کر دیا۔ حضرت سلیمان تو بائیل میں نبی کے بجائے ایک عیش پسند شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ یہود کی کتب میں ان انبیاء پر ناروا الزامات لگائے گئے ہیں۔ اور قرآن شریف نے ان سبھوں کو ان الزامات سے بری قرار دیا ہے (۶: ۸۵ و ۱۲ : ۴۶ و ۱۹ : ۴۱) +

(۴) بائیل نے کتاب پیدائش میں زمین و آسمان کی تخلیق کا نہایت ہی غیر معقول بیان پیش کیا ہے۔ اصولی فرقہ جو چاہے کہے۔ لیکن سائنس نے تو اس معاملہ میں قرآنی بیان ہی کی تائید کی ہے +

ایک خدا پرستانہ تخیّل

بقلم کے۔ کیوڈ اس

خدا پرست یا ہندوستان کے برا ہمو ہدایت ربانی میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن وہ یہ یقین نہیں رکھتے کہ وہ ہدایت براہ راست خدا کی طرف سے آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ بعض ترقی یافتہ اشخاص اس معاملہ میں خدا کی مرضی کو پڑھ لیتے ہیں۔ اور وہ اُن کے دماغ پر شاعرانہ الہام کی طرح طلوع ہوتی ہے۔ اور وہ اُسے اپنے الفاظ کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ انسان کے لئے عالم بالا کی

باتیں سننا ناممکن ہے۔ وہ الہام کو انسانی دماغ کی ایجاد خیال کرتے ہیں۔ نہ کہ وہ علم جو خارج سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس سوال کے تین جواب دیئے ہیں۔ اولاً تو الکتاب نے غیر مشہود چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ مادی بصارت کے ماتحت نہیں آتیں۔ قرآن پاک بعض سائنٹیفک ترقیات کے متعلق پیشگوئیاں کرتا ہے۔ اور اُن سے اس علم کا پتہ چلتا ہے۔ جو حال ہی میں انسان کو معلوم ہوا ہے۔ اگر علم مذکورہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں موجود نہ تھا۔ اور آپؐ کے صدیوں بعد ظاہر ہُوا۔ تو وہ آپ کے دماغ پر کس طرح طلوع کرسکتا تھا! اگر آپ نے کسی خارجی مدد سے معلوم نہیں کیا؟ دوسرے یہ کہ ہم بوقت پیدائش کوئی علم نہیں رکھتے۔ وہ ان اشیاء پر مبنی ہے جو خارج میں موجود ہیں۔ ہماری آنکھیں اور کان خاص آلات ہیں۔ جو ہمیں خارجی دُنیا کے متعلق معلومات مُہیا کرتے ہیں۔ اگر وہ اطلاعات دماغ کو پسند ہوتی ہیں تو وہ حافظہ کے خزانہ میں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اور وہ علم کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ اور آیندہ بطور ہدایت ہماری امداد کرتی ہیں۔ علم حاصل کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اگر الٰہی ہدایت صرف ایک علم ہے۔ تو وہ بھی اندر سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ الکتاب مختلف اشیاء کا ذکر کرتی ہے۔ جو ہمیں دی گئی ہیں۔ تاکہ ہماری ضروریات پوری ہوسکیں، مثلاً اُون، سمور، سایہ اور پہاڑیوں میں آرام کی جگہ۔ یہ سب خارجی دُنیا میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ دماغ کی مخلوقات نہیں ہیں +

یہ کہا گیا ہے۔ کہ الہام خدا کی طرف سے دماغی پرورش کے لئے آتا ہے۔ قرآن پاک نے بھی بار بار اسی بات کو بیان کیا ہے۔ اگر دیگر جملہ غذاؤں کے معاملہ میں انسانی دماغ کا کوئی دخل نہیں تو پھر خود اپنی غذا کے متعلق ہم کب اس سے توقع کرسکتے ہیں؟ اور اگر مشیتِ الٰہی اُسے غذا نہ دے تو گویا یہ اُس کی توہین ہوئی۔ احتیاج اور بہم پہنچانے کا قانون جو ہر جگہ جاری ہے۔ اسی صداقت کا اثبات کرتا ہے۔ ہر شے کو کوئی نہ کوئی ضرورت لاحق ہے۔ لیکن اسکی ضرورت ہمیشہ خارج سے پوری ہوتی ہے۔ پس اگر خدا کا طریق کار غیر مبدل ہے۔ تو وہ اس خاص معاملہ میں کیوں تبدیلی کرنے لگا +

اس معاملہ میں قرآن شریف قوانین زندگی کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ کائنات میں مختلف طریق پر کارفرما ہیں۔ لیکن خارجی اسباب ہمیشہ زندگی کو بناتے ہیں۔ ہماری زندگی مختلف زینی

پیداواروں پر منحصر ہے۔ اور وہ سب پانی کی مدد سے زمین سے باہر آتی ہیں۔ اور پانی آسمان سے آتا ہے۔ قوموں کی بھی زندگی اور موت ہوتی ہے۔ دُنیا میں صرف دو قومیں ہیں جو گویا یکایک زندہ ہو گئیں۔ یہود اور عرب دُنیا میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن ان میں دو بڑے آدمی پیدا ہُوئے جنہوں نے انھیں زندگی دیدی۔ ان کا نام حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد مُصطفےٰ صلعم ہے۔ لیکن اگر اُن کے اقوال کو باور کیا جائے تو ان میں یہ تحریک وحی خداوندی کی بناء پر ہوئی۔ خُدا نے اُن سے دو بدو ہو کر کلام کیا +

اگرچہ خُدا پرستوں کا یہ قول صریحی طور پر قابل تسلیم نہیں لیکن وہ ایسے مفروضہ کا حامل ہے جو انبیاء کی سیرت کیلئے خطرناک ہے۔ وہ لوگ بہترین اخلاق پر عمل کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے تھے لیکن پیغام دینے کے سلسلہ میں وہ سب کے سب بدترین جُرم کے مُرتکب ہُوئے۔ کیونکہ پیغام کے مُصنّف وہ خُود ہوتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ گویا وہ خُدا پر افترا کرتے تھے اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ وہ خُود کتب تصنیف کرتے تھے۔ اور لوگوں میں اُسے الہام ربانی کے نام سے مشہور کر دیتے تھے۔ قرآن پاک اس دعوے کو بڑے زور سے باطل کرتا ہے جبکہ وہ آنحضرت صلعم کی گزشتہ زندگی پیش کرتا ہے آپ اپنی دیانت کیلئے مشہور تھے۔ یہانتک کہ لوگوں نے آپ کو "الامین" کا لقب دیا تھا۔ توسوال یہ ہے۔ کہ چالیس سال تک اس قدر سچائی کی زندگی بسر کرنے کے بعد آپ نے یکایک اس قدر بڑا جھوٹ کیونکر بول دیا۔ میں اس موقع پر قرآن شریف پیش کرتا ہوں:-

(۱۰-۱۶ و ۱۷) "تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو مَیں یہ نہ پڑھتا تمہارے سامنے اور نہ تم کو خبر کرتا اُس کی۔ کیونکہ مَیں رہ چکا ہُوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے پھر کیا تم نہیں سمجھتے؟ پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس سے جو بنا وے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلاوے اس کی آیتیں؟ بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا" +

(۶: ۹۴) اور کون ہے اس سے زیادہ ظالم جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ یہ بات مجھ پر وحی کی گئی ہے۔ حالانکہ در اصل اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہُوئی۔ اور یا اس سے جو کہتا ہے کہ جو اللہ تعالےٰ نے وحی کی ہے۔ میں اس کی مثل خود دلا سکتا ہوں" +

خُدا پرست فرقہ اس صُورت حال کو سمجھنے سے دریغ نہیں کرتا۔ لیکن کہتا ہے۔ کہ انبیاء بغیر اس حکمت عملی کے اپنی قوم کو نہیں سنوار سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کے بغیر اپنے کام کو مُقدس نہیں بنا سکتے تھے۔ اور جب تک وہ اُسے منجانب اللہ نہ قرار دیتے اسوقت تک اس کی اہمیت میں اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ عُذر تو اُن مُقدس لوگوں پر ایک دوسرا ناروا الزام ہے۔ اور ہم ایسا کہنے میں اپنے آپ سے صادق نہیں رہ سکتے۔ ہم اُن لوگوں سے اخلاقِ حسنٰی کا سبق حاصل کرتے ہیں۔ اور سچائی تو اخلاقِ حسنٰی میں سے ایک بڑا خُلق ہے۔ قرآن شریف نے جھُوٹ کی بار بار مذمّت کی ہے۔ وہ تو جھُوٹے کو ملعُون قرار دیتا ہے۔ تاہم نبی جیسی مقدس ہستی بھی اس بدترین گناہ کی مُرتکب نظر آتی ہے اگر خُدا پرستوں کا نظریہ صحیح تسلیم کر لیا جائے +

قرآن شریف نے آنحضرت صلعم کے دعوئے نبُوّت کے ثبُوت میں جو دلائل دیئے ہیں مجھے اُن میں سے یہ دلیل سب سے زیادہ مضبُوط معلُوم ہوتی ہے۔ یہ دلیل نہ تو عالمانہ ہے اور نہ منطقیانہ۔ یہ تو انسانی تجربہ پر مبنی ہے۔ اور جس طرح ایک عامی کو تسلّی دے سکتی ہے۔ اسی طرح ایک عالم بھی اس سے مُطمئن ہو سکتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں دوست اور دشمن دونوں نے یکساں طور پر اُسے تسلیم کیا تھا۔ اگرچہ وہ اس پر مخالف زاویائے نگاہ سے نظر کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کے دشمن تھے وہ بھی آپ کو دروغ گو نہیں کہہ سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آپ نے زندگی بھر جھُوٹ نہیں بولا۔ لیکن اُنھوں نے قرآن کو ایک مخبُوط الحواس یا آسیب زدہ انسان کے اختلالِ دماغی کا نتیجہ قرار دیا۔ لیکن موجُودہ زمانہ کے خُدا پرست کی یہ پوزیشن نہیں ہے۔ اہلِ مکّہ کی طرح وہ آپ کو صادقُ القول سمجھتا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ بعض قرآنی سُورتیں مجھ پر بغیر میرے علم یا ارادہ کے آتی ہیں۔ بلکہ ایکدم میرے دماغ میں آگئیں، جن کو ماحول سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تو وہ آپ کے دعوے کو قبُول کر لیگا۔ پھر اگر آنحضرت فرمائیں کہ میں تو خارجی عالم سے آوازیں سُنتا ہوں یا اُس کونہ سے جہاں کوئی انسان نہیں ہے تو خُدا پرست ان الفاظ کو بھی تسلیم کر لیگا۔ لیکن وہ اُنھیں نفسی تجارب قرار دیگا۔ جو غالباً اُس زمانہ میں معلوم نہ تھے خُدا پرست آنحضرت صلعم کے پہلے تجربہ کو تحت شعُوری قرار دیگا، اور دوسرے کو ترقی یافتہ تخیل کا کام جو دماغ کی پیداوار کو الفاظ کا لباس پہناتا ہے۔ گویا وہ باہر سے آئے ہیں۔ یہ ایک قابلِ تسلیم تشریح کہی جا سکتی ہے اگر آنحضرت صلعم تنہا اپنے تجارب کے گواہ ہوتے لیکن بارہ سے زیادہ مُعتبر آدمی ہیں جو اس عجیب

مظہر کے گواہ ہیں ۔ جو نزول وحی کے وقت رونما ہوا کرتا تھا ۔ قرآن شریف نے تین صورتیں بیان کی ہیں، جن کے ذریعہ سے خدا انسان سے ہمکلام ہو سکتا ہے " اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہمکلام ہو، مگر وحی کی مدد سے یا پس پردہ ہو کر یا فرشتہ بھیج کر ۔ جو اس کی اجازت سے اس کی مرضی کو آشکارا کرے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور حکیم ہے " (۴۲: ۵۱)

اب میں اس جگہ آخری صورت کو لیتا ہوں ۔ وہ اس صورت سے واقع ہوئی ۔ آنحضرت صلعم ایک مرتبہ اپنے رفقاء سے سرگرم گفتگو تھے ۔ یکایک آپ کا رنگ بدلنے لگا ۔ اور ایک قسم کی بیہوشی طاری ہو گئی ۔ اور وہ اپنے ماحول سے غافل ہو گئے ۔ اور اپنے آپ کو ایک بھاری بوجھ کے نیچے محسوس کرنے لگے ۔ آپ کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا ۔ اور بعض اوقات آپ کی پیشانی پر پسینہ کی بڑی بڑی بوندیں نمایاں ہو جاتی تھیں ۔ آپ کے ہونٹ ہلنے لگے ۔ اور آپ نے چند الفاظ ادا کرنے شروع کئے ایسی تیزی کے ساتھ کہ آپ کے صحابہ اُن کو سمجھ نہ سکے ۔ اور آپ کبھی کبھی عرصہ تک اس حالت میں رہتے تھے ۔ اور جب آپ ہوش میں آتے تھے تو کاتبانِ وحی کو حکم دیتے تھے ۔ کہ وہ لکھ لیں ۔ ظاہر ہے ۔ کہ ایسی حالت میں کسی انسان کو کسی قسم کا الہام شاعرانہ یا فلسفیانہ نہیں ہؤا کرتا، خصوصاً جبکہ الفاظ الہامی ایسی عمدہ عبارت میں ہوں ۔ آپ کے الہام میں تو فلسفہ اخلاق سیاست اور انسانی ضروریات کے جملہ معاملات کے متعلق مفید ترین تعلیمات موجود ہیں ۔ اور بعض اوقات آپ نے اُن علوم و فنون کے متعلق تذکرہ کیا جن کا نام بھی اس وقت دنیا کو معلوم نہیں تھا ۔ اور جو صدیوں بعد دریافت ہوئے ۔ عمدہ عبارت کیلئے غور و فکر اور صحت دماغی لازمی چیزیں ہیں لیکن بیہوشی کے عالم میں کسی انسان کو اس قسم کا علم حاصل نہیں ہوا ۔ کتاب مقدس کی خوبیاں تمام تاویلات کو باطل کر رہی ہیں ۔ قرآن شریف خود فرماتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے کسی مجنون کی گفتگو نہیں ہے :۔ " (غور کرو) قلم دان اور قلم اور اس پر جو وہ لکھتے ہیں گواہ ہیں کہ خدا کے فضل سے تم (اے محمد) پاگل نہیں ہو اور یقیناً تمھیں خدا کی طرف سے ایسا انعام ملیگا جو کاٹا نہ جائیگا ۔ اور یقیناً تم اخلاق کے بلند ترین معیار پر فائز ہو ۔ اور تم بھی دیکھو گے ۔ اور وہ بھی دیکھینگے کہ تم دونوں میں سے کون پاگل ہے ؟ بیشک تمہارا ربّ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اُسکے راستہ سے بھٹک جاتا ہے ۔ اور وہ صحیح راستہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے ۔ پس تم ان منکروں

خُدا پرست فرقہ اس صُورت حال کو سمجھنے سے دریغ نہیں کرتا لیکن کہتا ہے کہ انبیاء بغیر اس حکمت عمل کے اپنی قوم کو نہیں سنوار سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کے بغیر اپنے کام کو مُقدس نہیں بنا سکتے تھے۔ اور جب تک وہ اُسے منجانب اللہ نہ قرار دیتے اسوقت تک اس کی اہمیت میں اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ عُذر تو اُن مُقدس لوگوں پر ایک دوسرا نا روا الزام ہے۔ اور ہم ایسا کہنے میں اپنے آپ سے صادق نہیں رہ سکتے ہم اُن لوگوں سے اخلاق حسنیٰ کا سبق حاصل کرتے ہیں اور سچائی تو اخلاق حسنیٰ میں سے ایک بڑا خُلق ہے۔ قرآن شریف نے جھُوٹ کی بار بار مذمت کی ہے۔ وہ تو جھُوٹے کو ملعُون قرار دیتا ہے۔ تاہم نبی جیسی مقدس ہستی بھی اس بدترین گناہ کی مُرتکب نظر آتی ہے اگر خُدا پرستوں کا نظریہ صحیح تسلیم کر لیا جائے +

قرآن شریف نے آنحضرت صلعم کے دعوئے نبُوت کے ثبُوت میں جو دلائل دیئے ہیں مجھے اُن میں سے یہ دلیل سب سے زیادہ مضبُوط معلوم ہوتی ہے۔ یہ دلیل نہ تو عالمانہ ہے اور نہ منطقیانہ۔ یہ تو انسانی تجربہ پر مبنی ہے۔ اور جس طرح ایک عامی کو تسلّی دے سکتی ہے۔ اسی طرح ایک عالم بھی اس سے مُطمئن ہو سکتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں دوست اور دُشمن دونوں نے یکساں طور پر اُسے تسلیم کیا تھا۔ اگرچہ وہ اس پر مختلف زاویائے نگاہ سے نظر کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کے دُشمن تھے وہ بھی آپ کو دروغگو نہیں کہہ سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آپ نے زندگی بھر جھُوٹ نہیں بولا لیکن اُنہوں نے قرآن کو ایک مخبُوط الحواس یا آسیب زدہ انسان کے اختلال دماغی کا نتیجہ قرار دیا۔ لیکن موجُودہ زمانے کے خُدا پرست کی یہ پوزیشن نہیں ہے اہلِ مکّہ کی طرح وہ آپ کو صادق القول سمجھتا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ بعض قرآنی سُورتیں مجھ پر بغیر میرے علم یا ارادہ کے آئی ہیں، بلکہ ایکدم میرے دماغ میں آگئیں، جن کو ماحول سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تو وہ آپ کے دعوے کو قبُول کریگا۔ پھر اگر آنحضرت فرمائیں کہ میں تو خارجی عالم سے آوازیں سُنتا ہوں یا اُس کونہ سے جہاں کوئی انسان نہیں ہے تو خُدا پرست ان الفاظ کو بھی تسلیم کریگا لیکن وہ اُنھیں نفسی تجارب قرار دیگا۔ جو غالباً اُس زمانہ میں معلوم نہ تھے خُدا پرست آنحضرت صلعم کے پہلے تجربہ کو تحت شعُوری قرار دیگا، اور دوسرے کو ترقّی یافتہ تخیل کا کام جو دماغ کی پیداوار کو الفاظ کا لباس پہناتا ہے۔ گویا وہ باہر سے آئے ہیں۔ یہ ایک قابل تسلیم تشریح کہی جا سکتی ہے اگر آنحضرت صلعم تنہا اپنے تجارب کے گواہ ہوتے لیکن بارہ سے زیادہ معتبر آدمی ہیں جو اس عجیب

مظہر کے گواہ ہیں۔ جو نزول وحی کے وقت رُونما ہُوا کرتا تھا۔ قرآن شریف نے تین صُورتیں بیان کی ہیں جن کے ذریعہ سے خُدا انسان سے ہمکلام ہوسکتا ہے "اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے ہمکلام ہو۔ مگر وحی کی مدد سے یا پس پردہ ہوکر یا فرشتہ بھیج کر۔ جو اُس کی اجازت سے اُس کی مرضی کو آشکارا کرے۔ یقیناً اللہ تعالےٰ بلند مرتبہ اور حکیم ہے" (۴۲: ۵۱)

اب میں اس جگہ آخری صُورت کو لیتا ہوں۔ وہ اس صُورت سے واقف ہُوئی آنحضرت صلعم ایک مرتبہ اپنے رفقاء سے سرگرم گُفتگو تھے۔ یکایک آپ کا رنگ بدلنے لگا۔ اور ایک قسم کی بیہوشی طاری ہوگئی۔ اور وہ اپنے ماحول سے غافل ہو گئے۔ اور اپنے آپ کو ایک بھاری بوجھ کے نیچے محسُوس کرنے لگے۔ آپ کا جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اور بعض اوقات آپ کی پیشانی پر پسینہ کی بڑی بڑی بُوندیں نُمایاں ہو جاتی تھیں آپ کے ہونٹ ہلنے لگے۔ اور آپ نے چند الفاظ ادا کرنے شروع کئے ایسی تیزی کے ساتھ کہ آپ کے صحابہ اُن کو سمجھ نہ سکے۔ اور آپ کبھی کبھی عرصہ تک اس حالت میں رہتے تھے۔ اور جب آپ ہوش میں آتے تھے تو کاتبانِ وحی کو حکم دیتے تھے۔ کہ وہ لکھ لیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسی حالت میں کسی انسان کو کسی قسم کا الہام شاعرانہ یا فلسفیانہ نہیں ہُوا کرتا۔ خصُوصاً جبکہ الفاظ الہامی ایسی عُمدہ عبارت میں ہوں آپ کے الہام ہیں تو فلسفۂ اخلاق سیاست اور انسانی ضروریات کے جُملہ معاملات کے مُتعلق مفید ترین تعلیمات موجُود ہیں۔ اور بعض اوقات آپ نے اُن عُلوم و فنون کے مُتعلق تذکرہ کیا جن کا نام بھی اُس وقت دُنیا کو معلوم نہیں تھا۔ اور جو صدیوں بعد دریافت ہُوئے۔ عُمدہ عبارت کیلئے غور و فکر اور صحتِ دماغی لازمی چیزیں ہیں لیکن بیہوشی کے عالم میں کسی انسان کو اس قسم کا علم حاصل نہیں ہُوا۔ کتابِ مُقدس کی خُوبیاں تمام تاویلات کو باطل کر رہی ہیں۔ قرآن شریف خُود فرماتا ہے کہ یہ خُدا کا کلام ہے۔ کسی مجنُون کی گُفتگو نہیں ہے:۔ "(غور کرو) قلم دان اور قلم اور اس پر جو وہ لکھتے ہیں گواہ ہیں کہ خدا کے فضل سے تُم (اے محمد) پاگل نہیں ہو اور یقیناً تمھیں خُدا کی طرف سے ایسا انعام ملیگا جو کاٹا نہ جائیگا۔ اور یقیناً تُم اخلاق کے بلند ترین معیار پر فائز ہو۔ اور تم بھی دیکھو گے۔ اور وہ بھی دیکھینگے کہ تُم دونوں میں سے کون پاگل ہے؟ بیشک تُمہارا رب اس شخص کو خُوب جانتا ہے جو اُسکے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ اور وہ صحیح راستہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ پس تُم ان مُنکروں

سے مرعوب نہ ہو جاؤ" (۵۸ : ۱ تا ۸)

بیشک وہ پیغام جو ایسی اعلیٰ اخلاقی تعلیم کا عامل تھا۔ اور جس نے تمام دُنیا میں ایک معجزہ دکھا دیا۔ وہ کسی پاگل آدمی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن مجید، ناظرین سے درخواست کرتا ہے کہ وہ غور کریں۔ کہ کیا دُنیا میں کسی پاگل انسان نے کوئی کتاب ایسی لکھی ہے۔ جیسی کہ قرآن شریف ہے؟ میں اس سے آگے بڑھ کر پُوچھونگا۔ کہ **خدا پرست برھمو** غور کریں۔ کہ قرآن نے کس طرح غیر مشہود چیزوں کا ذکر کیا ہے؟ اس کی دوسری خوبیوں کے علاوہ وہ کسی انسانی دماغ کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور مذکورہ بالا آیات میں اُن نعماء کا ذکر ہے۔ جو ہیروان آنحضرت صلعم کیلئے مُقدر تھیں۔ آپ کے وفات کے بعد یہ بات یقیناً واقع ہُوئی۔ لیکن اس کے متعلق پیشگوئی تو بیسیوں برس پہلے کی گئی تھی +

اسلام اور اشتراکیت

بقلم ابراہیم ایچ ھیز بی۔ اے

مغرب میں اشتراکیت، اس نفرت کا نتیجہ ہے جو مسکین لوگوں کے دلوں میں سرمایہ دار وں کے ظلم کے خلاف بہت شدت کے ساتھ پیدا ہُوئی۔ سرمایہ دار طاقتور تھے۔ اور کلیسیا نے حسب معمول ان کا ساتھ دیا۔ اور مزدوروں کی تمام درخواستوں کو، جو اُنھوں نے اپنی حالت کی بہتری کے لئے کیں، ٹھکرا دیا۔ رفتہ رفتہ اشتراکیوں کی نظر میں، سرمایہ داری اور مسیحیت دونوں ہم معنی ہو گئیں، اور اسلئے اشتراکی، مذہب کے مخالف ہو گئے۔ اس طرز عمل میں وہ بہت کچھ حق بجانب تھے کیونکہ وہ صرف کلیسیائی مذہب ہی سے واقف تھے جو جناب مسیح کا بھی حقیقی مذہب نہیں تھا۔ اور کسی مذہب نے جس کا اُنھیں علم تھا، اس مسئلہ کو اُنکے خاطر خواہ حل نہیں کیا تھا۔ چُونکہ وہ مغربی ممالک میں پیدا ہُوئے تھے اسلئے وہ اسلام سے اپنے لئے کسی بہبود کی توقع نہ کر سکتے تھے۔ کیُونکہ وہ اسلام کے مُتعلق جو کُچھ بھی جانتے تھے۔ وہ ارباب مسیحیت کی تحریزوں پر منحصر تھا۔ پس مذہب کی بیخکنی، اشتراکیت کا کا اصُول قرار پا گیا۔ اُنھیں اس بات کا مُطلق پتہ نہ تھا۔ کہ اسلام حقیقی اشتراکیت سکھاتا ہے لیکن

پردہ رفتہ رفتہ اُٹھ رہا ہے۔ اور وہ محسوس کرنے لگے ہیں۔ کہ اسلام اور صرف اسلام ہی نے اُس حقیقی اشتراکیت کے اصُول وضع کئے ہیں (اُس اشتراکیت کے نہیں جو آج کل رُوس میں پھیل رہی ہے) جو دُنیا کو بچا سکتی ہے۔ چند مثالوں سے یہ دعوےٰ ثابت ہو سکتا ہے +

آنحضرت صلعم ہی نے اپنے مُنصفانہ قوانین وراثت کی وجہ سے دُنیاوی مُطلق العنانوں اور کروڑپتی لوگوں کے سلسلہ کو نا ممکن بنا دیا۔ ہر مُتوفّی مُسلمان کی جائداد اُس کے ورثاء میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اسلام میں یہ قانُون نہیں۔ کہ باپ کی ساری دولت کا مالک سب سے بڑا بیٹا ہو جائے جائداد کسی ایک شخص کو نہیں مل سکتی خواہ وہ عورت ہو یا مرد بلکہ سب رشتہ داروں کو۔ بیوی کو بھی معقُول حصّہ ملتا ہے۔ اور بعض حالات میں اُس کے والدین کو بھی۔ اور کوئی شخص مُتوفّی کی جائداد کے تہائی حصّہ سے زیادہ کا حقدار نہ خود ہو سکتا ہے نہ دوسرے کو دے سکتا ہے لیکن عام لوگوں کے فائدہ کے لئے یا اعلےٰ مقاصد کیلئے جائداد کے ایک حصّہ کو وقف کرنے کی پُوری اجازت ہے۔ اور اس بات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے عرب کے بڑے واضعِ قانُون کی حکمتِ عملی یہ تھی۔ کہ مُلک کی دولت کو حتّے الوسع برابر تقسیم کر دیا جائے۔ تاکہ تمدّنی معاملات میں سب لوگوں میں مساوات ہو جائے۔ اور سب لوگوں کو ترقّی کے برابر ذرائع مل سکیں۔ اسی مقصد کے زیرِ نظر اسلام نے دولتمندوں پر اپنی سالانہ دولت کا ڈھائی فی صدی تقربِ الٰہی حاصل کرنے کیلئے قومی فنڈ میں داخل کرنے کا حکم عاید کیا۔ اسلام میں اشتراکیت یہانتک ہے۔ کہ اگر کسی شخص کا کھیت چند سال تک یُونہی پڑا رہے تو برابر کے کھیت والے کو حق حاصل ہے کہ وہ اُسے سرکاری مال سمجھ کر کاشت کرے۔ اس اصُول کے ماتحت کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور ضرورت کے وقت ایک پر دوسرے کی مدد کرنی فرض ہے۔ اسلام نے سُود کو ممنُوع قرار دیا۔ اس منع کرنے سے تجارت صنعت، مزدُوری اور کفایت شعاری کی رُوح کو تحریک ہوتی ہے۔ اور بنکوں میں دولت کے جمع کرنے اور غریبوں کا خُون چُوسنے، جس کی بدولت سُوسائٹی کی خُوشی ہمیشہ تباہ ہُوئی ہے، کی عادت نہیں ہوتی۔ یہ بات کہ کوئی آدمی سُود پر روپیہ دے کر سرمایہ دار نہ بنے اسی لئے ہے کہ سرمایہ داری کا رواج نہ ہو جائے۔ روپیہ اور دوسری چیزیں بغیر سُود لئے دی جا سکتی ہیں۔ اور قرآن شریف نے قرض مُعاف کرنے کی ترغیب ان الفاظ میں دی ہے +

"دوسروں کے ساتھ غیر مُنصفانہ برتاؤ نہ کرو۔ اور تُمہارے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہ کی جائیگی۔

اگر کوئی مقروض تنگ حالت میں ہو تو اُسے مُہلت دو کہ اُس کے حالات بہتر ہو جائیں لیکن اگر تم قرض معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے اچھا ہے اگر تم جانو"۔

قرآن شریف نے دولت جمع کرنے کو ان الفاظ میں ممنوع قرار دیا :-

"اے ایمان والو! بہت سے علماء اور راہب لوگوں کا مال ناحق ہی کھا جاتے ہیں اور انھیں خدا کے راستہ سے ہٹا دیتے ہیں لیکن اُن لوگوں کو جو مال جمع کرتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے دردناک عذاب سے اطلاع دے دو"۔

اسلام نے اپنے متبعین کو جوا کھیلنے یا کسی قسم کی قمار بازی کرنے کی سخت ممانعت کی ہے اور اس ممانعت میں جو خیال ہے ۔ وہ یہ کہ کسی شخص کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ اپنے کم قسمت والے بھائی کو نقصان پہنچا کر خود دولتمند ہو جائے۔ آنحضرت صلعم نے اجارہ کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور زیادہ منافع کی اُمید پر مال جمع کرنیوالوں کو ان الفاظ میں متنبہ کیا ہے۔

"جو لوگ باہر سے غلّہ شہر میں لاتے ہیں۔ کہ اُسے سستے نرخ پر بیچیں اس پر بہت قائم اُٹھاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس لئے اپنا مال محفوظ رکھتے ہیں۔ کہ اُسے موقع پر مہنگے داموں فروخت کریں ملعون ہیں"۔

اگر مسیحی تہذیب اسلام کو بطور رہنما روشنی کے قبول کر لیتی تو وہ اجارہ کی لعنت سے محفوظ رہ سکتی تھی ۔ جو کہ مساوات کی ابتدائی شکل کے بھی سراسر خلاف ہے اور حقوق کی مقدس بُنیاد مساوات انسانی ہی پر ہے۔ اسلام کہتا ہے ۔ کہ اجارہ داری بھی سرمایہ داری کی معاون ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے یہی ہوتا ہے۔ کہ سوسائٹی میں صرف چند آدمی دوسروں کو نقصان پہنچا کر خود دولتمند بن جاتے ہیں ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "جو شخص اجارہ داری کرتا ہے گناہ کرتا ہے" یورپین تہذیب نے جس کی دایہ مسیحی مذہب ہے یہ موجودہ کرم خوردہ شکست بُنیاد عمارت تعمیر کی ہے۔ جس کی شان و شوکت دُنیا کی کمزور اقوام کے خون سے قائم ہے۔ اگر وہ اسلام کو اپنی بُنیاد بنا لیتی تو وہ فریضۂ زکوٰۃ کی بدولت ان دو باتوں میں توازن قائم کر سکتی کہ انسان کیا ہے اور اُسے کیا ہونا چاہئے۔ اس کے متعلق گبن لکھتا ہے :-

محمد (صلعم) ہی شاید ایک ایسے قانون بنانے والے گزرے ہیں جنہوں نے خیرات کی مقدار معین کر دی ہے۔ اور اس کا معیار دولت یا مال کی نوعیت کے لحاظ سے بدل سکتا ہے کیونکہ مال

بہت سی اشیاء پر حاوی ہے مثلاً روپیہ پیسہ، جائداد، مویشی، مکانات، پھل، اناج، سامانِ تجارت، لیکن مسلمان اس قانون پر اس وقت تک عمل نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ وہ اپنی آمد کا دسواں حصہ خیرات میں نہ دے۔ الخ"

حقیقی اشتراکیت کے اصولوں پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم ہر وقت ایثار کیلئے تیار رہیں۔ اس مادی دنیا میں ہم کسی سے توقع نہیں کرسکتے۔ کہ وہ کوئی ایثار کریگا۔ جب تک وہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی شکل میں پہلے فائدہ نہ پہنچائے یہی ہماری ذہنیت ہے لیکن صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو اپنے پیروؤں کو قربانی کی تحریک بخشتا ہے۔ اور انھیں اپنی دولت میں دوسروں کو شریک کرنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور قیامت میں جزائے خیر ملے +

مَیں توقع رکھتا ہوں۔ کہ ناظرین اس مختصر مضمون کو غور و فکر کے ساتھ پڑھینگے۔ اور غالباً اشتراکیت جس کا خاتمہ یقینی ہے کسی سچی اور مضبوط بنیاد پر زندہ ہو جائے۔ اور اس طرح دنیا دہریت اور بدنظمی کا شکار ہونے سے محفوظ رہے +

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ریویو و کتب اشاعت اسلام	۱	۹	۹	۳۶۷۹	خرچ مشن - ریویو - اشاعت اسلام کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۱	۷	۴	[illegible]۸۸۲
آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو	۲	-	۱۲	۲۹۶					
آمد ریزرو فنڈ	۳	-	-	۵۵					
میزان	-	۹	۵	۴۰۳۱	میزان	-	۷	۴	۴۸۸۲

دستخط - فنانشل سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان ماہ مارچ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
مارچ	۱۸۳۴	جناب حبیب اللہ خان صاحب جہلم مشن	-	-	۵	۲ مارچ	۱۸۳۹	جناب محمد وارث خان دوم محرر اسلامک ریویو مشن	-	-	۲
۲ مارچ	۱۸۳۶	میسرز سلطانی ٹوبہ بند " چیف	-	-	۵۰	ء	۱۸۴۰	مرزا عبد الحق صاحب محرر دول اسلامک ریویو "	-	-	۲
ء	۱۸۳۷	ڈلیسپی بدقم از محمد اسماعیل خان سفیر دول مشن نقد	۹	۷	۱۴	ء	۱۸۴۱	جناب سید امجد علی شاہ صاحب لاہور مشن	-	-	۲
ء	۱۸۳۸	جناب امین صاحب ڈسکہ " "	-	-	۱		۱۸۴۲	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب فنانشل سیکرٹری	-	-	۲۰

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب و اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ مارچ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۳/۳۲		جناب خواجہ جلال الدین صاحب لاہور مشن	۰	۰	۱
		ملازمین دفتر	۰	۴	۱
〃	۱۸۴۳	جناب اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور بمد مشن	-	۰	۲
〃	۱۸۴۴	جناب ایم اے جعفری صاحب آگرہ بمد مشن چک	-	۰	۱۵
		〃 خواجہ کے کے خان صاحب مدراس	۰	۰	۱
۳/۳/۳۲	۱۸۵۵	جناب محبوب خان صاحب دھارواڑ بمد مشن	-	۰	۲
〃	۱۸۶۰	〃 شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ 〃	-	۰	۱
〃	۱۸۶۴	〃 غلام محمد صاحب دفتری لاہور 〃	۰	۱۲	۰
〃	۱۸۶۷	〃 منہاج الدین صاحب سرگودھا 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۸۷۳	〃 محمد مسلم خان صاحب میرٹھی دھارواڑ 〃 ٹکٹ	۳	۱	۰
〃	۱۸۷۴	〃 بی۔ ولی احمد صاحب کلکتہ 〃 〃	۰	۱	۰
	۱۸۷۵	〃 انعام اللہ خان صاحب بلوچستان 〃 〃	۰	۴	۰
۵/۳/۳۲	۱۸۷۶	جناب عطا محمد سلیم صاحب لاہور 〃 نقد	۰	۰	۱
〃	۱۸۷۷	〃 اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب 〃	-	۰	۲
〃	۱۸۷۹	جناب عشق بھائی جوہری [illegible] برائے مفت تقسیم	-	۰	۳۰۰
〃	۱۸۸۱	〃 محمد حسین ملا داؤد صاحب [illegible] 〃	-	۰	۴۰۰
〃	۱۸۸۳	〃 عبدالکریم صاحب بمبئی بمد مشن	-	۰	۲
〃	۱۸۸۷	〃 چودھری محمد نور غنی صاحب سندھ	۰	۱۴	۷
〃	۱۸۸۸	جناب حاجی احمد صاحب رنگون مشن	-	-	۶
۸/۳/۳۲	۱۸۹۳	〃 عطاء الرحمن صاحب مظفرپور مشن زکوٰۃ	-	-	۵۰
〃	۱۸۹۳	حضور نواب صاحب منگرول 〃	-	۰	۹۹
〃	۱۸۹۴	جناب قاضی منہاج الدین صاحب سامرہ 〃	۰	۰	۲
۹/۳/۳۲	۱۹۰۳	〃 عبدالحق صاحب گجرات 〃	-	۰	۶
۱۰/۳/۳۲	۱۹۱۳	〃 محمد عالم صاحب [illegible] مشن	۹	۴	۶۵۵
〃	۱۹۱۴	حضور نواب صاحب بھوپال اسلامک ریویو	-	۰	۲۵۰
〃	۱۹۱۶	جناب محمد عبدالوہاب خان صاحب [illegible]	-	۰	۶
〃	۱۹۲۲	〃 شیخ نیاز احمد صاحب فیروزآباد 〃	-	-	۱۰
۱۲/۳/۳۲	۱۹۲۳	〃 محمد یار صاحب [illegible] گنج 〃	-	۰	۳
〃	۱۹۲۴	〃 ایم۔ ایچ حسن صاحب [illegible] ریویو کتب واپسی	۰	۰	۲۰
[illegible]		[illegible]			
۱۴/۳/۳۲	۱۹۳۸	جناب ڈاکٹر [illegible] خان صاحب مظفر نگر مشن	۰	۰	۱۰

تاریخ	نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۵/۳/۳۲	۱۹۲۹	جناب غلام حسن صاحب پشاور مشن للہ اغراض	-	-	۱۶
〃		فروخت تحفہ کرسمس	۰	۱۰	۱
〃	۱۹۴۲	حضور پرنس محمد علی صاحب مصر مشن [illegible]	۰	۱۲	۶۸۵
〃	۱۹۴۳	منافع مسٹر گرولی بونڈ [illegible]	-	۰	۴۰۰
〃	۱۹۴۴	مسز بی فیروز الدین صاحب از طرف مسلم [illegible] مفت تقسیم لٹریچر	-	-	۴۵
〃	۱۹۴۵	جناب اے [illegible] جنوبی افریقہ [illegible]	-	۰	۲۳
〃	۱۹۴۹	〃 ملک محمد علی صاحب بلوچستان مشن	-	۰	۵
〃	۱۹۵۲	〃 ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور مشن نقد	۰	۰	۵
〃	۱۹۵۳	〃 ڈاکٹر ایس۔ اکبر خان صاحب [illegible] مشن	-	-	۴
〃	۱۹۵۴	〃 کرم الٰہی صاحب قریشی ہوشیارپور 〃	-	-	۱۰
〃	۱۹۵۷	〃 بابو عبدالحق صاحب بلوچستان 〃	۰	۰	۱
〃	۱۹۵۸	〃 بابو صبیح الدین صاحب لدھیانہ 〃	-	-	۱
〃	۱۹۶۲	〃 لفٹننٹ رحمت اللہ صاحب جہلم 〃	-	-	۵
〃	۱۹۶۶	〃 سید عبدالحلیم صاحب میمن سنگھ بنگال مشن	-	۴	۲
〃	۱۹۶۷	〃 کے۔ ایس منیر صاحب [illegible] 〃	۰	۰	۴
〃	۱۹۷۰	〃 چودھری محمد نور غنی صاحب سبی 〃		۱۴	۷
	۱۹۷۲	〃 محمد انور نسیم صاحب بھوانی 〃	۰	-	۲
-	۱۹۷۴	〃 محمد امیر حسین صاحب کوری 〃	۰		۱
	۱۹۷۴	〃 عبدالرحمن صاحب ملتان 〃	۰	۰	۱
	۱۹۷۵	〃 شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ 〃	-	۰	۱
	۱۹۸۱	〃 عبدالوہاب صاحب میانی 〃	۰	۰	۲
	۱۹۹۰	جناب محبوب خان صاحب دھارواڑ مشن	-	-	۲
۱۹/۳/۳۲	۱۹۹۷	جناب قاضی منہاج الدین صاحب ناگپور مشن	-	۰	۲
	۲۰۲۸	〃 ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں - مشن	-	۰	۴
		فروخت اسلامک ریویو بابت ماہ مارچ ۱۹۳۲ء	-	۴	۵۷۸
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام 〃 〃 〃		۱۳	۲۴۲
		میزان	۹	۹	۳۹۷۹

نقشہ ۲ تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ مارچ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۳/۳۲	۱۸۴۲	جناب کے۔ ایس محمود صاحب - لاہور ایک کاپی	-	۰	۵
〃	〃	〃 خواجہ عبدالغنی صاحب لاہور	-	۸	۲
۷/۳/۳۲	۱۸۸۰	〃 احمد ملا داؤد صاحب رنگون ۵ کاپی	-	۰	۲۵
〃	۱۸۸۱	〃 محمد حسین ملا داؤد صاحب [illegible] ۲۰ کاپی	-	۰	۱۰۰
	۱۹۰۱	محمد عبداللہ صاحب گورکھپور ۲ کاپی	-	۰	۱۰
	۱۹۱۴	〃 بیگم صاحبہ متین احمد صاحب ناگپور ایک کاپی	-	۰	۵

تاریخ	نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲/۳/۳۲	۱۹۳۴	جناب علی احمد صاحب [illegible] بہادر گڑھ ۲۰ کاپی	-	۰	۱۰۰
۱۴/۳/۳۲	۱۹۴۲	〃 عبدالحق صاحب - گجرات ۲ کاپی	-	۰	۱۴
〃	۱۹۴۹	جناب ولی اللہ خان صاحب پشاور ایک کاپی	-	۴	۵
۱۵/۳/۳۲	۱۹۶۹	〃 سید محمد حسن خان صاحب - آرہ ایک کاپی	-	-	۵
〃	۱۹۷۷	〃 محمد ارشاد علی صاحب - عدن ایک کاپی	-	-	۵
		۴ وی۔ پی۔ [illegible]	-	۰	۲۰
		میزان	-	۱۲	۲۹۶

نقشہ ۳ آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ مارچ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳۱/۳/۳۲	۲۸	جناب خواجہ نذیر احمد صاحب - لاہور	۰	۸	۳۷
	۲۹	〃 ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۰	-	۵
	۳۰	〃 قاضی چراغ الدین صاحب معرفت خواجہ نذیر احمد صاحب	-	۸	۱۲
		میزان	۰	-	۵۵

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ بابت ملک ہندوستان وانگلستان

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۳/۳۲	۱۱۶	میسرز گونڈلے اینڈ کو لمیٹڈ ـ بہ ادائیگی قیمت کاغذ از میسرز سپالڈنگ ہاج لمیٹڈ ـ پونڈ ۲۲ ـ شلنگ ۱۷ ـ پنس ۱	۰	۱۱	۳۰۴
	۱۱۷	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۳۲ء مع بونس وجزو تنخواہ مولوی آفتاب الدین صاحب	۰	۸	۹۵۵
۳ ۳/۳۲	۱۱۸	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۳۳۷۵ تا ۳۴۰۴ — پائی ۶ — آنہ ۳ — روپیہ ۷۹ پریس ـ طباعت ـ ترجمہ ۰ — ۱ — ۱۶ سٹیشنری ۰ — ۰ — ۱ متفرق خرچ کرایہ ٹانگہ ـ بیرنگ خط ـ کٹائی کاغذ وغیرہ وغیرہ ۶ — ۱۱ — ۳ ۱۰۰	۰	۰	۱۰۰
۵ ۳/۳۲	۱۱۹	محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۳۴۰۵ تا ۳۴۳۴ [illegible] میسرز واٹسن اینڈ کو پرنٹنگ پریس لاہور جلد بندی پرچہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور ماہ فروری ۱۹۳۲ء ۱۲ روپیہ کاغذ اشاعت اسلام لاہور ماہ مارچ ۱۹۳۲ء ۰ — ۲ آنے — ۲۸ روپے ۳۰۰ لفافے اشاعت اسلام ۰ — ۸ — ۴ رسید بکیں و آرڈر بکوں کی چھپائی ـ کاغذ ۳ — ۶ — ۱۳ کرایہ ٹانگہ سٹیشنری وغیرہ ۰ — ۱ — ۴	۰	۰	۱۰۰
۸ ۳/۳۲	۱۲۰	جمال الدین گکو سابق ملازم مشن قسط بابت فروری ۱۹۳۲ء	۴	۵	۱۳
″	۱۲۱	پروف ریڈنگ اسلامک ریویو فروری مارچ ۱۹۳۲ء	۰	۰	۴۰
″	۱۲۲	میسرز گونڈلے اینڈ کو لاہور بہ ادائیگی قیمت کاغذ از ووکنگ ۷ ـ ۱۶ ـ ۳۴ روپیہ	۰	۹	۵۸۲
″	۱۲۳	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از نمبر ۳۴۳۷ تا ۳۵۲۰ ۶ — ۱۰ — ۴۵ روپے دو ریم کرافٹ پیپر اسلامک ریویو ۰ — ۸ — ۲۲ روپے بجے ـ بی ایڈوانی کاغذ برائے رجسٹر ڈاک ۰ — ۸ — ۴ روپے ۳ ریم فلسکیپ کاغذ ۶ — ۹ — ۴ روپے سفر خرچ سیکرٹری ٹرسٹ ـ ریاست بہاولپور ۰ — ۱۵ — ۵ روپے تواضعات ( ) ۰ — ۱۰ — ۵ روپے کرایہ ٹانگہ ۰ — ۸ — ۱ روپے سٹیشنری ۰ — ۱۱ — ۰ روپے	۰	۰	۱۰۰
۸ ۳/۳۲	۱۲۴	پیشگی رقم بجناب قائم مقام امام مسجد بابت سفر از ووکنگ تا لاہور بذریعہ تار ـ مع محصول تار	۰	۴	۹۲۳
۱۰ ۳/۳۲	۱۲۵	میسرز کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور بابت طباعت چٹیں اسلامک ریویو ۱۲ صفحے بحوالہ ان کا بل نمبر ۱۳	۰	۰	۲۱
″	۱۲۶	مترجم صاحب رسالہ اشاعت اسلام بابت چار ماہ	۰	۱۲	۴۱
″	۱۲۷	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از ۳۵۲۱ تا ۳۵۵۱ ۶ — ۱۳ — ۳۴ روپے کرایہ ہردو دفتر ۰ — ۰ — ۲۴ ″ سٹیشنل کی ٹائپ کروائی ۰ — ۰ — ۱ ″ لائل پرنٹنگ ورکس ۰ — ۰ — ۴ ″ تاریں ـ افریقہ ـ ووکنگ ۰ — ۰ — ۱۵ ″ سیاہی ـ لفافے وغیرہ ۶ — ۱۵ — ۱ ″ متفرق تنخواہ عارضی و بیرنگ خط ۰ — ۵ — ۱ ″ پیشگی امپرسٹ ۰ — ۰ — ۵۰ ″	۰	۰	۱۵۰
۱۷ ۳/۳۲	۱۲۸	پیشگی رقم بابت خرچ عبدالاحمٰی و تنخواہ ماہ فروری ۶۶ پونڈ	۰	۰	۸۷۷
۲۳ ۳/۳۲	۱۲۹ ۱۳۰	کاتب صاحب بابت اجرت کتابت رسالہ اشاعت اسلام ماہ مارچ ۱۹۳۲ء	۰	۹	۲۵
۲۴ ۳/۳۲	″	میسرز کیپیٹل پریس بابت چھپائی چٹ ہائے ۱۳ صفحے اسلامک ریویو	۰	۰	۳۱
	۱۳۱	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از نمبر ۳۵۵۲ تا ۳۷۰۹ ـ ۶ — ۱۵ — ۱۱۴ روپے کاغذ ـ چھپائی وغیرہ ۰ — ۸ — ۱۲ ″ مسلم پرنٹنگ پریس بابت چھپائی اشاعت اسلام ماہ مارچ ۵ ـ محصول ڈاک بلاک جو ووکنگ سے وصول ہوئے ۱۲ تاریں ووکنگ محصول ریل بابت ریپرس از ووکنگ ـ کرایہ ٹانگہ ـ گوند ـ مہر [illegible]	۰	۰	۱۵۰
۲۴ ۳/۳۲	۱۳۲	میسرز رسول اینڈ ملٹری گزٹ پریس بابت طباعت اسلامک ریویو ماہ فروری و مارچ ۱۹۳۲ء	۰	۴	۳۲۵
″	۱۳۳	متفرق خرچ جناب اکونٹنٹ صاحب ـ ریاست بھوپال	۶	۱۵	۵۹
″	۱۳۴	میسرز کلکتہ پریس لاہور بابت طباعت ریپرس اور سرکلرس اسلامک ریویو	۰	۷	۳۴
		میزان	۷	۴	۴۸۸۲

مذہب کے ذریعہ امن قائم کرنے کی مجلس

آجکل جبکہ بین الاقوامی امن کا اس قدر چرچا ہو رہا ہے ہم مسلمانوں کی مذہبی حیثیت کو اس معاملہ میں صاف کردینا نہایت ضروری سمجھتے ہیں وہ سوالات جو مذہب کے ذریعہ امن قائم کرنیوالی مجلس نے تمام مذہبی جماعتوں کے پاس روانہ کئے تھے۔ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہم مختلف پہلوؤں کو یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اُنکے متعلق اپنا زاویہ نگاہ بھی بیان کردینگے +

اسلام اور صلح عمومی: اسلام کے لفظی معنی ہی صلح کرنے کے ہیں۔ اور مسلمان وہ ہے جو صلح کرتا ہے آنحضرت صلعم کا ایک قول ہے کہ مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں +

اسلام کی رُو سے ایک شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنی فطرت سے صلح کرے۔ تاکہ اپنے ارد گرد ایک پُرامن فضا قائم کرسکے۔ اسی لئے اسلام نے وہ نصب العین پیش کردیا ہے جس کے حصول کی کوشش انسان کے دل میں صلح اور امن قائم کردیگی۔ خدا کی عبادت کے ذکر میں قرآن شریف فرماتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (۱۳ : ۲۸) یعنی یاد رکھو کہ تسکین قلب صرف ذکر خدا ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ ہر قوم میں خدا کا تصور اس قوم کے بہترین خیالات کا مرقع ہوتا ہے۔ اور زندگی کے متعلق اُن کے نظریہ کی تشریح اور تعبیر کرتا ہے۔ اس روشنی میں مسلمانوں کی نماز کا مطالعہ کیجئے۔ وہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" یعنی سب تعریفیں اُس خدا کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور تمام اقوام کی اُنکے منزل مقصود تک رہنمائی کرنیوالا ہے +

پس اسلام تو بین الاقوامیت ہی سے پیدا ہوا ہے اور اُسکے متعلق ایک خوش آیند نظریہ پیش کرتا ہے جیسا کہ لفظ "حمد" سے ظاہر ہوتا ہے۔ صلح کرنا دُنیا میں اس کا مقصد ہے۔ اور یہ مقصد تصور باری اور رجحان لوئے انسانیت سے وابستہ ہے۔ اور اس سے دوسرے سوال پر بھی روشنی پڑتی ہے :۔

اسلامی نماز اور صلح عمومی

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کچھ نہیں اگر وہ تمام بنی نوع آدم کیلئے صلح کا طالب نہ ہو۔ اسلامی جماعت میں سب سے زیادہ مقبول دُعا جو قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔ یہ ہے :۔

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین (اے محمدؐ تو کہہ دے۔ کہ میری نماز اور قربانی اور زندگی اور موت سب اللہ ہی کیلئے ہے (۶ : ۱۶۳) جو اقوام عالم کی منزل مقصود تک رہنمائی کرنیوالا ہے۔ اور اقوام کی منزل مقصود تک رسائی کی سعی وقت

ممکن ہو جبکہ دنیا میں صلح قائم ہو +

تنظیم اسلامی اور صلح عمومی

اسلامی قانون میں بہبودی عامہ کا کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ ہر مسلمان پر صلح عمومی کا قیام فرض ہے محض اس لئے کہ وہ آنحضرت صلعم کا غلام ہے۔ قرآن کی وسیع النظر تعلیم سے قطع نظر آنحضرت صلعم کے آخری خطبہ کے الفاظ ہمیشہ مسلمانوں کے کانوں میں گونجتے رہینگے۔ آپ نے فرمایا "زمانۂ جاہلیت کے فخر و غرور کو میں آج اپنے پاؤں کے تلے کچلتا ہوں۔ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ سب آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ قومی تعصب تمام لڑائیوں کی جڑھ ہے۔ اور اس طرح آپ نے بین الاقوامی تنازعات کی صحیح تشخیص فرما دی۔ اور کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ جس قوم میں اسلامی تعلیمات رائج ہوں اس میں بین الاقوامی تنازعات کا امکان نہیں رہ سکتا +

اسلامی اصول اور صلح عمومی

مذہبی زندگی سے علیحدہ اسلام میں کوئی مجلسی زندگی نہیں ہے مسلمان کی ساری زندگی اُس کے مذہبی اصولوں کے ماتحت عمل میں آتی ہے۔ اس کا مذہب الہامی ہے اور کامل ہے۔ پس ساری مسلمان قوم نہ صرف صلح عمومی کیلئے بلکہ بنی نوع آدم کی بہبود کیلئے کام کرتی ہے۔ اُن کی جماعتی نمازیں جو قوم رنگ نسل اور ملک کے امتیازات کو یکسر مٹا دیتی ہیں۔ اور حقیقی اخوت قائم کرتی ہیں۔ اُن کا طرز زکوٰۃ جو ایک ٹیکس ہے۔ اور اُس اجتماعیت کی بنیاد ہے جس میں ہمدردی کے جذبات کام کرتے ہیں۔ اُن کا روزہ جو دولتمندوں کے اندر عاجزی پیدا کرنیکے ساتھ ہی بھوکوں کے ساتھ ہمدردی سکھاتا ہے۔ اُن کا طریق حج جو قومی امتیازات کو مٹا کر حقیقی وحدت پیدا کرتا ہے۔ اور مساوات اور اخوت اور اتحاد کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ تمام باتیں وہ عملی قدم ہیں جو مسلمان جماعت دُنیا میں امن و امان قائم کرنے کیلئے پھیلاتی ہے تاکہ دُنیا میں ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ نہ صرف مختلف اقوام میں بلکہ ہر قوم کے مختلف طبقات میں صلح عمومی کا رنگ پیدا ہو جائے +

صلح عمومی کیلئے اسلام کی خدمات

اپنے مذہبی اصولوں کی بدولت اسلامی سوسائٹی صلح عمومی کے لئے کوشاں ہے۔ اور یہ اصول قرآن پاک میں مفصل طور سے مذکور ہیں۔ واضح ہو کہ مسلمان یا اسلام اپنے زاویۂ نگاہ کیلئے کسی انسان کے محتاج نہیں نہ اپنے معاشرتی فرائض کی صحیح تعریف کیلئے۔ کیونکہ ان سب باتوں کیلئے قرآن کافی ہے مثال کے طور پر ذیل کی سطور ملاحظہ ہوں +

(۱) رجحان مذہبی:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱:۱) سب تعریفیں خدا ہی کیلئے ہیں۔ جو دونوں

جہانوں کا رب ہے +

ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (اے محمدؐ) ہم نے تجھے دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے
ظاہر ہے کہ خدا اور اس کے رسولؐ کا یہ تصور، مسلمانوں کے اندر لازمی طور پر محبت اور ہمدردی عامہ کے جذبات پیدا کر دے گا +

+ پھر فرمایا۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی اور عیسائی ہیں۔ اور صابی ہیں جو کوئی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لاتا ہے۔ اور اچھے کام کرتا ہے۔ وہ لوگ خدا سے جزا پائیں گے ان کو نہ خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے (۲: ۶۲)

پھر فرمایا۔ اے لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمھیں قبیلوں میں منقسم کیا۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یقیناً اللہ جاننے والا اور خبردار ہے (۴۹: ۱۳)

پھر دونوں آیات، نسلی اور نسلی امتیازات سے جو غرور پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کی پورے طور پر بیخکنی کرتی ہیں۔ قرآن شریف نے معزز زندگی کا معیار، پاکیزگی، ذمہ داری اور نکو کاری کو قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے، اختلاف رنگ و نسل کو اپنی مشیت یا نشان قرار دیا ہے۔ لہٰذا اب کوئی مسلمان کسی شخص کو محض اختلاف رنگ، زبان کی وجہ سے بنظر حقارت نہیں دیکھ سکتا۔ قرآن فرماتا ہے:۔

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تمہارے رنگوں اور زبانوں میں اختلاف قائم کیا، بیشک ان میں جاننے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں" (۳۰: ۲۱)

یہ مدِ نظر رکھ کر کہ رنگ، زبان اور نسل کے اختلافات کے علاوہ ایک اختلاف مذہبی بھی ہوتا ہے اسلئے قرآن شریف نے اس معاملہ میں بھی اتحاد کا ایک بہترین اصول بتا دیا ہے۔ وہ یہ کہ سب مذاہب اور بانیان مذاہب کی عزت کرو۔ اور اس معاملہ میں قرآنی تعلیمات بہت کافی و شافی ہیں +

"ہر قوم میں ایک ہادی ضرور بھیجا گیا ہے"۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو" (۳۵: ۲۴)

"تم کہدو کہ ہم اللہ اور ان نوشتوں پر جو اس نے اتارے ہیں ہم پر یا جو اتارے گئے، حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و یعقوبؑ و اسحٰقؑ اور ان کے قبائل پر اور جو کچھ دیا گیا حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسٰیؑ کو، اور اس پر۔ جو اتارا گیا اوپر دوسرے انبیاء اللہ کے، ایمان لاتے ہیں، ہم انبیاء میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ اور ہم خدا کے مطیع اور فرمانبردار ہیں" (۲: ۱۳۶) +

اس سے بڑھ کر دُنیا میں امن قائم کرنے کا اور کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا بلکہ مُسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کی عزت میں کوئی کمی نہ کرے۔ اور اُسے حکم دیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی عبادتگاہ کو نقصان پہنچائے تو وہ خواہ کسی مذہب کی ہو اُس کی حفاظت کرے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے "اگر اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعض آدمیوں سے دفع نہ کرتا تو پھر وہ تمام معابد اور کلیسے اور صومعے اور مساجد جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے مسمار کر دی جاتیں۔ اور یقیناً اللہ اس کی مدد کریگا۔ جو اس کے مقاصد میں معاونت کرتا ہے" (۲۲ : ۴۰) یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ مسجد کا لفظ سب سے آخر میں آیا ہے۔ اور خدا کے عبادتگاہوں کا محفوظ رکھنا گویا خدا کے کاموں میں اس کی معاونت کرنا ہے +

(۲) عدل باہمی :۔ اس مُعاملہ میں بھی قرآنی تعلیمات بالکل واضح ہیں :۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کیلئے ایماندار بنو اور انصاف سے گواہی دو اور کسی قوم کی نفرت کی وجہ سے خلاف عدل کوئی کام نہ کرو۔ انصاف پر عملدر آمد کرو۔ کیونکہ یہ بات تقوی سے قریب تر ہے۔ اور اللہ کے فرائض کا خیال رکھو۔ اللہ تمہارے ارادوں اور افعال سے خبردار ہے" (۵ : ۸)

آنحضرت صلعم نے اپنے خطبہ میں جس کا ذکر تیسرے سوال کے جواب میں ہوا ہے۔ یہ بھی فرمایا تھا۔ کسی مسلمان کو حق نہیں کہ وہ دوسرے کی چیز پر قبضہ مخالفانہ قائم کرے۔ تاوقتیکہ اس چیز کا مالک خود اُس شئے کو نذر نہ کر دے دیکھو ناانصافی نہ کرنا" +

(۳) بین الاقوامی تعلقات :۔ اِسلام کی رُو سے تمام انسان ایک گھرانا ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے "تمام لوگ ایک ہی ملت یا خاندان ہیں" (۲ : ۲۱۳) "تمام بنی نوع آدم کچھ نہیں مگر ایک ملت (۱۰ : ۲۰) چنانچہ اس ضمن میں آنحضرت صلعم نے آخری خطبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے آپ نے فرمایا "سب لوگ آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے" +

لیکن قرآن شریف نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس ذہنیت ہی کو تبدیل کر دیا جو ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف لا کھڑا کرتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے :۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایک قوم دوسری قوم پر نہ ہنسے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔ اور نہ ایک قوم کی عورتیں دوسری قوم کی عورتوں پر ہنسیں ممکن ہے کہ وہ عورتیں ان عورتوں سے بہتر ہوں".... (۴۹ : ۱۱)

پھر فرمایا "اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی معاونت کرو۔ اور گناہ اور نافرمانی میں بلاشک

ایکدوسرے کی معاونت نہ کرو" (۵ : ۲) پھر فرمایا :-

"اللہ تمہیں نہیں روکتا کہ تم اُن لوگوں کے ساتھ جنہوں نے تمہارے خلاف جنگ نہیں کی۔ اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا نیکی یا مہربانی کا برتاؤ کرو۔ اور اُن کے ساتھ انصاف سے کام لو۔ بیشک اللہ تو انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے (۶۰ : ۸)

یہ تعلیمات محض کاغذ پر لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ باستثنائے معدودے چند، تمام مسلمان بحیثیت ایک مذہبی جماعت کے اُن تعلیمات پر عملدرآمد کرتے ہیں لیکن اس ضمن میں لڑائیوں کے متعلق مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی ظاہر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔ مسلمان صرف مدافعانہ اور خود حفاظتی جنگوں کو جائز سمجھتے ہیں۔ بعض قومی تعصبات اور مظالم ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر ہتھیار اُٹھائے اُن کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں لڑائیوں کا خاص سبب مذہبی تعصب تھا۔ قرآن مجید فرماتا ہے :-

"اُن لوگوں کو لڑائی کی اجازت دیجاتی ہے جن پر مخالفین نے ہتھیار اُٹھائے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے اور یقیناً اللہ تو اُن کی مدد پر قادر ہے ... جو لوگ اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں بغیر کسی معقول وجہ کے سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ ہمارا رب ہے اُن کو لڑائی کی اجازت ہے" (۲۲ : ۳۹ و ۴۰)

"اور لڑو اُن سے جب تک فتنہ باقی رہے۔ اور جب تک مذہب صرف خدا کے لئے نہ ہو جائے۔ یعنی جبتک ضمیر کی آزادی قائم نہ ہو لیکن اگر وہ (کفار) رُک جائیں تو پھر کوئی مخاصمت نہ ہونی چاہئے سوائے ستانے والوں کے" (۲ : ۱۹۳)

اس معاملہ میں اسلام کا طرزِ عمل ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے "فتنہ و فساد قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے" (۲ : ۱۹۱)

اور دوسری وجہ جس کے رُو سے مسلمانوں کو لڑائی کی اجازت ہے! یہ ہے کہ جب وہ مظلوم ہوں جسکے متعلق قرآنی ارشاد ہے :-

"اور تمہارے پاس کیا وجہ ہے کہ تم خدا کی راہ میں جنگ نہ کرو۔ اور اُن کمزوروں کیلئے نہ لڑو جن کے مرد عورت اور بچے یہ کہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے خدا ہمیں اس قصبہ سے نکال جہاں کے لوگ ہمیں ستاتے ہیں۔ اور ہمیں اپنی طرف سے ایک محافظ عطا فرما اور ایک مددگار عنایت کر" (۴ : ۷۵ و ۷۶)

لیکن اُن لڑائیوں کا مقصد امن و امان کا قائم کرنا ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ہر جنگ کی روح یہ ہے کہ دُنیا میں امن قائم ہو جائے اور یہ مقصد مذہب اسلام کے مفہوم کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے! "اگر وہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ یقیناً وہ سننے والا اور جاننے والا ہے" (۸ : ۶۱)

پس ایک مسلمان ہر وقت اپنی تلوار کو نیام میں کرنے کیلئے تیار ہے! اور اس بات کا طالب ہے کہ ظلم و تعدی مٹ کر اعتدالی حالت قائم ہو جائے۔ لہٰذا مسلمان ایک بہادر قوم ہیں۔ جو مخصوص اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی اصولوں کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور انہی اصولوں کی بنا پر امن اور خوشحالی تمام دُنیا میں قائم ہو سکتی ہے جبتک فضا میں امن ہے وہ ہر مقصد عالیہ کیلئے کوشش کرتے رہتے ہیں اور اُن لوگوں کے مقابلہ میں جنگ کیلئے تیار ہیں جو اپنی غلطی کی وجہ سے دُنیا کے امن و امان کو برباد کرنے اور ترقی کے دَور کو روکنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[یور]پ میں اشاعتِ اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں:-

(۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپ میں نومسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے

(۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریوں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے

(۳) مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔

(۴) لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نومسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس پر کیکصد پونڈ تک عید خرچ ہوتا ہے

(۵) رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ سو سے زاید مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع دعوت کی جاتی ہے۔ یہ مجمع مسلمین نومسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۶) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

(۷) تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نومسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے

(۸) انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نومسلمین، غیر مسلمین کو مفت نذر کی جاتی ہیں

(۹) مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جس میں مسلم نومسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے

(۱۰) عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

(۱۱) اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا واحد مشہور اور ماہواری انگریزی رسالہ۔ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت۔ اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نومسلمین کے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر رسالہ کو نومسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے۔ جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ للعہ مفت تقسیم و طلبہ سے ۵ عہ نمونہ مفت۔

(۱۲) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں۔ جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطہ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جملہ تبلیغی جدوجہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں مولاداد خاں پرنٹر چھپ کر خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

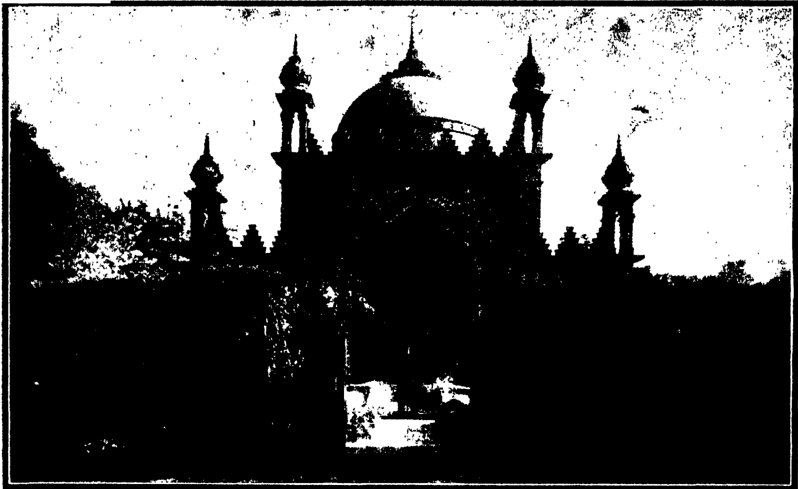
JULY, 1932. Registered L. No. 90[illegible]

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ۔ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیٔ مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (للعہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا۔

(۳) انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۴) سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

(۵) اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

ہ۔ ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking
Surrey, England.

۵۔ بنکرس۔ لائیڈز بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ۔ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] معہ محصول ڈاک۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبہ و مفت تقسیم کے لئے [illegible] معہ محصول ڈاک

تمام خط و کتابت بنام { سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)



His Highness 'Abbās Hilmī II, 23 years Khedive of Egypt, accompanied by his Private Secretary, Muhammad 'Azmy Effendi, in order to acquaint himself with our organisation and work, paid a visit to the Shah Jehan Mosque, Woking. He stayed for more than two hours, said his prayers in the Mosque and at the request of the Imam honoured the staff of the Woking Muslim Mission by condescending to take tea with them.

His Highness expressed his appreciation of the work of our organisation and showed a keen interest in the literature produced by us. He incidentally remarked that the Woking Muslim Mission deserved the special attention and support of every true Muslim, because while all other kinds of organisations within Islam only supplied its life-blood, this one gave a forward impetus to the cause of that religion.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۸) | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ | نمبر ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شذرات

ماہ حال کا رسالہ جس ممتاز شخصیت کے فوٹو کا حامل ہے۔ اُس کا تعارف اِن مختصر الفاظ میں کر دینا کافی ہے۔ کہ آپ کا اسم گرامی ہزہائنس عبّاس حلمی ثانی ہے۔ اور آپ ۲۳ سال متواتر خدیو مصر رہ چکے ہیں۔ حال ہی میں آپ مُسلم مشن ووکنگ کے تبلیغی کاروبار کو ملاحظہ فرمانے کیلئے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں تشریف لائے۔ جہاں فریضۂ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کوئی دو گھنٹہ سے زیادہ ٹھیرے رہے۔ اور جناب امام صاحب کی درخواست پر آپ نے دعوت چاء کو قبول فرماتے ہوئے عملہ مشن کی حوصلہ افزائی فرمائی +

ہزہائنس موصوف نے ہماری ووکنگ مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کو جس پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اُس کا آپ نے کھلے لفظوں میں اظہار فرمایا۔ اور ساتھ ہی ہمارے شائع کردہ لٹریچر کو گہری دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے ہوئے آپ نے ان برجستہ الفاظ میں کاروبارِ مشن کی داد دی۔ کہ مسلم مشن ووکنگ ہر مخلص مسلمان کی خصوصی توجّہ اور امداد کا مستحق ہے۔ کیونکہ اسلام کیلئے اگر باقی تمام قسم کی جماعتیں بمنزلہ خونِ حیات ہیں۔ تو مشن ان سب سے کہیں بڑھ کر اس کیلئے قوّتِ عمل کا باعث ہے +

ہستئ باری تعالیٰ اشاعت سابقہ میں مسٹر رینالڈس کا ایک خط درج کیا گیا ہے۔ جس میں بہت معقول درخواست کی گئی ہے کہ انھیں خدا کی ہستی میں شک ہے۔ اسلئے وہ اس پر ایمان لانے کے لئے منطقی دلیل چاہتے ہیں۔ خوش قسمتی سے ہمارے محترم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے مقدمۂ تفسیر القرآن میں اسی مضمون پر بحث کی ہے۔ جو اس رسالہ میں شائع ہو رہی ہے یہ سچ ہے کہ کتب ما قبل اسلام میں ان حقائق پر منطقی دلائل نہیں دیئے گئے ہیں۔ جو ان کتب الہامی میں مندرج ہیں۔ انہوں نے اپنی تعلیمات کو ادعائی رنگ میں پیش کیا ہے۔ غالباً ان کتب کے نزول کے وقت لوگ اس قابل نہ تھے کہ وہ دلائل

کی قدر کر سکیں لیکن قرآن اس معاملہ میں مختلف ہے۔ وہ کوئی اصول بھی بغیر منطقی دلیل کے ثابت پیش نہیں کرتا۔ اور اسی سبب سے وہ مذہبی معاملات میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دیتا (۲: ۲۵۶) جو شخص دلائل سے تسلی نہیں پا سکتا اُسے کسی عقیدہ پر مجبور کرنے کی قرآن کی رُو سے کوئی ضرورت نہیں ہے ۔

المدہریت کا کہنا یہ ہے کہ مادہ تمام حیات کا منبع ہے۔ تو وہ دماغ کو ہمارا صانع اور مبدع قرار دیتا ہے۔ انسان صاحبِ دماغ ہے۔ اسلئے اُسے دوسرے دماغ کی ہستی پر اعتقاد رکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ دماغ ممکن ہے ہمیں دکھائی نہ دے لیکن ہم اس کی ہستی کو قبول کر سکتے ہیں۔ اگر اُس کے لئے کچھ نشانات یقینی ہوں مثلاً فن یا ہنر کا کوئی کام کسی دماغ کی طرف اشارہ کرتا ہے +

پس ہم دماغ کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ نیچر میں ہم کو نہایت اعلیٰ درجہ کی کاریگری نظر آتی ہے (۳۲: ۵ و ۲۲: ۵) قرآن شریف ہماری ہماری بناوٹ کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ ہمارا جسم ایک خون کی پھٹکی سے بنتا ہے جسے بجا طور پر مادہ کی آخری ترقی یافتہ شکل کہا گیا ہے... اگرچہ وہ صرف نو ماہ کا کام ہوتا ہے۔ اور یہ کام جسم کی تاریک تربیت کو ٹھڑی میں کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ان سخت منازل کا ذکر بھی درج ہے جن میں سے ہو کر یہ خون کی پھٹکی ترقی پاتی ہے قبل اس کے کہ ہمارے جسم میں شعور پیدا ہو (۲۳: ۱۲ تا ۱۴) لہذا یقیناً وہی دماغ ہونا چاہئے جس کی کاریگری انسانی عقل کو اس قدر چکرا دیتی ہے کہ وہ اس کے کاموں کو سمجھ نہیں سکتی +

جہاں کہیں ادنےٰ سی کاریگری نظر آتی ہے ہم وہاں بھی ایک کاریگر دماغ کی تلاش کرتے ہیں۔ تو ایسی اعلےٰ کاریگری کے باوجود ہمارا کسی دماغ کی تلاش کرتا یا یہ سمجھنا کہ کائنات کا بنانے والا کوئی ہے۔ کیا کوئی ناممکن بات ہے؟ بلکہ ایک متلاشی آدمی کے لئے تو یہ قابلِ توجہ ہے۔ کہ وہ تحقیق کرے کہ کار خانۂ فطرت میں کوئی ڈیزائن بھی پایا جاتا ہے یا نہیں؟ وہ لازمی طور پر دو چیزیں نوٹ کریگا۔ جو کہ کائنات میں ظاہرا طور پر موجود ہیں۔ اولاً انسانی ضروریات اور اُن کو پورا کرنے کے لئے سہارے اور سلسلۂ حیات کا ہونا دوسرے فطرت میں اُس سامان کی فراوانی جس کی مدد سے ہماری ضروریات مہیا ہوتی ہیں۔ اور یہ دونوں

چیزیں نہ پہلے سے مرتب ہو چکی ہیں۔ کوئی ایجاد ایسی نہیں ہوئی جس کا مواد پہلے سے نیچر میں موجود نہ رہا ہو۔ اسی طرح ہمیں کبھی کوئی ایسی بیماری نہیں ہوئی جس کی دوا فطرت میں پہلے سے موجود نہ ہو یہ بات نظام مقدّر کے وجود پر نا قابل تردید دلیل ہے۔ یہ کوئی امر اتفاقی نہیں بلکہ ایک ایسے دماغ کا حکم ہے جو پہلے سے موجود تھا ۔

بیرون کلیسیا خدا کا تخیل

اس رسالہ (اپریل نمبر اسلامک ریویو) میں ہم نے اس سلسلہ مضامین کی طرف اشارہ کیا ہے جو ڈیلی ہیرلڈ کی فرمائش پر چند اصحاب نے خدا کے تخیل کے بارہ میں سپرد قلم کر کے اخبار مذکور میں شروع کیا تھا۔ ہمنے رسالہ اسلامک ریویو اپریل ۱۹۳۲ء میں مسٹر چیسٹرٹن اور ولکنسن کی تحریرات کا ذکر کیا تھا۔ اب ہم تیسرے صاحب مسٹر پال ایلن کا جو امریکہ کے مشہور حبشی موسیقی دان اور مغنی ہیں ذکر کرتے ہیں اُن کی تحریر بالکل معقول ہے سوائے چند باتوں کے مثلاً اسلام ایک افریقی مذہب ہے ہمارا خیال ہے کہ ان کا اشارہ غالباً اس پناہ کی طرف ہو گا جو حبش کے بادشاہ نے ابتدائی مسلمانوں کو دی تھی۔ جو عربوں کے ظلم سے تنگ آکر اس کے ملک میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ موصوف کی رائے میں یورپ کا موجودہ تمدن انجام کار تباہ ہو جائیگا۔ اور آیندہ دنیا کے لئے اس میں کوئی بات بھی مفید مطلب ثابت نہ ہوگی۔ چنانچہ اُن کے اپنے الفاظ یہ ہیں :-

"یہ ایک مسیحی تہذیب خیال کی جاتی ہے۔ اور وہ سرتا پا غیر مسیحی اصولوں پر کاربند ہے۔ اس پر وہ لوگ حکمران ہیں جو حکومت کے طالب ہیں دولت کے جویاں ہیں اور طاقت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ دل عقلاء کے ہر فعل میں جو خیال نظر آتا ہے۔ یا مخفی طور پر موجود ہے وہ مہربان خدا کے عقیدہ کی رو سے مسلسل کفر و عصیان ہے" +

مسٹر ایلن خود بھی مسیحی ہیں۔ اور وہ بجا طور پر افسوس کرتے ہیں۔ کہ مسیحی ممالک میں حالات بدتر ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن کیا اُنہوں نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے۔ کہ وہ آسمانی بادشاہت جس کا ذکر یسوع نے کیا اور جس کیلئے انھوں نے دعائیں بھی کیں یسوع کے شاگردوں یا متبعین نے دنیا میں قائم نہیں کی۔ بلکہ اُس شخص کے متبعین نے جسے یورپ کے لوگ غلطی سے یسوع اور یسوع کے مذہب۔ نوں کا دشمن سمجھتے تھے۔ ہاں وہ مبارک ہستی محمد ہی کی ہے۔ اور اگر آج محبت کا

خدا مہذب دُنیا کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا ہے۔ اور اگر اس مہذب دُنیا کا دوسرا نام مسیحیت ہے تو
دوسری طرف آنحضرت صلعم کے متبعین اس کی پرستش کرتے ہیں۔ جو ابھی تک مسیحیت اور مسیحی مادیت کے
اثرات سے پاک ہیں اور یہ مادیت سب سے بڑا عذاب ہے۔ جو دُنیا پر مسلط ہوا۔ غالباً مسٹر رابسن نے
قرآن شریف کا مطالعہ نہیں کیا۔ ورنہ وہ کبھی ہرگز یہ نہ کہتے کہ دُنیا میں صرف یسوع ہی نے خدا کی محبت
کو انسانی شکل میں پیش کیا ہے۔ باوجود ان تمام ضروری انتظامی قوانین کے جو قرآن نے انسانی سیرت کو
مرتبہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اختیار کئے ہیں۔ اس نے خدا کو رحمٰن اور رحیم کی صفات
میں پیش کیا ہے۔ تاریخی طور سے دیکھا جائے تو وہ شخص جناب یسوع نہیں بلکہ آنحضرت صلعم ہیں۔ جنہوں نے
انسان کیلئے خدا کی محبت کو مجسم شکل میں پیش کیا۔ یہ آنحضرت صلعم ہی کیلئے مقدر تھا۔ کہ آپ لوگوں
پر ثابت کر دیں۔ کہ دُنیا ایک قادر مطلق اور رحمٰن خدا کے زیر انتظام ہے جس کی مشیت کے سامنے بدی
کی طاقتیں اور تاریکی کی تحریکیں یقیناً غائب ہو جاتی تھیں۔ آپ ہی نے انسانیت کو خرابی اور وحشت
کی قابل نفرت حالت سے بچایا جس نے ناصرہ کے چوپان کا مقدس نام اور گلہ بانی کو نہیں ڈبویا تھا لیکن
انہیں اپنی سواری کے طور پر استعمال کر رہی تھی۔ اور یہ دُنیا میں انسان کے روحانی جھگڑے کی
آخری نشانیاں تھیں۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے بدنظمی کو انتظام میں بدل دیا۔ آپ ہی کی باطنی
تحریک کی بدولت لوگوں نے تہذیب و تمدن کے فنا ہونے والے جراثیم کو جو دُنیا میں منتشر تھے اور جن کو
مسیحیت نے مردود قرار دیدیا تھا دوبارہ جمع کیا محفوظ کیا اور بڑی خاطر سے پرورش کیا۔ کیا آپ کا لقب

رحمۃ للعالمین

بالکل مناسب نہیں ہے؟ کیا آپ کی مقدس زندگی خدا کی قدرت اور محبت کی طرف بہترین رہنما نہیں ہے
جو ہمیں اس زمانہ میں دستیاب ہو سکتی ہے؟ مسیحی دُنیا کو اس معاملہ پر غور و فکر کرنا چاہئے +

خدا ضمیر کی اصلی روشنی میں | مس ماری ٹیمپسٹ جس کا ذکر اشاعت سابق میں کیا جا چکا ہے۔ اپنے
فن تمثیل میں ایک مشہور ماہر خاتون ہیں اور اپنے عالی آقاؤں کے اثر کے باعث وہ خاتون لوگوں کی دماغی رہنمائی کرتی
ہیں۔ لہٰذا قضیہ خدا کے مسئلہ پر ایک ایسی خاتون کے خیالات کا معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ وہ
مذہب سے اپنے تعلقات کے متعلق وہ کیا سمجھتی ہے :-

"...ری مذہب کی مدتوں تک پابند رہی .... جبکہ میں ایک بچی تھی۔ اور اگرچہ میں طبعاً اور روحانی دونوں طور سے جرابیری کرتی رہتی تھی لیکن اب اپنی مرضی کے خلاف اس پر عمل کرتی رہی +

آخر کار کلیسا اور اس کے پیش کردہ عقائد دونوں [illegible] مس موصوفہ نے فطرت کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس روشنی کی مدد سے جو ان کے سینہ میں موجود تھی۔ وہ اپنے خیالات کی روانی کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتی ہیں :۔

"مجھے یاد ہے کہ سال سے پہلے مجھے گل لالہ کو دیکھ کر مسرت حاصل ہوتی تھی۔ یہ بات اتفاقیہ کس طرح ممکن ہو سکتی تھی؟ مجھے اس سنہری پھول کو دیکھ کر اس قدر مسرت کیوں آ رہی تھی؟ وہ اس شکل پر کس طرح بن گیا؟ اور انتہائی سادگی میں مجھے کس چیز نے اس طرح مست کر دینے پر مجبور کر دیا؟ پھر اس مہربانی سے تعلق کیا کہ [illegible] جو ہمیں اچھے لوگوں سے ملتی ہے؟ اور لنگڑے کتوں کی امداد کیوں مسرت ہوتی ہے؟ اور یہ محبت اور دوستی کے ہزاروں نشانات جو ہمارے گردوپیش موجود ہیں کہاں سے آئے؟ [illegible] جبکہ نشان ان لوگوں کی طرف سے ہیں جو کسی انعام یا شہرت کے متوقع نہیں ہوتے کیا خدا تعالیٰ کی وہ [illegible] جو زندگی کی خوبصورت شبیہیں ہیں ان کے پیار کی بوچھاڑ جو یونانی [illegible] کر کے مادی ہیبت کے پردوں کے زاویہ تک نظر آتی ہیں +

روحانی مسرت کے ان تین ذرائع کا تذکرہ کرنے کے بعد مس موصوفہ نے یہ خلاصہ پیش کیا ہے: "ہاں میں اس امر سے متفق ہو سکتی ہوں کہ کائنات میں ایک طرح کی ہم آہنگی موجود ہے۔ اور ہمیں سب کو اس سے مطابقت پیدا کرنی چاہئے"+

مذہب کا فرض ہے کہ ہماری باطنی روشنی میں اضافہ کرے

یہ ہے وہ طریق جس کی مدد سے مس موصوفہ ان نتائج تک پہنچیں کسی سوچنے والے آدمی کی ایک مثال ہے۔ مذہب اگر واقعی نوع آدم کیلئے مفید ہونے کا مدعی ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس طریق عمل میں معاونت کرے اور اسے منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ دکھائے۔ قرآن شریف نے مذہب کے اس پہلو کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے "پس تم اپنا رخ مذہب کی طرف استوار کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا" (۳۰: ۳۰)
گویا مذہب انسانی روح کی صلاحیتوں اور [illegible] کا شارح ہے اور ان کا دوستانہ طور پر رہنما

بھی ہے آپ عہد جدید (انجیل) کے تمام صفحات دیکھ جائیے۔ آپ کو ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا جو ان خیالات سے مطابقت رکھتا ہو۔ یا ان احساسات کی رہنمائی کر سکتا ہو جن کا ذکر اقتباسات بالا میں ہے۔ لیکن قرآن شریف میں آپ کو ان حوالوں کے دیکھنے کے لئے زیادہ ورق گردانی کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ایک پوری سورت موسومہ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت پر انسان کی فطری حس کو اپیل کی گئی ہے جس نے اس کائنات کی شکل اختیار کی ہے جس میں ہم بستے بستے ہیں +

خدا کی بیشمار برکات کی خاص صورتیں جو ہمیں جسمانی ضروریات اور آرام عطا کرتی ہیں، فرداً فرداً بیان کی گئی ہیں۔ اور ہر مختصر وقفہ کے بعد اس آیت کو دہرایا گیا ہے "پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" لیب انسانی فطرت اس سے بہتر اپیل تصور نہیں کی جا سکتی +

کائنات میں باقاعدگی | اس موصوفہ نے ایک ایسے امر کا اظہار کیا ہے جو دراصل اسلام کا خلاصہ ہے۔ اسلام کے معنے ہیں صلح کرنا یعنی خیال قول اور فعل تینوں کے ساتھ بلکہ اپنے پورے شعور کے ساتھ کائنات کی عالمگیر ہم آہنگی سے موافقت کرنا۔ سورۂ مذکورہ بالا کے ابتدا ہی میں ہماری توجہ کائنات میں نظم و ہم آہنگی کی طرف مبذول کی گئی ہے۔ اور ہمیں اس ہم آہنگی کو اپنی حرکات میں قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "سورج اور چاند اپنے اپنے اندازہ کی پیروی کرتے ہیں۔ پودے اور درخت اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور آسمان کو اس نے اونچا بنایا اور میزان قائم کی۔ تاکہ تم میزان میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور توازن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو۔ اور میزان کو ناقص نہ بناؤ" (۵۵: ۵ تا ۹) +

اور حقیقت یہ ہے کہ الہام ربانی عطا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی کی کشمکش میں اعتدال اور توازن کو نہ کھو بیٹھے پس وہ مذہب جو زندگی کی مختلف آرزوں میں اندازہ مناسب کے قیام کا علم نہیں دیتا دراصل مذہب نہیں ہے خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ نجات عطا کرنے کا مدعی کیوں نہ ہو +

خدا ہر شے میں جلوہ گر ہے لیکن ہر شے خدا نہیں | اس موصوفہ نے ان الفاظ میں اپنے

خیالات کو ختم کیا ہے، موسیقی فنونِ لطیفہ مسرتِ حیات کا کام کرنے کی خوبی کسی مقصد کے حصول
سے تسلسل کا احساس فرائض جسمانی کی ادائیگی حسن و جمال بخشش کرنے، امداد کرنے بخشش لینا اور
امداد لینے کی مسرت یہاں ہاں خدا تو ہر شئے ہے +

ہم مس موصوف کے ساتھ ایک حد تک اتفاق کرتے ہیں لیکن پورے طور سے نہیں۔ قرآن شریف
بھی زندگی کی ان خوشیوں کا ذکر کرتا ہے، جو ہماری روحانی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ بلکہ خدائی شعور
ہمارے اندر پیدا ہونے کیلئے ان کو ضروری قرار دیتا ہے، لیکن اس طرز خیال میں انسان کیلئے جو دشواری
لاحق ہو جاتی ہے، اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ حسب منشائے قرآن یہ چیزیں اس خدا کی جستجو کو ختم نہیں کر سکتیں
جو مقصود حیات ہے۔ یہ تمام برکات و نعمائے الٰہی اور ان سے ہمارا تعلق وغیرہ جو در اصل زندگی کا دوسرا
نام ہے اور جو مع اپنی تکالیف کے اس قدر دلچسپ ہے، در اصل خدا کی نشانیاں ہیں اور وہ خدا
اگرچہ ان سب کا منبع اور ممدوح ہے لیکن ان سب سے بالاتر اور بلند تر ہے۔ پس ایک طرف قرآن کہتا ہے کہ
"اللہ وہ ذات ہے جس پر سب کا انحصار ہے" (۱۱۲ : ۲) اور یہ کہ "جس طرف تم منہ کرو اسی طرف
خدا کا مقصد ہے" (۲ : ۱۱۵) اور یہ کہ "ہم تم سے تمہاری رگِ جان کی بھی زیادہ قریب ہیں" دوسری طرف
اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ کوئی شئے اس کی مثل نہیں (۴۲ : ۱۱) آنکھیں اسے محصور نہیں کر سکتیں (۶ : ۱۰۴)
لیکن خدا کے فوق الکائنات ہونے پر زور دینے کے علاوہ قرآن نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ مخلوق
ایزدی کا احاطہ نہیں ہو سکتا: "رحمٰن کی بناوٹ میں تمہیں کوئی نقص نظر نہیں آئیگا۔ پھر
غور کر کے دیکھو کوئی بدنظمی نظر نہ آئیگی۔ پھر نگاہ ڈالو تا آنکہ تمہاری نگاہ آخر ماندہ ہو کر تم تک واپس
آ جائیگی" (۶۷ : ۳ و ۴) پھر فرمایا کہ "کہہ دو کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے میرے رب کے کلمات لکھنے کیلئے
تو سمندر کا پانی ختم ہو جائیگا مگر میرے رب کے کلمات ختم نہ ہونگے خواہ ہم اس کا (یعنی سمندر کا) مثل
ہی مدد کیلئے کیوں نہ لے آئیں" (۱۸ : ۱۰۹)

پس اگر خدا کی منتشر نعماء کا احاطہ کرنا ہی گویا خدا کا احاطہ کرنا ہوتا تو ہم اس تجربہ پر نہیں رک سکتے جو
ہمیں روزمرہ اشیاء کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس قدر وسیع ہے کہ کہیں رک نہیں سکتے لیکن حقیقت یہ ہے
کہ یہ تسخیر کائنات بیش از بیش خدا کی ازلی شوکت کا صرف ادنیٰ ترین خاکہ پیش کر سکتی ہے۔ بلکہ حسین چہرہ
پر ایک نقاب ہے۔ خود اس چہرہ کو دیکھنے کیلئے انسان کو ایک مخصوص حس کو ترقی دینی لازمی ہے جو ان

حواس کے علاوہ ہی جو صرف مادی اشیاء کا مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ یہ صورتیں تھوڑے عرصہ کیلئے ہمارے اندر تحریک پیدا کرتی ہیں۔ اور پھر غائب ہو جاتی ہیں۔ اور اپنے پیچھے ہمارے دلوں میں ردعمل کی طاقتیں چھوڑ جاتی ہیں۔ جو زندگی کے رستہ کو جس وقت ہم مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں، تاریک بنا دیتی ہیں صرف ان حواس کے نشو ونما پانے پر ہی ایک شخص کائنات کے ہم آہنگ نغمہ سے مطابقت پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس کی ازلی برکت سے متمتع ہو سکتا ہے۔ جو نا اُمیدی کے موقعوں پر بھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ سچ ہے کہ فعل تخلیق اور وہ کرم جو اس سے ظاہر ہوتا ہے، وہ ازلی طبقات سے ہمارے لئے پیغام لاتا ہے۔ لیکن ہمیں ان پیغامات کے آر پار اور اوپر بھی دیکھنا ہے۔ تاکہ ہم ازلی ذات واحد کو پا سکیں۔ اور ہم اپنی نظر کو اس پیغام کے نشان میں محدود نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اگرچہ مسلمان ہر شے میں خدا کا ہاتھ دیکھتا ہے لیکن وہ کبھی نہیں سمجھتا کہ خدا اور کائنات ایک ہی شے ہے۔ اور یہ وہ غلطی ہے جو انسانی فکر کے رہنماؤں سے اکثر ہوئی ہے +

مذہب کے متعلق اہل مغرب کی ذہنیت کا نقشہ

نومبر ۱۹۳۱ء کے آخر میں "ڈیلی ہیرلڈ" (لندن) نے چار مضامین شائع کئے جن میں اللہ تعالیٰ کے متعلق انگلستان کے چار بڑے آدمیوں کے جو پبلک لائف میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ مذہبی معاملات میں اخبار مذکور کی پالیسی بہت وسیع اور آزادانہ ہے۔ اسلئے ایسے خیالات و آراء کو جو راسخ الاعتقاد عیسائیوں کے نزدیک الحاد کی حد تک پہنچتی ہوں وہ رد نہیں کر دیتا۔ ان مضامین میں بھی چار آدمیوں میں سے صرف دو ایسے ہیں جنہوں نے مسیحیت کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کیا ہے۔ ان دونو کے نام مسٹر جی کے چسٹرٹن اور مسٹر پال البن ہیں لیکن باقی دونوں نے اپنے خیالات کا اظہار ایسے رنگ میں کیا ہے۔ کہ اُن کا عیسائی ہونا اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ یہ دونوں عورتیں ہیں۔ یہ بھی قابل الذکر ہے کہ یہ نوی لوگ اللہ تعالیٰ کا تصور قائم کرنے میں کلیسیا کو اب اپنا ناگزیر رہنما نہیں سمجھتے۔ کلیسیا کا روحانی امور کے متعلق دنیوی لیڈروں کے خیالات میں دلچسپی لینا اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ آج کل اس جزیرہ میں کیا کچھ حالات پیش آ رہے ہیں لیکن سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے۔ کہ عورتیں جن کے متعلق یہ خیال ہے کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں پیروں اور پادریوں کی بہت جلد معتقد ہو جاتی ہیں وہ اب کلیسیا کی غلامی کے سلاسل کو قطع کرنے میں مردوں سے پیش پیش ہیں۔ ایک منظم مذہب کے ساتھ اس قدر نفرت انگیز برتاؤ غالباً اس سے پیشتر دیکھنے میں نہیں آیا +

نقطۂ نگاہ سے تنقید کرنا ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "بدی کا مسئلہ اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے لیکن خواہ آپ خدا کو مانیں یا نہ مانیں۔ وہ مسئلہ بدستور حل طلب رہجاتا ہے۔ اور میں اس یقین پر پہنچ گیا ہوں کہ مسیحیت نے ہی اس کا ایک ہی معقول حل بتایا ہے +

دنیا کو خوب معلوم ہے کہ وہ معقول حل کیا ہے؟ وہ یہ ہے "کہ انسان اپنی گنہگار فطرت کی وجہ سے اس دنیا میں آیا ہے گناہ اور بدی انسان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے۔ اور کوئی شخص محض اپنی کوشش سے اس پر غلبہ نہیں پا سکتا یہی وجہ ہے کہ انسان کے جنت سے نکالے جانے کے لکھو کھا سال بعد خداوند نے اپنا اکلوتا بیٹا دنیا میں بھیجا تاکہ وہ فطرت انسانی کے اس بنیادی نقص کا کفارہ ادا کرے" ہم نہیں جانتے کہ آیا اسکے بعد فطرت انسانی کسی طرح بدل گئی ہے۔ یا نسل انسانی کا کوئی حصہ اس کفارہ کے ذریعہ سے اللہ تعالی کے قریب آ گیا ہے۔ لیکن جو لوگ انسانی بدی کے اس ناقابل حل نظریہ پر ایمان لاتے ہیں انھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس عقیدہ کے مطابق انسان کا غیر ارادی شعور روحانی صحت یابی تک نشو و نما حاصل نہ کر سکا +

لیکن اس کے خلاف حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے بالکل مختلف اصولوں کی تلقین کی ہے اور ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہ اصول مختلف طریقوں سے آزمائش کی بھٹی سے صاف ہو کر نکلے ہیں۔ اور مسیحی قلوب کے اندر انھوں نے جگہ حاصل کر لی ہے۔ اور انسانی زندگی کے بارہ میں مسیحیوں کے مطمح نظر کو قطعاً بدل دیا ہے۔ اسلئے تاریخ کے ایک طالب علم کیلئے اصلاح اور ترقی یافتہ مسیحی دنیا جو چودھویں صدی سے شروع ہوئی ایک ایسی دنیا ہے جو مسیحی معتقدات پر منافقانہ رنگ میں (غالباً قومی وقار کے احساس کی وجہ سے) ایمان لائے ہوئے ہے لیکن عملاً اسلامی اصولوں ہی کی متابعت کر رہی ہے جس کے بغیر کوئی ترقی ممکن نہیں، بالفاظ دیگر ایک مسیحی کی زندگی کا موجودہ دستور العمل اپنے عموم پہلوؤں کے لحاظ سے محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیمات سے ماخوذ ہے جن پر لے دے کرنے کیلئے وہ ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ انسداد جرائم ہی کے قوانین موت، بیماری اور دکھ و تکلیف کے مقابلہ کی کوششیں اور لوگوں کو زیادہ با اخلاق اور پابند قانون بنانے کی مساعی سب کی سب اس مسیحی عقیدہ کے قطعاً خلاف ہیں جسمیں اس سرزمین پر انسان اور اسکی قسمت میں فطری اور ناقابل اصلاح برائی کا خیال مضمر ہے۔ اگر ہم اس سپرٹ کو دیکھیں جو زندگی کو بہتر بنانیوالی ان تمام کوششوں کے نیچے کام کر رہی ہے تو فوراً ہم ان اسلامی اصولوں کو معین کر لینگے جو اسکی تہ میں پنہاں ہیں +

اسلام کا پیش کردہ حل

اسلام نے اس کا جو حل پیش کیا ہے وہ بالکل سادہ اور آسان ہے۔ اسلام کے رو سے انسان

فطرتاً نہ تو نیک واقع ہوا ہے اور نہ ہی گنہگار نیکی اور بدی دونوں کا رجحان اس میں موجود ہے جس کا زور استعداد کے لحاظ سے دونوں طرف مساوی ہے۔ یہ انسان کا اپنا کام ہے۔ کہ وہ اپنی کوشش سے نیکی کو ترقی دے یا بدی کو۔ کوئی کام اور دنیا کی کوئی چیز قطعاً نیک یا بد نہیں اشیاء میں بُرے پہلوؤں کی موجودگی اور قلب انسانی میں بدی کا رجحان اس حقیقت پر مبنی ہے کہ انسان کو فاعل مختار پیدا کیا گیا ہے۔ دوسری اشیاء کی طرح وہ صراط مستقیم پر چلنے کیلئے مجبور نہیں قرآن کریم نے اس بارہ میں صاف اور کھلے لفظوں میں فرمایا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (دین میں کوئی جبر نہیں نیکی اور ہدایت بدی سے علیحدہ اور ممتاز کر دی گئی ہے) +

موجودہ زمانہ میں انسان کیلئے یہ سمجھنا مشکل نہیں۔ کہ کس طرح سے اخلاق آزادی کے داعی ہیں۔ اور آزادی غلط کاریوں کی طاقت اور گنجائش پیدا کر لیتی ہے۔ لیکن یہ تعجب انگیز امر ہے۔ کہ یہ سادہ اصول تمام گذشتہ صدیوں میں فاضل مسیحی علما کی عقل و فہم کو متحیر کرتے رہے ہیں +

کیا خدا قلب انسانی کی ایجاد ہے؟

اس سوال کے متعلق سب سے زیادہ دانشمندانہ رائے مس ایلن لکنسن نے دی ہے جو مندرجہ ذیل الفاظ میں انہوں نے ایک عظیم الشان صداقت کا اظہار کیا ہے :-

"ایک چور جس نے لندن پولیس کورٹ میں یہ اقرار کیا۔ کہ چوری کیلئے گھر سے نکلنے سے پہلے وہ ہمیشہ دعا کر لیا کرتا ہے کہ وہ پکڑا نہ جائے۔ ان پادریوں سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا جو محاذ جنگ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے مسیحی بھائیوں کی ہلاکت کیلئے خدا سے امداد طلب کرتے ہیں" +

ہاں یہ فی الحقیقت ان خداؤں کا اندازہ ہے جو انسانوں نے اپنی سفلی خواہش سے بنا رکھے ہیں۔ اور اس اندازہ کا یہ اثر ہے کہ نسل انسانی کے عقلمند طبقوں میں مذہب کو بالعموم اور خدا کے خیال کو بالخصوص تمسخر اور استہزاء کا آماجگاہ بنا لیا گیا ہے۔ بنی نوع انسان کی یہ بدقسمتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے متعلق موجودہ خیالات کسی بلند تصوّر کو قائم کرنے کے بجائے جو انسان کی روحانی ترقی اور کمال تک پہنچنے کا موجب ہو۔ ایک ایسا نقطہ نظر اور کیرکٹر پیدا کر دیتے ہیں، جو فطرت انسانی کو بگاڑنے اور گندہ کرنے کا موجب ہے۔ اس قسم کا ناپاک اثر مذہب میں آسانی سے نظر آ سکتا ہے۔ اور ہر جگہ (مسیحی یورپ میں بالخصوص) کھلے طور پر دیکھنے میں آرہا ہے اسلئے یہ تعجب انگیز امر نہیں کہ یہاں کا موجودہ "مذہب" خواہ وہ راسخ العقیدہ مسیحیت سے تعلق رکھتا ہو یا آزاد کلیسیا سے موجودہ دنیا کے سوچ و بچار رکھنے والے نوجوانوں کے قلوب سے نکل چکا ہے ایسے مذہب کا آنیوالی نسلوں کے قلوب سے مرجانا فی الحقیقت نسل انسانی کیلئے ایک بہتر مستقبل کا پیش خیمہ ہے +

مسیحی مذہب ذہنی جمود کے زمانہ کی ایک یادگار ہے

مس لکنسن نے مسیحی مذہب پر جو تنقید کی ہے وہ بہت جرات آمیز ہے +

یہ (مسیحیت) اس زمانہ کی یادگار ہے جب کلیسا نے سائنس کو رد کر دیا۔ جب سائنس کی تحقیقات کے لئے قلب انسانی کے دروازوں کو بند کر دیا گیا۔ اور اپنے ہی خیالات میں محو ہو گیا۔ پیچیدگیوں پر پیچیدگیاں اس نے پیدا کیں جیسا کہ اتھنیشس کے عقیدہ کا حال ہے۔ یعنی تین ناقابل فہم خدا نہیں بلکہ ایک ہی ناقابل فہم خدا ہے۔ تین نامعلوم خدا نہیں بلکہ ایک ہی نامعلوم خدا ہے۔ ان بہت سے لوگوں کے خلاف جو اس زمانہ میں مذہبی تنقید کا کام کرتے ہیں مس ولکنس کے خیالات کوئی مبالغہ آمیز نہیں۔ ذیل کے الفاظ میں انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کو ایک قیمتی مشورہ دیا ہے۔ کہ

"اپنے آپ کو فخریہ طور پر ایک الہامی مذہب کا وارث اور ایک ایسا برگزیدہ گروہ سمجھنے کی بجائے جو مذہب کا تمام علم رکھتا ہے اور ایک نہایت خوب صورت عقیدہ کی شکل یعنی اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دے سکتا ہے ہمیں پھر سے چھوٹے بچے بن کر نہیں بلکہ نہایت عاجز متلاشی حق کی حیثیت میں سائنٹیفک ریسرچ کی دہلیز پر پہنچ جانا چاہیے"

آگے چل کر پھر لکھا ہے۔ کہ

"مجھے یقین ہے۔ کہ نسل انسانی کے بچاؤ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ انسانی قلب کا سائنٹیفک رجحان ہے جو نہ صرف علوم طبیعات ہی سے تعلق رکھتا ہے زمین پر انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو سے اس کا تعلق ہے۔"

سائنس کہ خدا لیکن موجودہ مذہب کی ان تمام برائیوں اور نقائص کو بیان کرنے کے باوجود مس ولکنس کوئی دہریہ نہیں، وہ دہریہ بننے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ وہ سمجھتی ہیں۔ کہ ایک خوش نصیب انسان کیلئے یہ بڑا مشکل ہے کہ وہ دہریہ ہو۔ وہ موجودہ زمانہ کے نام نہاد دہریوں کی طرح علم طبیعات اور اسکے انکشافات کی بناء پر کوئی نیا خدا بھی بنانے کیلئے تیار نہیں، اس بارہ میں آپ بہت زیادہ عقلمند واقع ہوئی ہیں۔ اور ذیل کے الفاظ میں متنبہ کرتی ہیں۔ کہ

"میں یہ نہیں کہتی۔ کہ ہمیں ایک ذات و صفات رکھنے والے خدا کے بجائے سائنس کے کسی مبہم تصور کو خدائی کے تخت پر بٹھا دینا چاہیئے، وہ سائنس جو انسانی زندگی کو بچا سکتی اور اسے مہذب بنا سکتی ہے وہ نہایت آسانی کے ساتھ اسے تباہ بھی کر سکتی ہے۔"

نئی دنیا کیلئے ایک مذہب اس کے ساتھ لائق مضمون نگار نے یہ بھی یقین دلایا ہے کہ "موجودہ نسل لا مذہب واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک بڑی پرجوش اگرچہ زیادہ غیر نمایاں خواہش نوجوانوں کے اندر موجود ہے کہ کوئی ایسا فلسفیانہ مذہب اور عملی رہنما انھیں مل جائے جو ان کی دنیوی ضروریات کے مطابق ہو۔ وہ جس چیز کو رد کرتے ہیں وہ ایسی تعلیمات ہیں جو ہر ایک علمی بات کو جوان کے پڑھنے میں آتی ہے رد کر دیتی ہیں"۔ یہاں اس مسئلہ کا نہایت ہی نازک پہلو قابل غور ہے ایسا مذہب کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ کیا اسکی تحقیقات انسانی قلب پر چھوڑ دی جائے؟ کیا مضمون نگار کا یہ خیال ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو ذہنی تغیر ہو رہا ہے وہ کوئی اتفاقی حالات کی وجہ سے ہے؟ اگر یہ اتفاقی ہے۔ تو کیا اس کے بعد زمانہ نہ آئیگا جب اس طرح اتفاقی طور پر ہمیشہ کیلئے تاریکی پیدا ہو جاتی ہے؟ یہ بالکل باموقعہ سوالات ہیں! اور مس ولکنس کی طرح ایک دیانتدار اور دلیر مفکر کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ سب سے پہلے ہم انھیں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ

مخلوق خالق کے مقصد و منشاء کو سمجھ نہیں سکتی جب تک خالق خود اپنے منشا کو ظاہر نہ کر دے۔ انسان اپنی تمام کوششوں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مخلوقات کے عام بیرونی نقشہ کو سمجھ سکتا ہے لیکن انسان کا انجام اب جو وہ فرائض جن کی بجا آوری اسے اس انجام تک پہنچاتی ہے۔ یہ ایسی باتیں نہیں کہ انسان انہیں اپنے آپ معلوم کر سکتا ہے۔ اپنی موجودہ ساخت کے اعتبار سے تو انسان خود اپنے بھی دل کی حالت کو سمجھ نہیں سکتا۔ سب سے زیادہ عقلمند لوگ جو دنیا میں ہوئے ہیں۔ وہ خود فریبی کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اس قدر مختلف رستے پائے جاتے ہیں اور انسانی قلب کے اوپر جہد للبقاء کا اس قدر زور پڑا ہوا ہے۔ کہ سب سے زیادہ صفائی کی آنکھ رکھنے والے لوگ بھی حقائق اشیاء کو انکی ظاہری حالت سے ملا جلا دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمان سائنس اور انسان کے قوائے ذہنی پر یقین و ایمان رکھنے کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت سمجھتے ہیں۔ کہ ایک الہامی مذہب انسان کے لئے ہونا چاہیے ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ چونکہ کوئی معدنیات کی چیز نہیں۔ اس لئے مردہ مادہ کے ڈھیروں میں جو اسکی مخلوق ہے، اسے تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اسے معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی موجودگی اور اپنے مقصد کا پتہ ہمیں دے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ وہ اپنے روحانی خلیفوں (رسولوں) کے ذریعہ سے اپنا الہام نسل انسانی کی طرف بھیجتا رہا ہے۔ حضرت مسیح اسی قسم کے ایک رسول تھے اگرچہ جس مذہب کو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ دھوکا اور فریب سے بڑھ کر نہیں، جو الہام ان پر ہوا اس کو کمینہ خصلت اور خود غرض لوگوں نے اپنے ناپاک مقاصد کو پورا کرنے کے لئے بدل دیا لیکن اللہ تعالےٰ اپنے الہام کو از سر نو بھیجنے سے کبھی اکتایا نہیں۔ اگرچہ انسان کو اس میں رد و بدل کرنے کی عادت بہت ہے۔ تاہم یہ خدا کا کام ہے، کہ وہ تمام غلطیوں کو دور کر کے سب کچھ درست کر دے۔ عالم جسمانیات کا یہی حال ہے۔ اور روحانی امور میں بھی کوئی بات اس سے مختلف نہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنا الہام ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں پھر نسل انسانی کی طرف بھیجا۔ کیونکہ اس وقت جناب مسیح کا پیغام صفحۂ ہستی سے بالکل مفقود ہو چکا تھا۔ اور علم و تہذیب کے جس دور سے آج ہم گذر رہے ہیں وہ اسی ربانی الہام کے نزول کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم اس نقطۂ نظر سے تاریخ کا مطالعہ کریں، تو ہمیں یقیناً یہ معلوم ہو جائیگا کہ انسانی دماغ کی موجودہ سرگرمیوں کی اصل بنیاد وہ الہام الٰہی ہے جو ساتویں صدی عیسوی میں محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ الہام اب تک کسی طرح بھی محرف و مبدل نہیں ہوا۔ اگر ایک الہامی مذہب کو نہ ماننے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ سائنس اور علمی اکتشافات کا مخالف ہے، تو ایک دہریہ منش انسان کو ہم یہ یقین دلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے رستہ میں جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا یہ وجہ حائل نہیں ہو سکتی مذہب کے (خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی) فرائض کے متعلق جو روش یورپ کی موجودہ نسل نے اختیار کی ہے۔ اسکی ہم قدر کرتے ہیں، مذہب اگر کوئی چیز ہے تو اسکی غرض سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ انسان کے انجام کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مرضی کا انکشاف کرے۔ اس لحاظ سے مذہب کی کوئی جنگ سائنس سے نہیں

ہوسکتی، کیونکہ سائنس بھی عالم جسمانیات میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی کا انکشاف کرتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان کی عقل و فکر ہی ایک چیز ہے۔ جو اسے کسی مذہب کا مکلف ٹھیراتی ہے، حیوانوں سے یہ امید نہیں کی جاسکتی۔ کہ وہ کسی مذہب کی متابعت اختیار کریں یا کسی ضابطۂ زندگی پر عامل ہوں، بلکہ انھیں ایسے ضوابط کی پیروی یا ان کی مخالفت کے بارہ میں آزادی حاصل ہے۔ اسلئے ایک سچا مذہب انسانی عقل و فکر کا مخالف نہیں ہونا چاہئے۔ اسے نہ صرف ان امور کے موافق ہونا چاہئے جن کا مطالبہ عقل کرتی ہے۔ بلکہ اپنا دائرہ عمل اسے وسیع کرنا چاہئے۔ جیسے کہ دوربین انسان کی حدود نظر کو وسیع کر دیتی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ سائنس کو اور زیادہ ترقی دے۔ نہ کہ اسے پیچھے ڈال دے ضروری ہے۔ کہ وہ خاص نتائج تک پہنچنے کے لئے عملی فلاسفی کی امداد کرے۔ اگر قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہونے کا دعوے کرتی۔ اور بہت زیادہ قابل آدمیوں کی تائید کا دم بھرتی ہوئی ان تمام شرائط کو پورا کر دے۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ یورپ کی نوجوان نسل کو جن کی نمایندہ ہونے کا دعوے مس ولکنسن کو ہے ایسے مذہب کے اختیار کرنے میں کیا عذر ہوسکتا ہے +

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مکتوبات

مکتوب نمبر ۲۴

بدی پیدا کرنیوالا کون ہے؟

بخدمت شریف ایڈیٹر صاحب رسالہ اسلامک ریویو

آپ کی گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مسٹر گاندھی کے عالمگیر پیغام پر رائے زنی کرتے ہوئے بدی کی تعریف اپنے نقطہ نگاہ سے کی ہے۔ کہ کسی چیز کا غلط استعمال بدی ہے۔ لیکن یہ تعریف جامع نہیں، ایک چیز کو کسی خاص کام کیلئے پیدا کیا گیا۔ جس کو نیکی اور فائدہ کا کام کہا جاسکتا ہے لیکن جب تک اسے دوسرے طریقوں پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جو یقیناً برے ہیں۔ اس وقت تک اس کا پیدا کرنے والا برائی کی ذمہ واری سے عہدہ برا کیونکہ

ہوسکتا ہے جب تک کسی چیز کے استعمال کے تمام ممکن پہلو نیک نتیجہ کی طرف لیجانے والے نہوں۔ اُس وقت تک ہم مجبور ہیں۔ کہ بدی کو اُس چیز کے پیدا کرنے والے کی طرف منسوب کریں +

آپ کا مخلص

اے۔ جی لنکنز

مسٹر لنکنز نے معقول دلائل کی بناؤ پر مختصر کر اس مسئلہ پر بحث کی ہے ظاہر ہے۔ اللہ تعالےٰ تمام مخلوق کا خالق اور تربیت کنندہ ہے۔ بعض وقت وہ ایک چیز کو پیدا کر کے اُس سے کئی کام نکالتا ہے۔ خوراک وہ سب کو دیتا ہے لیکن مختلف ذرائع اور مختلف مقداروں میں دیتا ہے۔ اس لئے اس کا ہر قسم کا استعمال نیک ہے، لیکن اگر ایک جنس دوسری جنس کے طریق کی اتباع کرے تو یہ غیر فطری کام ہوگا۔ جو موجب مضرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب کی ضروریات پوری کرنا ہے اس غرض سے مختلف اشیاء پیدا کی گئیں، لیکن اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز استعمال کرے جو کسی دوسری مخلوق کیلئے کارآمد ہے۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہو کہ اس کو تکلیف پہنچ جائے تو بدی اور برائی کو وہ خود پیدا کرتا ہے نہ کہ اس چیز کا بنانے والا۔ تمام اشیاء اپنی خاصیت کو اس وقت ظاہر کرتی ہیں۔ جب اُنھیں استعمال میں لایا جائے۔ آگ کو جب روشن کیا جائے تو ضروری ہے۔ کہ وہ جلائے، لیکن آگ کے اندر اس خاصیت کو رکھنے والا اس نقصان کا ذمہ دار کیونکر ہو سکتا ہے، جو ہماری غلطی اور بد استعمالی سے پیدا ہو۔ پھر اس حکیم خدا نے مختلف اشیاء کی تکمیل کے لئے مختلف طریق پیدا کئے۔ وہ سب نیکی اور فائدہ کیطرف لے جاتے ہیں، لیکن اگر ہم غلط طریق سے اُنھیں استعمال کریں۔ تو اس فائدہ سے ہمیں محروم کر دینگی، بیشک اللہ تعالےٰ کا یہ کام ہے کہ وہ ہمیں سیدھے رستہ کی طرف ہدایت کرے۔ لیکن جب اُس نے ایسا کر دیا تو برائی کے ذمہ وار ہم خود ٹھیر گئے۔ قرآن کریم نے ذیل کی آیت میں اس تمام حقیقت کو بیان فرمایا ہے :-

وعلى الله قصد السبيل ومنها جائر ولو شاء لهدىكم اجمعين۔ اللہ تعالےٰ کا کام ہے کہ وہ سیدھا رستہ دکھائے اور کچھ ٹیڑھی راہیں بھی ہیں۔ اور اگر وہ چاہے تو تم سب کو سیدھے رستہ کی طرف لے جائے (۱۶ : ۹)

قرآن کریم ہمیں سیدھے راستہ کیطرف رہبری کرنے کیلئے آیا۔ مگر اسکے ساتھ ہی اُس نے ٹیڑھی راہوں سے بھی ہمیں متنبہ کر دیا (ایڈیٹر اسلامک ریویو)

یہ مضمون رسالہ اپریل ۱۹۳۲ء کے صفحہ ۱۴۵ پر شائع ہو چکا ہے + مترجم

تمدّن اسلامی اور تحریک لائبریری

از جناب حمید حسن صاحب بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی

انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ کہ وہ ملت اسلامیہ جو کبھی عامۃ الناس کیلئے دارالمطالعہ لائبریریوں کو اپنے ملک میں ترویج دینے اور اُن کی امداد و سرپرستی میں سب سے پیش پیش تھی۔ آج اسکے جمود کا یہ عالم ہے کہ اب مسلم حلقوں میں اس مفید تحریک کی اشاعت میں کوئی خاص عملی حصہ نہیں لیا جاتا۔ یقیناً اس عدم توجہی کا زیادہ تر باعث مسلمانوں میں عام اقتصادی کساد ہے +

اس مختصر سے مضمون میں مَیں نے یہ کوشش کی ہے۔ کہ تاریخ کی روشنی میں ملّت اسلامیہ کے تحت ذاتی اور پبلک لائبریریوں کی ابتدائی حالت اور پھر اُن کی تدریجاً ارتقاء یافتہ حیثیّت کو منظر عام پر لاؤں +

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ کہ مسلمان علی العموم طبع زاد تصنیفات تراجم اور پھر اُن علمی و ادبی ذخائر کی فراہمی و تحفظ میں جو جہاں کہیں سے بھی انہیں ہاتھ لگتے رہے مشہور و ممتاز رہے ہیں۔ اسلامی عہد میں عُلوم و معارف نے عظیم الشان ترقی کی۔ اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ اسلام اور جہالت باہم ایکدوسرے کے متبائن ہیں۔ اور ان کا آپس میں موافق ہو جانا کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے۔ کہ عام طور پر لوگ اس بات سے ناواقف ہوں کہ عہد اسلام کے عین شوکت کے زمانہ میں جس قدر ان گنت علوم کے مرکزوں علمی اداروں اور لائبریریوں نے نشو ونما حاصل کی تھی اس کا مقابلہ آج بھی ایک ایسے زمانہ میں نہیں ہو سکا۔ جبکہ متمدّن نظام کے ماتحت تعلیمی مراکز حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں +

ایک ایسے وقت میں جبکہ دُنیا تمام کی تمام جہالت اور تاریکی کے پردہ میں محجوب تھی۔ ملک عرب علوم کا گہوارہ تھا۔ شعر و شاعری اس ریگزار کے باشندوں کا ایک محبوب مشغلہ تھا۔ اور جُونہی کہ اہل عرب کی تجارت مشرق و مغرب میں پھیلتی گئی۔ عربی سوداگروں کے دل میں ساتھ ہی ساتھ چینی اور ہندوستانی حکماء کے ساتھ اختلاط وارتباط کے باعث یہ خواہش پیدا ہوتی گئی۔ کہ وہ عرب کے تمام طول و عرض میں علم کی نشرو اشاعت کریں۔ حضرت نبی کریمؐ کی بعثت کے

معاً بعد ہی مسلم خواتین تک تعلیمیافتہ اور علوم و فنونِ متداولہ سے بہرہ مند ہوگئیں قرآن حکیم نے عربی دل و دماغ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ چنانچہ سینکڑوں مخلص اور پاکباز مسلمانوں نے مقدس کتاب مذکور کو نہ صرف حفظ ہی کر لیا۔ بلکہ اُسے ضبط تحریر میں بھی لے آئے اور حدیث نبوی کی یادداشت کو بھی عام مسلم طبقوں میں رواج تام حاصل ہو گیا +

خلفاے راشدین کے عہد میں علوم و معارف میں مزید اضافہ ہوا مختلف انواع علوم پر مشتملہ کتب فراہم کی گئیں۔ اور جب امیر معاویہ سریرآرائے حکومت دمشق ہوئے۔ تو ایک عیسائی عالم طبیعات مسمی بہ ابن اصل اپنی ملازمت میں داخل کیا خلیفہ معاویہ کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کے باعث ابن اصل نے متعدد علم الادویہ کی کتابوں کا ترجمہ کر کے باغ عربی میں ایک بالکل نیا اور قابلِ قدر اضافہ کیا۔ اس کے بعد پھر یونانی پہلوی اور سنسکرت وغیرہ زبانوں کی کتب علوم کو عربی زبان میں بشکل تراجم منتقل کرنے کا سلسلہ عام صورت اختیار کر گیا +

اگرچہ ابھی تک وثوق سے یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ ابتدائً کس مسلم نے ان تمام پراگندہ کتب کو لائبریری کی صورت میں یکجا جمع کیا۔ مگر تاہم یہ تو ایک یقینی امر ہے۔ کہ علماء اور تعلیمیافتہ مسلمان مطالعہ کتب کے وفور شوق کے باعث دور دراز مقامات سے چیدہ چیدہ کتابوں کو حاصل کر کے بیش بہا خزانہ کی طرح اُنہیں اپنے ہاں محفوظ کرتے رہتے تھے۔ اسی ضمن میں عمدو متعلق فاضل علامہ جناب شبلی مرحوم اپنی کتاب "رسائل" کے صفحہ ۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن ابی اصیبعہ اپنی کتب طبقات الاطباء میں حکیم مسرجویہ کے حالات قلمبند کرتے وقت ساتھ ہی یہ لکھتا ہے کہ "عمرو بن عبدالعزیز کو خزانۃ الکتب (لائبریری) میں حکیم مسرجویہ کی کسی کتاب کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ شدہ نسخہ ملا۔ جس کو آگے پھر اس نے متعدد نسخے نقل کرائے" لہٰذا اس اقتباس کے پیش کرنے سے شبلی یہ رائے قائم کرتے ہیں۔ کہ لائبریری (خزانۃ الکتب) کی تدوین کرنے والا سب سے پہلا مسلمان خالد بن یزید تھا +

خالد بن یزید جیسے علامہ ابن ندیم حکیم کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں ایک روشن دماغ فاضل تھا۔ نہایت ہی دل کھول کر علم و ادب کی خدمت کرتا رہا۔ اس نے دربار میں ایسے یونانی فیلسوف جمع کر رکھے تھے۔ جو ملک مصر کے اطراف میں اقامت گزین اور زبان عربی پر کامل دسترس

رکھتے تھے۔ خالد نے انھیں ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ یونانی اور کوپٹک زبانوں کی سب ایسی کتابوں کو جو علوم و فنون پر حاوی ہوں۔ عربی زبان میں ترجمہ کر ڈالیں (رسائل صفحہ ۲۴) ایک اور مقام پر پھر علامہ ابن ندیم مذکور رقمطراز ہیں۔ کہ خالد نے علوم مختلفہ مثل علم الادویہ علم نجوم و ہیئت علم کیمیا وغیرہ پر مشتملہ تمام کتب کا ترجمہ عربی میں کروا ڈالا +

پس ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ شبلی مرحوم رسائل کے صفحہ ۲۵ پر پورے زور سے یوں رقمطراز ہیں کہ:-

"عہد اسلامیہ میں خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز سے مدتوں بیشتر لائبریریوں کا قیام ظہور میں آچکا تھا۔ خالد بن یزید پہلا اموی بادشاہ تھا۔ جس نے پرانی کتب و مطبوعات کے حصول کیلئے تلاش جستجو کی۔ لہٰذا اب ہمارا یہ قیاس یقین کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ پہلا انسان جو حقیقی معنوں میں لائبریری کی تشکیل کا باعث بنا۔ وہ خالد بن یزید تھا" +

بعد ازاں پھر خالد منصور ایک ایسا شخص ہوا۔ جس نے تراجم کی تحریک میں پوری امداد و معاونت کی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے تو ایک بلند پایہ علمی درسگاہ الموسوم بہ بیت العلوم قائم کر رکھی تھی جس کے دو شعبے تھے۔ ایک حصہ محض لائبریری پر مشتمل تھا۔ اور دوسرا غیر ملکی زبانوں کی کتب کے تراجم کئے جانے کیلئے وقف تھا۔ خلیفہ موصوف کے فاضل وزیر اور سلطنت کے دستِ راست یحییٰ برمکی نے کئی پنڈتوں اور طبیعات کے ماہر ہنود کو ہندوستان سے منگوایا۔ چنانچہ اہل عرب کو ہندوستانی مروجہ علم و ادب سے شناسا کرانے والے عرب ہی ہوئے۔ اسی زمانہ میں زبانِ فارسی نے بھی عروج پایا۔ کیونکہ یحییٰ مذکور نے فارسی الاصل ہونے کے باعث اپنی اس مادری زبان کی ترقی و ترویج میں پورا پورا زور صرف کیا۔ چنانچہ علامہ شبلی مرحوم "رسائل" صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں:-

اُس پُرشکوہ لائبریری میں جو بیت الحکمت کے نام سے موسوم تھی۔ علاوہ عربی کتابوں کے سنسکرت فارسی۔ یونانی۔ کوپٹک اور چالدینی وغیرہ زبانوں کی بھی لاتعداد کتب پائی جاتی تھیں۔ یحییٰ برمکی کے طفیل ہارون الرشید عزم و تحمل کے ساتھ مختلف ممالک اور مختلف السنہ و مذاہب کی کتابیں حاصل کرنے میں سرگرم عمل رہا۔ لائبریری مذکور کے منصبدار سب کے سب ایرانی تھے۔ اور پھر اس ضمن میں اس سے بڑھ کر خلیفہ کے ثبات و تحمل کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ کہ آل شعبی مہتمم محکمہ تراجم اس بات پر ہمیشہ مامور رکھا

جاتا تھا۔ کہ عربوں کی عیب جوئی کرے۔ چنانچہ اس نے متعدد کتابیں مختلف عربی خاندانوں کے نقائص پر لکھیں"۔

باقی آیندہ

میں کیوں مسلمان ہوا

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اور مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر پڑھ کر اسلام مجھے اپنے اصلی لباس میں نظر آگیا۔ اور میں مسلمان ہو گیا

میں پیدائشی عیسائی ہوں۔ میرے والدین ایک معزز خاندان کے ارکان تھے میں ابھی بچہ ہی تھا۔ جبکہ انھوں نے رنگون میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا۔ تو ہمارے ایک امیر مسلمان ہمسایہ نے میرے باپ سے مجھے اپنا متبنّٰی بنانے کی درخواست کی۔ لیکن میرے باپ نے منظور نہ کیا۔ شاید اس مسلمان کی دور رس نگاہوں نے میری آیندہ زندگی کا صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔

مجھے بچپن ہی میں مذہب سے بہت وابستگی تھی بزرگوں کا ادب کرنا میں اپنا فرض اولین خیال کرتا تھا۔ اسی وجہ سے میں اپنے خاندان میں ایک ہونہار نوجوان تسلیم کیا جاتا تھا۔ میں اپنی برادری کی ہر شادی اور غمی کی تقریب میں شامل ہوتا تھا۔ ایک روز میرے ایک دوست کا بچہ گزر گیا۔ میں اس کے جنازے کے ہمراہ گیا۔ قبرستان میں بچے کی تدفین کے وقت بہت جھگڑا ہوا۔ اسلئے کہ بچے کو ابھی تک بپتسمہ نہیں دیا گیا تھا۔ پادری صاحب نے بچے کو قبرستان کی حدود میں دفنانے کی اجازت نہ دی۔ یہ واقعہ بظاہر بہت معمولی ہے لیکن اس کا اثر میرے دل پر بہت گہرا ہوا۔ میں اس مذہبی تنگنظری سے حیران رہ گیا۔ میں نے اپنے بزرگوں سے اس کے متعلق کئی سوالات کئے۔ لیکن مجھے یہی جواب ملتا رہا۔ کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے۔ تمہیں اس میں دخل دینا نہیں چاہئے۔ اگرچہ اس جواب نے میری گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا۔ لیکن میرے خیالات میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا۔ اور طبیعت افسردہ ہو کر رہ گئی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد مسئلہ تثلیث کے متعلق میرے دل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ اور میں اُن کے ازالہ کیلئے مذہبی مجالس میں شریک ہونے لگا۔ میں نے پادریوں سے مل کر خوب تحقیق کی لیکن کچھ بھی مجھے اس مسئلہ کا قائل نہ کر سکا۔ ان کے نا تسلی بخش جوابات سے دن بدن میرے شکوک بڑھتے گئے۔ یہ مسئلہ کسی طرح بھی میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ میں نے اپنی مذہبی کتابوں کا بنظرِ تعمق مطالعہ کیا۔ لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ اب میں نے اس بات کو بھول جانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کوشش سے اور اُلٹے نتائج پیدا ہُوئے۔ اور مجھے ہر وقت اسی کا خیال رہنے لگا۔ میری عقل، میرا مُطالعہ، اور مذہبی صحبتیں اس مُعمہ کے حل سے بالکل ناکام ثابت ہُوئیں میرے مذہبی مطالعہ نے میری مشکلات میں کئی اور اضافے کر دیئے۔ اب میرے لئے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ کہ میں اپنی بیقراریوں کو دوسرے مذاہب کے سامنے پیش کر دوں۔ اور اُن سے مرض کی شفا طلب کروں +

سب سے پہلے میں نے ہندو مذہب کی طرف توجہ کی، اسمیں مجھے چھوت چھات، بُت پرستی اور شادیٔ بیوگان اور طلاق کے مُتعلق کئی غیر فطرتی مسائل نظر آئے۔ اور دل برداشتہ ہو گیا یہاں سے ہٹ کر میں بُدھ مذہب کی طرف مُتوجہ ہُوا۔ اور اُس کے پیروؤں سے راہ و رسم پیدا کی مذہبی عُلماء سے ملا۔ اُن کی عبادتگاہوں اور مذہبی مجالس میں شریک ہُوا۔ اُن کی کتابیں پڑھیں اس مذہب میں رحم اور محبت کا جذبہ ضرور کسی حد تک پایا جاتا تھا۔ مگر اس کے عام اصُول اور احکام ناقابلِ عمل تھے۔ جس مذہب کے اصُولوں پر انسان عمل نہ کر سکے۔ وہ مذہب حقیقتاً سچا مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا +

اِس قدر پریشانی اور بیقراری کے باوجود میں اس وقت تک عیسائی تھا۔ اور اپنے مذہب (عیسائیت) کے احکام کا پُورے طور پر پابند تھا۔ ہر اتوار کو عبادت کیلئے گرجا جاتا تھا لیکن میرے دل کی گہرائیوں سے تحقیق کے بے تابانہ ولولے اُٹھ رہے تھے۔ اب آخری چارہ کار کے طور پر میں نے اسلام کی طرف رجُوع کیا۔ اگرچہ ابتدائی تعلیم اور ماحول کے اثر سے میرا دل اسلام سے سخت مُتنفر تھا۔ میں مُتعدد بار اسلامی تعلیمات کے خلاف عام جلسوں میں پُرزور تقریریں کر چکا تھا۔ اس وقت میرے مخالفانہ خیالات کی عجیب حالت تھی۔ اگرچہ میں اس سے پہلے

بھی متعصبانہ نظروں سے ایک دو اسلامی کتب کا مطالعہ کر چکا تھا لیکن اب سچائی کی تلاش نے مجھے پھر اسی راستہ پر لا ڈالا۔ اور میں نے ایک مسلمان دوست سے جسکے ساتھ میں کئی دفعہ پُرجوش مباحثے کر چکا تھا۔ امداد کی درخواست کی۔ اس نے میرے کئی سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا۔ اور ساتھ ہی یہ واضح کر دیا۔ کہ اس کا مذہبی مطالعہ کافی نہیں ہے۔ مسلمان دوست نے میرے لئے کئی کتابیں اور رسائل مہیا کئے (رسائل اسلامک ریویو اور مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر) جو میری کامیابی کا پہلا زینہ ثابت ہوئے۔ ان رسائل اور کتب کے پڑھنے سے مجھے اسلام اپنے اصلی لباس میں نظر آنے لگا۔ میرے دل کے بُرے اور بیہودہ خیالات زائل ہو گئے۔ جب میرے دوست نے میرے خیالات کی رفتار پر نظر کی۔ تو اپنی تمام اسلامی کتب کی لائبریری مطالعہ کیلئے میرے حوالے کر دی۔ یہاں میں نے پوری دلچسپی سے اسلام کے متعلق مسلمان اور عیسائی مصنفین کی کتابیں پڑھیں۔ میں نے دیکھا کہ اسلام اپنے اصولوں کی صداقت کے باعث ترقی پذیر ہے۔ اور عیسائیت روز بروز مٹتی چلی جا رہی ہے۔ خاص طور پر اسلئے کہ اسمیں حضرت عیسیٰ کی تعلیم کا دخل بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ اور اس کی پاکیزگی۔ ہمدردی، خوف خدا اور سادگی، برائی اور دنیاوی جاہ و جلال کی حرص اور طمع سے بدل گئی ہے۔ اور اس تبدیلی کے باعث مسیحی دنیا روز بروز روحانیت سے بھٹک رہی ہے ورتباہی کے غار میں گر رہی ہے۔ اور عیسائیت کے ارکین دنیاوی خیالات کو روحانی خیالات پر ترجیح دینے لگے ہیں لیکن اس کے برخلاف اسلام ایک زندہ اور عالمگیر دین ہے۔ اسکی عظمت کا محل چند سادہ اصولوں پر کھڑا ہے، مثلاً نماز پنجگانہ۔ حج۔ روزے، زکوٰۃ۔ امت مسلمہ بڑی باقاعدگی سے ان اصولوں پر عمل پیرا ہے۔ اور یہ اصول فی نفسہٖ اسقدر آسان ہیں۔ کہ ایک معمولی فہم و فراست کا آدمی انہیں بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ یہ اصول خوف خدا کا سرچشمہ ہیں یہاں عیسائیت کی یہ حالت نہیں کہ ہفتہ کے ایک دن اسے دلی کے ساتھ گرجے گئے۔ اور اونگھتے ہوئے پادری کا وعظ سُنا۔ اور آخر تک دنیوی خیالات کی آلودگی میں مستغرق رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے اصول فطرت کے مطابق ہیں۔ یہ عظیم الشان مذہب اخوت، مساوات، انصاف اور آزادی کے ستونوں پر قائم ہے عیسائیت دنیوی ترقی کے خیالات میں غرق ہے۔ اور روحانیت کے فضائل سے عاری ہے۔ میں نے مطالعہ اسلام اور غور و فکر میں کئی سال صرف کئے جن سے مجھے اسلام کی صداقت اور اسکی (عیسائیت پر) فوقیت کا یقین ہو گیا۔ تو میں عیسائیت سے دامن چھڑا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ اسلام ہی ایک سچا اور عالمگیر مذہب ہے۔ +

صفات آلہیہ اور سیرت انسانی

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ العالی

اسلام میں مذہب کا مفہوم محض مقررہ رسوم کے ساتھ خدا کی پرستش کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا خاص مقصد انسانی کیریکٹر کی تشکیل میں مضمر ہے۔ اسلام میں پرستش الٰہی کے معنے یہ ہیں کہ انسان خدا کی ان صفتوں کی پیروی کرے۔ جو نظام فطرت میں ہویدا ہیں نیچرل تھیالوجی دراصل آیات قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اس میں خدائی صفات کا ذکر ہے۔ جن کو اگر ہم اپنے اندر پیدا کر لیں۔ تو اچھے شہری بن سکتے ہیں۔ نفس الحقیقت ہمیں خدا کی ذات کے متعلق کچھ بھی علم نہیں ہے وہ ناممکن التفہیم ہستی ہے۔ لیکن اگر کارگاہ فطرت پر نظر کرتے سے اسکی ہستی مبرہن ہو سکتی ہے۔ تو اسی فطرت نے اس ذات پاک کی چند اہم صفات کو بھی نمایاں کر دیا ہے۔ قرآن پاک نے ان کو جمع کیا۔ اور "اسمائے حسنہ" کے لقب سے پیش کیا ہے۔ اور یہ اسماء محض اُن سُنن کا نام ہیں جو انتظام کائنات میں مستعمل ہیں۔ اور کوئی شخص ہمیں اُن کے اتباع پر الزام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو تہذیب انسانی کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اسلام تو اس بات کو لازمۂ مذہب قرار دیتا ہے۔ کہ ہم سُننِ آلہیہ سے واقفیت حاصل کریں۔ اور بقولِ قرآن اگر ہم اتباع الٰہی کریں تو ہمارا ایمان کامل ہو سکتا ہے۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ مستحسن شہریت کے مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے لا ادری سے لا ادری انسان بھی ان اسماء کی ضروریات سے کس طرح بے نیاز ہو سکتا ہے بحیثیت حاکمانِ کائنات ہمیں علم حکمت جلال پاکیزگی خصلت اور نقائص سے پاک ہونے کی اشد ضرورت ہے ہمیں اپنی زندگی کے بقاء و استحکام کیلئے بہت سی چیزوں کے مہیا کرنے کی ضرورت ہے اسلئے ہمیں خود لیاقت اور قابلیت درکار ہے۔ اور یہ بھی کہ کائنات کی قوتوں کو کس طرح زیر نگیں کیا جا سکتا ہے ؟ ان باتوں کا ہمارے حیطۂ لیاقت میں داخل ہونا ضروری ہے +

قرآن اسی کو مذہب قرار دیتا ہے۔ اور اسی لئے ان باتوں کو صفات الٰہی کے ذیل میں بیان کرتا ہے ہم حسب الٰہی کو اپنا نمونہ قرار دیتے ہیں۔ اور اسکی اتباع کو طریقۂ مذہبی یقین کرتے ہیں یہ صفات

ہمارے لئے اخلاقیات کا بہترین دستور العمل مُہیا کرتی ہیں۔ اور نظم و نسق کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں +

سب سے پہلے میں "علم" کو لیتا ہوں۔ جو در اصل جُملہ اسماء پر حاوی ہے۔ اگر ہم علم حاصل کرلیں تو جُملہ باتیں ہمیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ قرآن نے حصُول علم کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ اور سات اسمائے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

(ا) عالم الغیب وہ جو غیر مشہود اور مخفی اشیاء سے واقف ہے۔ ہمارا علم اسرار کسی وقت بھی مرتبہ ایزدی تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن سائنس کے مختلف شعبوں میں ہمارا علم اور فن، فطرت کی غیر معلوم اشیاء کے سمجھنے میں ہمارا معاون ضرور ہوسکتا ہے۔ ہمارے تخمین و اندازہ کی بدولت بہت سی پوشیدہ چیزیں معلوم ہوسکتی ہیں۔ اور ہماری ذہنی آنکھ ان چیزوں کو معلوم کرسکتی ہے۔ جو جسمانی آنکھوں سے مخفی ہیں۔ نیز وہ بہت سے حقائق ہیئت بھی معلوم کرلیتی ہے۔ ہم دوسروں کے خیالات معلوم کرسکتے ہیں۔ اور اپنی پوشیدہ قوتوں کو ترقی دے کر دُور بینی کی صفت پیدا کرسکتے ہیں۔ قرآن نے ان مخفی قوتوں کا بھی بیان کیا ہے۔ در اصل جس وقت ہم قرآن کے اس حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ تو عالم الغیب کی پرستش کرتے ہیں۔ اور اسی کا نام قرآن نے عبادت الٰہی رکھا ہے +

(ب) "علیم" یعنی ہمہ دان۔ یہ خدا کا دوسرا نام ہے۔ جو شخص جُملہ اشیاء کا علم رکھتا ہے۔ جو صفت علم کا ذاتی طور پر مالک ہے۔ پس یہ اسم پاک ہم پر بھی مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کو فرض قرار دیتا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو علوم کے مختلف شعبوں میں ماہر بنائیں +

(ج) "لطیف" وہ شخص جو اشیاء کی کُنہ سے واقف ہو۔ وہ شخص جو زندگی کی دُشوار گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے، مختص یہ ہے۔ کہ لطیف کا پرستار وہ شخص ہے۔ جو اُن اشیاء سے واقف ہو۔ جو دوسروں کے حیطۂ علم میں موجود نہ ہوں +

(د) "حکیم" یہ لفظ حکمت سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنے ہیں سائنس اور دانائی۔ نیز اس کے معنے ہیں۔ اشیاء کا اس طرح استعمال کرنا جس سے بہتر طریق ممکن نہ ہو۔ صرف وہی شخص اس صفت سے متصف ہوسکتا ہے۔ جو اشیاء کے خواص کا عالم ہو +

(ہ) "بصیر" وہ شخص جو اشیاء کو مشاہدہ کُن نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ اور جس کا علم اشیاء اور مشاہدہ

اس کو اشیاء کے متعلق صحیح فیصلہ کرنے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہ لفظ بصیرت سے ماخوذ ہے جس کے معنے ہیں مشاہدہ اشیاء تاکہ علم اور تجربہ حاصل ہو +

(و) "سمیع" سننے والا وہ شخص جو ہر آواز کو سنتا ہے جو کائنات میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم سماعت کی وہ قوت پیدا نہیں کر سکتے جو خدا میں پائی جاتی ہے۔ لیکن تار برقی، لاسلکی بینات، ٹیلیفون، اور شنوائی اور سماعت کے دوسرے طریقے ہماری اس صفت میں کامیابی کی مثالیں قرار دی جا سکتی ہیں۔ جاسوسی اگرچہ ایک ناخوش آیند فرض ہے۔ لیکن عدل و انصاف قائم کرنے کیلئے ایک ایسا محکمہ بھی ضروری ہے جس کا کام مجرموں کا سراغ لگانا ہو +

(ز) "خبیر" وہ شخص جو دنیا بھر کی خبروں سے آگاہ ہو اور جو شخص اُن تمام باتوں سے باخبر ہو جو کائنات میں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ فی الجملہ وہ شخص جس کے ذرائع اطلاعات کی کوئی حد نہ ہو +

اگرچہ ان سات اقسام کے علوم کا حاصل کرنا خدا تعالیٰ کے ہر پرستار کا فرض ہے جسکی بناء پر وہ سچا مسلمان بن سکتا ہے۔ لیکن ان کا حاصل کرنا اُن لوگوں کیلئے بھی ضروری ہے جو اقوام کو اپنے زیر حکومت لانا چاہتے ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔ اس سے آگاہ ہونا بہر حال ضروری ہے۔ قرآن مجید ملکوت السموات کا ذکر کرتے وقت انسانی حکمرانوں کیلئے استنباط کا حاصل کرنا ضروری قرار دیتا ہے۔ یاد رہے۔ کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا ذکر بلند اوصاف کے ساتھ محض اس لئے نہیں کرتا۔ کہ اسکی پرستش کی جائے۔ بلکہ وہ ان طریقوں کا ذکر بھی کرتا ہے۔ جن کو ہمیں اپنے دنیاوی معاملات کے انتظام میں ملحوظ رکھنا چاہئے +

مغربی اقوام چونکہ اس قوت اور علم سے کچھ حصہ رکھتی ہیں۔ اس لئے انھیں دنیا میں دوسری اقوام پر کچھ تفوق بھی حاصل ہے۔ قرآن مجید نے چند ایسے طریقے بھی بتائے ہیں۔ جن کی بدولت ہم یہ ضروری علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اُن کی تفصیل ذیل میں درج ہے :-

(۱) نوشت و خواند کے فن کی تحصیل، یہ فن اسلام سے پہلے تقریباً ناپید تھا۔ اور در اصل انسان کی توجہ اس طرف آنحضرت کی طرف پہلی وحی میں مبذول کی گئی "پڑھ اپنے رب کے نام سے ... جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جو اسے پیشتر سے معلوم نہ تھیں" +

(۲) کان کو سننے کیلئے آمادہ رکھنا اور جو کچھ سنا جائے اُسکے متعلق صحیح فیصلہ کرنا +

(۳) آیندہ رہنمائی کیلئے ماضی کی باتوں کو یاد رکھنا +
(۴) مطالعۂ کائنات کرنا +
(۵) تاریخ اور سیر کا مطالعہ کرنا۔ تاکہ ان سے عبرت حاصل ہو +
(۶) مختلف ممالک کا سفر کرنا اور ان اقوام کے مآثر کا مطالعہ کرنا جو بر سر عروج آکر فنا ہو گئیں۔
(۷) سختی اور مصیبت سے سبق حاصل کرنا۔
(۸) الہامات ربانی کا مطالعہ کرنا۔
(۹) مراقبہ اور تفکر و تامل۔

قرآن مجید نے تدبر و تامل کرنے کے چار مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ اور مراقبہ کی ہر قسم کو ظاہر کرنے کیلئے الکتاب نے چار مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان الفاظ میں باعتبار معانی، امتیازات موجود ہیں لیکن عربی کے علاوہ دوسری زبانیں اس امتیاز کو نمایاں کرنے سے قاصر ہیں۔ اور اسی لئے صحیح مرادف الفاظ نہیں ملتے میں ان کی تشریح کی کوشش کرتا ہوں۔ مراقبہ کی چار صورتیں یہ ہیں تفقہ۔ تدبر۔ تفکر اور تعقل +

(۱) تفقہ کے معنے ہیں آلات حصول علم کو کلی استعمال کرنا۔ تاکہ حقائق اشیاء کا علم حاصل ہو سکے اور انسان بات کی تہ کو پہنچ سکے۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے۔ قرآن مجید ان کو صم بکم اور عمی کے ناموں سے پکارتا ہے۔ اور انھیں بہائم سے بدتر قرار دیتا ہے۔ اُن لوگوں کا مذکور بھی ہے جو اپنے حواس کو بطرز احسن استعمال کرتے ہیں۔ اور صحیح نتائج پر پہنچتے ہیں۔ اور اپنے ذخیرہ علم میں تجارب جدیدہ کا اضافہ کرتے رہتے ہیں +

(۲) تدبر کے معنے ہیں مشاہدہ اشیاء کرنا۔ اور اُن کے متعلق علم حاصل کرنا۔ تاکہ ہم اُن کی غایت تخلیق کو سمجھ سکیں۔ دوسرے لفظوں میں اشیاء کے مالہ و ماعلیہ سے واقفیت حاصل کرنا۔ جو ہمارے حیطہ اقتدار میں روزمرہ آتی رہتی ہیں +

(۳) تفکر کے معنی ہیں کسی امر پر مسلسل غور کرنا۔ تاکہ ہم اُسکی کنہ تک پہنچ جائیں۔ اور بمنشاء فطرت کرتا ہ ہم سنن الٰہیہ سے واقف ہو سکیں جن کے ماتحت اشیاء پیدا ہوتی اور پنپتے ہیں۔ ان مہمات میں کامیابی شخص علمی تحقیقات میں منہمک ہو اُس کیلئے تفکر شرط اولین ہے۔ اگر کسی شخص کی بلند ترین کامیابی کی

کرنا تاکہ ہمیں قوانین فطرت سے آگاہی ہو۔ اور یہ خاصہ چوتھی قسم کی طرف اشارہ کرتا ہے +

(۴) تعقّل کے معنے ہیں، اشیاء کے متعلق ایسا علم حاصل کرنا جس کی بدولت ہم ان کا صحیح استعمال کرسکیں۔ اس کیلئے ہمیں نہ صرف حقائق اشیاء سے واقف ہونا ضروری ہے۔ بلکہ اس اندازہ اور تناسب سے بھی واقفیت لازم ہے جس کے مطابق وہ استعمال ہونگی۔ اور اس صنف کے ماتحت ہم اُن کو اُسکی نہج پر استعمال کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں جس کے لئے وہ خلق کی گئی ہیں۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کوئی شخص ایسے مذہب سے کس طرح روگردان ہوسکتا ہے۔ جو تحصیل علم کو جیساکہ سابق میں مراقبہ کی صورتوں کے ماتحت بیان کیا گیا، فرض منصبی قرار دیتا ہے +

میں نے بہت سی مذہبی کتابیں اور مختلف مُصنّفین کی تصانیف پڑھی ہیں لیکن مذکُورہ بالا طریقے مجھے بیک وقت کسی ایک کتاب میں نہیں ملے۔ علاوہ بریں قرآن نے اس معاملہ میں محض، وعظ اور پند پر اکتفا نہیں کی۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ کہ وہ مناظر فطرت کی طرف مشاہدہ کرکے اپنے حقائق کو مبرہن کرتی ہے۔ اور اسکے بعد ناظر کیلئے سبق مُہیّا کرتی ہے، تاکہ وہ اُن اصولوں پر کاربند ہوسکے جو بیان ہوئے۔ اور اُسے کاربند ہونے کی تاکید بھی کرتی ہے۔ فطرت، ان مختلف صنفات علم کو جیساکہ وہ خالق میں موجود ہیں ظاہر نہیں کرتی لیکن انسان کیلئے ان کا حاصل کرنا لازمی ہے۔ اگر وہ اس کائنات کو تہذیب کے نقطۂ خیال سے مرتبۂ کمال پر پہنچانا چاہتا ہے +

علم کے بعد عظمت کا مرتبہ آتا ہے، مع اپنے مختلف اقسام کے جو ہمارے حیطۂ اقتدار میں ہیں طاقت، قوت، توانائی، تفوق، شہرت یہ سب عظمت کے مُرادفات ہیں لیکن اگرچہ یہ سب انسان کیلئے ضروری ہیں تاہم ان کا غلط استعمال بھی ہوسکتا ہے۔ اور بدقسمتی سے ہم ان کا استعمال دوسروں کی ضرر رسانی کیلئے کرتے ہیں۔ پس اس صفت میں ہمیں رہنمائی کی اشد ضرورت تھی۔ اور یہ چیز مندرجہ ذیل اسمائے باریتعالیٰ میں مضمر ہے +

العالی العلی المتعال العظیم العزیز الکبیر المتکبر الجبار القاہر القوی القدیر المقتدر القادر الجلیل الماجد +

لی توجہ انگریزی زبان، کو شامل کرکے دوسری باتیں علاوہ عربی کے اس درجہ کثیر الالفاظ نہیں ہیں! اور قلت انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا مختلف مدارج کو ظاہر نہیں کرسکتیں۔ جو ان الفاظ مندرجہ بالا میں پائے جاتے ہیں۔ (۲) کان کو سُننے کیلئے آمادہ رکھنا، وہ یہ ہیں۔ یعنی علو جس کے معنے ہیں عظمت۔ لفظ عالی یا اعلےٰ

اس بلند ترین عظمت کو ظاہر کرتے ہیں جو کسی انسان کے حیطہ اقتدار میں آ سکے اور جس کے بعد عظمت کا کوئی مرتبہ باقی نہ رہے۔ عظیم اور کبیر کی طرح جو چوتھے اور پانچویں نام ہیں پہلے پانچ نام بلحاظ معانی عموم پر دلالت کرتے ہیں عظیم اور کبیر عظمت کے جملہ مراتب پر حاوی ہیں لیکن بلحاظ شدت معانی ان کا مرتبہ "علے" کے بعد ہے نیز اُن کے بعد بھی جو اسی مادہ سے ہوں۔ یہ اس عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو کسی کی ذاتی صفت ہو۔ اور ان میں تقابل کا مفہوم بھی موجود ہے۔ عظیم وہ ہے جو دوسروں کی نظر میں ممتاز ہو کبیر اس عظمت کے اظہار کیلئے آتا ہے جو مقابلۃً ظاہر ہو۔ "العزیز" ایک کثیر المعانی لفظ ہے جس میں شوکت، قُوّت طاقت اور توانائی کا مفہوم شامل ہے۔ اور ہر اُس چیز کی ضد ہے جس میں دنارت اور کمینگی پائی جائے۔ اس کے معنی شریف معزز شاندار اور مشہور کے بھی ہیں۔ نیز اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو ناقابل فتح اور دشمنوں کے حق میں سخت گیر ہو لیکن اسمیں حکمت اور علم کا مفہوم بھی ہے۔ یعنی عزیز وہ شخص ہے جو اپنی قُوّت کو حکمت اور دانائی کے ساتھ استعمال کرے۔ المتکبر جو ساتواں لفظ ہے نیکی حسن اور شرافت میں ہماری برتری کے اندازہ کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن غرور اور گھمنڈ کا مفہوم اس سے خارج ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ جب یہی لفظ اُردو زبان میں مستعمل ہوتا ہے۔ تو اس کے معنے مغرور گستاخ اور گھمنڈی کے آتے ہیں۔ لیکن عربی میں مُتکبر کے معنے نہ مغرور کے ہیں نہ شیخی باز کے اور گستاخ کے، اور نہ اُس شخص کے جو اپنی طاقت کے اظہار کا خواہاں ہو۔ الجبار اور القہار آٹھویں اور نویں نام ہیں۔ اور اس طاقت اور اثر کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو کسی شخص کی طرف سے دوسروں کو زیر نگین کرنے میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ضروری ہے۔ کہ اس فوقیت کے ساتھ انصاف اور استواری بھی ہو اور ماتحتوں کے برُوئے کار آنے میں معاون ہو۔ ماتحت کو مثلاً اندھی طاقت یا قُوّت سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ اور حاکم یا اُس قُوّت کے مالک کو لازم ہے۔ کہ اس اندھی طاقت کو صحیح رستہ پر چلائے۔ القوی وہ شخص ہے جو جسمانی اور رُوحانی دونوں طاقتوں کا مالک ہو۔ اور ان کو دوسروں کے فائدہ کیلئے استعمال کرے۔ القادر اور المقتدر اور القدیر گیارہویں بارھویں اور تیرھویں الفاظ ہیں جن کا مادہ واحد ہے۔ اور اُن کے معنے ہیں طاقتور اور قدرت والا لیکن المقتدر اس قوت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی بدولت انسان میں سختیوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت حاصل ہو سکے۔ اور ان مہمات میں کامیابی حاصل ہو سکے جن میں لیاقت برداشت وارد ہوں۔ القدیر کسی شخص کی بلند ترین کامیابی کی

طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو حکمت اور دانائی کی بدولت حاصل ہو جس کی مدد سے وہ شخص تمام مخالفتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ الجلیل وہ شخص ہے جو ایسے کارہائے نمایاں انجام دے۔ جن کی بناء پر دوسرے لوگ دنگ رہ جائیں۔ المجید۔ وہ شخص جو فیاض اور سخی ہو مجید وہ شخص ہے جس کے اعمال دوسروں کیلئے مفید ہوں +

واضح ہو۔ کہ یہ الفاظ بعض اوقات عظمت کا خراب پہلو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ تاہم جب یہ الفاظ صفات باری کیلئے مستعمل ہوتے ہیں۔ تو حسنات کا پہلو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی لئے الف لام ان کے پہلے داخل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ الفاظ خدا کی صفات کیلئے استعمال کئے گئے ہیں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں عظمت ہمارے کیریکٹر کا ایک لازمی جزو ہے لیکن اگر اسے صفات ایزدی کے اصول پر استعمال نہ کیا جائے۔ تو وہ حیوانی قوتوں کو ہیجان میں لاتا ہے۔ اور دنیا میں ظلم و ستم کا باعث ہوتا ہے "عظمت" ایک نعمت ہے لیکن اگر حدود سے تجاوز کر جائے تو پھر انسانیت کے حق میں لعنت ہو جاتی ہے۔ قرآنی صفات باری ان حدود کی تعیین کرتی ہیں۔ جن کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو عالمگیر رحمت کا موجب ہوتی ہیں۔ اور ہماری تہذیب کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہیں +

علم اور قدرت کے بعد ہمیں اُن محاسن کی ضرورت ہے۔ جن کی بدولت ہم دنیا میں اپنے پیچھے کارنامے چھوڑ سکیں جن کی یاد لوگوں کے قلوب میں ہمیشہ تازہ رہے ہمیں حتی الوسع اس امر کی کوشش کرنی چاہئے۔ کہ جس قوم سے ہمارا تعلق ہو اُسے خودمختاری حاصل ہو جائے۔ اور ہم میں سے وہ لوگ جن کو یہ عظمت حاصل ہے یعنی جو حکمران ہیں مثلاً بادشاہ اور وہ لوگ جنہیں سیاسی سطوت حاصل ہے انھیں اس صفت کے حصول کی خاص ضرورت ہے۔ قرآن مجید نے بہرحال اس معاملہ میں بھی ہماری تقلید کے لئے ایک نمونہ بہم پہنچایا ہے۔ الحیّ اور القیّوم خدا کے دو نام ہیں۔ اور آیۃ الکرسی میں جو ایک مشہور حصہ قرآن ہے۔ اسمیں خدا کی یہ صفت بیان ہوئی ہیں (دیکھو سورۂ بقرا)

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ

حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ + ترجمہ۔ اللہ (وہ پاک ذات ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ (کارخانۂ عالم کا) سنبھالنے والا۔ نہ اُس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہے جو اُس کے اذن کے بغیر اُس کی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش (آ رہا) ہے (وہ) اور جو کچھ اُن کے پیچھے (ہو گزرا) ہے (وہ) اس کو سب معلوم ہے۔ اور لوگ اُس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر جتنی وہ چاہے۔ اسکی کرسی (سلطنت) آسمانوں وزمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی حفاظت اُس پر (مطلق) گراں نہیں اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے + (۲ : ۲۵۵)

اس آیت میں سات صفات کا بیان ہُوا ہے۔ اور جو لوگ اپنا نام نیک اس دنیا میں چھوڑنا چاہتے ہیں انھیں ان صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئیے۔ سب سے پہلے ایسی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ کہ نیند آئے اگرچہ ہمارے لئے اسکے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے۔ کہ ہم سونا چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ تو زندگی کیلئے ضروری ہے لیکن جو شخص بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں چوکنا رہنا چاہئیے۔ خواہ وہ جائداد ہو یا تجارت صنعت ہو یا حرفت۔ ثانیاً وسعت قلمرو کا ذکر کیا گیا ہے۔ انفرادی طور پر اسکے معنی ایک بڑی ریاست کے ہوسکتے ہیں یا قیمانہ پانچ صفت حکمرانوں اور ذمہ دار اصحاب دونوں پر یکساں عائد ہوسکتی ہیں +

(۱) عرض معروض کیلئے حکمران یا کسی ذمہ دار کا ماتحتوں کیلئے سہل الوصول ہونا۔ اور معاملات کے انتظام میں کسی پر خاص نظرِ عنایت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ دوسروں کو اس امر کی جرأت دلانی چاہئیے کہ وہ غیر مستحق شخص کے حق میں سفارش کرسکیں +

(۲) جملہ اشیاء کے متعلق عام معلومات اور اسمیں وسعت کا ہونا۔

(۳) غیر متعلق اصحاب سے اپنے معاملات کو صیغۂ راز میں رکھنا۔

(۴) ضروریات زندگی مُہیا کرنے میں نہ تھکنا۔ اور جو لوگ اس پوزیشن میں ہوں اُنھیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئیے +

(۵) ہر طرح عظمت کو حاصل کرنا اور ہر قسم کی عظمت کا مالک بننا۔

یہ آیت مشرق کی نوخیز اقوام کیلئے آیۂ رحمت ہے۔ مغربی اقوام میں یہ صفت کم و بیش پائی جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ کامیابی سے ہم آغوش ہیں +

اگر قادرِ مطلق خدا، کائنات کے انتظامات میں ہمیشہ مستعد ہے، زندہ ہے، اور کبھی نہیں تھکتا، تو ہمارا کیا حال ہے۔ جبکہ ہم اس قدر کمزور اور ناتوان ہیں؟ پس اگر قرآن مجید نے خدا کا ذکر اس رنگ میں کیا ہے۔ تو اسی لئے کہ ہم اپنے اندر اسی قسم کی باتوں کی اور صفات کے پیدا کرنے کی کوشش کریں +

اب میں ایک آیت اور نقل کرتا ہوں جس میں خدا کی ایسی صفت بیان ہوئی ہیں جو بادشاہوں میں دیکھی جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو جہانبانی کی خدمت سپرد کی گئی ہے۔ وہ عاجزی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہوں پر گامزن ہوں۔ اور اس کی صفات کی تقلید کریں +

وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے پاک ہے۔ تمام عیبوں سے بری ہے، امن قائم کرنیوالا ہے، حفظ و امان عطا کرنیوالا ہے، طاقتور ہے، دوسروں کو اپنی مرضی کے ماتحت لانیوالا ہے، عظمت کا مالک ہے اللہ پاک اور ارفع ہے اُس سے جس کو وہ اس کا مدمقابل بتاتے ہیں (سورہ ۵۹ آیت ۲۳) +

یہ اقتباس اس قدر واضح ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں دو صفات کے متعلق کچھ عرض کرونگا۔ اولاً "السلام یعنی امن قائم رکھنے والا" بادشاہ کیلئے صرف یہی ضروری نہیں کہ وہ اپنے ملک میں امن قائم رکھے۔ بلکہ اُسے دوسری اقوام سے بھی صلح اور آشتی کے طریق پر رہنا چاہیئے خواہ وہ اسکی محکوم ہوں یا نہوں۔ گویا اُسے صلح عمومی اور امن عالمگیر کے قیام میں کوشاں ہونا چاہیئے۔ دوسری صفت ہے "الجبار" یعنی وہ ذات اعلیٰ دوسروں کو اپنی مرضی کے ماتحت لاسکتی ہے۔ اور اُن کے افعال کو اپنی قوتِ ارادی کے ماتحت سرزد کرا سکتی ہے۔ کہ وہ محکومی رعایا کے حق میں مفید اور فائدہ رساں ہو۔ نہ کہ صرف حکمران کے جذبات نخوت کو تسکین دینے کا ذریعہ۔ افسوس ہے کہ غیر اقوام کی حکومت میں محکوم اقوام کو ہمیشہ تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ محض حکمرانوں کے عیش و عشرت کا موجب ہو سکیں۔ جو دوسرونکو کمزور کرکے اپنے آپ کو طاقتور بنانا چاہتے ہیں "الجبار" اس فوقیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو لوگوں کو اُن باتوں سے روکتی ہے جو خود اُن کے مفاد کے منافی ہیں۔ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کیلئے مجبور کرتی ہے۔ رعایا کی جانب بادشاہوں کے فرائض کے متعلق پھر لکھونگا۔ جبکہ "رحمٰن" اور "رحیم" کی تفسیر بیان کی جائیگی" +

بقیہ مضمون صفحہ ۲۵۷ رسالہ ہذا

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مکتوبات

مکتوب نمبر ۲۵

اقصائے بعید سے سویڈن کا ایک مراسلہ

جناب معزز! ابھی آپ کا گرامی نامہ ملا۔ میں آپ کا ممنون ہوں۔ کہ آپ نے مجھے اپنی سوسائٹی کا ممبر قرار دیا ہے۔ انگریزی ترجمۃ القرآن کے دیکھنے پر مجھے مسرت حاصل ہوئی۔ اور مجھے یہ کامل اُمید ہے۔ کہ بہت جلد ہم اس ترجمہ کو سویڈن کی زبان میں بھی دیکھینگے۔ کیونکہ اہل سکنڈانیویا کو اسلام جیسے دلربا اور خوبصورت مذہب سے روشناس کرنے کیلئے اس ترجمہ کا سویڈنی زبان میں کیا جانا از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نصرت عطا فرمائے۔ اور وہ دن بھی ہمیں دیکھنا نصیب کرے۔ جبکہ سٹاک ہالم (دارالخلافہ سویڈن) میں مسجد تعمیر ہو جائے +

عریضہ ہذا کے ساتھ ہی میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ مبلغ دس ایس ڈبلیو کرونن (مساوی دس شلنگ) بھیجتا ہوں۔ اور ذیل میں اپنے قبولیت اسلام کا حال اجمالاً عرض کئے دیتا ہوں:-

کچھ عرصہ ہوا۔ میں ایک سیاح کی حیثیت سے بمقام ٹیونس گیا۔ جہاں میں اپنے قیام کے دوران میں عربوں کے دلکش اخلاق و اطوار سے بیحد متاثر ہوا۔ جن میں سے اکثر کے ساتھ میں نے رابطۂ اتحاد پیدا کیا۔ اور ان سے عربی سیکھنے کا متمنی ہوا۔ چنانچہ ایک دوست نے مجھے زبان عربی کا درس دینا شروع کیا۔ لیکن ابھی بمشکل دو سبق ہی لینے پایا تھا۔ کہ اپنے اس دوست سے میں نے مذہب اسلام کے متعلق چند ایک استفسارات کئے۔ جن کے جوابات نے مجھے مسحور کر دیا۔ پس مذہب اسلام ہی مجھے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اور اس دن سے زبان عربی کی تعلیم و تدریس اسلامی مباحث سے متبدل ہوگئی۔ اور مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی۔ کہ دنیا بھر میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو صحیح معنوں میں منزل من اللہ ہے۔ میں جو اب اسلام قبول کر رہا ہوں۔ اسکی بیشتر وجہ رسالہ اسلامک ریویو اور کتب اسلامی کا مسلسل مطالعہ ہے۔ میرے قبولیت اسلام پر میرے عیسائی دوست بہت ہی چراغ پا ہو گئے ہیں۔ مگر اسلام جیسے مذہب حقہ کی خاطر میں ہر عزیز سے عزیز چیز قربان کرنے کو تیار ہوں +

آپ کا مخلص۔ محمد نصیب عبداللہ۔ بونو۔ کلمر از سویڈن

مکتوب نمبر ۲۶

مسٹر جولین تاوار وجومالون کا قبول اسلام

از منیلا جزائر فلپائن

مکرم ومحترم خواجہ کمال الدین صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری رُوح اسنے بلندی کی طرف پرواز کی ۔جبکہ میں نے پہلی بار اسلام (مذہب حق وصداقت) کا مطالعہ کیا۔ اور اب جبکہ میں اپنی قبولیت اسلام کے متعلق آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں میں پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ رُوحانی رفعت محسُوس کرر ہا ہوں ۔ بلاشُبہ یہ ایک مسلمہ حیز ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے سے مجھے بیحد مسرت حاصل ہُوئی ۔ اور اب بھی صرف اسی کی طفیل میں اپنے تئیں رُوحانیت کے بلند مقام پر پاتا ہوں ۔میرے تو وہم وگمان میں بھی نہیں آتا ۔کہ کس سماوی تحریک نے مجھے اس سیدھے سادے مذہب صداقت وامن کے مطالعہ کی طرف رہنمُونی کی ۔ ورنہ میں عمر بھر غفلت وجہالت کے اتھاہ گڑھے میں ٹامک ٹوئیے مارتا رہتا ۔مروجہ مذاہب میں چونکہ بالعموم تحکمانہ رنگ پایا جاتا ہے ۔ لہٰذا اسلام کا ان سب پر تفوق ایک ناقابل تردید حقیقت ہے +

میں اپنے معزز ماموں معراج الدین صاحب کا ممنُون احسان ہوں ۔جو مسلمان ہیں ۔ اور جن کے پاس نو ماہ منیلا میں ٹھیر کر میں نے اسلام کے متعلق کافی معلومات حاصل کیں +

میرے ماموں لاہور (ہندوستان) کے باشندے ہیں ۔ اور تقریباً بیس سال سے منیلا میں اقامت گزین ہیں۔ اُنھوں نے شادی بھی وہیں کی ۔ اور اب بھی ہیں اپنے تین بچّوں کے ساتھ امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔میرے ماموں صاحب اسلامی معاملات میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ اُنکی پیہم مساعی کی وجہ سے مینٹنوا اور سولو کے بہت سے طلباء نے اسلام سے واقفیت حاصل کرلی ہے۔ وہ منیلا کی مسلم ایسوسی ایشن کے سرگرم ممبر ہیں ۔ اور اب وہاں تعمیر مسجد کے لئے فراہمی فنڈ میں سرگرم عمل ہیں ۔میں شہر کیبو کا ایک طالبعلم ہوں ۔ اور جب میں منیلا کی سٹیٹ یونیورسٹی میں ادبیات کی تعلیم کیلئے آیا تو خوش قسمتی سے میری رہائش کا انتظام ماموں صاحب کے گھر میں ہی ہوا ۔ وہیں مجھے اسلام سے واقفیت حاصل ہُوئی ۔ اُن کے ہاں اسلامی کُتب کا

کچھ ذخیرہ تھا۔ جس میں قرآن کریم انگریزی اور رسالہ اسلامک ریویو کی کاپیاں بھی تھیں جنہیں وہ یونیورسٹی کے طلباء میں مفت تقسیم کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن جملہ کتب و رسائل کا شوق سے مطالعہ کیا۔ اس سے پیشتر مجھے کبھی بھی ایسے عمدہ۔ اور دلچسپ اور دلنشین مطالعہ سے محظوظ ہونے کا اتفاق حاصل نہیں ہوا تھا۔ جب میں "کیتھولک" تھا تو مذہبی مسائل کے متعلق میں اکثر شاکی رہا کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے میرا حقیقت میں کوئی مذہب نہ تھا۔ چنانچہ عرصہ تک بالکل دہریانہ زندگی بسر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اچانک اسلام آسمان سے ایک ایسا نور بن کر آیا۔ جس نے میری روحانی ظلمت و جہالت کو دُور کر دیا۔ اور اب تو میں اپنی زندگی میں اس نور کے تاثرات کو مشہود اور مرئی رنگ میں محسوس کر رہا ہوں +

گو ابھی تک مجھے اسلام سے کما حقہٗ واقفیت نہیں لیکن پھر بھی اپنی بساط کے مطابق میں گھر اور باہر برابر اپنے حلقہٗ احباب میں اس کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ گو یہ صحیح ہے۔ کہ جب میں نے یہاں کے مسیحی احباب کو کلمۂ حق کی طرف بُلایا۔ تو معاً میری شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ تاہم میں جانتا ہوں۔ کہ وہ ابھی خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور بہت جلد بیدار ہو جائینگے۔ اُن کیلئے صرف ایک مبلغ کی ضرورت ہے۔ اور تمام جزیرہ میں سوائے ہم چند منہڈانوی نومسلم بھائیوں کے اور کوئی بھی اسلام سے آشنا نہیں۔ ہائی سکول کی دوسری جماعت میں جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے۔ اُس کا مصنف نہایت ہی گمراہ کُن اور متعصب واقع ہوا ہے۔ اسلئے طلباء کے نزدیک اسلام توپ و شمشیر کے مذہب کے نام سے مشہور ہے لیکن بفضلہٖ اس کذب و افتراء کی حقیقت کو بے نقاب کرنے میں علی العموم مجھے صرف چند ہی لمحے صرف کرنے پڑتے ہیں +

جب میں نے اسلامک ریویو کی کاپیاں اپنے دوستوں کو مطالعہ کیلئے دیں۔ تو وہ انھیں پڑھ کر رقیق القلب ہو گئے۔ ان میں تعصب و بغض کی جگہ رواداری پیدا ہو گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہلِ فلپائن کے اندر فقط۔ ایک ایسے مبلغ کی ضرورت ہے جو انھیں جہالت کے اُن بندھنوں سے مخلصی دلائے جو ہسپانیہ کے مسیحی اس مُلک میں اپنے ساتھ لائے +

اہلِ فلپائن عموماً "کیتھولک" مذہب کے پیرو ہیں۔ اور ابھی تک صرف اسی ایک مذہب کے دلدادہ

چلے آتے ہیں۔ جسے ان پر پورا پورا تسلط حاصل ہے۔ مجھے کامل یقین ہے۔ کہ دورِ حاضرہ کی تعلیمی و تبلیغی تگ و تاز بہت جلد مروجہ عیسائیت کا بوداپن اُن پر منکشف کردیگی۔ اور عنقریب وہ اپنی اُس حیثیت سے آگاہ ہوجائیں گے جو عیسائیت حاضرہ کے زیر تربیت اُنہیں حاصل ہے۔ پروٹسٹنٹ مذہب جو یہاں امریکہ کی فاتح قوم لائی۔ اور جس نے ہزاروں باشندگان جزیرہ کو مفتون کیا ہوا ہے۔ گو کیتھولک مذہب کی نسبت ذرا اصلاح شدہ ہے۔ مگر تحکمانہ عقائد آخر کار اس کا بھی طغرائے امتیاز ہیں +

میرے دل و جان اسلام کی نذر ہیں۔ اور میں نے اس کا مزید مطالعہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ تاکہ نور و صداقت کی کرنوں کو میں دیگر دوستوں تک پھیلا سکوں +

میرا اس پر کامل ایمان ہے۔ کہ یہی ایک مذہب متخالف اقوام کو ایک مستحکم اخوت و برادری میں منسلک کرسکتا ہے۔ آج سے پیشتر کبھی بھی میں نے امن و سکون بخشنے والی راحت و طمانیت کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی اس سے پیشتر مجھے کبھی حقوق اللہ و حقوق العباد کے تحفظ کا احساس ہوا۔ اسلام اور صرف اسلام نے ہی مجھ میں یہ موجودہ انقلاب عظیم پیدا کیا ہے۔ میں یہاں مکرر اپنے ماموں صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اپنی وہ اسلامی کتابیں دیں۔ جو میری رشد و ہدایت کا موجب ہوئیں +

جناب ماموں صاحب کے مشفقانہ مشورہ کے ماتحت میں اپنی تصویر ملفوف کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرا فوٹو میرے اُن مسلم بھائیوں اور بہنوں کی مسرت کا موجب ہوگا۔ جو دور و دراز ممالک میں رہتے ہیں میں انہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ اسلام کا پیغام دراصل محبت۔ آشتی۔ امن اور رضائے الٰہی کے سامنے تسلیم خم کرنے کے مترادف ہے۔ اور اگر اسلام صحیح طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے۔ تو طول و عرض دُنیا کے غیر مسلم احباب بھی اس کے دلدادہ ہوسکتے ہیں۔ میں اُس وقت کے انتظار میں مضطربانہ طور پر چشم براہ رہونگا۔ جبکہ اسلامی نور سے معمورہ عالم منور ہوجائے۔ اور تمام نسل انسانی میں محبت آشتی اور امن کا دور دورہ ہوجائے۔ میرا عیسائی نام جولین نادوار وجومالون تھا۔ میرے تمام خویش و اقارب اب بھی کٹر قسم کے کیتھولک عیسائی ہیں۔ ازراہ کرم اسلامک ریویو کے تمام سابقہ نمبر یا کم از کم وہی نمبر مجھے بھیج دیں۔ جو آپ کے نزدیک میری اسلامی معلومات میں ازدیاد کا موجب ہوسکتے ہوں +

تمام مسلم بھائیوں اور بہنوں تک میرا ہدیہ سلام پہنچا دیں +

آپ کا شکرگزار بھائی

حبیب الرحمان جومالون

مکتوب نمبر ۲۷
مسٹر ڈیوڈ موریسن کا مکتوب

کولمبو ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء

جناب محترم! رسالہ اسلامک ریویو دنیا کے افسردہ دل طبقہ کیلئے ایک حقیقی نور ہے۔ ہم تو مطلق مذہب کو ہی بھول گئے ہوئے تھے۔ جبکہ اچانک "ریویو" نے ہمارے سامنے مذہب کا ایک جدید تخئیل پیش کیا۔ مذہب کو ہم نے محض بے لطف اور غیر مفید سمجھ کر ترک کیا تھا۔ مگر "ریویو" نے تو اسمیں از سر نو جان ڈال دی ہے۔ قطع نظر روحانی فوائد کے اب تو دنیوی نقطۂ خیال سے بھی مذہب موجب منفعت معلوم دیتا ہے۔ گویا بالفاظ دیگر خلوص دل سے مذہب کی اتباع اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہر لحاظ سے موجب راحت و برکت ہو سکتا ہے +

اگر کسی مذہب میں صحیفۂ قدرت کے اُن ربانی راہوں پر چل کر دُنیوی مہمات کو سر کرنے کی تعلیم موجود ہے۔ جو ہر جگہ دائر و سائر ہیں۔ تو پھر ایسے مذہب سے کیسے مفر ہو سکتا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ ہر سمجھدار انسان کو اس کی متابعت کی آرزو کرنی چاہیئے عیسوی مذہب میں تو جیسا کہ ہمیں جتلایا جاتا تھا مفلسی و ناداری موجب تفاخر شمار کی جاتی ہے۔ مگر قرآن کی رو سے یُسرت و فراوانی منجملہ صفات الٰہی ہیں۔ میں نے خدا کے اُن تمام صفاتی اسماء کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ جو مسٹر قدوائی نے رسالہ "اسلامک ریویو" کے صفحات میں اپنے ایک مضمون کے سلسلہ میں جمع کئے ہیں۔ اگر ان اسماء الٰہیہ کی اتباع ہی بنی نوع انسان کا مذہب ہو جائے۔ تو اس کا نتیجہ لازماً اعلٰے تہذیب اور ارفع تمدن کی صورت میں ظہور پذیر ہو کیونکہ یہ نام اُن جملہ امور کے حامل ہیں جن کی ضرورت میدان عمل میں لاحق ہوتی رہتی ہے۔ المختصر جس مذہب کا تذکرہ ریویو کے صفحات میں پایا جاتا ہے۔ وہ تو کامیاب زندگی کے لئے ایک اکسیر ہے بالخصوص اس صورت میں جبکہ ہماری عبادتِ الٰہی کی علت غائی یہی ہو۔ کہ ہم اپنے آپ کو اوصاف ربانی سے متصف کریں +

ہاں یہاں ایک مسئلہ تشریح طلب ہے ہمیں بتلایا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم انسان میں خُدا کی توحید کا شدید جذبہ پیدا کرتا ہے لیکن کیا اس صورت میں جبکہ ہم اس کی مثل اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کریں۔ ہماری توحید پرستی میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا +

آپ کا وفادار
ڈیوڈ موریسن

ہم مسٹر موریسن کی مشفقانہ تنقید کے بیحد ممنون ہیں۔ اُنکے خط کو بجنسہ ہمنے جناب خواجہ کمال الدین صاحب کیخدمت میں بھیج دیا ہے +

یہ ایک عام مشاہدہ ہے۔ کہ اگر ہم بطورِ مثال فنِ نقشہ کشی میں کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو نمونہ کیلئے ہم مناظر قدرت کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن ہمارا نقشہ خواہ کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو۔ وہ بہر حال اصل نہیں کہلا یا جا سکتا۔

بلکہ وہ مجازاً ہوتا ہے۔ یہی حالت ہماری ہے۔ کہ تکمیلِ اخلاق میں اخلاقِ خداوندی کو ہم نمونہ بنانے سے ہم خُدا کے شریک نہیں بن جاتے +

علاوہ ازیں چُونکہ خُدا خُود ایک غیر محدُود ہستی ہے۔ لہٰذا اس کی صفات بھی غیر محدُود ہیں۔ جن میں صرف وہی یکصد اسماء حسنٰے قرآن میں مذکور ہیں۔ جن تک ہمارا ذہن پہنچ سکتا ہے۔ اور جنہیں ہم اپنے اندر پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثلاً خدا السمیع (سُننے والا) ہے۔ اور انسان بھی سمیع (سُننے والا) ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ انسان خدا کا شریک بن گیا۔ بلکہ خُدا کی صفت حقیقی ہے۔ اور انسانی صفت مجازی +

مترجم

مکتُوب نمبر ۲۸

کیمبرج یُونیورسٹی کے ایک طالبعلم کا مکتوب

ہیمپسٹیڈ

جنابِ معزز! میں کیمبرج یونیورسٹی کا ایک متعلّم ہُوں۔ اور مذہبِ اسلام اور قرآنِ کریم کے مطالعہ کا بے پایاں شوق دل میں رکھتا ہُوں۔ آج تک اسلام کے متعلق جن جن انگریزی مصنّفات کا میں نے مُطالعہ کیا ہے۔ وہ سر بسر عیسوی تعصّب سے لبریز پائی گئیں۔ میں آپ کا بیحد ممنُون ہونگا۔ اگر آپ مجھے ایسے اسلامی ادبیات سے مطلع فرمائیں جو مسائلِ حاضرہ۔ مثلاً عورت کی حیثیت۔ نکاح۔ تعلیم۔ اخلاق۔ سیاسیات اور بالخصُوص اشتراکیت قوانینِ صلح اور عصیانِ مدنی پر روشنی ڈال کر میری رہنمائی کا مُوجب ہوں +

بنفسِ خُود آپ کی مسجد میں جانے سے مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ آپ اس قسم کے استفسارات کا خندہ دلی سے جواب دینے کو تیار ہیں۔ اسی لئے یہ عرض لکھنے کی جسارت کی گئی ہے۔ وگرنہ میں آپ کو کبھی تکلیف نہ دیتا +

آپ کا مخلص

جیمس وڈ

مندرجہ بالا خط کے موصُول ہونے پر ہم نے صاحبِ خط کو کچھ پمفلٹ ارسال کر دیئے تھے۔ جو موضوعاتِ بالا پر مشتمل تھے۔ انہیں مطالعہ کر چکنے کے بعد آپ نے پھر اور کتب کا آڈر بھیجا۔ جس کی تعمیل حسبِ سابق کر دی گئی۔ چنانچہ اس دفعہ آپ نے مسئلہ تقدیر پر زیادہ زور دیا تھا +

آفتاب الدین احمد قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد		رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ		رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ریویو و کتب خانہ و اشاعت اسلام	۱	۸	.	۱۰۵۹	خرچ ووکنگ مشن ریویو کتب خانہ اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان	.	۱۰	۱۴	۶۰۲۹
آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو	۲	.	۸	۲۲۴					
آمد ریزرو فنڈ - - - -	۳	-	.	۴۰					
	-	.	۸	۱۳۲۳			۱۰	۱۴	۶۰۲۹

دستخط — فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ — تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ و رسالہ اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۵/۳۲	.	جناب محمد حنیف صاحب - آرہ مشن	-	۴	۱
״	۶	مسلم خاتون صاحبہ معرفت مسٹر آغا لال شاہ برق صاحب پشاور مشن	-	.	۱
.	۸	جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور نصف مشن نصف ریویو	-	-	۲۰
		״ خواجہ جلال الدین صاحب ״ مشن	-	-	۱
		ملازمین دفتر ״	-	۸	۱
۳ ۵/۳۲		جناب محمد بشیر خان صاحب دوسیل	-	.	۱۲
۴ ۵/۳۲	۲۴	میسرز نظام الدین صاحب بٹ گجرات مشن	-	۱۰	۱
۶ ۵/۳۱	۲۹	جناب اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب	-	.	۲
״	۳۵	اعلیحضرت حضور نواب صاحب ریاست منگرول مشن	-	.	[illegible]
״	۳۶	جناب عبد الحق صاحب گجرات ״	-	.	۵
۷ ۵/۳۲	۳۱	״ مرزا غلام محمود صاحب چغتائی ٹمکور ״	-	-	۲
״	۳۹	״ محمد محفوظ الکریم صاحب تالگیو ״	-	.	۴
۱۰ ۵/۳۲	۳۸	״ کے ایچ منیار صاحب بیجاپور ״	-	-	۲
۱۱ ۵/۳۲	۶۰	״ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور ״	.	.	۵
۱۱ ۵/۳۲	۶۱	جناب نذیر احمد صاحب بمبئی بوجہ فیض رسالہ اسلامک ریویو و عطیہ امداد مشن	.	.	۱۰
۱۳ ۵/۳۲	۷۳	میسرز سلطانی اینڈ کو ینبو افریقہ مشن	-	.	۵۰
״	۷۶	جناب محمد علی صاحب بلوچستان مشن	.	-	۵
״	۷۷	״ عبد الکریم صاحب بلوچستان ״	.	.	۲
״	۹۰	״ محمد سمیع صاحب صدیقی حیدر آباد رسالہ اشاعت اسلام و اسلامک ریویو	.	-	۱۰
۱۹ ۵/۳۲	۹۲	جناب ڈاکٹر این اکبر خان صاحب مانگلور مشن	-	.	۲
۲۱ ۵/۳۲	۱۰۴	״ آغا محمد ابراہیم صاحب جوانی مشن	-	.	۲
״	۱۰۵	״ مشتاق احمد صاحب بھوپال مشن ۲۶ رسالہ اشاعت اسلام ۳	-	۸	۲۹
۲۳ ۵/۳۲	۱۲۱	״ شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد مشن	-	.	۲۰
۲۴ ۵/۳۲	۱۲۲	״ بشیر حسن صاحب کاکوری ״	-	.	۱
״	۱۲۷	״ بابو عبد الخالق صاحب بلوچستان ״	-	.	۱
״	۱۲۸	״ لفٹننٹ حبیب اللہ صاحب جہلم ״	-	.	۵
۲۵ ۵/۳۲	۱۳۴	״ قاضی سید خادم حسنین صاحب لکھنؤ مشن	-	.	۳
״	۱۴۲	״ صبیح الدین صاحب دھلی مشن	.	.	۲
۲۶ ۵/۳۲	۱۴۵	״ فضل الدین احمد صاحب گوالیار ״	-	-	۱۵
״	۱۴۷	״ محبوب جان صاحب دھارواڑ ״	-	.	۲
۲۷ ۵/۳۲	۱۵۲	״ عبد الکریم صاحب بلوچستان ״	-	.	۲
۲۸ ۵/۳۲	۱۶۲	״ قاضی منہاج الدین صاحب جھنڈو ادکن مشن	-	-	۲
۳۰ ۵/۳۲	۱۶۵	״ چودھری محمد نور غنی صاحب گجرات مشن	-	۱۴	۷
۳۱ ۵/۳۲	۱۷۲	״ منہاج الدین صاحب سرگودہ مشن	.	.	۱۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء	۸	۶	۵۹۵
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء	-	.	۱۲۵
		میزان	.	.	۱۰۵۹

نقشہ نمبر ۲ — تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۵/۳۲	۷	جناب اہلیہ صاحبہ کے ایس محمود صاحب لاہور	.	-	۲
	۸	جناب خواجہ عبد الغنی صاحب ״	-	۸	۲
	۹	״ کے ایس محمود صاحب ״	.	.	۳
۱۰ ۵/۳۲	۴۹	״ علی احمد صاحب بہاولپور ۲۰ کاپی	-	-	۱۰۰
״	۵۰	״ محمد مستانہ بشیر صاحب مدراس ۵ کاپی	-	.	۲۵
۱۱ ۵/۳۲	۶۳	״ ظرافت اللہ صاحب بیرمھوم ۲ کاپی	-	.	۱۳
۱۸ ۵/۳۲	۸۲	״ منیجر صاحب اخبار سہیلی لاہور یک کاپی	.	.	۵
	۸۶	جناب محمد ارشاد علی صاحب رڑکی ۲ کاپی	-	.	۱۰
۲۱ ۵/۳۲	۱۰۳	״ صوبیدار غلام جیلانی خان صاحب جالندھر ״	-	.	۲۵
۲۵	۱۳۵	״ شہاب الدین صاحب دیور یک کاپی	-	-	۵
۲۷ ۵/۳۲	۱۵۴	״ ایم اے سبحان صاحب آرہ یک کاپی	-	.	۵
۲۸ ۵/۳۲	۱۵۷	״ مرزا افضل محمود خان صاحب کلاچی ״	.	-	۲۵
	۱۵۸	״ نواب نظامت جنگ بہادر حیدر آباد ״	.	.	۵
		کل ۴۵ کاپی	-	۸	۲۲۴

نقشہ ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ مئی ۱۹۳۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰ ۵/۳۲	۱	جناب محمد سلطان حسن خان صاحب بلند شہر	۰	۰	۳۰		۲	جناب عبدالستار صاحب بیج گنج	۰	۰	۱۰
								میزان	۰	۰	۴۰

نقشہ ۴ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ بابت ماہ مئی ۱۹۳۲ء در ہندوستان و انگلستان

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۵/۳۲	۱	تنخواہ عملہ لاہور مع بونس و جزو تنخواہ نائب امام مسجد ووکنگ	۸	۱۰	۹۹۲
۳ ۵/۳۲	۲	پیشگی رقم برائے سفر خرچ جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد از لاہور تا ووکنگ	۰	۰	۲۰۰۰
۶ ۵/۳۲	۳	جلد سازی بابت اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام مئی ۱۹۳۲ء	۰	۰	۳۰
″	۴	کتابت رسالہ اشاعت اسلام اپریل ۱۹۳۲ء	۰	۹	۳۵
″	۵	میسرز ترتے۔ پی اڈیوانی۔ کاغذ برائے سرورق رسالہ اشاعت اسلام اپریل ۱۹۳۲ء تا اکتوبر ۱۹۳۲ء	۰	۸	۴۹
″	۶	طباعت رسالہ اسلامک ریویو اپریل ۱۹۳۲ء بحوالہ بل نمبر ۴۶۵	۰	۱۰	۲۵۷
	۷	سفر خرچ امام مسجد ووکنگ و اکونٹنٹ مشن برائے سفر بھوپال	۶	۱۴	۱۸۹
	۸	ایسٹرن کمپنی برائے اخراجات جہاز متعلقہ کتب و کاغذ آمدہ از لندن	۰	۱۵	۱۳۵
	۹	پیشگی امپیریسٹ برائے دفتر ماہانہ	۰	۰	۲۵
۱۲ ۵/۳۲	۱۰	پیشگی رقم بجناب نائب امام مسجد ووکنگ مع وضعت	۰	۱۱	۶۸۳
	۱۱	بل سائرہ دفتر لاہور بتفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۱۹۹۴ تا ۳ ۲۲۳۴ = ۹ - ۱۱ - ۱۱۲ - کتب خریدکردہ برائے دفتر ماہانہ - قالین ڈکشنری ... ۲ - تاریخ ماہانہ وغیرہ ... سٹیشنری برائے دفتر ... The Prophet of Islam ... خرچ متفرق - چار صندوق برائے ووکنگ ... میزان بابت ماہ مئی ۱۹۳۲ء ... بیرنگ خطوط و بلٹی برائے محصول کاغذ پرچہ ووکنگ سے وصول ہوا	۰	۰	۵۰
۱۹ ۵/۳۲	۱۲	بل سائرہ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از رجسٹر نمبر ۲۰۵ تا ۱۹۸۴ - اشاعت اسلام ... مشن ماہانہ کل ... کتب خریدکردہ متعلق نماز ... اکیڈیم فلسکیپ کاغذ ... سٹیشنری ... چپراسی بنک ... چپراسی پریس ... چپراسی دفتر ۲ روپے میزان ... متفرق خرچ ... کاغذ) ... مہروں کی درستی ... بابت ماہ اپریل ۱۹۳۲ء ...	۰	۰	۱۵۰
۲۲ ۵/۳۲	۱۳	پیشگی رقم برائے ووکنگ بذریعہ لائیڈ بنک ووکنگ ۵۰ پونڈ	۸	۱۰	۶۶۶
″ ۵/۳۲	۱۴	دفتر لاہور امپیریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۳۵ تا ۸۱ ... کرایہ دفتر اپریل ۱۹۳۲ء ... سٹیشنری ... سٹیشنری دفتر کیلئے ... پریس و کاغذ ... اشتہارات بابت رسالہ اشاعت اسلام ... اشاعت اسلام کا ترجمہ ... کتب خریدکردہ غسل مصطفیٰ ...	۰	۰	۱۵۰
۳۰ ۵/۳۲	۱۵	میسرز پنجاب نیشنل بنک بابت ادائیگی وضعت میسرز ایسٹرن ایکسپریس اینڈ کو کراچی بحوالہ نمبر ۴ ۱۴۷۶ متعلق کاغذ اسلامک ریویو	۰	۶	۳۷۳
″	۱۶	بل سائرہ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۱ تا ۵۳ ... کاغذ اسلامک ریویو ... کتب انگریزی اسلام اور مسیحیت و انگریزی تمدن اسلام کرایہ گاڑی ... وی پی از میسرز ... اینڈ کو کلکتہ - بلاک اسلام و مسلم پریئر و ڈاکخانہ کے منی آرڈر کے وضعت ... متفرق سیوی ...	۰	۰	۱۵۰
		میزان کل خرچ	۱۰	۱۴	۶۰۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یورپ میں اشاعتِ اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں:-

(۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپین نومسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے

(۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے

(۳) مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔

(۴) لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نومسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس پر یکصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے

(۵) رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زاید مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع دعوت سے کی جاتی ہے یہ مجمع مسلمین نومسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۶) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

(۷) تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نومسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے

(۸) انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نومسلمین و غیر مسلمین کو مفت نذر کی جاتی ہیں۔

(۹) مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جن میں مسلم نومسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے

(۱۰) عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

(۱۱) اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا واحد مشعل بردار ماہواری انگریزی رسالہ۔ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت۔ اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نومسلمین کے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر رسالہ کو فوٹو کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے۔ جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ... مفت تقسیم و طلبہ سے ... محصول ڈاک نمونہ مفت۔

(۱۲) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں۔ جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطہ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جملہ تبلیغی جدوجہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

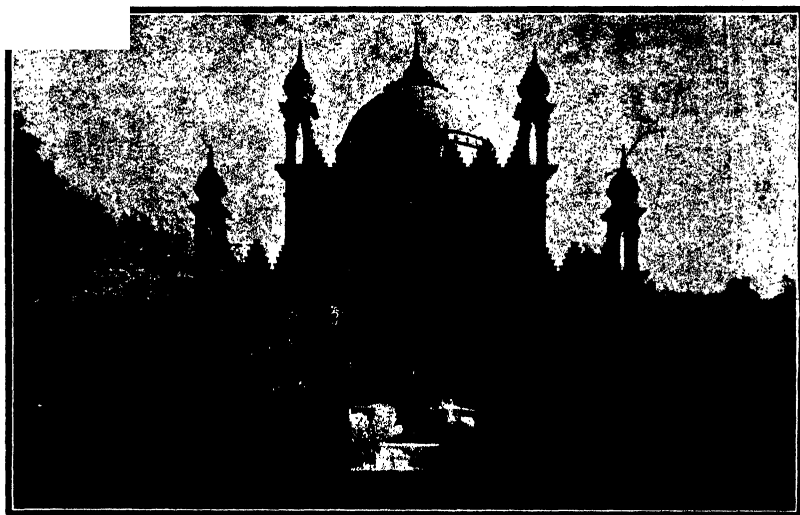
مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں مولا داد خاں پرنٹر چھپ کر خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ ۔ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیِ مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (سے) سالانہ — قیمت پانچ روپے (ص) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اُردو) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ قائم رکھنا۔

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا۔

(۳) انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۴) سستے سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

(۵) اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

ہ۔ ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking
Surrey, England.

۵۔ بنکرس۔ لائڈز بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ۔ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] معہ محصول ڈاک۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبہ و مفت تقسیم کے لئے [illegible] معہ محصول ڈاک

تمام خط وکتابت بنام } سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)



Mr. Abdullah Unö Küller.

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء

مقالات

دعوتِ عمل

اشاعتِ سابقہ میں مقالات کے تحت ہم نے مشن کے وجود کی اہمیت سیاسی نقطۂ نگاہ سے بیان کی تھی اور واقعات حاضرہ پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ موجودہ دورِ تشتت وتفریق میں اگر کوئی ایسی تدبیر ہو سکتی ہے جو اُمّتِ مرحومہ کے کھوئے ہوئے اقتدار کو واپس لائے۔ تو وہ صرف تبلیغ اسلام ہی ہے لیکن بدقسمتی سے جس مرض کے ازالہ کیلئے یہ دوا تجویز کی گئی تھی اُس نے مسلمانوں کے اجتماعی نظام کو اِس قدر پریشان کر رکھا ہے۔ کہ مرض کو پہچان لینے کے باوجود اُس کے علاج کی کوئی فکر نہیں کرتے ہاں جن افرادِ ملّت کے سینوں میں محبّتِ اسلام کی کچھ تھوڑی بہت تڑپ ابھی تک باقی ہے اُن کا جوشِ عمل ضرور اب بھی شوکتِ اسلامی کا نقشہ پیش کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ ووکنگ مسلم مشن کا احیاء وبقاء بھی ایسی ہی ہستیوں کی عزم کوش ساعی کا شرمندۂ احسان ہے مگر اُن کی مجموعی حیثیت ہرگز اس کی متحمل نہیں ہو سکتی کہ تمام ملّت کی فلاح کا بیڑا انکے لیے سر پر رکھ دیا جائے۔ مزید براں سُنّتِ الٰہی بھی یہی ہے۔ کہ اگر تم سب (مل کر) خدا کی مدد کروگے۔ تو وہ تمہاری مدد کرے گا" ورنہ بنی اسرائیل کی طرح قومی اُمور کو کلیتہً افراد کے سپرد کرنیوالی اور اپنے رہنماؤں سے "اذھب انت وربک انا ھھنا قاعدون" کہتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر جی چرانے والی قوم بشارتِ الٰہی سے محروم رہجاتی ہے +

پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح وہ ہر ایسی مخلصانہ صدا پر توجہ سے کان لگانے کیلئے تیار رہے۔ جو موجودہ مشکلات سے ملّتِ اسلامیہ کو مخلصی دلانے کیلئے کسی دردِ دل رکھنے والے مسلمان کے منہ سے نکلتی ہے۔ اسی طرح وہ اُس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرے جبتک ملّت کا ہر ایک فرد اپنے نفس کا جائزہ نہ لیگا کہ ملی آواز پر اُس نے کس حد تک لبیک کہا ہے اور تعمیر قوم میں

اُس نے کسقدر جانی و مالی قربانی سے حصہ لیا ہے۔ تب تک کوئی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی۔ اور قومی فلاح کی کوئی صورت نہیں بن سکتی +

تبلیغ اسلام خواہ وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ خواہ خود مبلغ بن کر اسمیں حصہ لیا جائے۔ یا کسی تبلیغی ادارہ کی مدد کرتے ہوئے اسمیں تبلیغ کا فرض عمل لایا جائے بہر حال وہ انسان کیلئے دوگونہ فوائد کا پیغام لاتی ہے۔ خدا کی راہ میں جانی و مالی ایثار سے ایک تو خود انسان کے اندر محبت الٰہی کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی ایک مسلم کا منشائے حیات ہے۔ اور دوسرا تمام ملت قعرِ گمنامی سے نکل کر سطوت و شوکت کی بلند سطح پر پہنچ جاتی ہے جس سے انسان کی دنیوی مشکلات کا حل ہو جاتا ہے اور پھر طرفہ یہ کہ تمام فرقہ وارانہ تنازعات کا کلی سے خاتمہ ہو کر قوم میں حقیقی تنظیم کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ پس ان فوائد کے پیشِ نظر اس دورِ انحطاط میں ہم ہر مسلمان کو **دعوتِ عمل** دیتے ہیں کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر **تبلیغ اسلام** کیلئے مردِ میدان بنے۔ یا تو خود مبلغ بنے اور یا پھر کسی تبلیغی جماعت کی امداد کرے +

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ موجودہ دور میں جبکہ ملت اسلامیہ بیشمار فرقوں میں بٹ چکی ہے ایک ایسی تبلیغی جماعت بھی موجود ہے۔ جو فرقہ پرستی کی لعنت سے پاک ہے۔ **ووکنگ مسلم مشن** ایک ایسا رجسٹرڈ شدہ تبلیغی ادارہ ہے۔ جو تمام مسلمانوں کی امانت ہے۔ تمام اسلامی فرقوں سے ایک ایک نمائندہ منتخب کر کے اسکی انتظامیہ کمیٹی بنائی گئی ہے بیس سال سے ممالک غربیہ میں مشن کی تبلیغی کوششیں جاری ہیں اس نے جو خوشگوار نتائج پیدا کئے ہیں وہ ماسوا ان نو مسلمین کے جو آئے دن علم اسلام کے نیچے آنے کا فخر حاصل کرتے رہتے ہیں نصف یورپ کے مذہب سے علانیہ بیزاری کی صورت میں دنیا کے سامنے ہیں۔ نفسیات کے جاننے والے اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ بشپ آف برمنگھم جیسے انسانوں کیلئے بیس سال کے عرصہ کے اندر اندر دو ہزار سال کے مسلمہ عقائد کو ترک کر دینا کسقدر صعب تر چیز ہے۔ پس مشن کی یہ کامیابی اہلِ بصیرت کے سامنے کچھ کم کامیابی نہیں +

مشن کو اس وقت یہ فوری ضرورت پیش آگئی ہے۔ کہ ماڈرنسٹ جماعت یا بالفاظ دیگر نصف یورپ کو اس قدر کثیر تعداد میں اسلامی لٹریچر مفت مہیا کیا جائے۔ جو انکی اس فطری خواہش کی تسکین کر کے انھیں علم اسلام کے نیچے لے آئے۔ جو ان کیلئے غیر فطری عقائد عیسائیت کو ترک کرنے کا باعث بنی ہے۔ اس غرض کیلئے اور پھر بعض دوسری ضروریات کا مقابلہ کرنے کیلئے مشن مسلمانوں سے فوری امداد کا محتاج ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسی لئے پچھلی دفعہ ہم نے **ایک لاکھ روپیہ** کی اپیل کی تھی۔ یہ اپیل کسی فرد واحد سے نہ تھی۔ بلکہ چالیس کروڑ مسلمانوں سے تھی۔ پس کیا چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے صرف ایک لاکھ بھی ایسے صاحب عزم اور درد دل رکھنے والے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ جو ہماری دعوتِ عمل پر لبیک کہیں؟ لہذا جو صاحب بھی اس میں حصہ لینگے۔ اور اسکی کامیابی کیلئے ہمیں اپنے مشورہ سے بہرہ اندوز کرینگے اُن کے نام رقم عطیہ اور مشورہ درج رسالہ کیا جائیگا +

اس اپیل کا مخاطب صرف طبقۂ ذکور ہی نہیں بلکہ مستورات کو بھی اس میں عملی دعوت دی جاتی ہے۔ پس جیں

بھائی تک ہماری آواز پہنچے اس کے ذمہ یہ دوسرا اسلامی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مستورات کو اسکی طرف متوجہ کرے +

تعارف رسالہ ہذا جس صاحب کی تصویر کا حامل ہے انہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے۔ گذشتہ جولائی کے رسالہ اشاعت اسلام میں اُن کے خط کی نقل درج کی جا چکی ہے۔ جو اُن کے خلوص ایمان کی زبان حال سے شہادت دیتا ہے آپ کا اسلامی نام عبداللہ ایونو کلر ارکھا گیا ہے آپ سویڈن کے باشندے اور رسالہ اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ کے خریدار ہیں +

ایک مفید علم انکشاف

مکرمی خواجہ صاحب!

السلام علیکم۔ یہ چند سطور اگر تو آپکے مذاق کے مطابق ہونگی دوسرے یہ باتیں اہل ہمم کے لئے خضر راہ ہونگی اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اسے اپنے صحیفہ میں درج فرمائیں +

میں دُعا کا از حد قائل ہوں۔ اکثر دست بدعا رہتا ہوں۔ اور اپنے متعلقین کیلئے تو بہت ہی دُعائیں کرتا ہوں۔ آج سے تین ماہ پہلے ایک عزیز مہمان کے کہنے پر میں نے پھر کل خاندان کیلئے سموار دُعا کرنی شروع کی۔ چنانچہ تیسری چوتھی رات اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ایک طرح اپنے میں رُوحانی انتشار کو پایا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ وقت مقبولیت کا ہے میں نوفل کے فکر میں تھا۔ کہ مجھ پر پھر غنودگی طاری ہوگئی۔ کچھ منٹوں کے بعد کشفی حالت پیدا ہوگئی۔ اور اسی صورت میں ذیل کی دُعا میری زبان پر بہ تکرار جاری ہوئی +

"اے خدا میرے خاندان کو مُقتدر کر۔ اے خدا میرے خاندان کے ممبروں کو لوگوں کی نگاہ میں مقتدر کر" کچھ وقت تک یہی دُعا اُسی حالت میں جاری رہی۔ پھر مجھے ہوش آگئی +

الہامی دُعاؤں کے متعلق میرا تجربہ ہے۔ کہ یہ ایک اشارہ ہوتا ہے۔ کہ مانگی ہوئی بات تو مقدر ہو چکی ہے۔ لیکن اُس کا ظہور کسی خاص فعل پر منحصر ہے۔ جو اس شخص نے کرنا ہے۔ اس خیال نے مجھے متامل کردیا۔ صبح ہوگئی۔ تو اچانک مجھے خیال پیدا ہوا۔ کہ اس لفظ کو لُغت میں دیکھوں۔ چنانچہ لُغت دیکھنے سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ مُقتدر وہ لوگ کر دیئے جاتے ہیں۔ جن کی راہ میں ایسے امُور عالیہ پیدا ہوں جو استقامت کو چاہتے ہوں۔ اور وہ استقامت کے ساتھ ان امُور کو سرانجام دیں۔ اس مکاشفے کی مُراد یہ تھی۔ کہ جن کے متعلق یہ دُعا کی گئی اُن کی زندگی میں امُور عالیہ تو ضرور پیدا ہونگے۔ اگر اس وقت اُنھوں نے صبر و استقامت سے کام لیا۔ تو صاحب عزت و اقتدار ہو جائینگے۔ خُدا تعالیٰ بیسیوں کو صاحب اقتدار کر دیتا ہے لیکن سنت اس کا یہی ہے۔ ہاں

مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اس خاندان کی اولاد میں خدا تعالیٰ بالیقین امورِ عالیہ پیدا کردیگا۔ اگر انہوں نے ہمت و حوصلہ سے کام لیا۔ تو یقیناً یہ لوگ دنیا میں مقتدر ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ امور نصیب کرے مگر جن نے ایک ادنےٰ سی تحریص پر ڈگمگا جاتا ہو۔ وہ کبھی اس طرف خیال ہی نہ کرے۔ والسلام

مورخہ ۹/۴۴ ۱۲

ہر گدا را بر درت ناز دگر

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی خصوصیت اور اس کی تبلیغی جدوجہد

۱۔ مشن دنیائے اسلام کا واحد بین الملّی ادارۂ تبلیغ ہے +

۲۔ کسی خاص فرقہ سے اس کا تعلق نہیں +

۳۔ اس کا انتظام ایک ٹرسٹ (جمیعۃ امناء) کے ہاتھ میں ہے جو تمام اسلامی فرقوں کے چیدہ اشخاص پر مشتمل ہے

۴۔ ٹرسٹ باقاعدہ طور پر گورنمنٹ سے رجسٹرڈ ہے +

۵ مشن کے ماتحت ہر ماہ رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) زیرِ صدارت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مبلغ اسلام نکلتا ہے۔ جو ذیل کی خوبیوں کا حامل ہے :۔

(ا) مشرق و مغرب کے مسلم اہل قلم رسالہ کی قلمی معاونت انجام دیتے ہیں +

(ب) غیر مسلم مصنفین نے جو اسلام کی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کر رکھی ہے اس کا ازالہ کیا جاتا ہے +۔

(ج) اسلام کا صحیح نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے +

(د) معارفِ قرآن اخلاقی معاشرتی۔ تمدنی اور اقتصادی نقطۂ نگاہ سے بیان کیے جاتے ہیں +

(س) رسالہ انگلستان میں تدوین پانے کی وجہ سے زبان کی غلطیوں سے بالکل پاک ہوتا ہے +

(ص) دیدہ زیب کاغذ اور طباعت کے علاوہ ہر ماہ نو مسلمین کے فوٹو رسالہ کی صوری خوبی کو دوبالا کرتے ہیں

۶۔ ماہوار رسالہ اشاعت اسلام (اردو) نکلتا ہے جس کا بیشتر حصہ اسلامک ریویو انگریزی کا ترجمہ ہوتا ہے حضرت خواجہ صاحب کے مضامین خصوصیت سے اس کی معنوی زینت کا باعث ہوتے ہیں۔ نو مسلمین کے فوٹو بھی دیئے جاتے ہیں +

۷ دونوں رسالے بلادِ عربیہ اور ہند میں غیر مسلم احباب و خواتین کو کثرت سے مفت بھیجے جاتے ہیں +

۸ رسالہ اسلامک ریویو دنیا کی تمام مشہور لائبریریوں کو مفت بھیجا جاتا ہے +

۹ مشن کے ماتحت ایک اسلامی اکاڈیمی قائم ہے۔ جس کا تصنیف کردہ اسلامی لٹریچر مشرق و مغرب کے غیر مسلم حلقوں میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے +

۱۰۔ ووکنگ (انگلستان) میں مبلغ بھیجے جاتے ہیں۔ جن کا کام حسب ذیل ہے :۔

(ا) پانچوں وقت مسجد ووکنگ میں نو مسلمین کو نماز پڑھانا اور درسِ قرآن دینا +

(ب) مختلف برطانوی سوسائٹیوں کے جلسوں میں تبلیغی لیکچر کرنا +

(ج) ہر ہفتہ لندن میں نماز جمعہ کے بعد جلسہ کرکے غیر مسلم مدعوئین کو تبلیغ کرنا +

(د) عید میلاد النبی اور دوسری عیدوں کے موقع پر عظیم الشان جلسے منعقد کر کے اسلام پر لیکچر دینا +

(س) امریکہ، افریقہ اور دیگر مغربی ممالک کے غیر مسلموں کو خط و کتابت و ترسیل کتب اسلامی کے ذریعہ تبلیغ کرنا +

"تلک عشرۃ کاملہ"

انعام یافتگی و مغضوبیت

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

قرآن کریم نے سب سے اول انسانی زندگی کے دو بھاری سے بھاری مسائل کو حل کر دیا۔ اولاً ربانی انعام یافتگی کیا ہوتی ہے۔ اس کے حصول کا کیا طریقہ ہے۔ ثانیاً غضب الٰہی سے کیا مراد ہے۔ اور ہم کس طرح اس سے بچ سکتے ہیں۔ سب سے اول تو ہمیں قرآن نے اس راز سے آگاہ کیا۔ کہ خدا کا فضل یا اس کا غضب کسی قومیت اور کسی خاص ملک یا خاندان سے وابستہ نہیں۔ بلکہ ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک ہر ایک انسان خدا کے فضل اور اسیطرح غضب کا ایک ہی طور پر مورد ہو سکتا ہے۔ فضل و غضب سے مراد یہ نہیں کہ کسی کو کچھ روپیہ ملجائے۔ یا برعکس غضب خدا تعالےٰ اُسے طرح طرح کی تکالیف میں ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو صحیح راستے کی ہدایت و توفیق اولاً دی جاتی ہے۔ یہی وہ نعمت ہے۔ کہ جس کی نظیر دُنیا میں نہیں۔ اس ہدایت کا قائم رہنا۔ اور ہر وقت اسی کی طرف سے اس کا آنا ہی فضل و انعام ہے۔ بالمقابل اس فضل کے یہ ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ہدایت اول کے بعد انسان کو کوئی مزید ہدایت نہ دے۔ اور اُسے اپنے حال پر چھوڑ دے ایسا انسان دن بدن اُلٹی راہیں اختیار کرتا ہوا ایک گونگے۔ بہرے یا نابینے کی حالت تک پہنچ جاتا ہے اور اُسے صحیح راستے کی توفیق نہیں ملتی۔ اور اس طرح وہ اپنے اعمال کے نتائج سے تباہی تک پہنچتا ہے۔ اس کا نام غضب الٰہی ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھکر ایک تیسری حقیقت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ کہ غضب و فضل کی یہ دو حالتیں انسان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں اس امر کو تو قرآن کریم نے نہایت واضح طور سے کئی مواقعہ پر بیان کیا۔ ان کے بعد ایک چوتھی حقیقت بھی قرآن کریم نے بیان کی۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا کا فضل اس کے غضب پر ہمیشہ سبقت لے جاتا ہے۔ خدا کا غضب تو اسی قدر نازل ہوتا ہے جس قدر کہ ہمارے اعمال ہمیں مستحق ٹھیراتے ہیں۔ اس پر بھی عذاب سے پہلے معافی کا دروازہ کھل جاتا ہے لیکن جب اصلاح کی بجائے معاصی کا نتیجہ تمرد ہوتا ہے۔ تو عذاب کے سوا چارہ نہیں رہتا یعنی فضل الٰہی رُک جاتا ہے لیکن بدی کرتے کرتے انسان جس وقت بھی نیکی کی طرف مائل ہو جائے۔

توخدا کا فضل فی الفور اس کے شامل حال ہو جاتا ہے۔ یعنی عذاب الٰہی کے آنے میں جس قدر ڈھیل سے کام لیا جاتا ہے۔ بالمقابل فضل الٰہی کے ظہور میں وسعت اور جلدی سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ وہی حقائق ہیں۔ جو خالق کائنات میں نظر آتے ہیں۔ البتہ ہمیں متنبہ کرنے کیلئے قرآن کریم ہی ایک الہامی کتاب ہے جس نے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا۔ میرے نزدیک تو الہام کا یہ ایک بھاری فرض ہے۔ کہ ہمیں کائنات کے خالق اور اس کے حکمران کی راہوں سے اطلاع دے۔ فرمانروا کی حکومت تلے ہم نے رہنا ہے۔ اگر ہم اسکی سُنن سے واقف نہوں۔ تو اس سے بڑھ کر ہماری کیا بدبختی ہے۔ چونکہ یہود انعام و غضب الٰہی کے طریق مبرہن کرنے کی ایک بہترین مثال تھے۔ اسلئے قرآن کریم نے شروع میں اور جابجا اسی قوم کا ذکر کیا ہے +

اب میں سُورۃ بقرہ کو شروع کرتا ہوں جسمیں خصوصاً یہ امور بالتشریح بیان کئے گئے ہیں قرآن کے پڑھنے والے پر فرض ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ان حقائق کو اپنے سامنے رکھے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ خدائے قرآن اور خدائے کائنات کے یہی راستے ہیں۔ وہ اچھی طرح جان لے۔ کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی کا اصُول حاکم فطرت کے سامنے ہے۔ اس نے انسان کو فطرتاً اچھا پیدا کیا۔ مگر اسکی استعداد میں بدی کا ارتکاب کر سکتی ہیں۔ اگر وہ قوانین فطرت پر کاربند نہو۔ تو اس کی مشیت نے پہلے سے ہی ثواب و غضب کو تجویز کر رکھا ہے۔ تو انین علی النتائج پر ہی دُنیا چل رہی ہے۔ چونکہ یہ قوانین اٹل ہیں۔ اور خُدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا نام عربی زبان میں تقدیر آیا ہے۔ والّا تقدیر وہ نہیں۔ جو ہم نے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ طبعاً بُرے نتائج کے پیدا ہونے پر ہمارا نفس ہمیں ملامت کرتا ہے۔ مگر ہم نفس لوّامہ کی اس آواز کو یہ سمجھ کر دبا دیتے ہیں کہ ہماری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ اگر ہم ان حقائق صادقہ کو آٹھوں پہر اپنے سامنے رکھیں۔ تو نہ صرف قرآن کریم کا بہت سا حصّہ ہمیں سمجھ آ جاتا ہے۔ بلکہ زندگی کے بہت سے لاینحل مراحل بھی طے ہو جاتے ہیں۔ اور ہم بہت سے بر امور سے بچ جاتے ہیں۔ نتائج کے اٹل (تقدیر) ہونے پر یقین رکھنا ہی کامیابی اور راحت کی کنجی ہے۔ اسلئے سُورۃ البقرہ کے شروع میں ہی قرآن کریم نے جہاں کامیابی کے چھ اصُول بتائے ہیں۔

وہاں آخری اصول " و بالآخرۃ ھم یوقنون " بتایا ہے +

ربانی الہام بہترین الہام الٰہی ہے

مذکورہ بالا امور سے یہ تو ظاہر ہو گیا۔ کہ ہمیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہے۔ تو صحیح راستہ پر چلنے کیلئے ہدایت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ میسر آجائے۔ تو کوئی دینی دُنیوی راحت ایسی نہ ہوگی۔ جو ایسی ہدایت پر چلنے والے کے شامل حال نہو۔ چونکہ یہ ہدایت الہام ربانی کے ذریعے آتی ہے اسلئے اس کا ہمارے لئے ایک بہترین نعمت الٰہی ہونا ظاہر ہے۔ لیکن بدقسمتی سے الہام الٰہی عام حالات میں نہ صرف مفقود ہی ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کے وجود تک سے بھی انکار ہو چکا ہے لیکن اس کی ضرورت اور اہمیت سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اس وقت علمی طبقے نے نہ صرف خالق کائنات کو ہی تسلیم کر لیا۔ بلکہ یہ بھی مان لیا۔ کہ اس کی راہوں کے صحیح طور پر دریافت ہونے اور اُن پر چلنے سے ہی ہر قسم کی فلاحِ انسانی وابستہ ہے۔ چنانچہ علمی اکتشافات اور اس میدان میں موجودہ جدوجہد کی وجہ بھی یہی ہے۔ لیکن اگر علمی طبقے نے اس کے وجود سے انکار کیا۔ تو صرف اس لئے کہ اس کا وجود کہیں نظر نہ آیا۔ اور جو الہامی کتابیں تسلیم ہو چکی ہیں۔ اُن میں بھی اکثر اہل علم کے نزدیک اس قابل بھی نہیں کہ انھیں خالق کائنات کی طرف منسوب کیا جائے۔ اب دوسری طرف کُل قدیمی نوشتہ جات الہام کے وجود پر شہادت دیتے ہیں۔ توریت اور قرآن کریم (سُورۂ بقرہ) سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خُدا تعالیٰ رات دن موسیٰ کی قوم سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ اب چونکہ جدید علمی طبقے نے یہ ربانی رنگ نہیں دیکھا۔ اس لئے بائبل کو اور اُس کے ساتھ قرآن کو بھی قصے کہانیاں سمجھتے ہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا ان لوگوں نے اُن امور کو بھی اپنے اندر پیدا کیا جو الہام پانے کے مناسب حال تھے۔ وہ کونسا امر کائنات میں ہے۔ جس کی دریافت کسی کوشش کو نہیں چاہتی۔ ان علمی اکتشافات کیلئے جس انہماک کی ضرورت ہے۔ کیا اس کا عشرِ عشیر بھی الہام کی جستجو میں خرچ ہوتا ہے۔ دیکھ لیا جائے۔ کہ موجودہ علمی انہماک نے کس قدر اعلیٰ الوری نتائج پیدا کیئے۔ علمی صداقتوں نے تو نہ صرف کلیسیا کی ہی کایا پلٹ دی۔ بلکہ بقولِ بشپ رپن کلیسیا متمنّی ہے۔ کہ سائنس کی سرگرم کوششیں دس سال کیلئے بند ہو جائیں۔

سائنس اور الہام دونوں بہن بھائی ہیں۔ دونوں باتیں امورِ مخفیہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ تم ایک مثال کیلئے قدیمی نوشتہ جات کو ایک تاریخ کے رنگ میں دیکھو۔ موسوی زمانے کے اسرائیلی گو ضرورت پر خدا کی طرف متوجّہ ہوتے تھے لیکن وہ عموماً جنابِ موسیٰؑ سے ربّانی ہدایت کیلئے درخواست کرتے تھے۔ کیا اس قسم کی طلب آج علمی طبقے میں ہے یا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اگر دیکھا جائے۔ تو الہامی بارش نے ایک برسات کا رنگ اختیار کر لیا۔ یوں تو ہر ایک نبی کا زمانہ ہی ایک طرح ربّانی الہام کا موسم ہوتا ہے۔ لیکن اس تڑپ اور تلاش کو دیکھا جائے جو حضرت ختمُ المرسلین کے صحابۂ کرامؓ میں الہامِ الٰہی کے متعلّق تھی۔ وہ تو الہام کیلئے ہی جیتے تھے۔ کس بےچینی کے ساتھ اس بات کے منتظر رہتے تھے۔ کہ خدا کی طرف سے تازہ پیغام کیا آیا ہے۔ وہ اس امر کیلئے دیوانہ وار آنحضرت صلعم کے پاس جاتے تھے آخر کار برکاتِ سماوی اُن کے بھی شاملِ حال ہوگئیں۔ اور آیندہ صدیوں تک بھی نظر آئیں حتےٰ کہ مصلحتِ خداوندی نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ ہر صدی کے شروع میں کوئی **مُجدّد** مبعوث ہو۔ وہ کوئی نیا مذہب نہیں لاتا۔ بلکہ اس کا ایک بڑا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ مکالمۂ الٰہیہ کی روایات اس کے وجود سے قائم رہیں۔ اور اس کی صحبت کی طفیل یہ رنگ اور مسلمانوں میں بھی آ جائے لیکن یہ یاد رہے۔ کہ خدا کسی کا ساجھی نہیں۔ اُسکی جناب میں ہندو مسلم سب برابر ہیں۔ اس نے خود فرمایا ہے :- وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (جو ہمارے معاملے میں کوشش کرتے ہیں ہم اُنھیں اپنا راستہ بتاتے ہیں) یہ راستہ سب کیلئے کھلا ہے۔ لیکن مسلمان گو معدودے چند ہی ہیں۔ ایمان پاکر الہام پانے کی کوشش کرتے ہیں باقی غیر مسلم دُنیا میں کہاں ایسی کوشش کرنے والے ہیں۔ جب ہر ایک امر میں سُنّت اللہ یہی ہے۔ کہ کھٹکھٹانے کے بعد ہی کسی پر کوئی دروازہ کھولتا ہے۔ تو کیوں امورِ الہام میں مستثنےٰ ہو۔ علمی طبقہ انکارِ الہام میں اُس وقت حق بجانب ہوتا۔ جب وہ اس کوشش میں ناکام رہتے۔

اِسی ضمن میں ایک اور امر بھی قابلِ غور ہے۔ ہر ایک بات کے حصول کے لئے ایک نہ ایک راستہ مقرر ہے۔ اب خود اہلِ علم غور کرلیں۔ کہ جب الہام کیلئے بھی کوئی راستہ مقرر ہے

تو وہ کب اس پر چلتے ہیں - وہ راستہ قرآن کریم میں ہے - اور وہ ایسا ہے - کہ جس پر کسی اہل علم کو اعتراض نہیں ہو سکتا - اس کے متبرّ خط و حال تین ہیں! **اول** - اعمال حسنہ **دوئم** - دوسروں کی ایذا رسانی سے بچنا - اور اس کے لئے خدا کی راہوں کو جن کا بہترین مظہر صحیفۂ قدرت ہے - دریافت کرتا - اور ان پر چلنا - **سوم** - پیرتق امور کے لئے خوض و فکر کرنا - جسے اصطلاح مذہب میں ذکر و فکر کہتے ہیں - اب کوئی مسلمان ہو یا نہ ہو اس پر عمل کر کے دیکھ لے - خدا تعالے نے الہام کے ثبوت میں ایک فاسق اور فاجر کو بھی ایک آدھ الہام سے محروم نہیں رکھا - کیونکہ سچی خوابیں الہام کی پہلی منزل ہیں - اب صرف ایک بات رہجاتی ہے - کہ آیا صاحبِ الہام ہونے کی بھی ضرورت ہے یا نہیں ہم آئے دن ایک نہ ایک مصیبت میں ہوتے ہیں - مشکلات کے وقت ہمیں صحیح راستہ نظر نہیں آتا - یہ وہی وقت ہے - جب ہمیں خدا کی طرف سے کسی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے - مکالمۂ الہیّہ نہ صرف ان مشکلات کے حل کیلئے ہوتا ہے - بلکہ اس کے طفیل انسان ہر ایک مشکل کا مقابلہ کر سکتا ہے - وہ ہر قسم کی انسانی کمزوریوں پر غالب آکر راحت کی زندگی بسر کرتا ہے - مٹھی بھر آدمی ہزاروں کا مقابلہ کر لیتے ہیں - کیونکہ صحابہ کرام اور ان کے تابعین ایک تھوڑی سی تعداد میں دشمن کے جم غفیر پر غالب آجاتے تھے - ایک تو انھیں اپنی کامیابی اور نصرت کی بسا اوقات پہلے سے ہی بشارت ملجاتی تھی - جسے قرآنی اصطلاح میں سکینت کہا گیا ہے - دوسرا وہ لاکھ زندگی پر ایک شہادت کو ترجیح دیتے تھے - پھر جب اس دل گردہ کے آدمی میدان جنگ میں آاتریں - اور ان کے مقابل دس گنا بھی ایسی جماعت ہو - جو نتائج کے متعلق خوف و خطر میں ہو - تو کیوں اول الذکر اپنے دشمنوں پر غالب نہ آجائیں - یہ تو ایک جنگ کا نمونہ ہے لیکن انسانی زندگی کے ہزاروں مراحل ہوتے ہیں - جو اس قسم کی مشکلات سے خالی نہیں ہوتے لیکن ایک ملہم ربانی ہر ایک کام میں کامل اطمینان کے ساتھ ہاتھ ڈالتا ہے (ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون) +

پرستش کا اسلامی تخیل

بقلم مسٹر کے کیو ڈ اس

پرستش کے اسلامی تخیل کو اُن تخیلات سے مخلوط نہیں کرنا چاہئے۔ جو پرستش کے متعلق دیگر مذاہب میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ، جو قرآن کا خدا ہے، وہ نہ تو عبادت کا خواہاں ہے اور نہ تعریف یا شکرگزاری کا طلبگار ہے (قرآن کریم سورت ۱۷: آیت ۱۵) اگر ہم اسکی عبادت کرتے ہیں تو ہمیں ہمارا اپنا ہی بھلا ہے (۱۷: ۷) یہ قول ممکن ہے۔ کہ ایک منکرِ خدا کے نزدیک قرآن کی طرف سے محض دعویٰ ہی معلوم ہو، لیکن اگر وہ اس شخص کی دماغی کیفیت کا مطالعہ کرے جو کسی کو محبوب رکھتا ہے۔ تو اُسے اس محبت کا نتیجہ یہ نظر آتا ہے۔ کہ محبت کرنیوالا اپنے محبوب میں جس بات کو اچھی یا پسندیدہ سمجھتا ہے۔ اُسے اختیار کر لیتا ہے۔ اگر ہم اپنا اخلاقی ضابطۂ عمل اور وہ علم جو رکھتے ہیں۔ ان دونوں کا مطالعہ کریں۔ تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ ہم ان کو لے کر پیدا نہیں ہوئے (۱۶: ۷۸) بلکہ ہم نے دوسروں سے بطرز تقلید حاصل کیا ہے وہ ہمیں اچھے معلوم ہوئے۔ اور اس لئے ہم نے اُنھیں اختیار کر لیا۔ تب ہم نے اُنھیں پیار کرنا شروع کیا۔ بعد ازاں پرستش شروع کی۔ اور پھر محبت بھی جبکہ ہم محبوب کی پرستش کرنے لگیں اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے +

اگر اچھے شہری کیلئے کیریکٹر کا ہونا پہلی شرط ہے تو ہمیں کیریکٹر بنانے کے لئے دو چیزوں کی اشد ضرورت ہے پہلے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حقیقی پرستش یہ ہے۔ کہ ہم اپنے معبود کے طریقوں کی نقل کریں۔ اور دوسرے یہ کہ ہمارے معبود میں وہ صفات ہونی ضروری ہیں جن کی بدولت عمدہ کیریکٹر بن سکے +

واضح ہو کہ جو شئے محض ہمارے حواس کو خوش کرتی ہے، وہ حقیقی اخلاق کی تحریک نہیں کر سکتی۔ جمالیاتی ذوق ایسی اشیاء کو پسند کر سکتا ہے لیکن یہ چیزیں کیریکٹر نہیں بنا سکتیں۔ وہ شئے روح ہے نہ کہ جسم جسے اس بلندی کی ضرورت ہے۔ جو غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جو شئے ہمیں حقیقی

غور و فکر سے روکتی ہے ۔ اُسے ہماری عبادت سے خارج ہو جانا چاہئیے ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی مساجد زینت سے پاک ہوتی ہیں ۔ وہ تو خُدا کے گھر یعنی مکہ معظمہ کے طرز پر بنی ہوتی ہیں چار سادہ دیواریں (خروج ۲۰ : ۲۴) اور ایک بغیر تراشا پتھر بطور سنگ بنیاد کے (خروج ۲۰ : ۲۶) اور اسی لئے اسلامی عبادت میں موسیقی اور گانا یا خوشبو وغیرہ یہ باتیں نہیں ہوتیں ۔ بیشک ان باتوں سے دماغ کو ایک قسم کی مسرت ضرور حاصل ہوتی ہے لیکن وہ رُوح کو نشہ میں مُبتلا کر دیتی ہیں ۔ علاوہ بریں جب کبھی ہم ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں موسیقی ہو یا کوئی عمدہ منظر ہو تو ہمیں اسی قسم کی لذّت محسُوس ہوتی ہے ۔ ممکن ہے ان چیزوں سے غور و فکر میں کچھ امداد مل سکے لیکن یہ چیزیں ہمیں گمراہ بھی کر دیتی ہیں ۔ لُطف تو اسی میں ہے کہ ہم اپنی رُوح کی موسیقی سُنیں ۔ اور اپنے اندر وہ مسرت پیدا کریں جو ابتداءً اس مسرت سے مشابہ ہوتی ہے ۔ جو موسیقی کے آلات سے حاصل ہوتی ہے ۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں اس مسرت سے بلند تر پرواز کرنی چاہئیے ۔ تاکہ ہم کسی مغالطہ میں نہ پڑیں ہمیں لازم ہے ۔ کہ ہماری عبادت ان تمام لوازمات سے پاک ہو جو دوسرے مذاہب میں محبُوب سمجھی جاتی ہیں ۔ ہماری عبادت میں خالص مراقبہ ہونا چاہئیے ۔

ہمیں تلاوت اور جسمانی حرکات کی بھی ایک حد تک ضرورت ہے ۔ پہلی بات مراقبہ کو مدد پہنچانے کیلئے اور دوسری بات یکسانیت کو دُور کرنے کے لئے ۔ علاوہ بریں مراقبہ کیلئے مختلف جسمانی اوضاع مختلف آدمیوں کو مفید ہوتے ہیں ۔ لیکن عبادت میں حرکات کا منشاء یہ ہونا چاہئیے ۔ کہ خُدا کی عزّت اور بڑائی کا اظہار ہو ۔ اور تلاوت میں خُدا کی ان صفات کا ذکر ہونا چاہئیے جن کو ہم اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ ہم کو اپنے معبُود کی خوبیوں کا تصوّر کرنا چاہئیے ۔ تاکہ افعال کیلئے تحریک حاصل ہو سکے ۔

لیکن خُدا وراءُ الکائنات ہے ۔ اور ہمارے حواس کی دسترس سے بالاتر ہے (۶ : ۱۰۴) یہ کہنا مُہمل ہے ۔ کہ وہ معلوم ہو سکتا ہے ۔ لیکن اس کا بھی انکار نہیں ہو سکتا ہے ۔ کہ ہم اس کی ہستی کا بذریعہ اس کی بعض تجلیات کے احساس کرتے ہیں ۔ اگرچہ بہت سے بُدھ ملحدانہ میلان ظاہر کرتے ہیں ۔ لیکن واضح ہو ۔ کہ مہاتما بُدھ قطرت میں ادراک یہ حرم اور

فیاضی پر اعتقاد رکھتے تھے۔ پس اگر ذہنیت کی حالت یہ ہو تو پھر ہم ذات مدرک کے وجود سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟ خدا کا کوئی نہ کوئی تصور، ہمارے مراقبہ کیلئے ضروری ہے۔ ادعائی الہیات سے تو ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ فطرت بذات خود، اپنے صانع پر بہترین دلیل ہے۔ اگر کائنات بہترین تہذیب کی حامل ہے۔ اور اس ذات کی کاریگری ہے جو بہترین صفات رکھتی ہے۔ تو ہمیں اپنے معبود کا پتہ فطری الہیات کی مدد سے لگانا چاہئے۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور غلط اصولوں پر چل کر ممکن ہے۔ کہ ہم غلط نتائج پر پہنچ جائیں۔ پس قرآن کا نازل کرنے والا کس قدر مہربان ہے۔ جس نے ہمیں اس تکلیف سے بچا لیا۔ کہ ہم فطرت کے صفحات کا جانسوزی سے مطالعہ کریں۔ اگر کائنات اپنے صانع کی بعض صفات کی طرف اشارہ کرتی ہے، تو وہ وہی ہیں جو قرآن نے اللہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔ کتب مقدس نے تمام صفات کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف اُن اسمائے حسنہ کا جو ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اور جن کی ہم تقلید کر سکتے ہیں۔ اگر نبی کریمؐ نے ہمارے مذہب کو صرف اس فقرہ میں بند کر دیا۔ کہ "اپنے اندر الٰہی اخلاق پیدا کرو" تو یہ بات قرآن ہی نے بتائی ہے۔ اس کتاب نے ہمیں خدا کی سو صفات کا علم عطا کیا ہے۔ اور قرآنی اصطلاح میں عبادت کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم اپنے اندر، ان اسماء کے تصور کی بدولت الٰہی کا رنگ پیدا کر لیں۔ پس اگر ہم خدا کی تمجید کرتے ہیں (۷ : ۱۸۰) جبکہ قرآن کا خدا کہتا ہے۔ کہ مجھے کسی کی عبادت کی احتیاج نہیں (۳۱ : ۱۲) تو ہم دراصل اس آیندہ نفس کی تمجید کرتے ہیں جو ہمارے اندر سے ظاہر ہو گا۔ اور مذکورہ بالا صفات سے موصوف ہو گا۔ نمازوں میں بعض اسمائے مقدسہ کا ورد کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم اپنے سامنے وہ سانچے رکھیں جنمیں ہمیں اپنے کیریکٹر کو ڈھالنا چاہئے۔ جب کہ ستاس ہمارے اندر ہی موجود ہے۔ تو پھر کسی آنیوالے مسیح کا کیوں انتظار کریں؟ ہم سب بالقوت مسیحؑ اور کرشنؑ اور رامچندرؑ ہیں۔ ہمارا فرض یہ ہے۔ کہ ہم اُن قوتوں کو بروئے کار لائیں۔ یہ استعدادیں یا تو ہماری حیات ارضی میں ظاہر ہو سکتی ہیں یا بعد وفات۔ ہمارے مقدس نبی صلعم نے ہمیں یقین دلایا ہے۔ کہ جب ہم خدا کی غیر مشروط اطاعت کرینگے۔ تو وہ ہمارا ہاتھ اور عضو بن جائیگا +

مجھے تعجب ہے۔ کہ لوگ جن کے دماغ دنیا وی ہیں۔ وہ ایسے مذہب کو تسلیم کیوں نہیں کرتے ؟ ہم انھیں کسی جامد معبود کی پرستش کی تلقین نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ عبادت کر کے اپنے اندر صفات آلہیہ پیدا کر لیں۔ اس سے میری مراد ہے اپنے اندر بہترین اخلاق پیدا کر لینا۔ اور یہ بات ان اسمائے حسنہ کے مطالعہ سے واضح ہوسکتی ہے۔ قرآنی الفاظ میں میں ان سے پوچھونگا۔ کہ انھیں کیا نقصان پہنچتا۔ اگر وہ اللہ یا یوم آخرت پر ایمان لاتے۔ اور خدا نے جو انھیں دیا ہے انہیں سے خرچ کرتے" ؟ اگر قرآن میں عبادت کا مفہوم یہ ہو۔ کہ ان ناموں کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ ہمیں بحیثیت اچھے شہری کے عمدہ طریق پر برتاؤ کرنا چاہئے۔ اور زندگی میں بعض عمدہ اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور مذکورہ بالا اسماء کی راہوں پر جو اخلاق بنائے گئے ہیں۔ ان سے بہتر کا تصور ممکن نہیں ہے تمام اہل مذاہب ایک ہی خدا میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے تصور کے لحاظ سے ہمارے اندر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور دنیا کے مذہب میں جو کچھ اختلاف ہے۔ وہ اسی کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے مختلف مذاہب پیدا ہوئے۔ اور بقول نبی کریم صلعم اسی لئے بہت سی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ ہم اپنے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس مخصوص تخیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو ہمیں آنحضرت صلعم کی وساطت سے پہنچا ہے۔ وہ پیغام ہمیں قرآن کی صورت میں عطا ہوا ہے۔ اور یہ کتاب در اصل ان اسماء کی تفسیر ہے۔ پس اس کتاب مقدس کو ہم سات حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :-

(۱) اللہ تعالیٰ تو قرآن میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے +

(۲) **اللہ کے ایک سو صفات حسنہ۔**

(۳) **نیکیاں اور گناہ** - اول الذکر تو ان اسماء کا سایہ ہیں جو ہمارے افعال سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور آخر الذکر وہ ہیں جو اسماء آلہیہ کی تقدیس کو باطل کرنے کا نتیجہ ہیں +

(۴) **قوانین قرآنی** - جو مذکورہ بالا نیکیوں کو نشوونما دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ ہمیں اسمائے آلہیہ کو افعال کی شکل دینے میں مدد کرتے ہیں +

(۵) جنّت اور دوزخ ۔ جنّت ان لوگوں کا ٹھکانا ہے ۔جو اپنے آپ کو صفاتِ آلٰہیہ سے متصف کر لیتے ہیں ۔ اور دوزخ اُن کی جگہ ہے ۔جو ان اسمائے کے برعکس صفات سے متصف ہوتے ہیں +

(۶) بعض مظاہر فطرت کی طرف اشارہ ۔ تاکہ بعض اسماء کا مطلب سمجھ میں آسکے جیسا کہ رحمٰن اور رحیم کے متعلق ہم قرآن شریف میں پڑھتے ہیں (۲ : ۱۶۳ و ۱۶۴)

(۷) اس کتاب میں بعض اشخاص کا ذکر ہے ۔جن میں سے بعض نیک اور بعض بدگزرے ہیں۔ اور یہ تقسیم بھی ان اسماء کی وجہ سے ہے +

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا "اللہ" معبود کا اصلی نام ہے ۔لیکن اسمائے معرفہ جیسا کہ صرفی اور نحوی لوگ جانتے ہیں، بے معنی ہوتے ہیں ۔ ہاں وہ کسی شخص موسومہ کے بعض خصائص کو ضرور ظاہر کرتے ہیں ۔ اسی طرح یہ سو صفاتی نام ہمیں اللہ کی مختلف صفات سے آگاہ کرتے ہیں ۔ اور اسی لئے قرآن میں اُن کو "اسماءُ الحسنہ" یعنی عمدہ نام کہا گیا ہے (۷ : ۱۸۰ و ۱۷ : ۱۱۰ و ۲۰ : ۸) +

جنگ اُحد

(جناب نواب وحید احمد خان صاحب کے قلم سے)

اُحد کی جنگ سن ہجری کے تیسرے سال ہوئی ۔ یہ ایک نہایت مشہور جنگ ہے نہ صرف فوجی نقطۂ نگاہ سے اور نہ ہی نتیجہ کے لحاظ سے بلکہ اس کی شہرت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے، کہ اس جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کے بعض وہ وہ خصائص نمایاں ہو گئے ۔جن پر آپ کے معاند ناقدین نے خواہ مخواہ پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے یعنے آپ کا طبعی حلم اور نسلِ انسانی کے ساتھ گہری محبت کا نمونہ اس جنگ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے ۔ ہجرت سے پہلے مکّی زندگی میں نہایت تاریک اور مہیب نقشہ نظر آتا تھا ۔ دس سال پہلے تمام کائنات پر ظلمت اور تاریکی کا دَور دورہ تھا ۔ فسق و فجور اور ظلم و ستم

کے بادل ہر طرف چھائے ہُوئے تھے۔ اور ظلمت کا نہایت موٹا پردہ دُنیا پر پڑا ہُوا تھا۔ اُس شخص کیلئے جو رُوحانیت کا سفر طے کر کے منازل سلوک پر پہنچنے کا متمنی ہو۔ یہ ناممکن امر تھا۔ کہ وہ اپنا راستہ صفائی سے ساتھ پا سکے تمام سابقہ ہدایات یا تو صفحہ ہستی سے بالکل مفقود ہو چکی تھیں۔ اور یا اس قدر تبدیلی اُن میں پیدا ہو گئی تھی۔ کہ اُن کی اصل خُوبیاں بالکل زائل ہو چکی تھیں۔ نسلِ انسانی کو اُس کے حقیقی نصب العین کی طرف لے جانے اور رہبری کرنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ جہالت اس درجہ غالب تھی۔ کہ انسان کے بہترین احساسات کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ ہر قسم کا تنزل انسانی زندگی کے ہر پہلو میں جاری و ساری تھا۔ رُوحانی تعلیمات مٹ چکی تھیں۔ اخلاقی قوانین فراموش ہو چکے تھے۔ اور مجلسی رسوم و رواجات صرف انسان کی بیمانہ خواہشات کو پُورا کرنے کیلئے باقی رہ گئے تھے۔

یہ حالت تھی جب دُنیا کو اُس کی طویل خوابِ خرگوش سے بیدار کرنے کیلئے صحرائے عرب سے ایک آواز اُٹھی۔ لیکن اُس حیات افروز آواز کا خیر مقدم کرنے کے بجائے ہر قسم کی رکاوٹیں اُس کے رستہ میں پیدا کی گئیں۔ اور اُسے دبانے کی پُوری کوشش کی گئی۔ اوّل اوّل اُسے ایک مجنُون کی آواز قرار دیکر تمسخر و استہزاء سے کام لیا گیا۔ اور ایسی لاپروائی کا سلُوک اس کے ساتھ روا رکھا گیا۔ کہ جیسے ایک لق و دق صحرا میں ایک کمزور سی آواز پیدا ہو کر رہ جائے۔ لیکن جب ان حد درجہ کے جاہل لوگوں کے تمسخر و استہزا طعن و تشنیع اور بدگوئی نے کوئی اثر پیدا نہ کیا۔ اور پُوری ہمّت کے ساتھ اُسے برداشت کر لیا گیا۔ تو عرب کے ان بُت پرستوں نے اس نظام ہی کو تباہ و برباد کر دینے کا عزم بالجزم کر لیا۔ جو صحت افزا اور خوشگوار تاثرات کو پیدا کرنے کا ذمہ دار تھا۔ مُصلحین کی اس نئے عقیدت اور چھوٹی سی جمعیت کو ایسے دل دوز اور ہولناک مظالم کا تختۂ مشق بنایا گیا جن کی صُورت مادرِ گیتی نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی تھی۔ داعیانِ صلح و امن کو اپنے گھروں سے مفلس و قلاش بنا کر جبراً نکال دیا گیا۔ اُن کے مال و متاع کو ضبط کر لیا گیا۔ اُن کی بیویوں اور بچوں کو ذبح کر دیا گیا اور فاقوں مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ حامیانِ صداقت کو عرب جیسے منطقہ حارہ کی جلتی ہُوئی ریت پر لٹایا گیا۔ بھاری اور جلتے ہُوئے پتھر اُن کی پُشت پر

رکھ دیئے گئے۔ لیکن ان تمام وحشیانہ سفاکیوں اور بہیمانہ مظالم کو اُنھوں نے نہایت دلیری اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ اُن کے صبر و تحمل نے مظالم برپا کرنیوالوں کی آتش غضب کو اور زیادہ بھڑکایا۔ اُن کی ننگی اور برہنہ پیٹھوں پر جو پہلے ہی گرم پتھروں سے جل چکی تھیں، بید پر بید لگائے گئے۔ حتّٰے کہ خون ایک اُبلتے ہوئے چشمہ کی طرح بہہ نکلا۔ اور ان کے کپڑوں کو تربتر کر دیا۔ کس قدر غریب اور سعید رُوحیں ان ناشنیدہ مظالم کی نذر ہو گئیں۔" اس کا حال صرف اسی پاک ذات کو معلوم ہے۔ جہان کے ریکارڈ کو اس دن کیلئے محفوظ کئے ہوئے ہے۔ جب زمین اپنے مُردوں کو نکال باہر پھینکیگی"+

لیکن یہ تمام وحشیانہ مظالم دعوت حق کے اُن مخلص مُویدین کی چھوٹی سی جمعیت کو کچلنے میں ناکام ثابت ہوئے نہیں بلکہ اُن کی تعداد بسُرعت بڑھتی چلی گئی۔ اگرچہ اُنھیں گھروں سے نکال دیا گیا تھا لیکن اپنی جائے پناہ (یعنے مہمان نواز مدینہ) میں انھوں نے نئے لوگوں کو داخل اسلام کر لیا +

ایسی حالت میں یہ دُشمنان صداقت کس طرح خاموش بیٹھ سکتے۔ اور اس مقصد کو کامیاب ہوتے دیکھ سکتے تھے جس کو اُنھوں نے ابتداہی میں دبا دینے کی کوشش کی تھی۔ اُن کا جوش غضب دُگنا ہو گیا۔ اور اُس نُور کو جو مدینہ کے مُقدس شہر میں ٹمٹما رہا تھا ہمیشہ کیلئے گُل کر دینے کی اُنھوں نے ٹھان لی۔ ڈیڑھ دو سال قبل وہ ان ہی مُسلمانوں کے ہاتھوں سے شکست کھا چکے تھے۔ جن کو ٹھٹھا اور مخول کرتے گالیاں دیتے اور دُکھ اور اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اسلئے اُنھوں نے اب اپنی بہت بڑی جمعیت اکٹھی کی۔ اور اُن لوگوں کو جن کا جُرم محض یہ تھا کہ وہ اُن سے مختلف عقیدہ رکھتے تھے نیست و نابود کرنے کیلئے اُن پر چڑھائی کی۔ امن پسند مُصلحین کے گروہ نے گھروں کے اندر بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ذبح ہونے کے بجائے میدان جنگ میں باعزت موت کو ترجیح دی۔ اور دشمن کی غیر معمولی قوت اور تعداد کے مقابلہ میں حفاظت خود اختیاری کیلئے نکل کھڑے ہوئے +

یہ ایک نہایت ہولناک دن تھا۔ جہالت کی فوجوں اور ظلمت کی سیاہی نے اس روشنی کو گُل کر دینے کا ایکا کر لیا۔ جو اس وقت تک گھٹا ٹوپ بادلوں کے اندر صرف ایک شعاع کا کام دے

رہی تھی۔ شجر و حجر کے پجاریوں نے توحید الٰہی کو ماننے والی چھوٹی سی جمعیت کا نام و نشان تک مٹا دینے کا حلف اُٹھایا۔ وہ وحشی انسان جو مکہ کے غریب اور نہتے مُسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے میں مسرت حاصل کر چکے تھے۔ اب اپنی فوجوں کی اعدادی قوت کی وجہ سے اور زیادہ دلیر ہو گئے۔ اور اس صُلح و امن اور محبت و رحم کے نئے مذہب پر آخری اور فیصلہ کُن وار کرنے کیلئے مُضطرب ہو رہے تھے۔ جنگ شروع ہُوئی جس میں متبعین ضلالت کا جوش غضب ایک اور صرف ایک ہی مقصد کو اپنے سامنے رکھے ہُوئے تھا۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی۔ جن کی جان لیتا اگر ان کا واحد مقصد نہیں تو کم از کم اوّلین مُدّعا تھا۔ تیروں کی بوچھاڑ آپؐ پر کی گئی ہزار ہا نیزے آپؐ کی طرف لپکے سینکڑوں تلواریں آپؐ کے جسم مُطہر کے گرد چمکیں اور بیشمار پتھر آپؐ پر پھینکے گئے نتیجہ یہ ہُوا کہ آپؐ زخمی ہو گئے۔ ایک دانت شہید ہو گیا اور آپؐ بیہوش ہو کر گر پڑے لیکن جب ہوش آیا تو آپؐ نے دیکھا کہ جنگ کی آگ پُورے زور سے مشتعل ہے۔ اور آپؐ کے مخلص متبعین اِردگرد کھڑے ہیں۔ تاکہ اس پاک انسانؐ کی جان کو بچالیں جسے وہ اپنی زندگی سے بڑھ کر عزیز اور محبوب سمجھتے تھے۔

اُن خُون سے بھرے ہُوئے زخموں کے ساتھ جو آپؐ کے جسم اطہر پر لگائے گئے اُس بہتے ہُوئے خُون کے ساتھ جو دانت کے نکل جانے کی وجہ سے آپؐ کے مُنہ سے ٹپک رہا تھا۔ ہاں دُشمن کے اُن مظالم کے ہوتے ہُوئے جو ابھی تک آپؐ کے دماغ میں تازہ تھے۔ اور اس غم و الم کو لئے ہُوئے جو آپؐ کے پاک متبعین کے اتلاف کی وجہ سے آپؐ کے مُحبت بھرے دل میں موج زن تھا۔ اور اپنے بہت سے قریبی رشتہ داروں کی اُن لاشوں کو دیکھتے ہُوئے جو آپؐ کے سامنے خُون میں لتھڑی ہُوئی پڑی تھیں آپؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کانپتے ہُوئے ہونٹوں سے جناب باری میں فریاد کی۔ ایسے موقع پر کیا کچھ آپؐ کے مُنہ سے نکل سکتا تھا۔ ہر شخص اس کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کیا آپؐ اپنے بیرحم دُشمنوں پر غضب الٰہی کے نزول کی دُعا نہ کر سکتے تھے؟ وہ دُشمن جنھوں نے آپؐ کو مار دینا، قتل کرتے یا گولی سے ہلاک کرنے کی پُوری کوشش کی۔ اور اب تک اسی کوشش میں مصروف ہیں۔ وہ

دُشمن جنہوں نے آپؐ کے رشتہ داروں اور دینی ساتھیوں کو قتل و غارت کیا۔ اور اب تک جو لوگ میدانِ جنگ میں باقی ہیں۔ اُن کے قتل کے درپے ہیں۔ ہاں وہی دُشمن جنہوں نے آپؐ کی اُس چھوٹی سی جمعیت کو جو حامیانِ صداقت سے تعلق رکھتی ہے نیست و نابُود کرنے کی تمام ممکن تدابیر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کے متعلق بددُعا کے سوا اور کیا لفظ آپؐ کے مُنہ سے نکل سکتے تھے؟ لیکن اس طبعی جوش، غُصّہ اور غم و الم کے موقعہ پر جو الفاظ آپؐ کے مُنہ سے نکلے وہ ہمیشہ ایسے موتی بن کر چمکینگے۔ جو خُوبصورتی اور چمک دمک کے لحاظ سے بینظیر ہیں اور نسلِ انسانی کی تاریخ میں ہمیشہ ہدایت اور رہبری کا کام دینگے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اللھم اغفر لقومی انھم لا یعلمون۔ اے میرے ربّ میری قوم کی حفاظت فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے +

یہ دُعا بجائے خُود اس قدر معنی خیز ہے۔ کہ اس پر کسی رائے زنی کی حاجت نہیں۔ اسمیں خُود دُشمن کی حمایت کی گئی ہے کیا اس کمزور انسانی جسم کے اندر اس سے بڑھ کر محبت و رحم سے بھرا ہُوا دل پیدا ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے خیال کیا۔ کہ جو مظالم آپؐ کے دشمنوں نے برپا کئے ہیں وہ اب انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اور انتقام کا الٰہی قانُون اب اُن کے خلاف کام کر رہا ہے۔ آپؐ ڈر گئے کہ مبادا آپؐ کے مُنہ سے کوئی ایسے الفاظ نکل جائیں جو غضبِ الٰہی کو اور زیادہ بھڑکانے کا مُوجب ہُوں اور اُن کی فوری تباہی عمل میں آ جائے۔ آپؐ کے حلیم مہربان اور ہمدرد دِل نے ایسے الفاظ مُنہ سے نکالنے کی اجازت نہ دی۔ اور اس دُعا کے ذریعہ سے کہ آپؐ کے دُشمنوں کو مُہلت دی جائے۔ اور مُعاف کر دیا جائے۔ کیونکہ وہ رسُولِ خُدا کو نہیں پہچانتے آپؐ نے الٰہی سزا کو روکنے کی کوشش کی +

اُس وقت کے حالات پر غور کرو۔ جنگ کا میدان ہے۔ دُشمن کا غلبہ ہے۔ آپؐ کے مخلص دوستوں اور رشتہ داروں کی لاشیں پڑی ہُوئی ہیں خُود آپؐ کے جسم پر زخم موجُود ہیں آپؐ کے مُنہ سے خُون بہہ رہا ہے۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھو۔ اور پھر مندرجہ بالا دُعا پر غور کرو کیا یہ ایک مُلہم کے سوا کسی دوسرے کے مُنہ سے نکل سکتی ہے؟ کیا دُنیا اُس سے بڑھ کر کوئی عظیم و کریم اس سے بڑھ کر شریف اور اس سے زیادہ حلیم اور بُردبار انسان پیش کر سکتی ہے؟

علاوہ ازیں آپ کے حلم اور ہمدردی کی صرف ایک ہی مثال نہیں سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں اس کی پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن میں صرف ایک اور ایسی مثال پیش کرنے پر اکتفا کروں گا، جو فتح مکہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے مذہب سے کفار کو کس قدر دشمنی اور عناد تھا، ہمیشہ وہ آپ کے خون کے پیاسے رہے۔ اس نئے مذہب کے کامل استیصال کیلئے تمام ذرائع جو اُن کی طاقت میں تھے وہ استعمال کر چکے تھے آپ کو اور آپ کے متبعین کو انہوں نے بُری طرح سے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنائے رکھا، خطرناک سے خطرناک تدابیر اُنہوں نے اختیار کیں، پُرفتن معاہدات اُنہوں نے باہم کئے، زبردست فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور نہایت خونخوار جنگیں اُنہوں نے کیں۔ آپ کو قتل کرنے کے لئے کرایہ پر لوگوں کی خدمات حاصل کیں۔ اور عملاً آپ کو زہر دینے کا بندوبست کیا، لیکن جب وہی دشمن فتح مکہ کے موقعہ پر آپ کے سامنے لائے گئے۔ اور وہ اس سزا کے منتظر کھڑے تھے، جس کے وہ مستحق تھے اس وقت جو سلوک اُن سے کیا گیا۔ وہ تمام اقوام اور تمام ممالک کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ بجائے اسکے کہ کوئی انتقام اُن سے لیا جاتا آنحضرت صلعم نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اور اُن دشمنوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے آپ کے چچا حمزہ رضؓ کو شہید کیا تھا +

کیا ہی سچے الفاظ ہیں، جو پروفیسر ابراہیم خان نے لکھے ہیں (جنہیں میں خفیف سے تغیر کے ساتھ نقل کرتا ہوں) اور نہایت صحیح طور پر یہ ریمارک کیا ہے۔ کہ تیرہ صدیاں گذر گئیں۔ لیکن اسلام کے اُمی نبیؐ نے جو مثال قائم کی ہے، ابھی تک ایک ایسا اعلےٰ نمونہ ہے۔ جس کو ابھی دُنیا نے اپنے اندر پیدا نہیں کیا +

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

قرآن کریم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف نبی بلکہ خاتم النبیین بھی کہا ۔ اس امر کی تصدیق حدیث نے بھی کی ہے ۔ لیکن یہ دونوں امور کسی غیرمسلم کیلئے باعث اطمینان نہیں ہو سکتے ۔ پھر دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نبوّت کو تو تسلیم کر لیتے ہیں ۔ اور آنحضرت صلعم کا نبی ہونا بھی مانتے ہیں ۔ لیکن آپ کے بعد نبوّت کے اجرا کے بھی قائل ہیں ۔ ان امور کے تصفیہ کا آسان راستہ یہ ہے کہ سب سے اوّل ہم لوازمات نبوّت کی تعیین کریں پھر دیکھیں کہ وہ باتیں کہاں تک آنحضرت صلعم میں متحقق ہیں یا کسی اور بزرگ میں بھی پائی جاتی ہیں ۔ جس کا ظہور آپ کے بعد ہوا +

اصطلاح قرآن میں جس کا نام نبوۃ ہے ۔ وہ تو کچھ ایسی ارفع و اعلیٰ ہے ۔ کہ اگر قرآن کریم بعض بزرگان سلف کی نبوّت کی تصدیق نہ کرے ۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کسی شخص کو بھی خواہ وہ آپ سے پہلے ہو یا آپ کے بعد آیا کس طرح سے نبی قرار دوں ۔ ہاں اگر کسی بزرگ کا وجود اس میں مجھے مستثنٰے نظر آتا ہے ۔ تو وہ جناب موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ اس میں شبہ نہیں کہ نبوّت کیلئے مکالمۂ الٰہیہ کا ہونا ضروری ہے ۔ اور حدیث کی رو سے یہ نعمت امتِ مرحومہ میں جاری رہی لیکن ایسے بزرگوں کے کلام میں یا انکے الہامات میں ایک بات بھی ایسی نظر نہیں آتی جو نبوت کے درجہ تک پہنچے +

نبوّت چونکہ صرف تربیت انسان کیلئے آئی ہے ۔ اور اسے کسی اور مخلوق کی ربوبیت سے تعلق نہیں ۔ اسلئے اس کے لوازمات تعیین کرنے کیلئے ہمیں ان باتوں کو دیکھنا ہوگا جو نسل انسانی سے مختص ہیں ۔ اور کسی اور مخلوق میں پائی نہیں جاتیں +

شروع سے لے کر آج تک انسان میں دو باتیں پائی گئیں ۔ ایک اس کا جذبۂ عبودیت اور دوسرا اس کا مدنی بالطبع ہونا ۔ آج علمی دنیا نے تین امور کو تسلیم کر لیا ۔ اوّل یہ کہ دنیا میں

کوئی ذی عقل، ذی ارادہ علتُ العلل ہے۔ دوم ہر ایک چیز کسی خاص فائدے اور غرض کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ سوم یہ مطلوبہ غرض و غایت ہدایت ربانی کے ماتحت نشو و نما پاجاتی ہے +

اب اگر **عبودیت** اور **مدنیت** بر رنگ جذبات مختلطاً انسان میں موجود ہیں۔ تو اُن کی آبیاری اور نشو و نما کیلئے خُدا کی طرف سے کوئی علم آنا چاہئے۔ اسی علم کا نام **نبوّۃ** ہے۔ اور نبی وہی کہلاتا ہے جس کو سب سے اوّل خُدا کی طرف سے یہ علم دیا گیا +

عبودیت

پیدائش کے دن سے آج تک انسان نے کسی بالاتر طاقت کی پرستش کی ہے۔ اس جذبہ کے اظہار کے سوا وہ رہ نہیں سکتا۔ حتّےٰ کہ وہ لوگ جو دہریہ کہلاتے ہیں انہوں نے بھی اسی قسم کی طاقت کے آگے سر جھکایا ہے جس کا نام **قوائے فطریہ یا قانُون کائنات** رکھتے ہیں۔ اُن کی نگاہ قانُون تک جاتی ہے۔ لیکن ایک خُدا پرست کسی **مقنن حقیقی** کے آگے سر جھکاتا ہے۔ اسی جذبہ نے انسان سے ہر قسم کے شرک و بُت پرستیاں کرائیں۔ اس جذبہ کی تسکین میں انسان نے اپنے معبود تراشے۔ اُن کو بعض اوصاف سے متّصف کیا۔ پھر ان اوصاف مفروضہ نے اس کے اخلاق و آداب پر گہرا اثر کیا۔ حتّےٰ کہ بُدھ کے زمانہ سے قبل کُل کا کُل ہندوستان نفسانی جذبات کی پرستش کر رہا تھا۔ یہی نفسانی جذبات مختلف صُورتوں میں اس کے خدا بن گئے۔ اور انہی کی پرستش میں انسان نے طرح طرح کی سیاہکاریاں کیں۔ یہی حالت ہم ایران یُونان روم مصر وغیرہ میں دیکھتے ہیں الغرض ہم اسبات کے محتاج ہیں۔ کہ خدا کا صحیح نقشہ ہمارے سامنے ہو۔ اور اس کے ایسے اخلاق کا ہمیں علم دیا جائے۔ جن کے اتّباع میں ہمارے اندر اعلےٰ قسم کے اخلاق پیدا ہو جائیں +

نبوّت کی اجراء ابتدا سے نظر آتی ہے۔ اگر حسب فرمُودہ قرآن جناب آدم کے بعد سلسلہ نبوّت شروع ہُوا تو بالضرور خُدا کا کوئی صحیح نقشہ انسان کے سامنے کبھی نہ کبھی آیا۔ مگر جن امور کو تاریخ دُنیا نے محفوظ رکھا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان نے خدا کو غیر مرئی یا غیر مشہود طریق پر دیکھنا پسند نہ کیا۔ اس کے تخیل میں خُدا نے کوئی نہ کوئی شکل اختیار کی کبھی تو وہ انسانی لباس میں نظر آیا۔ کبھی مختلف مخلوقات کے اعضائے مختلفہ نے ایک ترکیب میں بعض خداؤں کی شکل

اختیار کرلی۔ ہندوؤں نے خُدا کو انسانی شکل میں ہی دیکھا۔ حتّٰے کہ ویدانت نے ہر ایک چیز میں خُدا ہی دیکھا۔ مشاہیر عالم میں جس شخص نے ایک غیر مرئی یا غیر مشہود اعلےٰ طاقت کے آگے سر جھکایا وہ جناب مُوسیٰ علیہ السّلام تھے۔ چونکہ وہ ایسے وقت میں پیدا ہُوئے جو خُدا کے کسی مجسّمہ کو ضروری قرار دیتا تھا۔ اسلئے جب پہلے دن اُنھیں خُدا نظر آیا تو آگ ہی کی شکل میں نظر آیا۔ گو بعد میں ہی اُن کو خُدا نے لن ترانی کہا ؛

نبّیانہ طاقت کا ظہُور جناب موسیٰؑ میں اس کمال کا نظر آتا ہے۔ کہ نسلاً بعد نسلاً غلام قوم جن کے متبوع وُہ مصری تھے جنھوں نے اپنے خُداؤں کو بلّی گائے یا دوسرے جانوروں کی شکل میں دیکھا اور جن کے توہّمات کی یہ حالت تھی۔ کہ مرنے کے وقت اُن کے مُردوں کے ساتھ کھانا پارچہ جات دفن کئے جاتے تھے۔ تاکہ مرنے کے بعد اُن کے کام آئے اُنہی کے وہ غُلام جن میں انسانیت کا نام تک نہ تھا۔ وہ ایک ایسے خُدا کو پُوجتے ہیں جس کی شکل وصُورت سے وہ ناواقف ہیں۔ گو پہلی نسل نے مُشرکانہ رنگ دکھایا۔ اور جناب مُوسیٰؑ سے بُتوں کے خواستگار ہُوئے لیکن عموماً جناب مُوسیٰؑ پہاڑ پر سے واپس آکر یہ کہتے ہیں۔ کہ کہ تمھارا خُدا تمہیں یہ کہتا ہے۔ کہ اس پر عمل کرو۔ یہ توہمات نہ تھے۔ کیونکہ الٰہی احکام نے اسرائیلی جیسی اسیر قوم کو تھوڑے ہی عرصہ میں فرمانروایانِ مُلک، اعلیٰ تمدّن و تہذیب کے مالک۔ بنا دیا۔ اُنھوں نے ہی ارض مُقدّس کو ناپاک لوگوں سے پاک کیا یہی ایک وقت تک اعلیٰ اخلاق کا نمُونہ بن گئے۔ یُوں تو دُنیا نے اچھّی سے اچھّی قومیں دیکھی ہونگی۔ لیکن نہ کسی ایسی ادنےٰ سے ادنےٰ قوم کا پتہ دیتی ہے۔ اور نہ کسی ایسی ترقّی کا نشان بتاتی ہے۔ جو یہُودی قوم نے ایک تھوڑے سے عرصہ میں دیکھی۔ خُدا کی زمین پر غیر مشہُود خُدا کی آواز پر چلنے والے اور اسی آواز کے ماتحت اپنے آپ کو ہر عیب سے پاک کرنے والے۔ جناب مُوسیٰؑ کی طفیل کُل دُنیا میں ایک وقت یہی اسرائیلی نظر آتے ہیں اسی لئے خُدا نے قرآن نے انی فضلتکم علی العٰلمین انھیں کہا۔ ہاں اُن کے بعد ایک اور قوم صفحۂ تاریخ پر نظر آتی ہے۔ جو مصری زمانہ کے اسرائیلی کی طرح ایک گمنام بے حیثیت اور جہالت کی سرتاج قوم تھی۔ ان میں بھی ایک نبی پیدا ہوتا ہے۔ جو اسرائیلیوں کے

مُقابل تھوڑے سے ہی عرصہ میں اُنھیں کنگرۂ تہذیب وتمدّن پر لیجاتا ہے۔ وہ کُل دُنیا کی ہدایت کا مُوجب ہو جاتے ہیں۔ بُت پرستی میں ایک وقت وہ قوم بھی اپنا نظیر دُنیا میں نہ رکھتی تھی۔ لیکن جب مُحمّد عربی (صلعم) اُن میں پیدا ہوئے تو اُن لوگوں نے بھی غیر مشہُود خُدا کو اپنا حاکم قرار دیا۔ وہ خُدا کے عشق میں دیوانہ وار پھرتے اور رات دن کسی ایسے حُکم اور اس پر عمل کرنے کی تلاش میں رہتے جو خُدا کی طرف سے نازل ہُوا ہو۔ وہ پیغمبر کے سامنے قالبِ بیجان کی طرح بیٹھتے۔ وہ وحیٔ الٰہی کے اشاروں پر جان دیتے اور غیر مرئی خُدا کی اطاعت میں وہ اسرائیلیوں سے بڑھ گئے لیکن کوئی آج نہیں کہہ سکتا کہ یہ رنگ جو دوبارہ دُنیا میں کبھی نظر نہ آیا کس وہم کے ماتحت تھا۔ اُنہوں نے اپنی گمنامی میں جو کُچھ خُدا سے سُنا وہی لفظاً لفظاً پُورا ہُوا۔ یہ رنگ جو عرب میں پیدا ہُوا آج بھی تنبیانہ طاقت کا ظہور تھا۔ پھر اگر جنابِ مُوسیٰ نے خُدا کو تجسّم سے پاک کیا۔ تو **مُحمّد** عربی (صلعم) نے نہ صرف شرک سے بچانے کیلئے انسان کو ایک ربِّ واحد دکھلایا۔ بلکہ انسانی خواہش کے پُورا کرنے کے لئے خُدا کے چند اخلاق کی تعیین بھی کر دی۔ انہی اخلاقِ حسنہ کو انسان کا زیور زینت بتلایا۔ اور اُنہی سے مُتخلّق ہو کر قرونِ اولیٰ کے مُسلمان دُنیا کے سرتاج ہو گئے +

الغرض نبُوّت کی جو غرضِ اوّل تھی یعنی **جذبۂ عبُودیت** کی تربیت بہ احسن کرنا یعنی انسان کے سامنے خُدا کا صحیح نقشہ پیش کرنا۔ اس کے قابلِ اتباع اخلاق کا پتہ چلانا۔ پھر ساتھ ہی اُن راہوں کی تعلیم کرنا۔ کہ جن سے انسان کے جذبات ردّیہ اخلاق ربّانی میں مُتشکل ہو جائیں۔ یہ تین امُور اگر سب سے اوّل جنابِ موسیٰ نے تعلیم کئے تو انہی تین امُور کو تا بحدِّ کمال مُحمّد عربی (صلعم) نے پہنچایا۔ اس وجہ سے بھی آپ پر نبُوّت ختم ہو گئی +

آج خُدا کی ہستی اور نہ اُس کے ایسے اخلاق سے کسی کو انکار ہے جس کی مظہر کائنات ہے۔ اور اس بات سے بھی کسی کو اِنکار نہیں کہ انسان کیلئے بھی وہی بہترین اخلاق ہو سکتے ہیں۔ اب اگر یہ تین باتیں آنحضرت صلعم یا جنابِ موسیٰ کے علاوہ کسی بزرگ کی تعلیم میں بالتخصیص خواہ وہ آنحضرت صلعم سے پہلے ہُوا ہو یا بعد۔ نظر نہیں آئیں۔ تو ہم اسے کیسے نبی کہیں۔

اسمیں شک کہ ان باتوں کا رنگ ایک حد تک جناب داؤدؑ۔ جناب عیسیٰؑ یا بعض اسرائیلی نبیوں میں نظر آتا ہے۔ لیکن وہ سب کے سب خادمانِ شریعت موسوی ہیں۔ دوسرا یہ وہ بزرگ ہیں جن کی نبوت کی تصدیق قرآنِ کریم نے کردی۔ اسلئے ہمیں بحیثیت مسلم تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ بزرگ بھی عبودیت کی آبیاری کی تعلیم لائے جو آج زمانہ نے محو کردی +

دوسرا جذبہ جس کی آبیاری کیلئے نبوت آئی وہ **مدنیت** ہے۔ جناب موسیٰؑ سے پہلے بھی تمدن کا رنگ دنیا میں پایا جاتا ہے۔ اور بالضرور مدنیت کی تعلیم آئی البتہ مشخص رنگ میں ہمیں سب سے اول تاریخ عالم میں جناب موسیٰؑ کے دس احکام نظر آتے ہیں۔ جن کے اندر عبودیت اور مدنیت کیلئے ابتدائی تعلیم موجود ہے۔ کسی قوم کے تمدن کے قوانین کو دیکھا جائے انکی تہ میں یہی دس احکام کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں کے پہلے چار احکام تو توحید سکھاتے ہیں باقی کے قوانین ہی مدنیت کی موٹی موٹی باتیں مثلاً دوسروں کے مال اور جائداد پر دست درازی نہ کرنا کسی غیر عورت کی طرف نگاہ بد سے نہ دیکھنا۔ جھوٹ نہ بولنا خانگی آداب کا لحاظ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں کے سوا انسان مل کر نہیں رہ سکتا ہاں یہ ضروری ہے۔ کہ یہ باتیں تمدن کی ابتدائی صورت کا پتہ بتاتی ہیں۔ اسرائیلی تہذیب کی دوسری قوموں میں بھی تہذیب نظر آتی ہے۔ لیکن ایک نقص ہر تہذیب میں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ ہر ایک قوم نے دوسری قوم کو نفرت اور حقارت سے دیکھا۔ اور اگر وہ محکوم ہو گئیں۔ تو اُن کو ذلیل سے ذلیل زندگی میں رکھا۔ یہ پستئی تمدن ہندو قوم میں تا بحدِ کمال نظر آتا ہے جنہوں نے غیر قوموں کو ملیچھ اور ذلت قرار دیکر محکوموں کو اچھوت قرار دیا۔ اور یہ جذبہ نفرت یہاں تک پہنچا۔ کہ کئی کروڑ انسانوں کو آج تک بھی معمولی انسانیت کے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے +

حیرت کا مقام ہے۔ کہ کوئی قوم اپنی قدیم تہذیب پر کیسے فخر کر سکتی ہے۔ جنہوں نے غیروں کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ ہاں عالمگیر اخوت کی تعلیم سب سے اول محمد عربی (صلعم) نے دی اور یہی تعلیم مدنیت کی جان ہے +

موسوی احکام عشرہ ایک بڑھی ہوئی تہذیب کے مطابقِ حال نہ ہو سکتے تھے۔ اسلئے جہاں

نبوّت محمدؐ نے قرآن کریم میں مدنیت کی ہر ایک شاخ کی آبیاری کی ۔ وہاں ان دس احکام کی جگہ سات احکام سورۂ مومنون میں تجویز فرمائے جن پر عمل کر دنیا نہ صرف ہر قسم کے گناہوں سے ہی پاک ہو سکتی ہے ۔ بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کو بھی حاصل کر سکتی ہے جس کے تبوت میں ہم اسلامی تہذیب کو پیش کر سکتے ہیں ۔ وہ سات احکام حسب ذیل ہیں :۔

(۱) بعض صداقتوں پر عملی ایمان (۲) خشیت کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہونا اور ان صداقتوں پر چلنے کی توفیق مانگنا (۳) لغو اور بیہودہ امور سے بچنا (۴) تطہیر اعمال کرنا جس کی ایک شاخ زکوٰۃ دینا ہے (۵) حصانت یعنی بدنظری سے بچنا اور ناجائز تعلقات کو ناروا سمجھنا (۶) معاہدات و امانات کا احترام کرنا (۷) مطالبت نماز کو نہایت احتیاط سے پورا کرنا +

یہ سات اصول کچھ اس قسم کے جامع و مانع ہیں ۔ کہ ایک طرف ہر قسم کی بدکرداری و بدخلقی کا علاج ہو جاتا ہے ۔ اور دوسری طرف انسان ہر قسم کی نیکی کا مالک ہو جاتا ہے ۔ باقی کل کا کل قرآن ان ہی امور کی تکمیل کرتا ہے +

الغرض نبوّت کی دوسری شاخ جذبۂ مدنیت کی پرورش تھی ۔ جس طرح اس کو محمد عربی (صلعم) نے پورا کیا ۔ اس کی مثال تو تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی ۔ اور آپ کے بعد تو کسی ملہم کی تعلیم میں یہ بات پائی نہیں جاتی +

ان مذکورہ بالا دو جذبات کو اگر ایک رنگ میں دیکھا جائے ۔ تو وہ **تعمیر اخلاق** کے ماتحت آجاتے ہیں یعنی جس قدر جذبات حیوانیہ ہم میں موجود ہیں ۔ اگر وہ صحیح تربیت کے ماتحت آکر اخلاق فاضلہ کی شکل اختیار کرلیں تو نفس انسان کی تکمیل ہو جاتی ہے ۔ اب اگر تعمیر اخلاق کے مسئلہ کو نبوّت کا ممیز نشان ٹھیرایا جائے ۔ تو میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں ۔ کہ محمد عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوا مجھے ایک نبی بھی نظر نہیں آتا ۔ ہاں اگر کوئی استثنا ہے تو جناب موسیٰؑ کو ۔ وہ لوگ جو کسی نبوت کے قائل ہو جاتے ہیں ۔ وہ صرف اس امر کو دیکھیں ۔ کہ آیا انکے ممدوح کی تعلیم میں کوئی ایسی بات ہے جس نے کسی جذبۂ طبعی کو اخلاق فاضلہ کی حد تک پہنچایا ہو میں مانتا ہوں کہ میری تحقیق ناقص ہے لیکن مجھے یہ تعلیم کم از کم آنحضرت صلعم کے بعد کہیں نظر نہیں آتی ۔ اسلئے میں آپ کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہوں ۔ نہ اسلئے کہ قرآن کریم میں ایسا لکھا ہے ۔ بلکہ **عقل و دانش** دھکے دیکر مجھ سے یہ بات منواتی ہے کہ آپ پر **دروازہ نبوّت کا بند ہو چکا ہے** ۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا +

(منقول از رسالہ پیشوا دہلی)

ایک نتیجہ خیز خط وکتابت

{رنگون سے کسی صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کو ایک خط لکھا ہے جس کا جواب انھوں نے براہ راست دیدیا ہے۔ چونکہ اس خط وکتابت کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے۔ لہٰذا ذیل میں ہم اُسے درج کرتے ہیں +}

از رنگون مورخہ ۲۶۔ اگست ۱۹۳۲ء

محترم جناب حضرت خواجہ صاحب!

بعد السلام علیکم عرض یہ ہے۔ کہ اس سے پہلے میں اس تحریر کا مقصد آپ پر ظاہر کروں میں یہ اپنا منصبی اور انسانی فرض سمجھتا ہوں۔ کہ میں آپ کی اُن تصنیفوں۔ تحریروں اور تقریروں کا شکریہ ادا کروں جو وقتاً فوقتاً آپ کی طرف سے شائع ہوتی رہی ہیں۔ اور جن سے میں نے اور میری طرح ہزاروں بندگانِ خدا نے رُوحانی فیض پایا ہے۔ اور میں آپ کا تہ دِل سے ممنون ومشکور ہوں۔ مختصراً یہ کہ آپ ہمارے محسن ہیں۔ اور ہر وقت آپ ہمارے دل اور آنکھوں میں بستے ہیں۔ چاہے آپ کہیں ہوں۔ لیکن آپ کی تصویر ہمارے دل پر منقش ہے۔ اور کبھی جُدا نہیں ہوتی۔ ایک میں ہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک تعلیمیافتہ اور سمجھدار مسلمان کو آپ کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ جو اسلامی خدمت آپ نے کی ہے وہ موجودہ زمانے میں اور کسی سے نہیں ہو سکی۔ اور یہ اُسی خدمت کا صلہ ہے۔ کہ آج آپ دُنیا میں لاکھوں انسانوں کے نُورِ نظر ہیں۔ اور جو لٹریچر آپ نے پیدا کیا ہے۔ وہ موجودہ زمانہ کے تعلیمیافتوں کیلئے شمع ہدایت ہے۔ کہ اُسکو ہاتھ میں لے کر کوئی شخص بھٹک نہیں سکتا۔ ورنہ موجودہ تعلیم اور اسلام کا اتحاد ناممکن ہے +

میں نے آپ کی تمام تصانیف منگا کر پڑھی ہیں۔ اور لٹریچروں کو بھی منگا کر دی ہیں۔ اور بیحد مفید پائی ہیں۔ لیکن آپ نے فلسفہ نماز پر آج تک کوئی کتاب اُردو میں شائع نہیں کی۔ انگریزی میں آپنے ایک کتاب شائع کی ہے لیکن وہ صرف انگریزی دانوں کیلئے ہے اُردو دانوں کے کام کی نہیں۔ یا تو اُسی کا اُردو میں ترجمہ کر دیا جائے۔ اور یا کوئی اَور ایسی کتاب لکھی جائے جس میں فلسفہ نماز بیان کیا جائے۔ اور بتایا جائے۔ کہ نماز کا دُنیاوی زندگی پر کیا

اثر پڑتا ہے۔ اور دنیا میں اس سے کیا فائدہ ملتا ہے۔ اور آخرت میں نماز کا کیا فائدہ ملیگا۔ دلائل مبینہ سے نماز کے دینی اور دنیوی فوائد کو ثابت کیا جائے۔ جو ایک اعلیٰ قابلیت کو چاہتا ہے اور ہر ایک سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ تمام اسلامی اصولوں کا فلسفہ میں نے سمجھا۔ لیکن نماز کا فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اور اسی لئے میں نماز کا پابند نہیں۔ بلکہ پڑھتا ہی نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی دینی اور دنیوی خوبیاں ہم پر نہیں کھلیں۔ اور اس کے فائدے ہم کو معلوم نہیں۔ میں نے بہت سی کتابیں فلسفۂ نماز پر دیکھی ہیں۔ لیکن ان سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ اور جب تک آپ کوئی زبردست کتاب نہیں لکھینگے تب تک میری طرح بہت سے لوگ نماز کو سمجھنے اور اس کے پابند ہونے سے قاصر رہینگے۔ اور جیسی آپ کی اور تصنیفیں اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہیں ایسا ہی مجھے قوی امید ہے۔ کہ آپ کی یہ تصنیف بھی ضرور اپنا اثر جما کر رہیگی۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا کو راہ راست پر لانے کا موجب ہوگی۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خدا سے دعاء ہے۔ کہ وہ آپ کو صحتیاب کرے۔ اور آپ کی عمر کو دراز کرے۔ تاکہ بندگانِ خدا کو آپ کی ذات سے دیر تک فیض پہنچتا رہے۔ آمین

آپ کا تابعدار
(ش - ع)

الجواب

از مانسہرہ ضلع ہزارہ ۶ $\frac{9}{32}$ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی جناب شاہ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نوازشنامہ متعلق کتاب "نماز" ملا۔ مجھے آپ کا خط پڑھ کر خصوصاً اسلئے خوشی ہوئی۔ کہ آپنے آزادی سے اپنی دقت کا اظہار کیا۔ میرے نزدیک ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اس مصیبت کے گرفتار ہیں لیکن اظہار نہیں کرتے دوسری طرف علماء دین نوجوانوں کو نماز کی طرف توجہ نہ کرنے سے تو ملامت کرتے ہیں لیکن اس مرض کا کوئی علاج نہیں کرتے۔ ہم کوئی امر کیوں کریں۔ جب وہ مفید نظر نہ آئے۔ رہا یہ کہ کل کوئی فائدہ ہوگا سو قرآن کریم نے تو کوئی بات کل پر نہیں چھوڑی۔ اس نے وہی بات منوائی ہے۔ جسے عقلِ سلیم آج قبول کرے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ۔ یہ حکم تو ہر ایک امر کے متعلق ہے اکراہ سے اسلئے روکا ۔ کہ ہر امر بدلائل روشن ہو چکا ہے ۔ اب اگر نماز بدلائل روشن نہیں تو اسے پڑھنا یا پڑھانا صریحاً جبر و اکراہ ہے ۔ سو آپ کا سوال بالکل صحیح ہے +

اب آپ بالمقابل سن لیں مصلحت ربی نے مجھے چند سال سے چارپائی پر لٹا کر قرآن کریم میں غور کرنے کا موقعہ دیا ۔ گو اس امر نے مجھے اور بھی کمزور کر دیا ۔ لیکن مجھے تو اسقدر خوشی حاصل ہوئی ہے ۔ کہ میرے جسم کو جو بھی تکلیف ہو مجھے اس کے عوض میں قبول ہے میں کہہ سکتا ہوں ۔ کہ مجھے اس وقت اسلام پر ایک نیا ایمان حاصل ہوا ہے ۔ اس وقت مجھے سمجھ نہیں آتی ۔ کہ کس طرح کوئی ذی ہوش انسان خواہ اس کا کوئی عقیدہ ہو ۔ اسلام کے کسی عقیدے سے انکار کر سکے ۔ اس کا معیار کوئی عقل منطق یا فلسفہ نہیں ۔ بلکہ مفاد زندگی ہے ۔ اگر کسی تعلیم سے انسان کے تمدن و تہذیب میں فائدہ نہو ۔ یا وہ تعلیم اس پر اعتقاداً اچھا اثر نہ کرے ۔ تو اس کے قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ میں نے ان ایام میں اسلام کو اسی رنگ میں دیکھا ۔ مجھے رنج ہے ۔ کہ کیوں میں جلد ان امور کو دنیا پر ظاہر نہیں کر سکا ۔ اسلام کی تو غرض و غایت ہی اس وقت مجھے انسانی ترقی و فلاح اور اس کی کامل بہبودی نظر آتی ہے ۔ تو پھر کیوں نماز ان امور سے خالی ہو ۔ تو بذاتِ خود اسلام کی ایک رکنِ عظیم ہے ۔ آج کل دنیا بحیثیت مجموعی مذہب سے متنفر ہو چکی ہے ۔ یہ لوگ اس امر میں سچے ہیں ۔ کیونکہ انھیں مذہب میں کوئی عملی فائدہ نظر نہیں آتا ۔ اب اگر کوئی مذہب انسان کیلئے یہاں مفید ہے ۔ تو اس کے عالمگیر ہونے کا یہی وقت ہے بشرطیکہ اُسے اس شکل میں پیش کیا جائے ۔ اگر دنیا اپنے اپنے مذہب سے متنفر ہو چکی ہے ۔ تو پھر بالیقین اسلام کی ترویج کا یہی وقت ہے ۔ اگر اس میں ایسے جوہر ہیں ۔ میں تو چاہتا ہوں ۔ اور اس کوشش میں ہوں ۔ کہ جس شکل میں مجھے اسلام نظر آیا ۔ میں دنیا کو اس سے آشنا کراؤں ۔ میں دوسروں کی شرافت عقل کا ایسا ہی قائل ہوں جس طرح میں اپنے فہم و عقل کی عزت کرتا ہوں ۔ میں اس زمانہ کو نہایت احترام سے دیکھتا ہوں ۔ کہ کس آزادی سے انسان نے اس لئے مذہب سے انکار کیا ۔ کہ مذہب میں کچھ نہیں ۔ پھر میں ایسے آزاد منش لوگوں پر کیوں اعتبار نہ کروں ۔ کہ وہ اسلام کو فوراً قبول کر سکتے ہیں ۔ اگر شعار اسلامی انھیں اپنی زندگی پر براہ راست مفید اثر ڈالتا نظر آئے

یہ بدبختی تو ہماری ہے۔ کہ ہم کیوں اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایک طرف میری صحت مخدوش ہوتی
جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ امر شروع ہو رہا ہے۔ آج چھ سال سے بستر پر ہوں۔ دماغ گو دن بدن جوان ہوتا نظر
آتا ہے۔ لیکن جسم دن بدن رو بہ انحطاط ہے۔ گھبراتا ہوں کہ کہیں اسی حسرت کو لیکر یہاں سے رخصت ہو جاؤں۔
اب میں آپ کے نصب العین کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ
اس موضوع پر جو میری انگریزی کتاب تھی۔ اس کے پانچویں ایڈیشن کا اب وقت آیا ہے۔ اسکی ترتیب
کے وقت میں نے دیکھا۔ کہ جو کچھ میں لکھ چکا ہوں۔ وہ تو بالکل ناکافی ہے۔ اگر حقیقتِ نماز
کو کھول کر لکھا جائے۔ اور اس کے متعلق وہ باتیں بیان ہوں جن کی سمجھ اب مجھے آئی ہے
تو جیسے میں نے کہا کسی کا کوئی مذہب ہو پانچ نہیں وہ تو پچاس نمازیں پڑھنے کو تیار ہوگا۔
ممکن ہے میں اپنے اظہار مقاصد میں ناکام رہوں۔ لیکن میں خدائے حاضر و ناظر کی قسم کھا کر کہتا
ہوں۔ کہ امر واقعہ یہی ہے۔ بہرحال اسی سال کے شروع میں میں نے اس کتاب کو بصورت نو
لکھا۔ اور اس کا نام اسلام اور اسلامی نماز تجویز کیا۔ اسلام زندگی کو کامیاب
اور بافلاح بنانے کیلئے آیا ہے۔ اور اسلامی نماز ان اصولوں کا ایک بیّن خلاصہ ہے۔ یہ تو
اسلئے تجویز ہوئی ہے۔ کہ انسان کو ہر وقت ان اصولوں کی یاد دلائے۔ بہرحال اپنی طرف سے
کوشش کر کے میں نے اسی خیال سے یہ کتاب انگریزی میں لکھی ہے۔ اور شاید دو ہفتے کے اندر
شائع بھی ہو جائے۔ آپ جو لکھتے ہیں۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ اگر تو یہ امر میرے لکھنے پر آ رہا
ہے۔ تو آپ اطمینان رکھیں۔ یہ چند دنوں کا کام ہے۔ لیکن میرے لکھ دینے سے کیا فائدہ
ہوگا۔ اگر یہ کتاب پبلک میں نہ جائے۔ مجھے تو کسی حق الخدمت کا بھی خیال نہیں۔ کتاب
کی اشاعت ہی میرا حق الخدمت ہے۔ اس موقعہ پر میں ایک عرض کرتا ہوں۔ اگر آپ چند اور
رنگونی احباب کے ساتھ مل کر یہ کوشش کریں۔ کہ صرف اس کتاب کی چھپائی کا انتظام کر لیں
تو باقی انتظام میں کر دوں گا۔ میرے نزدیک یہ کتاب جو سوا سو (۱۲۵) صفحے سے اوپر ہوگی چار آنے
فی نسخہ لاگت پر چھپ جائیگی۔ میں نے آپ کا نام دیئے بغیر آپ کے اس خط اور اسکے
اس جواب کو رسالہ اشاعت اسلام میں چھاپنے کیلئے بھیجدیا ہے۔ غرض صرف اسی قدر ہے
کہ چند اور مسلمان بھائی اس کتاب کی مفت تقسیم کیلئے آپ کے شریک ہو سکیں۔ میں کیا کہوں

مَیں مُسلمانوں کو کس طرح یقین دلاؤں۔ کہ اگر وہ تھوڑی سی کوشش کریں۔ اور صرف دس بیس سال اس طریق پر عامل ہوں۔ تو پھر خود مغرب میں "یدخلون فی دین اللہ افواجاً" کا رنگ دیکھ لیں گے۔ مَیں اوروں کو تو نہیں۔ ہاں مُسلمانوں کو کہتا ہوں ؎

مجھ کو قسم خُدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ ہُدیٰ یہی ہے

میرا گذشتہ کام اگر کسی کو میری صداقت پر یقین دلا سکتا ہے۔ تو پھر مَیں حلفاً کہتا ہوں کہ آؤ صرف چند سال کے لئے میرے ساتھ مل کر ان نئے دلائل کی اشاعت کرو جن پر چل کر انسان کو کل نہیں بلکہ آج ہی فائدہ ہوگا۔ یہ اصُول جو قرآن کریم سے مجھے آج سمجھ آئے ہیں۔ انسانی ترقی کے ذمّہ وار ہیں۔ وہ علمی اصُول ہیں۔ اور علمی طور سے ہی پیش ہو سکتے ہیں۔ خُدا کا لاکھ احسان ہے۔ کہ آج علم کا زمانہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسی کو اسلام چاہتا تھا یہی دن اسلامی قدر دانی کے ہیں۔ پھر جب خُدا تعالیٰ وہ دن کُل دُنیا میں لایا تو ہم کیا کر رہے ہیں۔ جس علم کی خاطر دُنیا نے مذہب کو چھوڑا۔ اُسی علم کی طرف اسلام لاتا ہے۔ والسلام

خواجہ کمال الدین

مُسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مکتوبات

مکتوب نمبر ۱۳

محترمی الحاج خواجہ کمال الدین صاحب۔

مَیں آپ کی حیران کُن قوّتِ عمل بیعدیل شغفِ علم اور اسلام کے مُتعلق آپ کے ذخیرۂ معلُومات کی بیحد ثنا خواں ہوں۔ آپ کی ناسازیٔ طبع کی اطلاع سُن کر مجھے بہت رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شاندار کارہائے نمایاں اور بادیہ پیمایان ضلالت کی رہنمائی کے لئے تادیر زندہ وسلامت رکھے+

مجھے کالج کی زندگی میں ہمیشہ یہ خیال دامنگیر رہتا تھا۔ کہ فی زمانہ خطرناک مُتعصبانہ عقائد سے اُس اسلام کا دامن مُلوّث ہو رہا ہے جو سراسر صداقت۔ نُور اور جمال ہے۔ اور جو صرف اُسی

صورت میں نسل انسانی کیلئے سامان راحت بن سکتا ہے۔ جبکہ صحیح معنوں میں اُسے سمجھا جائے
چنانچہ اسی عالم افکار میں مَیں ہمیشہ کسی ایسے انسان کے دیکھنے کی آرزو رکھتی تھی جو تہذیب
مغرب سے واقفیت ہونے کے ساتھ ساتھ فہم قرآن کریم بھی رکھتا ہو۔ جو میدان عمل میں آئے
اور نہ صرف مغرب کی رہنمائی ہی کرے۔ بلکہ مشرق کی بھی اُن کے تاریکی سے نکلنے میں
دستگیری کرے۔ سو ایسا انسان جو بظاہر میرے تخیل میں ہی تھا۔ وہ درحقیقت کہیں زندہ
بھی تھا۔ اور وہ انسان آپ تھے +

آپ کی مخلص مُسلمہ بہن (شہزادی) اسماء

مکتوب نمبر ۳۲

لاس اینگلیز (کیلیفورنیا) بخدمت امام صاحب مسجد ووکنگ

پیارے بھائی! السلام علیکم۔ پچھلے خط کے بعد مجھے خوش قسمتی سے خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب
"دی آئیڈیل پرافٹ"[له] مل گئی۔ مَیں نے کبھی کوئی ایسی دلچسپ اور ایسی مفید کتاب نہیں دیکھی
جس سے میرے دل کو ایسی راحت اور طمانیت حاصل ہُوئی۔ جو سالہا سال سے مجھے مُیسّر
نہ تھی۔ مَیں اب اُسے دوسری مرتبہ پڑھ رہا ہُوں۔ قرآن کریم کی دو یا تین سُورتیں بھی روزانہ
تلاوت کرتا ہوں۔ کاش میرے لئے مسجد ووکنگ میں حاضر ہونا اور اسلام کے متعلق
زیادہ معلومات حاصل کرنا ممکن ہوتا۔ خواجہ کمال الدین جیسے انسان سے تعلق پیدا کرنا کس قدر
راحت افزا اور سرور انگیز امر ہوگا۔ میری دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں لمبی اور راحت افزا
زندگی عطا کرے۔ تاکہ وہ اس نیک کام کو جس میں وہ مُنہمک ہیں۔ تا دیر جاری رکھ سکیں۔
میرے پیارے دوست! آپ نے جو میری امداد کی ہے۔ وہ نہایت قابل قدر اور مُوجب امتنان ہے
اگر دُنیا کو کبھی اسلام کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ تو وہ زمانہ آج آیا ہُوا ہے۔ مَیں خوش ہُوں
اور بہت مسرور ہوں۔ کہ مجھے اس نُور کی پیروی کی توفیق نصیب ہُوئی۔ جو سب سے بڑے
مشعلبردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو دیا۔ اسلام میرے نزدیک بہت بڑی
چیز ہے۔ یہ ایک نہایت معقول مذہب ہے + آپ کا بھائی ہیری ای، ہینیکل (نومسلم)

[له] اس کتاب کا اُردو ترجمہ "نبوت کا ظہورِ اتم" نامی کتاب کی صورت میں چھپ چکا ہے +

نکات وحقائق قرآنیہ

بعض حقائق قرآنیہ کی تصریح میں علماء نے اپنے اپنے زمانے میں اپنے اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہیں گو ان میں سے بعض میں اختلاف بھی ہوتا ہم وہ سب کے سب خیالات قابل عزت ہیں۔ یہ تصریحات احتمالی بیانات تو ہو نہیں سکتیں ہاں وہ کسی صریح نص قرآنی یا کسی مستند حدیث کے خلاف نہیں ہونی چاہئیں۔ ہمارا زمانہ بھی جدید تکلفات کے باعث نئی تصریحات کا محتاج ہوگیا ہے میں نے پسند کیا ہے کہ تفسیر جدید کے خاتمہ سے پہلے ایسی تصریحات کو وقتاً فوقتاً درج رسالہ ہذا کردیا کروں۔ مجھے اہل علم کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ وہ ان تصریحات کو بہ نگاہ استنباط ملاحظہ کریں۔ اور جہاں وہ اختلاف پائیں۔ مجھے اس سے اطلاع دیں۔ میں حسب ضرورت تکمیل تفسیر پر بالضرور ان سے استفادہ کرونگا۔ مجھے دعوئے الہام نہیں۔ اور یہ ایک ملہم کی شان ہے۔ کہ وہ حسب ارشاد خداوندی اپنی تصریحات کو ربانی قرار دے۔ والسلام

خواجہ کمال الدین ۱۰ ستمبر ۱۹۳۲ء

ارواحِ لطیفہ وخبیثہ اور اُن کی پیدائش

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

علمی دُنیا نے یہ امر تسلیم کرلیا ہے۔ کہ مادّے کی ابتدائی سے ابتدائی شکل بھی کسی تدبیر اور قانون کے ماتحت کام کرتی ہے۔ یہ قانون مادّے کا کوئی ذاتی جوہر نہیں۔ بلکہ یہ ایک بیرونی چیز ہے۔ جو مادے کو اپنے تصرف وحکومت میں لے آتی ہے۔ مثلاً روحِ حیات اگر جسم سے نکل جائے۔ تو جسم ایک بیجان چیز ہے۔ جب کسی خارجی تدبیر کے ماتحت جسم میں حیات نمودار ہوگئی۔ تو خود اسمیں عقل۔ ارادہ۔ وہمہ۔ تدبیر وغیرہ پیدا ہوگئیں۔ آج سائنس نے عناصر سے چل کر کئی ارتقائی منازل اولے طے کرلی ہیں۔ اور اس وقت ایک سیاہ نور کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے۔ جسے سائنس نے ایتھر کو اینرجی (قدرت) کی مخلوق بیان کیا ہے جو مولّد مادہ تو ہے۔ مگر خود کسی شکل میں مادہ نہیں ہوسکتی۔ لیکن اینرجی بھی کسی ایسی تدبیر کے ماتحت کام کرتی نظر آتی ہے۔ جس کے لازمی اجزا **علم حکومت۔ طاقت** نظر آتے ہیں۔ انہی وجوہ پر غور کرنے سے علمی دُنیا نے خلق کائنات سے پہلے ایک وجودِ باری کو تسلیم کیا۔ اُسے **مُدرکہ اعظم** کہدیا جائے۔ یا **رُوح اولین** جس کے لازمی صفات **علم قدرت۔ تعقل** اور **حکومت** ہونے چاہئیں۔ صحیفۂ قدرت سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ مصاحبت مدرکہ اعظم نے اپنے ارادے کو وسائط سے پورا کرنا چاہا ہے۔ مثلاً اسے طاقت تھی۔ کہ وہ ہمیں قوّتِ سماعت وبصارت بخشے۔ لیکن ان قوتوں کے ظہور کے ذرائع کے طور پر اُس نے ہوا اور روشنی پیدا کردی۔ اسی طرح جس گوشۂ کائنات کو دیکھا جائے۔ وہاں ارادۂ باری کے ظہور کے لئے ہر طرف ذی ارادہ وسائط نظر آتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ مادّے

کی ابتدائی سے ابتدائی شکل میں بھی کوئی نہ کوئی رُوح کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مواد سے پہلے ارواح کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی باریتعالےٰ نے کائنات کی پیدائش سے پہلے یا بالفاظ دیگر دُخان سے پہلے کسی قسم کے ارواح پیدا کئے۔ یہ بھی کائنات میں نظر آتا ہے کہ ہر پیدا شدہ چیز کسی خاص انداز میں استعمال ہونے پر اپنے جوہر مخفیہ کو ظاہر کرتی ہے۔ لیکن اس مقررہ انداز میں اگر فرق آجائے۔ تو جس غرض کیلئے وہ چیز بنائی گئی تھی۔ وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن کریم نے سورۂ الرحمٰن میں "وضع المیزان" بیان فرماکر اس حقیقت کیطرف اشارہ فرمایا۔ یہی فرق چیزوں کی بناوٹ میں باعث فساد ہو جاتا ہے۔ یہ انداز سے پہلے ہی سے مقرر شدہ ہیں اسلئے اسلامی ایمانیات "والقدر خیرہ من اللہ تعالیٰ" پر ایمان رکھنا قرار دیا گیا ہے جس سے مُراد یہ ہے۔ کہ کسی چیز کا نیک و بد اس انداز پر مُنحصر ہے۔ جو باری تعالےٰ نے اس کے لئے تجویز کیا ہے۔ ہم ان اندازوں پر ایمان رکھنے کیلئے اس لئے مُکلّف ہیں۔ کہ ان کے اٹل نتائج پر یقین رکھیں۔ یعنی یہ سمجھ لیں۔ کہ جو انداز (نیک اور بد) ہم نے استعمال کیا۔ وہ اپنا نتیجہ پیدا کر کے ہی رہیگا۔ اسی ایمان سے ہی دُنیا ضرر اور بدی سے بچ سکتی ہے۔ یہی فلسفہ خیر و شر کا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو ہر ایک چیز برنگ خیر ہی آئی ہے۔ ہم اس بات پر مُکلّف ہیں۔ کہ ہم اس انداز سے واقف ہوں۔ جس سے وہ چیز بدی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تاکہ ہم انداز شر سے بچیں۔ +

یہ اُوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ خدا کے ہر قانُون کے نفاذ کے لئے کوئی نہ کوئی کارندہ یا ایجنسی موجود ہے۔ اسی طرح خیر و شر کے اندازے پر نتائج مُرتّب کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی ایجنسی ابتدا میں مقرر ہو جانی چاہیئے۔ بلکہ خلق اشیا سے پہلے یہ ایجنسیاں وجُود میں آجانی چاہئیں۔ بعض متکلمین اسلام نے چیزوں کی خلق کے ساتھ ساتھ ان ایجنسیوں کا پیدا ہونا سمجھا ہے باتیں دونوں ایک ہی ہیں۔ انہی ایجنسیوں کا نام ارواح لطیفہ یا خبیثہ ہیں۔ جنہیں مذہبی اصطلاح میں ملائکہ یا شیاطین کہا گیا ہے۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ خالق شیاطین ہونے کے باعث خدا تعالےٰ خالق شر ہے۔ اسی کائنات میں ایک اَور قانُون ابتدا ہی سے کام کرتا نظر آتا ہے جس کا نام قانُون اضداد ہے۔ چیزیں بالطبع خواص میں ایک دوسرے کے

مخالف ہوتی ہیں۔ لیکن اُن کی مقررہ ترکیب سے بہتر سے بہتر نتائج پیدا ہو جاتے ہیں قرآنی اصطلاح میں انہی اشیاء کا نام ازواج رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں سُورۃ "الذاریات" کے یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں۔ ومن کُلّ شیءٍ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون جو چیز شر بناتی ہے۔ وہ دراصل چیز کی خدمت کے لئے ہی پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایک وقت خیر سے تزویج پا کر دُنیا میں بہترین چیزوں کی مؤلد ہو جاتی ہے۔ اس امر کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ میں نے ایک اور مقالہ بہ عنوان "شیطان ایک اخلاقی ضرورت ہے" میں لکھا ہے۔ شیطان تو تعمیر اخلاق کا ایک مزدور ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ صحیح قانون پر چلایا جائے ہاں اگر صحیح قانون کی عزت نہ کی جائے۔ تو شیطان موجب فساد ہو جاتا ہے۔ الغرض ہر خیر و شر کے محرک بھی دونوں قسم کے ارواح ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ کس چیز سے پیدا ہوئے یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ ان کی پیدائش جسمانیات سے پہلے ہونی چاہئے۔ چونکہ انہوں نے جسم میں نفوذ کر کے اپنے افعال کو پیدا کرنا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان کی پیدائش سب سے اول اسی مواد سے ہو۔ جس پر عمل کر کے ان ارواحوں نے دوسرے اُمور "خلق" میں لانے ہیں کائنات کی پہلی شکل ایتھر یا دُخان ہے جس میں دھوآں اور روشنی دونوں شامل ہوتے ہیں روشنی کا نام اگر مذہبی اصطلاح میں نُور ہے۔ تو دھوئیں کا نام ظلمت رکھا گیا ہے۔ نُور کی جو الطف سے الطف شکل ہو سکتی ہے۔ اس سے بعض مسلم محققین کے نزدیک ارواح لطیفہ یعنی فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ظلماتی مواد سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ یہی نُور جو ایتھر میں مُضمر ہوتا ہے دوسری منزل پر عالم الوان (رنگ) میں آ کر تیسری منزل پر ایک مشہود شکل اختیار کر لیتا ہے جسے قرآن کریم نے نجم اور علمی اصطلاح میں اسٹراسیٹرم کہا گیا ہے۔ یعنی یہ وہ نوری ذرات ہیں جو کروڑوں کی تعداد میں آسمان پر کسی تاریک رات میں کہکشاں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں الغرض سب سے اوّل نُور و نار پیدا ہوئے۔ نُور کی الطف شکل نے فرشتے اور نار لطیفہ نے شیاطین کی صُورت اختیار کی دھواں اگرچہ خادم نُور ہے اور آخر یہی نُور میں منتقل ہو جاتا ہے جیسے کہ ہر شعلہ آتش پہلی صُورت میں دھواں ہوتا ہے جو بالطبع مُضر ضرور ہے مگر بہرحال وہ نُور کا زوج ہے چنانچہ قرآن نے یہی فرمایا ہے۔ کہ شیطان کا کوئی غلبہ مسلم پر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس کا آخر کار خادم ہو جاتا ہے +

شیطان

ایک اخلاقی ضرورت

(از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

دُنیا اضداد سے بھری پڑی ہے۔ کیونکہ پیدائش اور نشوونما کا اصول ایسے جزئیات پر قائم ہے۔ جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ گویا دُنیا کا نظام مختلف الخواص اشیاء کے باہم ملنے پر موقوف ہے۔ اگرچہ قوائے کے لحاظ سے ہر شئے اچھی اور بہتر ہے۔ مگر اس کی اصلیت اُس وقت تک مخفی رہتی ہے۔ جب تک کہ وہ اپنی کسی ضد سے ٹکرا نہ لے۔ تصادم کے بعد ہی اُس کی مخفی اصلیت نمایاں ہوجاتی ہے۔ علاوہ ازیں اشیاء کے باہمی تصادم سے ادنٰے شئے اعلےٰ کے نقائص دُور کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اور اعلےٰ شئے اپنی خاصیت واضح کردیتی ہے۔ اعلےٰ اور ادنےٰ شئے میں ہمیشہ اسی طریق پر مقابلہ رہتا ہے۔ اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعلےٰ شئے کے اندر ایک ایسی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ جو اُسے آیندہ کے خطرات سے محفوظ کردیتی ہے مثال کے طور پر میں اس مقابلہ کو لیتا ہوں۔ جو انسان کو زندہ رکھنے کیلئے اُس کے جسمانی نظام میں پایا جاتا ہے۔ قُدرت نے انسان کے جسم کے اندر سفید ذرات خون (کریتہ البیضاء) کی ایک فوج رکھی ہوئی ہے۔ جن کی رفتار سے ہمارے اندر وہ قوت مدبرہ پیدا ہوتی ہے۔ جو بیرونی صدمات اور امراض کے حملوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ اب سفید ذرات طبعی طور پر سست اور جامد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُنھیں برانگیختہ کرنے کیلئے کسی بیرونی چیز کی طرف سے پہل ہونی ضروری ہے۔ اس غرض کیلئے بعض زہریلی ادویات باہر سے ہمارے جسمانی نظام کے اندر داخل کی جاتی ہیں۔ جن کا فوراً ہی سفید ذرات مقابلہ شروع کردیتے ہیں۔ یہ جنگ انسان کے اندر قوت مدبرہ پیدا کرتی ہے۔ جس سے ہماری صحت عود کر آتی ہے۔ اس کے بعد پھر سمیات جسم پر کوئی بُرا اثر نہیں ڈال سکتیں۔ وہ گویا ایک طرح سے سفید ذرات کی خوراک بن جاتی ہیں۔ اور بالواسطہ جسم کی محافظت کا باعث بنتی ہیں۔ پس

جس طرح جسم کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ کوئی خارجی زہر اسمیں داخل کیا جائے۔ اسی طرح گناہوں سے محفوظ رہنے کیلئے ہمیں کسی اخلاقی زہر کی ضرورت ہے میں یہ بات محض تشبیہاً بیان نہیں کرتا۔ کیونکہ مشابہت منطق میں ہمیشہ کام نہیں آسکتی۔ بلکہ اس مماثلت کے ذریعے میں قانونِ قدرت کی اس یکسانیت کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو فطرت میں ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ دنیا میں ہر جگہ پیدائش اور نشو و نماء کے جملہ قوانین ایک ہی طرز پر کام کر رہے ہیں۔ ان کا زاویۂ عمل خواہ مادہ کی کوئی شکل مثل جمادات۔ نباتات حیوانات یا انسان وغیرہ کیوں نہو۔ ان کی نوعیت بہرحال یکساں ہے۔ مثلاً تمام اشیاء کی پیدائش ایسی چیزوں سے ہوتی ہے۔ جن کا وجود بہت حقیر بلکہ عدم کے برابر ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر تمام چیزیں پیدائش کے وقت بہت چھوٹی ہوتی ہیں لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں تا آنکہ تکمیل پا جاتی ہیں سکے بعد ان میں زوال اور انحطاط آنا شروع ہو جاتا ہے۔ حتٰی کہ وہ پھر فناء ہو جاتی ہیں +

الغرض عالم مادیات کی طرح عالم اخلاق و روحانیات میں بھی کسی ہر بلی شئے کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ وہ سچائی کے اصولوں کا مقابلہ کر کے انھیں حِرکس اور متحرک کر دے۔ لیکن چونکہ انسانی عالم روحانیات میں ادراک اور تمیز پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس میں تحریک پیدا کرنے والی چیزوں میں بھی ایسی سمجھ اور ادراک کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو انھیں برے جذبات سے متمیز کر سکے۔ ظاہر ہے۔ کہ محض برے جذبات ہمارے لئے روحانی زہر نہیں پیدا کر سکتے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ان بُرے ارادوں کو بھی پہچان سکتے ہوں۔ جن کا ازالہ کرنا ہمیں مقصود ہے۔ پس اگر جسم ایسے نفس (روح) کو پیدا کرتا ہے جس کی صحت صرف اس بات پر منحصر ہے۔ کہ اچھے اخلاق پر مداومت اور مزاولت کی جائے۔ تو پھر اسکے ساتھ ہی کسی بدروح کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ اس سے تمام کدورت اور سستی دور کر دے یہی بدروح مذہبی علم الکلام میں شیطان کہلاتی ہے۔ ہمیں اس کے وجود کی اشد ضرورت ہے، تاکہ وہ ہر وقت غلط راستہ اختیار کر کے ہمارے صاف نفس کو ابھارتا ہے۔ پس جس طرح عالم مادیات میں اشیاء اپنی ضد سے ٹکرا کر حیثیت اور قوی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم روحانیات میں بھی ہمیں کسی بدِ مقابل کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہماری اخلاقی طاقتوں کو ابھارتا رہے۔

ورنہ بصورت دیگر وہ خفتہ ہی رہ جاتیں۔ الغرض شیطان عالم روحانیات میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو زہریلی دوا عالم جسمانیات میں رکھتی ہے۔ قرآن کریم کی رُو سے بھی اُس کے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو عالم جسمانیات میں کسی زہریلی دوا کے ہوتے ہیں۔ شیطان بھی ان ادویات کی طرح ہم میں باہر سے ہی داخل ہوتا ہے۔ بظاہر تو اس کا کام ایک دوشمن کا سا ہوتا ہے۔ وہ ہمارے اخلاق کو کمزور کرنے اور بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر ہماری اخلاقی فطرت جرأت سے کام لے۔ اور ہم قوانین قدرت کی پیروی کریں۔ تو ہم ہر قسم کے گناہوں سے مامون و محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور شیطان بھی پھر زہر کی طرح کمال انسانی میں خود ممد بن جاتا ہے۔ ہر دو قسم کی زہریں یعنی سمیات اور شیطان ہماری صحت اور ہمارے نفس میں علی الترتیب بالکل مشابہ طور پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی رُو سے بدی کی روش بھی وہی ہے جو شیطان کی ہے۔ بالفاظ دیگر دونوں ایک ہی شئے ہیں +

یہاں صرف ایک سوال تصفیہ طلب رہ جاتا ہے۔ کہ آیا شیطان خود ہماری ہی ضمیر کی ناملائمت اور ہٹ دھرمی کا دوسرا نام ہے یا وہ کوئی الگ ہستی ہے۔ جو ہمارے جسم سے باہر رہ کر ہمارے دل کو گناہ کی ترغیب دیتی ہے یا بلفاظ دیگر کیا شیطان محض قوت کا نام ہے یا وہ کوئی ایسی ہستی ہے۔ جو ہماری قوتوں کو گناہ کی تلقین کرتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ہماری جسمانی فطرت کا کوئی حصہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر اچھے اخلاق نفس (یا رُوح) کی کوشش پر منحصر ہوتے ہیں۔ تو اس نفس (یا رُوح) کو حرکت دینے کے لئے کوئی دوسرا نفس (یا رُوح) چاہئے۔ پس وہ بدرُوح شیطان ہے +

شیطان کے مقام کے متعلق بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا وہ کوئی بیرونی ہستی ہے یا کوئی ایسی ہستی ہے۔ جو انسان کے اندر ہی رہ کر اُسے گناہ پر مائل کرتی ہے۔ یہ سوال فی الواقعہ اسی طرح مشکل پیدا کرتا ہے جس طرح اہل مذہب کے سامنے اس بات کے ماننے میں مشکل پڑتی ہے کہ خدا کا الہام باہر سے آیا کرتا ہے۔ القاء خواہ اچھا ہو یا بُرا اپنی ماہیت کے اعتبار سے کوئی جسمانی پہلو اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یہ ایک قسم کا علم ہوتا ہے۔ اور علم ہمیشہ بیرونی دُنیا سے آیا کرتا ہے۔ لہذا تمام قسم کا القاء ہم بیرونی اشیاء سے ہی حصول کرتے ہیں پس یہ نتیجہ نکلا۔ کہ تمام گناہ کا القاء کرنیوالی کوئی بیرونی ہستی ہے + (باقی آیندہ)

حادثۂ فاجعہ

ہانگ کانگ کی ایک افسوسناک اطلاع بوساطت مسٹر اے حمید صاحب مظہر ہے۔ کہ دوکنگ مسلم مشن کے دیرینہ کرمفرما بابو نور خان صاحب ۲۹ اگست کو انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون موجودہ دور قحط الرجال میں آپ جیسی فیاض ہستیوں کا ملت اسلامیہ میں سے چلا جانا از بسکہ الم انگیز ہے دعا ہے کہ اللہ تعالے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ کے اعزہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا عطا فرمائے +

سکرٹری

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن - ریویو - کتب خانہ و اشاعت اسلام	نقشہ ۱	۳	۱۱	۱۱۲۱۰
آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو	نقشہ ۲	۰	۰	۱۳۰
آمد ریزرو فنڈ	نقشہ ۳	۰	۸	۲۷۲
میزان		۳	۳	۱۱۶۱۳

تفصیل خرچ

تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
خرچ ووکنگ مشن - ریویو - کتب خانہ	نقشہ ۴	۰	۲	۹۰۵۰
میزان			۲	۹۰۵۰

دستخط - فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ - عزیز منزل - لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و اشاعت اسلام ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۸/۳۲	۶۴۰	میسرز سلطانی اینڈ کو کیپالہ - مشن	۰	۰	۵۰
۲/۸/۳۲	۶۴۱	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور نصف مشن نصف ریویو	۰	۰	۲۰
۳/۸/۳۲	۶۵۶	جناب محبوب خان صاحب - لورڈھا دوار مشن	۰	۰	۲
	۶۷۰	″ عمر توسن صاحب اسکندریہ ″	۰	۶	۲۶۴
۴/۸/۳۲	۶۷۱	″ عبدالحق صاحب گجرات ″	۰	۰	۵
″	۶۷۳	″ یوجی احمد صاحب - رنگون ″	۰	۰	۶
″	۶۸۰	″ شیخ محمد رزاق صاحب لائلپور ″	۰	۰	۵
″	۶۸۱	میسرز ملک پرنٹنگ پریس لاہور ″	۰	۰	۱
″	۶۸۳	قرضہ از سرمایہ محفوظ (بحوالہ نقشہ ۳ خرچ ریزرو فنڈ) بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء	۰	۰	۶۳۹۰
″	۶۸۴	منافع سرمایہ محفوظ فی -/-/۶۳۹۰	۰	۸	۲۸۷
۵/۸/۳۲	۶۸۵	جناب منہاج الدین صاحب سرگودھا مشن	۰	۰	۱۰
″	۶۸۶	جناب کپتان صاحبزادہ ایم خورشید صاحب کراچی مشن	۰	۰	۵۰
	۶۸۹	جناب حاجی شیخ عبدالعزیز صاحب کلکتہ	۰	۰	۵
۶/۸/۳۲	۶۹۰	جناب ایم حامد صاحب گورکھپور - مشن	۰	۰	۲۵
۸/۸/۳۲	۶۹۲	جناب محمد عمر صاحب سکرنڈ ″	۰	۰	۵
″	۶۹۳	″ دلاور خان صاحب پشاور ″	۰	۰	۴
″		″ غلام حسن صاحب ″	۰	۰	۲
	۶۹۶	″ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور ″	۰	۰	۵
۹/۸/۳۲	۷۰۳	″ کے بی قاضی محمد شوکت حسین صاحب مرادآباد	۰	۰	۴
۱۰/۸/۳۲	۷۰۸	″ چودھری محمد رفیع صاحب گوجرانوالہ مشن	۰	۱۴	۷
″	۷۰۹	″ میجر ایم اے جعفری صاحب - آگرہ ″	۰	۰	۱۵
[illegible]	[illegible]	[illegible] ٹرسٹ بحوالہ نمبر ۲۷	۰	۰	۱۰۰۰
۱۲/۸/۳۲	۷۱۶	جناب محمد حنیف صاحب اعظم گڑھ رسالہ اشاعت اسلام مشن [illegible]	۰	۸	۶
۱۵/۸/۳۲	۷۲۸	جناب ایچ اے ڈی جی صاحب پٹنہ مشن	۰	۰	۵
″	۷۲۹	جناب محمود الحق صاحب کھلنہ ″	۰	۰	۱۵
″	۷۳۴	″ عبدالمجید خان صاحب فیروزپور ″	۰	۰	۲۵
۱۶/۸/۳۲	۷۳۵	″ احمد ملا داؤد صاحب - رنگون مشن اسلامک ریویو	۰	۸	۳۷
″	۷۴۳	سینٹرل ٹرسٹی دائی بے غنی صاحب مرحوم از وقف فنڈ رنگون	۰	۰	۲۵۰
۱۷/۸/۳۲	۷۴۴	جناب اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب - لاہور مشن	۰	۰	۲
″	۷۵۲	جناب چودھری نور غنی صاحب - گوجرانوالہ مشن	۰	۱۴	۷
۱۹/۸/۳۲	۷۵۸	جناب عبدالکریم صاحب بلوچستان - مشن	۰	۰	۵
	۷۵۸	جناب ڈاکٹر ایچ اکبر صاحب ٹانگہ ٹولی	۰	۰	۲
۲۲/۸/۳۲	۷۸۳	″ آغا محمد ابراہیم صاحب بھوالی	۰	۰	۲
″	۷۸۴	″ سید بشیرہ صاحب جہلم مشن	۰	۰	۵
″	۷۸۵	جناب محمد بشیر حسن صاحب کاکوری ″	۰	۰	۱
۳۰/۸/۳۲	۸۳۰	جناب سردار خان صاحب ہانگ کانگ ″	۰	۰	۱۰۰
″	۸۳۱	″ ابراہیم خان صاحب عدن ″	۰	۰	۱۰
۳۱/۸/۳۲	۸۳۸	جناب محمد عالم صاحب آسٹریلیا ″	۳	۵	۱۳۱۷
″	۸۴۸	واپسی پیشگی از مترجم ٹرسٹ بحوالہ نمبر ۵۹	۰	۰	۵
″	۸۴۹	واپسی پیشگی از سفیر اول مشن بحوالہ نمبر ۳۸ مشن			۳۰
″	۸۵۰	آمد محصول از سفیر اول مشن [illegible] از جنوری ۱۹۳۲ء تا جون ۱۹۳۲ء (بحوالہ نمبر ۶۵)	۰	۸	۲۷۱
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء	۰	۱۱	۸۰۲
		″ رسالہ اشاعت اسلام ″	۰	۰	۱۴۷
		میزان	۳	۱۱	۱۱۲۱۰

نقشہ ۲ تفصیل آمد مفت تقسیم لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۸/۳۲	۶۴۲	جناب یوسف عبداللہ نتھانی صاحب بمبئی یک کاپی	۰	۰	۵
۵/۸/۳۲	۶۸۴	″ سید محمد شاہ صاحب مری ″	۰	۰	۵
۹/۸/۳۲	۶۹۷	″ محمد فرید الدین صاحب [illegible] ″	۰	۰	۵
۱۱/۸/۳۲	۷۱۰	″ علی احمد صاحب [illegible] ۲۰ کاپی	۰	۰	۱۰۰
۲۰/۸/۳۲	۷۶۴	جناب مصطفیٰ الکمال پاشا صاحب لکھنؤ ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
		″ محمد [illegible] صاحب لکھنؤ یک کاپی	۰	۰	۵
		میزان	۰	۰	۱۳۰

نقشہ ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	تفصیل آمد	آنہ	پائی	روپیہ
۲ ۸/۳۲	۸	جنابہ اہلیہ صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب [illegible]	-	۰	۲
"	۹	جناب خواجہ عبد الغنی صاحب ۔ لاہور	-	۸	۲
"	"	جناب [illegible] محمود صاحب لاہور	-	۰	۲
"	"	خواجہ جلال الدین صاحب ۔ "	-	-	۱
"	"	ملازمین دفتر "	-	۸	۱
"	۱۰	جناب خان بہادر رحیم علی صاحب بہاولپور	۰	-	۲۰
۱۰ ۸/۳۲	۱۱	جنابہ اہلیہ صاحبہ جناب عبد الرشید صاحب نصر ۔ پونہ	۰	۰	۱۰۰
۱۶ ۸/۳۲	۱۲	رقم موصولہ از منیجر مسلم بک ایجنسی لاہور از فروخت کتب	۰	۰	۵۰
۲۲ ۸/۳۲	۱۳	جناب سید ولایت حسین صاحب گجرات	۰	۰	۱۰
۲۴ ۸/۳۲	۱۴	جناب سلطان احمد خان صاحب ۔ علیگڑھ	-	۸	۵۸
۲۶ ۸/۳۲	۱۵	" عبد الجبار صاحب ۔ برما	۰	-	۲۵
		میزان	۰	۸	۲۷۲

نقشہ ۴ تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۸/۳۲	۲۷	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۲ء ۔ واپسی پیشگی ۔۔۔ ادا کی ۵-۸-۰	۰	۸	۱۰۵
	۲۸	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء مع الاؤنس خرچ تنخواہ نائب امام مسجد ووکنگ	۰	۸	۱۰۵
۲ ۸/۳۲	۲۹	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بک نمبر ۱۸۲ تا ۲۷۸ ۔ ۹۸-۱۱-۳ ؛ کتب خرید کردہ بر پریس ریڈنگ ۰-۱۴-۰ ؛ رقم واپسی حوالہ آر۔ آر نمبر ۱۲۶۹۴ ۔ ۱-۱۵-۰ ؛ تاریں ۔ کراچی برائے کاغذ ۰-۱۳-۰ ؛ سٹیشنری ۱۴-۱۵-۰ ؛ متفرق خرچ ۵-۱۱-۹	۰	۰	۱۵۰
	۳۲	میسرز ڈائمنڈ پریس متعلقہ رسالہ اشاعت اسلام کی بندھائی بابت سہ ماہ ۔ لفافے اور کارڈ وغیرہ بنوائی و چھپوائی	۰	۱۳	۴۳
	۳۳	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بک نمبر ۶۹ تا ۴۰۷ ۔ ۱۴۸-۱۴-۰ ؛ متفرق خرچ ۱-۲-۰	-	۰	۱۵۰
	۳۰	میسرز کلکتہ آرٹ پریس بابت طباعت پمفلٹ سیرت از فارس تصاویر	-	۱۱	۲۲۱
	۳۱	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- اسلامک ریویو ۔ ریلوے محصول کاغذ اسلامک ریویو ۱۵-۴-۳ ؛ کرایہ بل از کراچی تا لاہور ۱۰۴-۱۲-۰ ؛ کرایہ بیل گاڑی باربرداری کاغذ تا پریس ۳-۰-۰ ؛ مزدوری گاڑی بان کاغذ پریس تک پہنچانے کے ۱-۰-۰ ؛ ۱۲۴-۳-۰ ؛ وصولی چیک ڈرافٹ ۱-۰-۰ ؛ سٹیشنری ۲-۱۳-۰ ؛ تاریں پیشگی کارڈ ولایت ۸-۴-۰ ؛ متفرق خرچ ۱۲-۱۴-۳	۰	۰	۱۵۰
۲۱ ۸/۳۲	۴۴	میسرز ہیکو آرٹ پریس متعلقہ بلاک تصاویر	:	۹	۴۱
۲ ۸/۳۲	۳۵	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بک نمبر ۲۳ تا ۱۴۹ ۔ ۴۸-۰-۰ ؛ بلاک ووکنگ پی ۳ بلاک از کلکتہ متفرق رسید ۳۲-۴-۰ ؛ تالیف قلوب حکم جناب پریذیڈنٹ صاحب ٹرسٹ ۳۰-۰-۰ ؛ تاریں ۴-۱-۰ ؛ کرایہ دفتر (ہر دو دفاتر) ۳۲-۰-۰ ؛ متفرق خرچ ۳-۹-۰	۰	۰	۱۵۰
"	۳۶	میسرز قسمت رام چھبیل لال کاغذ برائے اشاعت اسلام ۔ سرکلر	۰	۵	۱۰۹
"	۳۷	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر نمبر ۹۱ تا ۹۹ ۔ ۴۰-۰-۰ ؛ رقم واپسی امانت ۹۰-۰-۰ ؛ پریس ۔ کاغذ طباعت لفافے وغیرہ ۹-۲-۰ ؛ سٹیشنری ۴-۴-۰ ؛ متفرق خرچ ۔ تار بی ووکنگ ڈی ایل ٹی ۵-۰-۰	۰	۰	۱۵۰
"	۳۸	کتابت [illegible]	-	۱۵	۱۴
"	۳۹	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بک نمبر ۵۹۹ تا ۶۸۲ ۔ ۸۸-۴-۰ ؛ پریس ۔ کاغذ طباعت ؛ رقم ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو [illegible] ؛ سٹیشنری [illegible] ۵-۳-۶ ؛ کرایہ دفتر ہر دو دفاتر ۳۲-۰-۰ ؛ متفرق خرچ ۔ برف ۔ گوند ۔ کرایہ تانگہ ۳-۸-۶	-	۰	۱۵۰
	۴۰	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس بابت طباعت رسالہ اشاعت اسلام ماہ مئی ۔ جون ۔ جولائی	-	۰	۶۰
	۴۱	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بک نمبر ۵۵۲ تا ۵۹۹ ۔ ۱۱۰-۰-۰ ؛ تار ماہ ستمبر ۱۴-۰-۰ ؛ متفرق خرچ ۔ کرایہ تانگہ [illegible] پیشگی [illegible] اسلامک ریویو ۱۲-۸-۰	۰	۰	۱۵۰
	۴۲	میسرز غلام محمد معراج الدین صاحب متعلقہ بندھائی اسلامک ریویو ماہ جون جولائی ، فروری ، مارچ ۔ اگست ۱۹۳۲ء	۰	۰	۷۶
	۴۳	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بک نمبر ۵۵۱ تا [illegible] ۱۴۵ ؛ تاریں ۲۰-۳-۰ ؛ متفرق خرچ ۱-۱۳-۹ ؛ سٹیشنری ۳-۱۵-۰	۰	۰	۱۵۰
	۴۴	کاتب [illegible] اشاعت اسلام [illegible]	:	۲	۴۹

بقیہ نقشہ ۲ تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۸/۳۲ ۲	۴۵	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- از محصول ڈاک بہی نمبر ۳۶۸۳ تا ۴۸۷۸ ... ۴۷-۸-۰؛ کتب انگریزی اور اردو بیٹنسٹر کامیٹی (زر شائدہ ووکنگ) ... ۲۵؛ موسمی اخراجات خرچ بجلی ماہ جون ۱۹۳۲ء ... ۴؛ سٹیشنری (گوند) ... ۰-۱۲-۰؛ تواضعات ... ۰-۲-۰؛ رقوم واپسی بحوالہ آر آر نمبر ۳۰ ... ۸؛ تار بی گورکھپور ... ۰-۱۵-۰؛ متفرق ... ۳-۱۱	۰	۰	۱۵۰
	۴۶	میسرز رسول اینڈ سنز ... بابت طبع اسلامک ریویو ... سرورق ... ۲۸۷-۳-۰		۳	۲۸۷
	۴۷	میسرز [illegible] - طباعت ... فارمس مع قیمت کاغذ	۰	۱۰	۱۹
	۴۸	میسرز جے۔ بی۔ [illegible] اینڈ کو - کاغذ برائے سرکلر پمفلٹ وغیرہ	۰	۵	۶۰
	۴۹	میسرز [illegible] اینڈ [illegible] زنانہ طبیہ [illegible]	-	۸	۲۲
	۵۰	میسرز [illegible] الیکٹرک بابت مرمت بجلی کا پنکھا بحوالہ ان کا بل نمبر ۲۴۷ مورخہ ۵/۳۲ ۲۲		۱۰	۱۰
	۵۱	میسرز ایسٹرن ٹائمز لاہور - اجرت برائے اشتہار ... بہ تاریخ ۵-۷-۹ ۱۲ جولائی ۱۹۳۲ء			۱۶
	۵۲	میسرز یونائیٹڈ اڈکشن مارٹ لاہور - میز ... ۱۴؛ ایک مکتب ... ۲	۰	۰	۱۶
	۵۳	پیشگی رقم بہ دفتر ووکنگ ... ۱۵۰ پونڈ	۰	۰	۲۰۰۰
۸/۳۲ ۲۵	۵۴	جناب عبد المجید صاحب آنریری [illegible] بابت ۳۱-۳-۱۹۳۲ء بحوالہ چیک نمبر ۹-۳۲ ۲۶	۰	۰	۱۰۰
	۵۵	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از آر آر نمبر ۸ تا ۳۶ ... ۱۳۰-۰-۰ ریپرس اسلامک ریویو؛ محصول ڈاک از ووکنگ تا لاہور ... ۱۷-۹-۰؛ متفرق خرچ ... ۲-۷-۰	۰	۰	۱۵۰
	۵۶	کمیشن بحساب ۱۰ فی صدی بر رقم ۱۶۷-۸-۰ روپیہ وصول شدہ	۰	۱۲	۱۶
	۵۷	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۲۶ تا ۸۷۷ ... ۱۰۱-۰-۰؛ سٹیشنری ... ۷-۰-۰؛ رقم واپسی [illegible] بحوالہ آر آر نمبر ۲۴ مورخہ ۵/۳۲ ... ۵؛ پیشگی رقم بہ مانسہرہ ... ۳۰؛ تواضعات ... ۰-۳-۰؛ تار ... ۰-۸-۰؛ متفرق خرچ ... ۵-۱۲-۰	۰	۰	۱۵۰

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
	۵۸	تنخواہ سفیر اول مشن از ۲۵ جون ۱۹۳۲ء - یکم جولائی ۱۹۳۲ء تا ۳۱ جولائی ۱۹۳۲ء ... ۴۳؛ ... ۲۴ واپسی پیشگی [illegible]	۰	۰	۴۲
	۵۹	متعلقہ ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام بابت جون و جولائی ۱۹۳۲ء واپسی پیشگی ... ۵؛ ادا شدگی ... ۴ روپے	۰	۰	۹
	۶۰	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از ۸-۸ تا ۳ ... ۱۰۰ ... ۸۰؛ سٹیشنری ... ۱۳-۱۱؛ کتب بیٹنسٹر کامیٹی کی جلد بندی [illegible]؛ تاریخ ... ۴-۱۵؛ سفر خرچ در ہندوستان ... ۱۵؛ کرایہ دفتر ... ۳۲؛ متفرق ... ۲-۸	-	۰	۱۵۰
	۶۱	محصول ڈاک از نمبر ۱۰۴۰ تا ۱۱۲۱ ... ۹۰؛ محصول بر ریپرس اسلامک ریویو ... ۱۷؛ اشتہارات ... ۱۲؛ تالیف قلوب ... ۱۵؛ تواضعات ... ۰-۳؛ کتب خرید کردہ ... ۵-۴؛ رقم واپسی ... ۱؛ سٹیشنری ... ۰-۴؛ متفرق خرچ ... ۸-۸	-	۰	۱۵۰
		محصول ڈاک از ۱۱۲۷ تا ۱۱۷۸ رجسٹر ڈاک بہی ... ۶۱؛ سٹیشنری ... ۲؛ چھپائی سرورق رسالہ اشاعت اسلام ... ۱۵؛ رقم پیشگی بہ ریویو ریڈر اسلامک ریویو ... ۲۷-۲؛ رقم پیشگی بہ مترجم رسالہ اشاعت اسلام ... ۵؛ امیر سٹ مانسہرہ ... ۳۰؛ ۹-۴	-	۰	۱۵۰
۸/۳۲ ۲۵	۶۳	محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۱۱۷۹ تا ۱۱۸۹	۰	۰	۱۵۰
"	۶۴	رقم پیشگی بہ ووکنگ دفتر ۱۰۰ پونڈ فیس [illegible]	-	۵	۱۳۳۴
۸/۳۲ ۲۶	۶۵	سفر خرچ [illegible] سفیر اول مشن [illegible] از ۱۰ جنوری تا ۹ جون ۱۹۳۲ء [illegible] واپسی پیشگی ... ۲۱۱-۸ ادا شدگی		۹	۲۱۱
		میزان کل	۰	۲	۹۰۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

...میں اشاعت اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں:۔

(۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپین نومسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے

(۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے

(۳) مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔

(۴) لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نو مسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس پر یکصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے

(۵) رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زاید مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع دعوت کی جاتی ہے یہ مجمع مسلمین نو مسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۶) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

(۷) تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نو مسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے

(۸) انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نو مسلمین۔ غیر مسلمین کو مفت نذر کی جاتی ہیں۔

(۹) مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جن میں مسلم نو مسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے

(۱۰) عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

(۱۱) اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا داعی و مشعلبردار ماہواری انگریزی رسالہ۔ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت۔ اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نو مسلمین کے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر رسالہ کو اہل قلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے۔ جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ۱۰ مفت تقسیم و طلبہ کو معہ محصول ڈاک نمونہ مفت۔

(۱۲) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں۔ جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطۂ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جملہ تبلیغی جدوجہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

SEPTEMBER, 1932. Registered L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیٔ مسلم مشن ووکنگ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی (۳) رسالہ اشاعت اسلام (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ قائم رکھنا۔

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا۔

(۳) انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۴) سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

(۵) اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ج ۱۔ جناب دی رائٹ آنریبل سر رولینڈ جارج الممن الفیض ن بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق۔ بی اے (کینٹب) ایم۔ آئی سی ای۔ آئی ای آئی آف اکاؤ ہوس۔ کیلا رنے۔ آئرلینڈ (چیرمین)

۲۔ جناب سر عباس علی بیگ صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی ایل۔ ایل۔ ڈی۔ بی۔ اے۔ ایف۔ یو۔ بی۔ آف بمبئی اینڈ کلکتہ۔

۳۔ جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا سشن اینڈ ڈسٹرکٹ جج لائلپور

۴۔ جناب حکیم محمد جمیل خان صاحب رئیس اعظم فرزند جناب حکیم اجمل خاں صاحب رئیس اعظم دہلی

۵۔ کنور شری بدر الدین خان صاحب فرزند عالیجناب ہز ہائی نس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست منگرول (کاٹھیاواڑ)

۶۔ جناب شیخ عبدالحمید صاحب مالک انگلش ویئر ہوس۔ دی مال۔ لاہور

۷۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائلپور

۸۔ جناب خان بہادر غلام صمدانی خاں صاحب ریونیو اسسٹنٹ پشاور (سرحد)

۹۔ خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریزیڈنٹ میونسپلٹی۔ (سرحد) پشاور۔

۱۰۔ جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سپیشل اسسٹنٹ ٹو منسٹر مال ریاست جموں و کشمیر

۱۱۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا اینڈ وکیٹ ہائی کورٹ لاہور

۱۲۔ جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے۔ بی ٹی (قائمقام امام مسجد ووکنگ انگلستان

۱۳۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بانئ ووکنگ مسلم مشن (وائس پریزیڈنٹ)

۱۴۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکرٹری)

۱۵۔ جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور

۱۶۔ جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے لاہور۔ مسلم مشنری

۱۷۔ جناب خواجہ عبدالغنی صاحب (سکرٹری)

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

د۔ ۱۔ جناب سر میاں محمد شفیع صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ بیرسٹرایٹ لا لاہور

۲۔ جناب سلطان خانصاحب سعادت علی خانصاحب رئیس اعظم سکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۳۔ جناب محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ لاہور

۴۔ جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سپیشل اسسٹنٹ ٹو منسٹر مال صاحب بہادر ریاست جموں و کشمیر

۵۔ جناب کنور شری بدرالدین صاحب بی اے خلف الصدق عالیجناب ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر۔ ریاست منگرول (کاٹھیاواڑ)

۶۔ جناب خان بہادر شیخ محمد اسماعیل صاحب مالک دکان احمد دین برادرز راولپنڈی۔

۷۔ جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ و وائس پریزیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور (سرحد)

۸۔ جناب میجر شمس الدین صاحب بی اے۔ فنانشل سکرٹری (ریاست بہاولپور)

۹۔ خانصاحب جناب محمد اسلم خانصاحب برہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم مردان (سرحد)

۱۰۔ جناب حمد ملا داؤد صاحب مدنی سوداگر۔ رنگون۔ برہما۔

۱۱۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائلپور۔

۱۲۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور۔

۱۳۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ بانئے ووکنگ مسلم مشن انگلستان (پریزیڈنٹ)

۱۴۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس۔ سابق سول سرجن سرحد۔ لاہور (آنریری فنانشل سکرٹری)

۱۵۔ جناب خواجہ عبدالغنی صاحب (سکرٹری ٹرسٹ)

ضروری ہدایات

ھ۔ ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ
The Mosque Woking
Surrey, England.

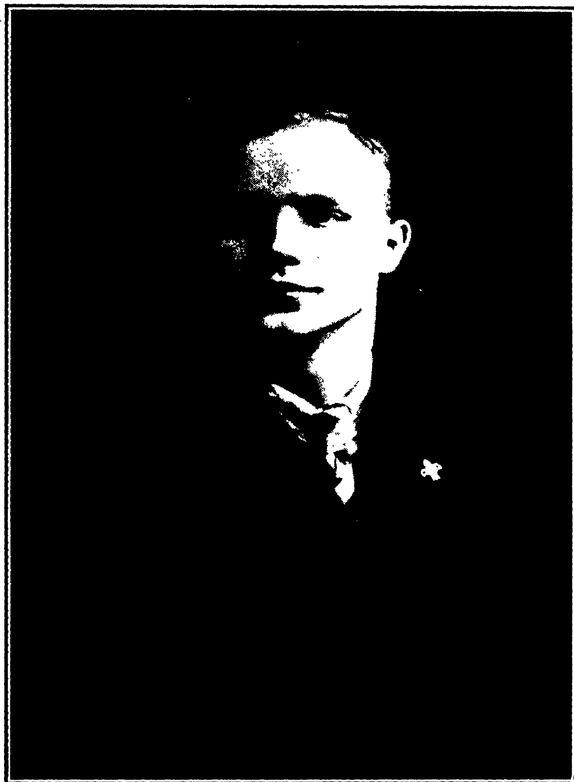
۵۔ بنکرس۔ لائڈز بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ۔ "اسلام" لاہور (پنجاب)

۷۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ بمعہ محصول ڈاک۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبہ و مفت تقسیم کے لئے ۔ بمعہ محصول ڈاک

تمام خط و کتابت بنام } سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)



Mr. Mahmoud Mubarak Dalton, Derby.

Born May 1910– brought up a Protestant Christian– heard of Theosophical Movement at the age of 18– studied it for 2 years, in the course of which he came to know of the teachings of Islam –got a copy of the book, "*from Drury Lane to Mecca*"– inspired by its reading, wrote to Lord Headley for further information about Islam – got literature from the Woking Muslim Mission –embraced the faith of Islam in November 1931.

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۸ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء نمبر ۹

مقالات

سیاسی مشکلات کا حل

سرزمین ہند میں علے الخصوص مسلمانوں کا سیاسی انتشار کچھ اس قدر مزمن صورت اختیار کرچکا ہے۔ کہ ہر وہ کوشش جو آج تک اس کے علاج اور مداوا کی غرض سے کی جاتی رہی ہے وہ بجائے فائدہ کے اُلٹا مضر اثر پیدا کرکے سابقہ قومی مشکلات پر ایک اور مشکل کا اضافہ کردیتی ہے، تحریک عدم تعاون ہجرت۔ کانگرس میں شمولیت اور سول نافرمانی کے جو تلخ نتائج مسلمانوں کے حق میں برآمد ہوئے ہیں۔ وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں۔ مگر پھر بھی یہ حالات اس قدر مایوس کن نہ ہوتے۔ اگر بعض علمائے اسلام یا بالفاظ دیگر ناخدایانِ قوم خود ان تحریکوں کے بانی مبانی بن کر شیرازہ قوم کو منتشر کرنے کا باعث نہ بنتے +

اسلام نے تو سیاسیات کی بنیاد آیات پر رکھ کر مسلمانوں کے سامنے ہمیشہ کیلئے رفعت و بلندی کا پروگرام رکھ دیا تھا۔ مگر بدقسمتی سے بعض علماء نے اس بلند نصب العین کو نظرانداز کرکے دوسری قوموں کی طرح قومیت کی محدود اور تنگ وادی کو اپنی سیاست کا جولانگاہ بنا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسلام کے عالمگیر اصول، سیاست کی غیر استوار بنیادوں پر متزلزل ہوگئے۔ پس جب وقت پر اپنے قول و اقرار سے بدل جانا موجودہ سیاسیات کا اصل الاصول ہے۔ تو لامحالہ ان ناخدایانِ ملت کے سیاسی اعمال و افعال کو دیکھ کر نہ صرف

غیر قومیں ہی اسلام جیسے عالمگیر مذہب سے متنفر ہو گئیں۔ بلکہ خود مسلم قوم کا شیرازۂ اتحاد بھی درہم برہم ہو گیا۔ آسمانِ رفعت پر پرواز کرنیوالے مسلم دل و دماغ جب قومی ناخداؤں کی محدود تعلیم کے دباؤ سے یکلخت سکڑ کر شہروں اور کوچوں کی تنگ سیاسی فضا میں آ گئے۔ تو انبساط کے بعد فوری انقباض سے جس طرح ایک بلوریں برتن کا پھٹ کر اس کے اجزا کا منتشر ہو جانا یقینی امر ہے بعینہٖ مسلم قوم کے آراء و افکار کا حشر ہوا۔ اسی لئے تو ایک مقتدر عالم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے "کہ سیاسیات میں پڑنے سے علماء کی مثال اس مٹی کے برتن کی سی ہو گئی ہے جسے استعمال کرنے کے بعد جب چاہا اور جہاں چاہا ٹپک دیا"+

ہر چھوٹے بڑے نے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور ان کے اسباب کو معلوم کر لیا مگر مرض کا تشخیص کر لینا ہی صرف کافی نہیں۔ جب تک اس کا علاج نہ کیا جائے۔ پس آیندہ سطور میں ہم ان مشکلات سے مخلصی کا ایک حل اور ایک علاج پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں +

سب سے پہلے اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں جب کبھی بھی مطلع اسلامی پر مصائب و مشکلات کی گھٹائیں چھائیں۔ تو اسوقت مسلمانوں نے اسلام کو نہیں بچایا۔ بلکہ خود اسلام نے ہی آخر مسلمانوں کو بچایا۔ موجودہ حالات بھی ایک پہلو سے اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں مسلمان اپنی تمام کوششیں صرف کر چکے ہیں۔ اور اپنا قوتِ بازو آزما چکے ہیں۔ مگر ابتک ان کا نہ تو کوئی خاص نتیجہ برآمد ہوا ہے اور نہ قومی مشکلات میں کوئی آسانی کی صورت بنی ہے۔ لہذا آج بھی جب اسلام کا روشن سورج مصائب و مشکلات کی گھنگھور گھٹا میں تقریباً تقریباً مستور ہو گیا ہے۔ تو پھر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آج اسلام مسلمانوں کو کیسے بچائیگا؟ پس ذیل کی سطور میں ہم اس سوال کا جواب تاریخ کی روشنی میں دیتے ہیں +

مکہ معظمہ میں قریش کے چاروں طرف سے گوناں گوں مظالم نے مسلمانوں پر جب عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا تو کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ مٹھی بھر جماعت کفار کے پنجہ سے بچ نکلیگی۔ جماعت کثیر کے مقابلہ میں قلیل اور بے بضاعت جماعت کا تباہ ہو جانا تاریخی مشاہدات میں سے ہے مگر جب آخر کار نتائج مسلمانوں کے قلیل گروہ کے حق میں ہی رہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ کامیابی خود انکی عددی یا مالی طاقت کی ثمر شدہ احسان نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا باعث اسلام تھا۔ حج کے موقعہ پر یثرب (مدینہ) سے آئے ہوئے پانچ چھ اشخاص کو جب اسلام کی تبلیغ کی گئی۔ تو اس کی پاک تعلیم سے متاثر ہو کر انہوں نے نہ صرف خود ہی اسلام قبول کر لیا۔ بلکہ دو سال کے اندر مزید پچاسی یثربیوں کو حلقۂ اسلام میں لے آئے۔ ان لوگوں کے اسلام قبول کرتے ہی واقعات نے پلٹا کھایا۔ مکی مسلمانوں نے جب یثرب کی طرف ہجرت کی۔ تو وہاں کے نومسلم انصار نے انکے خیر مقدم کیلئے اپنی آنکھیں فرش راہ کیں اور انھیں اپنے اموال میں برابر کا حصہ دار بنا دیا غرضیکہ اس کے بعد مسلمانوں کی تمام کلفتیں راحتوں سے مبدل ہو گئیں اور ایک دن آگیا۔ جب وہ پھر اسی شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ جہاں سے انھیں مجبور و لاچار ہو کر نکلنا پڑا تھا +

اسی طرح پھر تاتاری حملۂ بغداد کو لیجئے۔ ہلاکو خاں کی تباہی خیز یورش نے نہ صرف اسلامی حکومت کی بنیاد کو مسمار کر دیا تھا بلکہ اس کے ساتھ مسلمانوں کے خون کی بھی اتنی ارزانی کر دی تھی۔ کہ بغداد کی گلیاں اور دریائے دجلہ کا سرخ پانی کئی دنوں تک اس بے پناہ ظلم کی داستان زبانِ حال سے بیان کر رہا تھا حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بھی اس خونیں واقعہ کو دیکھ کر یوں پکار اٹھے ۔۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں بر زوالِ ملکِ مستعصم امیر المؤمنین

غنیم کی شوکت وہیبت سے مسلمانوں کے دلوں پر جسقدر خوف وہراس طاری ہوگیا تھا۔ اسکی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے، کہ ایک ترک بیس عربوں کو سلاسل سے پابند کئے بغیر مقتل کی طرف ہنکاتے لے گیا۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی اتنی جرأت نہوئی۔ کہ اسکی غیبت میں جبکہ وہ اپنی بھلائی ہوئی تلوار کو لانے کی غرض سے گھر گیا کم از کم بھاگ کر جان بچا سکنے کی جرأت کرلے پس ان حالات میں کون جان سکتا تھا۔ کہ مسلمان بھی کبھی پنپ سکینگے لیکن تبلیغ اسلام کے کاری حربہ نے چند سالوں کے اندر ہی مغلوں کو گھائل کر کے انکی حکومت کو مسلمانوں کے قدموں پر لا ڈالا +

تبلیغ اسلام کے یہ ناقابل تردید اثرات تاریخی صفحات پر ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے واسطے درس عبرت چھوڑ گئے ہیں۔ پس آج بھی اگر مسلمان تبلیغ اسلام کو اپنا نصب العین قرار دیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ سیاسی الجھنوں سے آزاد نہو جائیں۔ خدانعالیٰ نے بھی مسلمانوں کی فلاح[۱] اور کامیابی کیلئے تبلیغ اسلام کو ہی حقیقی حل قرار دیا ہے۔ اور پھر سورۂ توبہ آیت ۱۲۲ میں تبلیغ اسلام کا حکم سیاق وسباق کے لحاظ سے جنگی احکامات کے عین درمیان رکھ کر اس بات کی بھی وضاحت کردی۔ کہ مصائب و مشکلات کے موقعہ پر یہ ایک کاری اور کامیاب حربہ ہے +

علاوہ جماعتی فلاح اور کامیابی کے تبلیغ اسلام کا ایک اور عظیم الشان فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر انسان کے اپنے اندر بھی اس سے وہ خلوص ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کسی دوسری صورت میں بہت کم میسر آسکتا ہے۔ کسی انسان کا کام آنریری طور پر کرنے سے جب کام کرنیوالے کے دل میں اس انسان کی طرف جذبہ محبت پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر خدائے رحیم کا کام کرنیسے خلوص ایمان کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے

جہانتک موجودہ ملکی فضاء کا سوال ہے۔ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسلام سے برادران وطن کی نفرت **کفار** مکہ سے کسی طرح کم نہیں۔ لہٰذا ہندوستانی سیاست کی پیچیدہ مشکلات کے سلجھانے کے لئے اگر کوئی کامیاب صورت ہے۔ تو **وہ حکمران قوم میں تبلیغ اسلام ہے** واقعات بتلاتے ہیں۔ کہ اگر برطانیہ کے چند سو سربرآوردہ اشخاص مسلمان ہو جائیں۔ تو ہندوستانی مسلمانوں کی تمام مشکلات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا وہ مکتوب جو چند ماہ پیشتر انہوں نے برطانوی اخبارات کو دیا تھا۔ اس حقیقت کی تائید میں عملی ثبوت مہیا کرتا ہے۔ لارڈ موصوف نے اپنے مکتوب میں برطانوی حکومت کو یہ تنبیہ کی تھی۔ کہ ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کا پاس نہ رکھنے کی صورت میں وہ نہ صرف ہندوستانی بلکہ ہم تمام غیر ہندوستانی مسلمانوں کے قلوب کو بھی مجروح کرنے کا باعث ہیگی +

---

[۱] ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون (سورۂ آل عمران)

یُوں تو ہر مُسلمان **اسلام** کا مُبلّغ ہے۔ مگر غیر ممالک میں تبلیغ **اسلام** کا کام صرف جماعتی رنگ میں ہی مفید ہو سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے بھی سُورۂ توبہ کی آیت ۱۲۲ کے اندر یہی حکم دیا ہے۔ مگر تبلیغی جماعت اُس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ باقی مسلمان زکوٰۃ کی مقررہ مقدار کے علاوہ صدقات سے اُس کی امداد کر کے تبلیغ اسلام میں اُس کے ساتھ بالواسطہ شریک ہوں۔

اس ضمن میں **ووکنگ مُسلم مشن** کا بھی ذکر کر دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اُسے قائم ہوئے بیسواں سال ہے۔ اس عرصہ میں خدائے رحیم نے جو کامیابی اِسے بخشی ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں۔ علاوہ اس بات کے کہ اس کا نظم و نسق ایک ایسی غیر فرقہ وار جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ جو مسلمانانِ ہندوستان کے تمام فرقوں کا خلاصہ ہے مشن با قاعدہ طور پر رجسٹری شُدہ ہے۔ پس جب مشن کی تبلیغی سرگرمیوں نے تھوڑے سے عرصہ میں ایسے عظیم الشان رنگ میں مذہب عیسائیت کی تخریب کر کے اُس کا تار و پُود بکھیر کر رکھ دیا ہے کہ پادریوں اور اُسقفوں پر مشتمل جماعت جدت پسندان (ماڈرنسٹ) نے تمام عیسوی عقائد کا انکار کر دیا ہے۔ تو کیا ہر مُسلم کا یہ فرض نہیں۔ کہ دل و جان سے اس کی قدر کرتے ہُوئے اس کی خدمت اپنے ذمہ لے۔

اس وقت مشن کے مالیات کی حالت فوری امداد کی محتاج ہے۔ ہندوستان کی دس کروڑ مُسلم آبادی میں سے اگر ایک لاکھ مُسلمان ایک روپیہ فی کس کے حساب سے مشن کی امداد کریں۔ تو وہ اس قابل ہو سکتا ہے۔ کہ نہ صرف چند سالوں تک اپنی زندگی کو بھی قائم رکھے۔ بلکہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو بھی وسعت دے۔ مُسلمانوں جیسی فیّاض قوم کے سامنے یہ کام مشکل نہیں ہاں مشکل اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے کہ انھیں مشن کی ضروریات سے آگاہ کیا جائے پس اس مشکل کو حل کرنے کی صورت یہ ہے کہ ہر وہ مُسلم بھائی جسے ان تحریک کا علم ہو جائے۔ اپنے ذمہ دو اُمور فرض قرار دے لے۔ ایک تو خود اپنی رقم مشن کو بھیجے دوسرا دس اور بھائیوں کو اُس کی ترغیب دے۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے ذمہ کی رقم ادا کرنے کے علاوہ دس اور دوستوں کو اس طرف متوجہ کرے۔ جب خُدا تعالےٰ کسی دوسرے انسان کی کوئی محنت ضائع نہیں کرتا۔ تو مشن کا کام تو خود اس کا اپنا کام ہے اگر ایک ہزار مخلص رضا کار بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے کی سعی کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ خدائے رحیم اسے کامیاب نہ فرمائے +

تشریح تصویر اشاعت حاضرہ کی تزئین ایک نومسلم مسٹر **محمد مُبارک ڈیلٹن** صاحب ساکن ڈربی کے فوٹو سے کی گئی ہے آپ سنہ ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے مذہب کے لحاظ سے عیسائیت کے پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اٹھارہ سال کی عمر میں تھیوسوفی کی تعلیم کا شوق ہُوا۔ اور ابھی دو ہی سال اُس کا مُطالعہ کرنے پائے تھے۔ کہ اُنھیں اسلام کا علم ہُوا ایک کتاب الموسوم From Lane Mecca کا مُطالعہ کیا جس سے متاثر ہو کر آپ نے مزید اسلامی معلومات کیلئے لارڈ ہیڈلے کو لکھا وو کنگ مُسلم مشن سے اُنھیں ضروری کتب بھیجی گئیں۔ چنانچہ نومبر ۱۹۳۱ء میں بالآخر اسلام قبول فرمایا +

ملاحظات

ایک بشپ کا اسلام کی طرف رجحان گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں اسلام کے متعلق علم اور لٹریچر کی جو اشاعت مغرب میں ہوئی ہے۔ اس نے مغربی اقوام کے دلوں میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ اس صورت حالات پر ان صفحات میں ہم اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ حال ہی میں اس تبدیلی کا ایک اور ثبوت لندن کے مؤقر جریدہ "ایوننگ سٹینڈرڈ" کے ایک مضمون میں دیا گیا ہے۔ جس میں ایک عبادت کا جو تانٹیس برج کے ایک گرجا میں ہوئی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق وہ پادری جس نے نماز پڑھائی رائیٹ ریورنڈ بشپ فریڈرک جیمس تھے۔ خطبہ میں انھوں نے مختلف مذاہب پر بحث کی۔ اور کہا کہ یہ امر زیادہ اہمیت کے قابل نہیں۔ کہ کونسا عقیدہ کسی شخص نے پسند کیا ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ تر انسان کی پیدائش سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سے عیسائی اس وجہ سے عیسائی ہیں۔ کہ وہ اتفاق سے ایس رُوئے سویز پیدا ہوئے ہیں اور بس۔ اگر وہ سویز کی دوسری طرف پیدا ہوتے تو وہ غالباً مسلمان ہوتے۔ حضرت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔ کہ میں یہ ماں نہیں سکتا کہ کوئی اتنا کامل انسان جیسا کہ حضرت مسیح کے متعلق کہا جاتا ہے کبھی صفحۂ ہستی پر موجود بھی تھا۔ بہت سی باتیں جو جناب مسیح نے فرمائیں وہ غلط تھیں۔ تاہم وہ ایک بہت بڑے معلم تھے۔ بشپ نے اپنے خطبہ کو اسلام کے ذکر پر ختم کیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ مذہب (اسلام) بہت سی باتوں میں مسیحیت سے بہتر ہے۔ بشپ صاحب نے ایک ایسی صداقت کا اظہار کیا ہے۔ جس کا انکار بہت کم لوگ کر سکتے ہیں۔ عیسائیوں کیلئے یقیناً اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو آئندہ کام دے سکتا ہے۔

منشی شراب کا استعمال منشیات کے استعمال کے متعلق ہماری روش بالکل صاف ہے۔ قرآن کریم نے انھیں من عمل الشیطان (شیطانی افعال) قرار دیا ہے۔ مغربی

اقوام بتدریج مجبور ہو رہی ہیں۔ کہ اس صداقت کا جو اس اصول کے ماتحت کام کر رہی ہے اعتراف کرتی چلی جائیں لیکن پھر بھی ایسے لوگوں کا ایک گروہ موجود ہے۔ جو شراب کے موقعہ بموقعہ استعمال کو جائز مانتے ہیں۔ اور تمام امتناعی قوانین کو غیر منصفانہ اور غیر مسیحی قرار دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہمارا اختطاب ہے۔ کیا یہی وہ غیر مسیحی قوانین نہیں جو ان ممالک میں جہاں امتناع مسکرات کا قانون سختی کے ساتھ نافذ کیا جاتا ہے چاروں طرف خوشگوار اثرات پیدا کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف ان ممالک میں جہاں منشیات کا استعمال آزادانہ طور پر ہوتا ہے نہایت خراب حالات پائے جاتے ہیں۔ فرانس کو مثال کے طور پر لیجئے اسکی آبادی روز افزوں تنزل پر ہے۔ ایک نیم سرکاری تحقیقاتی کمیٹی اس غرض سے تجویز کی گئی کہ یہ معلوم کیا جائے۔ کہ کیوں ہر سال فرانس میں مرنیوالوں کی تعداد پیدا ہونیوالوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس کمیٹی نے یہ معلوم کیا کہ اس زیادتی اموات کے بہت سے اسباب ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا سبب شراب نوشی ہے۔ رپورٹ میں لکھا ہے :-

"شراب نوشی سے انسان اپنے فطری علائق کو کھو بیٹھتا ہے اور ان ذمہ داریوں کو بھول جاتا ہے جو بحیثیت ایک بیٹے یا خاوند یا باپ کے اس پر عاید ہوتی ہیں شراب نوشی کی وجہ سے وہ مستعدی کے ساتھ کام نہیں کر سکتا اور چور اور ڈاکو اور عادی قانون شکن اسے بنا دیتی ہے صرف یہی نہیں بلکہ شراب نوشی بہت سی بیماریوں کی اصل جڑ ہے مثلاً فالج پیٹ جگر اور گردوں کی بیماریاں سل ودق نیمونیا دیوانگی وغیرہ اس کے علاوہ خون کی نالیوں کی حالت بھی بیماری سے خراب ہو جاتی ہے شراب نوشی نہ صرف ان بیماریوں کی جڑھ ہے۔ بلکہ حکماء نے یہ دریافت کیا ہے کہ جب وہ لوگ جو شراب نہیں پیتے ان بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کے بچاؤ کی امید ہوتی ہے۔ لیکن ایک شراب پینے والے کے صحتیاب ہونے کی بہت کم امید ہوتی ہے"۔ مذکورہ بالا رپورٹ سے یہ ظاہر ہے۔ کہ شراب نوشی جسم کو صرف نقصان پہنچاتی ہے۔ کوئی فائدہ اس سے حاصل نہیں ہو سکتا +

گلیڈسٹون انگلستان کے ایک سابق وزیر اعظم نے کہا ہے۔ جنگ قحط اور وبا کی تین بڑی بیماریاں

اس قدر خطرناک نہیں جس قدر شرابنوشی' +

شراب زہر ہے نہ کہ خوراک

شراب ایسی چیز نہیں جو قدرت کی پیدا کردہ چیزوں میں پائی جاتی ہو - یہ ایک مرکب چیز کے تجزیہ کا نتیجہ ہے - اور بڑی طاقتور زہر ہے' کسی شخص کو فوراً موت کے گھاٹ اُتارنے کیلئے کوئی بہت زیادہ خالص شراب کی ضرورت نہیں' اس کا ثبوت دینا کوئی مشکل نہیں - اگر کسی زمینی کیڑے یا مچھلی کو ایسے برتن میں ڈال دیا جائے جسمیں ایک اور نناوے کے تناسب سے شراب ملا ہؤا پانی ہو تو وہ فوراً مرجائیگی' اگر ایک انڈے کی سفیدی شراب میں ڈال دی جائے وہ فوراً جم جائیگی! اور سخت اور سفید بن جائیگی' بعینہ اسی طرح جیسے اُبلتے ہوئے پانی میں یا گرم لوہے پر اسے ڈالا جائے پس اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ پیٹ' دل' جگر' گردے اور اعصاب زیادہ تر اسی قسم کے مادّہ سے بنتے ہوئے ہیں جس سے یہ انڈے کی سفیدی' تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے - کہ شراب زیادہ تر اسی طرح ان پر اثر انداز ہوتی ہے' علاوہ ازیں شرابنوشی کوئی خوراک نہیں' کیونکہ غذائی نالیوں میں داخل ہوکر نہ تو وہ ہضم ہوتی ہے اور نہ ہی کسی اور شکل میں تبدیل ہوتی ہے' جب وہ خون میں داخل ہوتی ہے - تو اُس وقت بھی وہ شراب ہی ہوتی ہے' شراب جسم کے جس حصہ سے چھو جائے اُس کو مُرجھا دیتی ہے - اور جسم کو کوئی طاقت نہیں پہنچاتی' علاوہ ازیں جب معدہ تندرست ہو اور معمولی غذا کھائی جائے' تو معدہ اُسے قبول کرلیتا ہے' لیکن جب پہلی دفعہ شراب پی لیں تو معدہ حسب معمول اُسے قبول نہیں کرتا اور اُلٹی ہو جاتی ہے' معدہ شراب کو اپنا دشمن سمجھتا ہے - اور اسلئے جسقدر جلد ممکن ہو اس سے خلاصی حاصل کرنا چاہتا ہے' غذا جسم کی نشوونما کیلئے ہے - لیکن شراب نشوونما کو روکتی ہے - جن بچوں کو پینے کیلئے شراب دیجاتی ہے وہ اس جسمانی طاقت کو حاصل نہیں کرسکتے جو اس صورت میں کہ وہ شراب کو وہ استعمال نہ کرتے اُنھیں حاصل ہوتی + کھلاڑی اور وہ لوگ جو طاقت اور مشقت کے کاموں میں مقابلہ کرتے ہیں' شراب کے استعمال سے قطعی پرہیز کرتے ہیں - کیونکہ شراب اعصاب کو کمزور کردیتی ہے' یہ بات کی وجہ کہ بہت سے

ملاحظہ ہو ڈاکٹر سیلمن کی کتاب ہیلتھ اینڈ لانگویٹی (صحت اور درازیٔ عمر) +

لوگوں کا خیال ہے۔ کہ شراب طاقت کو بڑھاتی ہے یہ ہے کہ شراب سے دماغ اس طرح اکڑ جاتا ہے۔ کہ انسان اس دھوکہ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ گویا شراب پینے کے بعد اسے طاقت حاصل ہو گئی ہے +

شرابنوشی کا اثر دل پر ایک شراب پینے والا غلطی سے یہ خیال کر لیتا ہے کہ شرابنوشی تخیلات کو بڑھانے میں امداد کا موجب ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ تھوڑی سی شراب پی لینے کے بعد ابتدائی دس یا زیادہ منٹ تک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل زیادہ کام کرنے لگا ہے اور خیالات زیادہ آزادی کے ساتھ آنے لگتے ہیں لیکن وہ زیادہ پریشان اور منتشر ہوتے ہیں کیونکہ ایک شخص جس کا چال چلن درست ہو اور قول و فعل کے لحاظ سے فرزانہ اور عقلمند ہو شراب کو آزادانہ استعمال کرنے کے بعد بالکل مختلف اور عجیب و غریب حرکات کرنے لگتا ہے کہ گو انسان زیادہ بکنے لگتا اور موزوں الفاظ استعمال کرنے کے ہوش و حواس کھو دیتا ہے اور اکثر اوقات گندی زبان استعمال کرتا اور ایسے کام کرتا ہے جو معقولیت اور موزونیت کی حدود سے متجاوز ہوتے ہیں وہ شخص جو شراب کو آزادانہ استعمال کرتا ہے شراب پینے کے چند منٹ بعد سر میں بڑا بھاری پن محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ چپ ہو جاتا اور لیٹ کر سو جانا چاہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ شراب اس کے دماغ کو مختل کر دیتی ہے + انسان کو ایسا ضمیر دیا گیا ہے جو اسے صحیح اور غلط باتوں میں امتیاز کرنے کے قابل بناتا ہے۔ شراب کا اثر اس طاقت کو زائل کرنے کیلئے ہے۔ قریباً تمام جرائم جن کا انسان مرتکب ہوتا ہے۔ اور جو اسے جیلخانہ لے جاتے ہیں جیسے لڑائی دنگا قتل و غارت یا زنا بالجبر وغیرہ اس وقت سرزد ہوتے ہیں۔ جب انسان شراب کے اثر سے مغلوب ہو +

شرابنوشی بیماری پیدا کرتی ہے وہ شخص جو روزانہ تھوڑی سی شراب پی لیتا ہے ممکن ہے وہ اس بات کو نہ سمجھتا ہو۔ کہ اسے کوئی بہت زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے لیکن اگر وہ اپنے جگر گردوں پھیپھڑوں معدہ اور خون کی نالیوں کو دیکھ سکتا ہو تو اسے نظر آ جائے کہ یہ تمام اعضا بتدریج بگڑتے جا رہے ہیں۔ معمولاً جسم کے اندر بیماری یعنے ان جراثیم کو جو

اس میں داخل ہوتے ہیں زائل کرنے کی طاقت موجود ہے۔ شراب نوشی بیماری کے مقابلہ کی اس طاقت کو تباہ کردیتی ہے۔ اور اعضائے جسمانی کو ایسا نقصان پہنچاتی ہے کہ شراب پینے والا آسانی سے نمونیا۔ دق۔ برائیٹ کی بیماری، کالرا، پلیگ یا پیچش کی بیماریوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ ایک مرتبہ بیمار ہوتا ہے تو اس شخص کی نسبت جو شراب استعمال نہیں کرتا۔ اس کے صحتیاب ہونے کا بہت کم موقع ہوتا ہے" +

شراب کا بُرا اثر یا نقصان صرف اسی شخص کو نہیں پہنچتا جو شراب کا عادی ہے۔ بلکہ اُس کی اولاد پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ کمزور دل بچوں کی حفاظت گاہوں میں دیکھا گیا ہے۔ کہ ایسے ہر فی صدی بچوں میں سے قریباً ساٹھ فیصدی بچے اُن والدین کی اولاد ہیں۔ جو شراب پینے کے عادی ہیں +

کیا شراب کوئی مفید دوائی ہے کچھ زیادہ زمانہ نہیں ہوا۔ کہ طبیب بیماروں کو باقاعدہ طور پر اس خیال سے شراب استعمال کراتے رہے ہیں۔ کہ بیماری سے صحتیاب ہونے میں وہ امداد کا موجب ہوگی۔ لیکن آج طبیب دوسری دوائیوں میں بہت ہی تھوڑی سی شراب ملاتے ہیں۔ یہ اب معلوم ہو چکا ہے۔ کہ شراب بیماری کو اچھا نہیں کرتی عملاً ایک ہی جگہ اور ایک ہی صورت جو شراب کو مفید بنا سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض خاص جلدی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے اُسے جسم پر ملا جائے۔ اخبارات میں عموماً کسی نہ کسی خاص قسم کی شراب کے شاندار اشتہار ہوتے ہیں۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ ہاضمہ کی درستی اور اعصاب کی چُستی میں امداد کا موجب ہوتی ہے۔ ایسے اشتہارات بہت ہی غلط فہمی پیدا کرنے کا موجب ہیں۔ ایک بیمار کیلئے جس اصول حفاظت کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ وہ یہی ہے کہ وہ ہر قسم کی منشی شراب سے پرہیز کرے +

غیر مسیحی قانون قرآن کا حکم جس کو "غیر مسیحی قانون" کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور جس نے دُنیائے اسلام میں بہترین اثر پیدا کیا ہے۔ شراب کے بارہ میں حسب ذیل ہے :-

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کذالک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون ۔ ترجمہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں ۔ کہو ان دونوں میں بڑی برائی ہے ۔ اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں ۔ اور ان کی برائی ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے ۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں ۔ کہ کیا خرچ کریں ۔ کہو جو کچھ (حاجت سے) بڑھ رہے ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ تمہارے لئے کھول کر باتیں بیان کرتا ہے ۔ تاکہ تم فکر کرو (البقرہ آیت ۲۱۹)

یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ترجمہ ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو شراب اور جوا اور بت اور پاسے ناپاک کام صرف شیطان کے عمل سے ہیں جو ان سے بچو ۔ تاکہ تم کامیاب ہو شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کی وجہ سے عداوت اور بغض ڈال دے ۔ اور تم کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے سو کیا تم (ان باتوں سے) رک جاؤ گے؟ (المائدہ ۵ : ۹۰-۹۱)

اعلان

حضرت خواجہ صاحب کی تازہ تصنیف اسلام اور عیسائیت (بزبان انگریزی) چھپ کر تیار ہو گئی ہے ۔ یہ کتاب گرجا سینٹ پال (ہانگ کانگ) کے اسقف اعظم کے جواب میں بالکل اچھوتے اصولوں پر لکھی گئی ہے +

قیمت فی جلد ایک روپیہ دو آنے . . . . . .

سکرٹری

تفسیر القرآن

بہ تسلسل صفحہ ۳۰۱ - اشاعت اسلام ماہ اگست ۱۹۳۴ء

از کلک حقائق رقم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

جنت } بہت سے لوگ جنت اور دوزخ کے تصور ہی کو مضحکہ قرار دیتے ہیں جب سائنس ہمیں تسلسل حیات پر ایمان رکھنے کا فتویٰ دیتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہمیں آیندہ زندگی کے مسرت افزا اور تکلیف دہ پہلوؤں کے امکان کو بھی تسلیم کرنا چاہئے۔ قرآن شریف نے انھیں دونوں پہلوؤں کا نام جنت اور دوزخ رکھا ہے۔ ورنہ اگر اصول علت و معلول ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ اور ہمیں اپنے کئے کی جزا سزا ضرور ملتی ہے تو ہمارے بہت سے اعمال جو اس زندگی میں سرزد ہوئے ہیں بغیر جزا و سزا کے رہ جائینگے۔ ایسے اعمال کے محاسبہ کیلئے ایکدن معین ہونا عقلی طور پر لازمی معلوم ہوتا ہے[1]۔ یہ ممکن ہے۔ کہ ان آیندہ حالات کی نوعیت ہماری سمجھ میں نہ آسکے لیکن ہماری ناقابلیت ان حالات کے وجود سے انکار کرنے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ زبردست قوت متخیلہ کے ہوتے ہوئے ہم بعض اوقات ارضی اشیاء کا صحیح ذہنی نقشہ کھینچنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم حیات بعد الموت کے واقعات کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکیں خصوصاً اس حالت میں جبکہ ان کی نوعیت یہاں کے معاملات سے جداگانہ ہے، تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ایک طور پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارا نفس و ادراک جنت اور دوزخ کی بنیادیں ہیں۔ آنحضرت صلعم نے ایک حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے ایک صداقت کا اعلان کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے "میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے، وہ چیزیں طیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سُنا ہے۔ اور نہ کسی کے دل میں اُن کا خیال گزرا ہے" بہرکیف قرآن

(۱) سورت ۶ آیت ۴ +

نے ان حقائق کو عمومیت کے رنگ میں بیان کر دیا۔ یہ سچ ہے کہ اسمیں جنت کی لذتوں کا تذکرہ ہے۔ اور انھیں دُنیاوی اشیاء کے ناموں سے پکارا گیا ہے مثلاً دُودھ، شہد، مُشک، پھل وغیرہ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں مُتنبّہ کر دیا گیا ہے کہ ہم ان چیزوں کو ارضی رنگ میں قیاس نہ کریں۔ بقول قرآن ان کا تذکرہ تمثیل[1] اور استعارہ کے رنگ میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ خُدا نے ہمارے لئے دو جنّتیں[2] بنائی ہیں ایک یہاں اور دوسری عقبےٰ میں۔ اور یہی حال دوزخ کا ہے۔ اور یہ بات اس لئے ہے کہ ہم آیندہ حالات کا کچھ[3] علم اسی زندگی میں حاصل کر سکیں ہاں مگر یہ فرق ضرور رہیگا۔ کہ ارضی جنّت و دوزخ آیندہ حقائق کا محض ایک عکس ہیں۔ اس کے علاوہ ایک فرق یہ ہے۔ کہ یہاں ہمیں ہر شے دُنیاوی رنگ میں حاصل ہوگی۔ اور وہاں یعنی آیندہ عالم میں جُملہ اشیاء مادی علائق سے پاک ہونگی +

اگر نفس لوّامہ حشر و نشر کی صُورت میں پُوری شدّت کے ساتھ ظاہر ہو سکتا ہے تو ہمارے نفس کی ترقی کی دیگر چار منازل بھی جن کا تذکرہ ہو چکا ہے ظاہر ہونی چاہئیں اور اپنی بہترین شکل میں جنت کی صُورت اختیار کر لینگی۔ لہٰذا کسی متشکک کا قیامت یا جنّت اور دوزخ کے تصوّر پر ہنستا بالکُل غیر واجب ہے۔ جبکہ وہ اسی دُنیا میں ضمیر کی ملامت کا ذائقہ چکھ چُکا ہو۔ اور اسی راحت کا مشتاق ہے۔ جو اُن مبارک لوگوں کو نصیب ہوتی ہو جو نفس کی کشمکش سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اور اُنھیں طمانیت قلب حاصل ہو گئی ہے کوئی شخص زندگی کی مشقّتوں کو دُور نہیں کر سکتا۔ لیکن متذکرہ بالا اصحاب ہر حال میں مطمئن رہتے ہیں۔ اور رنج و راحت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اگر طمانیت قلب اور اطمینان رُوحانی قابل رشک باتیں ہیں۔ تو یہ نعماء جنّت میں ہمیں پوری خوبی کے ساتھ حاصل ہونگی۔ اس حالت کے خصائص جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے یہ ہیں :- جنّت میں ہم تمام تکالیف اور بلاؤں سے آزاد ہونگے (۳۵ : ۳۵) اور ہر قسم کے فکر، خوف اور رنج سے پاک ہونگے (۳۴ : ۶۸ و ۶۹) ہمیں کوئی لغو یا مُہمل بات نہ سُننی پڑیگی (۱۹ : ۶۲)

(۱) سورت ۱۲ آیت ۶۵ (۲) سورت ۵۵ آیت ۴۶ و ۶۲ (۳) سُورت ۲ آیت ۲۵ +

اور نہ ہماری فطرت میں کوئی ہلکاپن یا شیخی نظر آئیگی۔ بیشک ہمیں اپنی پرورش کیلئے کسی نہ کسی قسم کی غذا ضرور ملیگی، لیکن اُن غذاؤں کے کھانے سے کوئی تکلیف یا بیماری لاحق نہوگی (۵۶ : ۱۹) قرآن کریم نے ہمارے یہاں کے اعمال کو جنتی ثمرات کے رنگ میں ظاہر کیا ہے۔ یہاں بھی ہم اپنی محنت کے ثمرات سے متمتع ہوتے ہیں۔ اگر اس دُنیا میں صداقت پر ایمان رکھنا نیک اعمال کا ذریعہ ہوجاتا ہے۔ تو وہی وہاں کے ثمرات کا تخم ہوجائیں گے۔ اور اُنھیں ایک خوشنما باغ کی شکل میں تبدیل کر دینگے یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں قرآن عقاید اور اعمال کا ذکر کرتا ہے۔ تو اُنھیں باغوں سے تشبیہ دیتا ہے جن کی آبیاری اُن دائمی نہروں سے ہوتی ہے۔ جو اُن کے نیچے بہتی ہیں (۲ : ۲۵ و ۴ : ۱۲۲ و ۹ : ۴۳ و ۷ : ۴۲) وہاں ہمارے اعمال ان نہروں کو پیدا کر دینگے ممکن ہے کہ نہریں اُس پانی کی ہوں جس کے عناصر ترکیبی کا ہمیں علم نہیں۔ لیکن وہ ہمارے دُنیاوی اعمال کی تبدیل شدہ صُورت ہیں۔ عربی لفظ جنّت بہت معنی خیز ہے۔ اس کے ایک لغوی معنی تو پوشیدہ شے کے ہیں۔ دوسرا ایسا باغ جسمیں کثرت سے درخت ہوں۔ زمین کا ہر خطہ جسمیں مختلف بیج بوئے جائیں۔ ایک بالقوہ باغ ہے۔ جب اسمیں تخم پوشیدہ ہوں تو پہلے معنوں میں وہ جنّت ہے لیکن جب اس میں سے درخت پیدا ہوجائیں۔ تو لفظ کے دوسرے معنے صادق آجاتے ہیں۔ یہاں بھی جو لوگ خراب زندگی بسر نہیں کرتے اور جملہ بدکاریوں سے بچے رہتے ہیں۔ تو وہ ایک قسم کی بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اُس کا سبب اُن کے صحیح عقاید اور حُسن اعمال ہیں۔ آیندہ جنّت انہی عقاید اور اعمال کی مجسم صُورت کا نام ہے۔ جنّت ہماری اپنی ہی طبیعت ہے جہاں ہماری اعلیٰ استعدادیں ترقّی کرینگی۔ اور سوگنا پھل لائینگی (۹۱ : ۹) +

واضح ہو کہ اسلامی بہشت عیاشوں کی تفریحگاہ نہیں ہے جہاں وہ عورتوں کی صُحبت میں بیٹھ کر درختوں کے سایہ میں شام اور صبح شراب کے جام پئینگے۔ اور عیاشی میں مشغول ہونگے۔ بیشک قرآن میں حُور کا لفظ آیا ہے (۴۴ : ۵۴ و ۵۵ : ۷۲ وغیرہ) اور ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ ہماری مستورات بھی وہاں ہونگی۔ اور وہ ہماری ہی طرح پاکیزہ ہونگی (۱۳ : ۲۳ و ۳۶ : ۵۶)

قرآن کے بعض مفسرین نے انہی ہماری عورتوں کو حُور قرار دیا ہے بعض ان کو بہشتی جنس سمجھتے ہیں۔ جہاں خوبصورت عورتوں اور لڑکوں کو حُور اور غلمان قرار دیا گیا ہے۔ مجھے اس تاویل میں عیب نظر نہیں آتا۔ عورت یہاں کی زندگی میں قابلِ نفرت رفیق تو نہیں ہے۔ اگرچہ بعض ناقص خیالات کے عیسائی مصنفین نے عورت کو دوزخ کا دروازہ بتایا ہے (سینٹ جیروم سینٹ سرل اور سینٹ ٹرٹولین وغیرہ نے اس صنف کو ایسے ہی طعنہ آمیز الفاظ میں یاد کیا ہے جنہیں انہیں اپنا صنف لطیف کہنا چاہئے) عورتیں تو ہماری جنس کا ایک بہترین حصہ ہیں۔ وہ ہمارے لئے بہترین خوشی کا سامان اور خدا کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ لیکن جب بدقسمتی سے اُن کا خیال اور اُن کی دلچسپی کسی غیر سے وابستہ ہو جائے تو وہ مرد کی زندگی کو دوزخ بنا دیتی ہیں لیکن ہمیں یقین دلایا گیا ہے۔ کہ حورانِ جنت ان باتوں سے پاک ہونگی۔ اور حُور کے لفظی معنیٰ بھی یہی ہیں (۵۶ : ۲۲) اُن کی آنکھیں اگرچہ دلکش ہونگی لیکن اُن میں عشق انگیزی کا کوئی شائبہ نہ ہوگا اور نہ وہ کسی ناجائز خواہش کا آلہ کار ہوں گی۔ لیکن نہ اُنھیں نظام دُنیا سے تعلق ہے۔ اور نہ اُن کے ساتھ معاشرت کے تعلقات ہونگے۔ کیونکہ وہاں ہم سب جسمانی خواہشات سے آزاد ہونگے اور نہ وہاں توالد و تناسل کا کوئی سلسلہ ہوگا۔ اور یہی غرض یہاں زناشوئی سے ہے۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ جب حُوریں یہاں کی عورتوں کے موافق نہ ہونگی تو پھر اُن کی ضرورت ہی کیا ہے؟ لیکن اس سے معترض کے دماغ کی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ موجودہ زندگی میں بھی بستر ہماری راحت کا جُزو نہیں ہے۔ اور ایک خاص عُمر میں ہر انسان دُنیاوی لذتوں سے نفور ہو جاتا ہے۔ صرف رُوحانی اور عقلی مسرت ہی ہمیں ہمیشہ کیلئے مسحور کر سکتی ہے۔ ہماری حقیقی خوشی جسمانی نہیں بلکہ علمی ہے +

آئندہ زندگی کی اشیاء کیلئے قرآن نے مختلف نام استعمال کئے ہیں اگر ہم اُن کے لفظی معنٰی لیں۔ تو وہ سب کسی نہ کسی قسم کے علم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جنت اور دوزخ کے درمیانی مقام کا نام بھی اعراف (۷ : ۴۶) ہے جس کے معنے علم ہیں +

القصّہ بہشت ایک اعلےٰ درجہ کے روحانی حالت کا نام ہے۔ جہاں ہماری خواہشات کا پورا پورا سامان مہیّا ہوگا (۱۶ : ۳۳ تا ۳۵ و ۱۴ : ۳۱ تا ۳۳ و ۴۳ : ۶۸ تا ۷۴) ہر شے

محترم اور پاکیزہ طور کی ہوگی۔ اور اسمیں کوئی مذموم پہلو نہ ہوگا۔ جب قرآن ان لوگوں کی فہرست پیش کرتا ہے۔ جو جنت میں داخل ہونے کے حقدار ہیں تو وہ اس خیال کو واضح ترین انداز میں پیش کرتا ہے۔ ان لوگوں کی سیرت ہی سے اس امر کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ جنت بوالہوسوں کے لئے نہیں ہے +

(۱) جنت میں وہ لوگ جائینگے جو پاکیزہ عقاید رکھتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں (۲ : ۲۴ و ۴ : ۱۲۲ و ۷ : ۴۲ وغیرہ)

(۲) جو نیک زندگی بسر کرتے ہیں یا جو مہربان خُدا کی رحمت کے پیچھے ہیں۔ (۳ : ۱۲۸ و ۱۲۹ - ۱۶ : ۳۳ تا ۳۵ ' ۱۹ : ۶۲ تا ۶۵ ' ۴۱ : ۳۱ تا ۳۳) +

(۳) جو حلیم اور مسکین ہیں (۱۱ : ۲۶) اور توبہ کرتے ہیں۔ اور جن کے خیالات پاکیزہ ہوتے ہیں (۱۹ : ۶۲ تا ۶۵ و ۵۰ : ۳۱ تا ۳۵ و ۶۶ : ۹) +

(۴) جنہوں نے دُنیا میں وعدہ پُورا کیا۔ اور ایفائے عہد کیا (۱۳ : ۲۰ تا ۲۵) +

(۵) جو راستباز ہیں اور نہ صرف نمازیں پڑھتے ہیں۔ بلکہ اقتضائے نماز کو عملی جامہ پہناتے ہیں (۱۳ : ۲۰ تا ۲۵ و ۴۱ : ۳۱ تا ۳۳) +

(۶) جو تمام ناپاک خواہشات سے پاک ہو چکے ہیں۔ اور جن کے قلوب ہر قسم کی لغزش سے پاک ہیں (۷ : ۴۱ تا ۴۲ و ۴۷ : ۶ تا ۸) +

القصہ حسنات جمیع اقسام مثلاً پرہیز گاری' راستبازی' صبر' عفت' سخاوت' التفات' صداقت' غرور اور شیخی سے اجتناب' نیک مشورہ دینا۔ یہ ان لوگوں کی صفات ہیں جو جنت میں داخل ہو سکینگے +

علاوہ بریں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے' سلامتی کا جنت میں دور دورہ ہوگا۔ حتےٰ کہ جنت کو اسی وجہ سے کئی جگہ دار السلام یعنی سلامتی کا گھر قرار دیا گیا ہے (۱۰ : ۲۸ و ۲۹ ' ۳۶ : ۵۶ تا ۵۸ ' ۵۰ : ۳۱ تا ۳۵) اور ہماری جملہ بہترین استعدادیں جو یہاں مخفی ہی ہیں' وہ سب جنت میں بروئے کار آجائینگی۔ اسی لئے جنت کو دارالنعیم بھی کہا گیا ہے یعنی عُمدہ نعمتوں کا گھر (۷۰ : ۳۹ و ۴۰) +

اس ضمن میں چند اُن چیزوں کا بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو ہمیں دوزخ

میں پہنچائینگی مثلاً جرم (۵۵ : ۴۳ و ۱۹ : ۹۸ و ۴۳ : ۴۷) ظلم اور ناانصافی (۷ : ۴۸، ۴۳ : ۴۴)
غرور (۱۶ : ۲۹ و ۳۹ : ۶۰ و ۳۹ : ۷۱) بخل (۹ : ۳۵) ناشکرگزاری (۵۰ : ۲۴)
بغاوت (۵۰ : ۲۴) افراط و تفریط (۷۸ : ۲۲) شکوک فی الحقائق (۵۰ : ۲۴) غلو ۵۰/۲۵
اعمال صالحہ سے روکنا (۵۰ : ۲۵) فقدان اعمال حسنہ و انکار (۳۵ : ۳۶) مخالفت خداوندی
(۹ : ۶۳) شرک (۵۰ : ۲۶ و ۱۹ : ۲۷) ان مذکورہ بالا نیکیوں اور بدیوں سے جنت اور دوزخ
کی حقیقت بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ ان میں کوئی تصور دنیاوی اشیاء کا شامل نہیں ہے۔ اور یہ سب
ذہنی یا روحانی اشیاء سے متعلق ہیں۔ اوپر جو کچھ مذکور ہوا اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن
شریف نے نہایت صاف مگر صحیح تصویر آیندہ واقعات کی کھینچی ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ
انسان دنیا میں اعلےٰ ترین استعدادیں لے کر آتا ہے، لیکن شروع میں وہ زینہ کی پہلی سیڑھی
سے ترقی کرتا ہے۔ انسان کو ترقی اپنے آپ ہی کرنی پڑتی ہے، اور خود ہی ترقی کی آخری
منزل تک پہنچنا ہوتا ہے۔ ہم ارتقائی سفر کر رہے ہیں۔ اور ہمیں ہر قسم کی ہدایت دی گئی
ہے۔ تاکہ ہم منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ ہم دنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ اپنے آپ کو
آیندہ ترقی کیلئے تیار کر سکیں۔ اگر ہم اپنی استعدادوں کو اس حد تک ترقی دے لیں کہ ہم
آیندہ ترقی کی زندگی میں داخل ہو جائیں تو گویا ہم اس دنیا سے کامیاب جاتے ہیں۔
(۹۱ : ۹) لیکن اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو پہلے ہمیں اپنی آلائشوں سے پاک ہونا ہوگا
جو ہمارے دنیاوی قیام میں ہم سے وابستہ ہو گئی تھیں۔ اور جب ہم پاک ہو جائیں گے تو
پھر ترقی کا دور شروع ہوگا۔ اور آخرکار اس مقام پر پہنچ جائینگے۔ جہاں سے آئے تھے
ہم نور سے آئے تھے۔ اور آخرکار نور میں ترقی کر کے داخل ہو جائیں گے ‪+‬

بہشت کہاں ہے؟

قرآن شریف نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ وہ اپنی وسعت میں زمین و آسمان کے
برابر ہے۔ جب آنحضرت صلعم نے اس آیت کا ذکر اپنے صحابہ سے کیا تو اتفاقاً رومی حکومت کا
ایک سفیر بھی وہاں موجود تھا، اس نے کہا۔ اگر آپ کی بیان کردہ جنت اس قدر وسیع ہے
تو پھر دوزخ کس جگہ ہے؟ یہ سوال بظاہر معقول بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ سبحان اللہ جب

دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے؟ ممکن ہے یہ جواب جو سوال سے زیادہ معقول ہے اُن لوگوں کو پسند نہ آئے جو کائنات کو سہ منزلہ مکان سمجھتے ہیں۔ بہشت بالائی، زمین درمیانی اور دوزخ زیرین منزل۔ لیکن قرآنی آیت اور آنحضرت صلعم کی تفسیر نے تمام مسائل کو سائنٹیفک طور پر حل کر دیا ہے۔ ہمارے اندر جو زمینی مادہ ہے۔ یہی زمین کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور یہ مادہ ہمارے نظام جسمانی میں جس قدر کم ہوگا۔ اسی قدر جلد ہم دُنیا سے رُخصت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ پرندوں کے معاملہ میں یہ بات ظاہر ہے۔ اگر موت نام ہے رُوح اور جسم کی جُدائی کا، تو رُوح اگر اسمیں مادی رجحان نہو تو وہ مادہ سے وابستہ نہیں رہ سکتی۔ اور جس رُوح میں جسمانی آلائش ہے وہ مخصوص طبقات سے بلند تر نہیں جا سکتی۔ جس طرح کہ غبارہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں ہائڈروجن بھرا ہوتا ہے وہ نہ زمین پر رہ سکتا ہے اور نہ ایک خاص بلندی سے زیادہ اُوپر جا سکتا ہے۔ جب تک دُنیاوی خواہشات ہمارے اندر موجود ہیں اس وقت تک ہم اُس مقام میں مُعلق رہینگے جسے دوزخ کہتے ہیں۔ اور جنّت کے دروازے ہمارے لئے اسی وقت کھلینگے جبکہ ہم تمام آلائشوں سے پاک ہو جائینگے۔ خواہ ہمارا جسم کسی مادہ کا کیوں نہ ہو۔ وہ مٹی سے ضرور پاکیزہ تر ہوگا۔ وہ جسم ممکن ہے برق پاروں کا یا روشنی کا ہو۔ جیسا کہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں۔ اگر ہم برق پاروں سے مُرکب کسی غبارہ کا تصوّر کر سکیں، اور اس کے اندر ایک آدمی بیٹھا ہُوا ہو اور کھانے پینے کی مختلف ترکیبیں ہوں لیکن وہ سب اُسی مادہ کے ہوں، تو پھر اس شخص کیلئے فضائے کائنات میں بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ سیر کرنا ممکن ہوگا۔ بلکہ بہت آسان ہوگا۔ اور آنحضرت صلعم نے جنّت میں ہماری حرکات و سکنات کا تقریباً ایسا ہی بیان فرما دیا ہے +

نعمائے جنّت

جنّت کی نعمتوں کے بارہ میں یہ ہے۔ کہ ہم انھیں سرمایۂ لُطف بنا سکتے ہیں، جس طرح کہ ہم دُنیاوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ جنّت میں ہمارے اعضا مثلاً ذوق، لمس، ہاضمہ وغیرہ زمینی مادہ سے مُرکّب نہ ہونگے۔ اس لئے نعمائے جنّت بھی دنیاوی نعمتوں کی طرح نہ ہونگی۔ میں نہ مُبالغہ کر رہا ہوں۔ نہ کوئی بات اپنی طرف سے کہ رہا ہوں کہ میں ایسے

پاک سیرت مسلمانوں سے واقف ہوں جو بغیر کھائے مختلف پھلوں کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو سکتے تھے۔ اس قسم کے لوگ بعض اوقات دلکش نغمے سُنتے ہیں۔ حالانکہ کوئی مادی شے انھیں پیدا نہیں کر سکتی۔ مجھے ایک دوست کا واقعہ یاد ہے۔ جو بڑا عجیب تھا۔ وہ نہ خواب دیکھ رہا تھا اور نہ بیہوش تھا۔ بلکہ جاگ رہا تھا۔ اور آدھی رات کے وقت مراقبہ میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک عورت کی معیّت میں محسُوس کیا۔ اور وہی لذت حاصل کی جو ہم حاصل کرتے ہیں جبکہ کسی عورت سے ہمارے تعلقات زناشوئی قائم ہو جاتے ہیں۔ ہاں اسکے معاملہ میں ایک فرق تھا۔ وہ یہ کہ یہ لذّت ایک یا دو منٹ نہیں ہی بلکہ نصف گھنٹے تک۔ قرآن شریف نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ کہا کہ جنّت کے رہنے والوں کو اُس ثمر کا کچھ حصّہ ملیگا۔ اور اس کو چکھنے کے بعد وہ کہینگے کہ یہ وہی ہے۔ جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا۔ اُن کو اس کے مانند ہی ملیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نعمائے جنّت ایسی ہی ہونگی جیسی کہ دُنیا میں ہمیں نصیب ہوتی ہیں۔ لیکن اُن کی نوعیّت جُداگانہ ہوگی۔ سُورتِ دھر میں بھی ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔ اور جنّت کی مختلف نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہی۔ جو ہمیں وہاں نصیب ہونگی۔ کافُور ایک بہترین کیڑے مارنے والی دوا ہے۔ چنانچہ قرآن میں گنہگاروں کا جو دوزخ میں ہونگے، حال بیان کرنے کے بعد نکوکاروں کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ اس پیالہ میں سے پئینگے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی (۷۶ : ۵) مریض کی آنتیں صاف ہو جانے کے بعد اُسے جراثیم کُش دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ نظامِ جسمانی میں جراثیم تو موجود ہوتے ہیں۔ اور جب وہ پُورے طور سے صحتیاب ہو جاتا ہے تو اُسے ٹانک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور" ادرک" جیسا کہ لوگ کہتے ہیں دُنیا کی بہترین مقوی دواؤں میں سے ہے۔ اسی لئے ہم آگے چل کر پڑھتے ہیں کہ جنّت کے رہنے والوں کو اس پیالہ میں سے پینے کو ملیگا جسمیں ادرک کی آمیزش ہوگی (۷۶ : ۱۷) ہم جہاں کہیں بھی ہوں ہمیں غذا کی بہرحال ضرورت ہے۔ اور اگر ہم ان پھلوں کی غذائی قیمت کا اندازہ کر سکیں جن کے ہمنام ہم کو جنّت میں ملینگے تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ سب مقوی اور محرک ہیں، خصوصاً کمزوری قلب کے لئے نافع ہیں۔ اگر دل رُوح کا مسکن ہے، تو اُسے آسمانی

عالم میں وہی غذا ملنی چاہیئے جو اس دنیا میں اس کے لئے مفید تھی +

جنت اور دوزخ کا کھانا

مذکورہ بالا امور سے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے' جن کا قرآن میں مذکور ہے اور ان میں سے ایک مسئلہ' کھانے کا ہے۔ ہر شے کو غذا کی ضرورت ہے لیکن اُسکی غذا اسی مادہ سے حاصل ہوتی ہے' جس سے اس کا جسم بنا ہوتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد ہم اپنے اجسام کو اس دُنیا میں چھوڑ جائینگے تو ظاہر ہے۔ کہ ہم آیندہ عالم میں دُنیا کی کوئی شے ہضم نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ گنہگار کا دل دنیا دی چیزوں کیلئے طلبگار ہوگا۔ تو چونکہ یہ چیزیں اُسے وہاں مُیسر نہ ہونگی۔ اس لئے اُن کے نہ ملنے کی وجہ سے وہ سخت بیچین ہوگا۔ اور اُسے معلوم ہوگا کہ کسی نے اُسے ان چیزوں سے روک دیا ہے جن سے اُسے لذّت حاصل ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ آسمانی غذا کی طرف بھی مائل ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے بعض احباب کو اُسے کھاتے ہُوئے دیکھیگا۔ اگر وہ اُن سے درخواست کریگا۔ کہ وہ اُسے بھی ان نعمتوں میں شریک کریں۔ اور وہ انکار کر دینگے تو یہ بالکل قدرتی بات ہوگی۔ (۵۷ : ۱۳) آیت زیر بحث یہ بھی بتاتی ہے۔ کہ وہ کھانا کن اشیاء سے مرکب ہوگا ؟ وہ شے نُور ہے' ہمارے اجسام نُوری ہونگے۔ کیونکہ اگر وہ نُوری نہوں تو نُوری غذا ہضم نہیں کر سکینگے۔ اب ہم ایک قدم اور آگے جاتے ہیں۔ کوئلہ میں بھی نُور کے اجزا ہوتے ہیں اور ایک وقت ہر کوئلہ کیلئے آتا ہی ہے کہ وہ تمام نُور ہو جاتا ہے۔ مگر نُوری ہونے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ اسمیں سیاہی اور دھوئیں کے جملہ اجزاء ختم ہو جائیں۔ اور ضروری ہے۔ کہ اُسے آگ میں ڈالا جائے۔ تاکہ وہ اپنی ذاتی چمک حاصل کر سکے۔ یہی حال ہمارا ہوگا' ہم نُوری خطہ سے آئے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہُوا' وہ نُور کثیف تر ہوتا گیا۔ حتّٰے کہ اُس نے مٹی کی شکل اختیار کر لی۔ اور مٹی سے انسان پیدا ہُوا۔ جو اس کی بہترین پیدا وار ہے۔ اب گویا ہم پیچھے کو سفر کرتے ہیں۔ اور ہمیں نُوری حالت پہ واپس آتا ہے۔ پس کوئی تعجب نہیں۔ اگر ایک رُوح کو جس میں دُنیاوی آلائش اور مادّی دھواں موجود ہے' آگ میں ڈالا جائے تاکہ وہ پاک ہو جائے لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ غذا بھی درکار ہوگی۔ اور وہ غذا شجرۃ زقّوم کا پھل ہوگی۔

جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔ اور یہ درخت دوزخ کی تلی میں پیدا ہوتا ہے (۳۷ : ۶۴) اس درخت کا پھل دوزخیوں کی غذا ہوگا۔ اور وہ ان کے پیٹوں میں کھولیگا۔ وہ پیاسے ہونگے، اور پانی کیلئے دوڑینگے۔ اور اُنھیں کھولتا ہُوا پانی ملیگا (۴۶ : ۴۳ تا ۴۶) اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دست آور غذا ہوگی۔ ایک مسلمان عالم نے، جو طبیب بھی تھا، آتشک کے مریض کا علاج تھوہڑ (زقوم) کے درخت کے پھل سے کیا تھا۔ مریض کو بہت پیاس معلوم ہُوئی۔ اور طبیب نے اُس کو گرم پانی پینے کو دیا، جس کی وجہ سے اُسے خوب دست آئے۔ ہر دست کے ساتھ سیاہ مواد بکثرت خارج ہُوا اور مریض صحتیاب ہوگیا۔ یہ خیال اُس کو قرآن کے مطالعہ ہی سے پیدا ہُوا۔ اور وہ بعض سخت امراض میں اس طریق علاج کا تجربہ کیا کرتا تھا۔ دوزخ اور ہسپتال میں ایک مماثلت یہ ہے۔ کہ جب کوئی مریض شفاخانہ میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس کے احباب اس کے ساتھ آتے ہیں، لیکن اگر وہ کسی سخت مرض میں مُبتلا ہوتا ہے۔ تو کسی ملاقاتی یا عزیز کو اس کی ملاقات کی اجازت نہیں ہوتی۔ گویا تندرستوں کے اور اس کے درمیان ایک دیوار کھڑی ہو جاتی ہے اور تاوقتیکہ وہ پُورے طور سے صحتیاب نہ ہو جائے ان سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ اس کے دوست خیریت معلوم کرنے کیلئے آسکتے ہیں۔ مگر ملاقات نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ہم قرآن میں پڑھتے ہیں۔ کہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک دیوار قائم ہوگی (۵۷ : ۱۳) اور ایک جماعت کو دوسری سے الگ کر دیگی +

دوزخ اور جنّت کی مُدّت

دوسرے موقع پر دوزخ اور جنّت کا ذکر کرتے ہُوئے قرآن شریف نے اُن کی مُدّت کا تذکرہ بھی کیا ہے (دیکھو ۱۱ : ۲۷) جنّت کے متعلق فرمایا۔ کہ یہ ایک ابدی نعمت ہے جو ختم نہ ہوگی (۱۱ : ۱۰۸) اس آیت سے جنّت کی ہمیشگی ثابت ہوگئی۔ لیکن یہ واضح ہو کہ دوزخ صرف ایک تصفیہ کی جگہ ہے۔ اور اگر لوگوں میں آلائش باقی نہ رہے جس کو صاف کرنے کی ضرورت ہو تو دوزخ بھی بیکار ہوگی۔ اس کی ضرورت اُسی وقت تک ہے۔ جب تک آلائش اور بُرائی کا وجود باقی ہے۔ کیونکہ کوئی شخص دوزخ سے نکل کر جنّت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک اُسکی رُوح پاکیزہ نہ ہو۔ اور آلائشیں وہی دُنیاوی خواہشات ہیں۔ جن کو قابُو میں نہ رکھنے کی وجہ سے دُنیا میں

ہم غلطیوں کے مرتکب ہوئے تھے۔ مرنے کے بعد ممکن ہے ہم گناہ نہ کر سکیں۔ کیونکہ گناہ کرنے کے آلات ہمارے پاس نہ ہونگے لیکن جب تک کہ نفسانی خواہشات موجود ہیں اس وقت تک گناہ کرنے کی خواہش بھی موجود رہیگی۔ گویا نفسانی خواہشات گنہگار اور جنت کے درمیان ایک دیوار ہیں اور اسی فصل کی وجہ سے دوزخ کا وجود ہے۔ اگر ہم گناہ کرتے ہیں۔ تو اس میلان کے سبب سے جو ان خواہشات سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر یہ میلان بعد وفات بھی باقی رہے تو اس کا سبب یہی ہے۔ یہ جذبات اپنی غیر مصفے حالت میں ضرور زمین کی طرف مائل ہونگے تاکہ بعد وفات اُن کی تسلی کا سامان مہیا ہو سکے۔ اور جب تک زمین قائم ہے وہ بھی باقی رہینگے۔ وہ ہمارے اندر دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی خواہش پیدا کرتے رہینگے لیکن ہم ان خواہشات کو تسکین نہ دے سکینگے کیونکہ ہمارے پاس مادی جسم نہ ہوگا۔ اور مادی جسم دنیاوی زندگی کیلئے اشد ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ موت کے بعد جسم خاکی تو یہیں رہ جاتا ہے اور عناصر میں تبدیلی ہو جاتی ہے (۳۴ : ۵۴) یہ ناقابلیت گویا دوسری دیوار قائم کر دیگی۔ جو ہمارے میلانات اور اُن کی تسلی کے ذرائع کے درمیان حائل ہوگی۔ گویا گنہگار لوگ دو دیواروں میں ہونگے (۳۶ : ۹) ایک اُن کے پیچھے ہوگی۔ دوسری اُن کے آگے ہوگی۔ خواہش اور اس کو تسکین نہ دینے کی وجہ سے گنہگار کیلئے اک نئی رُوح پیدا ہو جائیگی جو کہ جیسا میں نے کہا زمین کے ساتھ ساتھ قائم ہوگی۔ اور قدرتی طور پر اس کا خاتمہ ہو جائیگا اگر ہمارے کرہ ارضی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ قرآن میں ایک زبردست مصیبت کا ذکر ہے۔ جو اس دنیا کا خاتمہ کر دیگی۔ اور خوفناک زلزلوں اور جھٹکوں کی وجہ سے یہ کرۂ ارض پارہ پارہ ہو جائیگا جن کی وجہ سے پہاڑ، جو کہ زمین کو ساکن کرنے کیلئے بنائے گئے تھے دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائینگے (۱۰۱ : ۵) اور انسان منتشر پروانوں کی طرح۔ یہ آفت ایسی ہوگی کہ زمین کسی بڑے جرم فلکی سے ٹکرائیگی۔ اور سائنس بھی جبکہ وہ زمین کی آخری قسمت کے متعلق رائے زنی کرتا ہے یہی کہتا ہے پس اگر دوزخ کا وجود زمین کے ساتھ ہی ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ناپید ہو جائیگی۔ لیکن ہم دوزخ کے ساتھ ایک تیسری چیز کا بھی ساتھ ساتھ ہونا پڑھتے ہیں قرآن شریف جبکہ دوزخیوں کا ذکر کرتا ہے تو کہتا ہے۔ کہ وہ وہاں اس وقت تک رہینگے جب تک زمین و آسمان قائم

ہیں گے۔ اس بیان سے میری بات کی تردید نہیں ہوتی۔ عربی الفاظ ارض اور سمٰوات کے لفظی معنے زمین اور آسمان کے نہیں ہیں۔ اُن کے اصلی معنے اس مقام کے ہیں جو انھیں فضاء میں حاصل ہے۔ نہ اُس مادہ کے جس سے وہ بنے ہیں! ارض ہر اُس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو کسی شئے کے نیچے ہو۔ اور سماء، جو سماوات کا واحد ہے۔ اس کے معنے بلندی کے بھی آتے ہیں۔ پس یہ دونوں الفاظ اضافی ہیں۔ حتےٰ کہ آپ پہلے آسمان کو بھی ساتویں کی نسبت سے ارض کہہ سکتے ہیں (ملاحظہ ہو مفردات امام راغب اصفہانی) اور اسی طرح تیسرے یا چوتھے کی نسبت سے دوسرے کو ارض کہہ سکتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطے جن کو سماوات کہا گیا اگرچہ زمین کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہ سکتے ہیں، لیکن اُن کو موجودہ ناموں سے موسوم نہیں کیا جائیگا۔ اگر زمین کے فنا ہو جانے سے دوزخ کا خاتمہ ہو جائیگا تو پھر سمٰوات کا لفظ آسمان کیلئے استعمال نہ ہوگا +

بہرکیف، آیت زیر بحث میں ایک لفظ اور بھی ہے جس کی بناء پر دوزخ کی ہمیشگی کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ لفظ ابد ہے جس کا ترجمہ غلطی سے ہمیشہ کر لیا گیا ہے۔ لیکن ابد کی جمع آباد آتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہمیشگی ایسا مفہوم ہے جسمیں جمع کو دخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمیشگی تو ایک غیر قابل تقسیم چیز ہے لہٰذا آباد کے معنی صرف ایک طویل مُدت کے ہوئے +

دوزخ کا وجُود خُدا کے انتقامی جذبہ یا ناراضگی پر مبنی نہیں ہے قرآن ان باتوں کا مُطلق انکار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خُدا کو ہمارے سزا دینے میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن چُونکہ ہم نے اُسکے نعماء کو صحیح طور پر استعمال نہیں کیا ہے۔ اور اس وجہ سے ہم میں ترقی کی صلاحیت پیدا نہیں ہُوئی۔ پس ہمیں بُرے جذبے دوزخ میں بھیجا جائیگا۔ تاکہ وہاں، وہ موانع دُور ہو جائیں۔ جو ہماری آیندہ ترقی کی راہ میں حائل ہیں +

یورپ کیلئے اسلام مشعلِ ہدایت بنا

پروفیسر گرمانوس کے خیالات

دُنیا کی تمدّنی تاریخ کا حال بیان کرتے ہُوئے پروفیسر صاحب نے کہا۔ کہ یورپ نو صد عیسوی تک اندھیرے میں پڑا ہوا تھا۔ اسلام مشعلِ ہدایت اور آزادی کی روشنی لے کر یورپ میں پہنچا۔ اور اُس نے قوموں کو اخوت اسلامی کا پیغام دیا۔ اس نے اپنی اخلاقی کشش سے دُنیا کی سلطنتوں کو فتح کر لیا۔ اسلام نے قومیّت کا قلع قمع کیا۔ اور مختلف النسل افراد کو سر جوڑ کر ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔ اسلامی تمدّن مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور اس نے چار دانگ عالم کو منوّر کر دیا۔ مگر یورپ نے اس مشعل ہدایت کی روشنی سے پورا پورا فائدہ نہ اُٹھایا۔ اور علم الٰہی کی بجائے جدید سائنس کی تحقیقاتوں اور مادّی تہذیب نے جگہ لے لی۔ یورپ نے مادیت اختیار کر لی۔ اور روحانیت جو اسلام نے پھیلائی تھی اس سے مُنہ موڑ لیا۔ اور اُسے اٹھارھویں صدی سے برابر زوال شروع ہو گیا +

یورپ میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب

یورپ میں اسلام کی ترقی رُک گئی۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی۔ کہ اسلام کی روحانیت اور اس کی تعلیم میں نقص واقع ہو گیا یا اس کے حاملین نے اسلام کی شرافت کا ثبوت دینا بند کر دیا تھا۔ نہیں بلکہ اس کے شعرا اور خدا رسیدہ بزرگوں نے اعلےٰ منازل طے کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ لیکن خوش اعتقادیوں نے اسلام کے مقاصد عظمےٰ کو نقصان پہنچانا شروع کیا۔ اور مادہ پرستی کی جانب یورپ کے رُجحان کو روکنے کیلئے مجتہدین اسلام نے ایسے جدید آلات نہ کئے جو اس کے لئے ضروری تھے۔ اور اقتصادی معاشرتی روحانی معلومات کے متعلق اٹھارھویں صدی عیسوی کے یہ بزرگ جدید تحقیقاتوں کو پیش کرنے سے معذور رہے +

اسلام نہیں بلکہ مُسلمان اسکے ذمّہ وار ہیں

اسلئے اٹھارھویں صدی عیسوی میں مُسلمانوں کی قوّت اور اُن کی حالت روز بروز کمزور ہوتی گئی عظیم الشان اسلامی سلطنتیں تباہ ہونے لگیں ۔مُسلمانوں کی طاقت کا زور توڑ دیا گیا ۔ اور یُورپ میں یہ عقیدہ عام ہوگیا ۔کہ اسلام آخری سانس لے رہا ہے ۔ اور اسلام کی قُوّت گھٹ رہی ہے ۔لیکن ان کے ساتھ ہی ساتھ اب جبکہ عیسائیّت کے مقابلہ میں اسلام موجُود نہ تھا ۔یُورپ کے عالموں نے اسلام اور اُس کی تاریخ کا بغور مُطالعہ کیا ۔ اور اسلام کے اسبابِ زوال دریافت کرنے شروع کئے +

مُسلمانوں کا تنزّل اسلام کا تنزّل نہیں

اب مطالعہ سے اسلام پر جو الزامات عاید کئے جاتے تھے ۔ وہ غلط ثابت ہونے لگے اور یہ ثابت ہُوا ۔کہ مُسلمانوں کا تنزّل اسلام کا تنزّل نہیں ہے ۔ اس تنزّل کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلّق نہ تھا ۔ بلکہ ان مسلمانوں پر ان کی ذمّہ واری عاید ہوتی تھی ۔جنہوں نے اپنی ۔رُحنیاتِ اسلامی کے وسائل کو ترک کردیا تھا ۔ اور جو تساہل میں پڑکر اس نُور معرفت سے جسے اسلام نے پیش کیا تھا مستفید نہ ہوتے تھے ۔ ان مسلمانوں نے اسلام کے اصُولوں کو ترک کردیا تھا ۔ اور وہ اسلامی روایات اور اُسوۂ حسنہ کے پابند نہ رہے تھے +

ضرورت

دفتر مشن (عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور) کو ایسے احباب کے پتوں کی ضرورت ہے جنہیں ہردو اُردو و انگریزی رسالوں کی خریداری کیلئے تحریک کی جائے +

کیا ہمارے مخلص احباب عملی طور پر اس ضرورت میں ہمارا ہاتھ بٹا کر تبلیغ اسلام کیلئے بالواسطہ اپنے وقت کی قُربانی کرنا گوارا فرماسکینگے ؟

(نوٹ) جو پتے بھی بھیجے جائیں وہ قابلِ وثوق ہوں ۔ اور ہر پتہ کے ہمراہ اُردو یا انگریزی رسالہ کی تعیین کردی جائے ۔ برما کے احباب خاص طور پر قابلِ توجّہ ہیں +

سیکرٹری

عبادت اور قربانی

بقلم مسٹر کے کیو ڈاس

خدا نے عبادت کا جذبہ ہمارے اندر اعلےٰ مقاصد کے حصول کیلئے رکھا ہے لیکن اگر عبادت صرف رکوع اور سجود میں منحصر ہو جائے۔ تو پھر اصلی مقصد فوت ہو جائیگا۔ ہمارے اندر تین فطری میلان ہیں۔ جو باہمدگر کام کرتے ہیں۔ اور اگر ہم دیانتداری کے ساتھ ان پر عمل کریں تو نہایت عمدہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہم فطرتی طور پر اُن چیزوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جن سے ہمیں مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اور ایسی اشیاء کو حاصل کرنے کے بعد ہمیں اُن سے اُلفت ہو جاتی ہے۔ اور وہ اُلفت عبادت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ کچھ جسمانی حرکات اور تریقی الفاظ بھی شامل ہو جائیں۔ تب ہم اُن کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ یہ تین میلانات اُلفت عبادت اور نقل یا تقلید ہماری مخفی قوتوں کو کامل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اُن کی ترقی کے لئے بہترین اخلاق اختیار کر لیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری ادنےٰ خواہشات ہمارے فیصلہ کو تاریک کر دیتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی ضروریات ہماری عبادت کا مرکز بن جاتی ہیں۔ خوف اور اُمید اس طرز عمل میں بہت حصہ لیتی ہیں۔ اور دراصل یہی جذبات ہماری خواہشات کو ربّانی لباس پہناتی ہیں۔ بعض اوقات ہم فطرت کے عناصر کو اپنے نفع یا نقصان کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ اور خوف اور اُمید ہمیں مجبور کرتی ہیں۔ کہ ہم اُنھیں اُلوہیت کے مرتبہ پر پہنچائیں۔ مختلف نقلی معبودوں کو ہم یہ بلند مرتبہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ ہماری ادنےٰ خواہشات ہی ہیں جو انتخاب معبود میں ہم پر حکمرانی کرتی ہیں۔ ہم اُن کو قدیم یونان اور ہندوستان کی دیوتاؤں میں پاتے ہیں۔ یہ دیوتا ہمارے اپنے دماغ کی پیداوار ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ انہی چیزوں میں لذّت پاتے ہیں جو عموماً ہمارے حواس جسمانی کو خوش کرتی ہیں۔ عبادت گاہیں، نہایت عمدہ طور پر سجائی جاتی ہیں۔ اور ان میں موسیقی، نغمہ اور خوشبودان ہوتے ہیں۔ جن میں مسالے جلائے جاتے ہیں۔ اور اُن کی وجہ سے

خوشبو دار دھواں نکلتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہم اپنے معبود کو خوش کرنے کیلئے کرتے ہیں جس کے متعلق ہمارا قیاس یہ ہے۔ کہ وہ قربانی کے خون کو پسند کرتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ قربانی آگ میں جلائی جائے۔ اس طرح عبادت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اور ہم اپنے ایک اعلیٰ جذبہ کا جہات۔ بُرا استعمال کرتے ہیں۔

دُنیا میں نیک اور عقلمند لوگ وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے ہیں جنہوں نے لوگوں کو غلطی سے آگاہ کیا۔ اور اس شریف جذبہ کا صحیح استعمال بتایا۔ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کے رسول ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور اُن کے دعوے کی کچھ ہی قیمت کیوں نہ ہو۔ تاریخ نے مفصلہ ذیل باتیں اُن کے متعلق پورے طور پر ثابت کر دی ہیں :-

(۱) یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوئے جبکہ مخلوقِ الٰہی تباہی کے کنارہ پر تھی +

(۲) اُنھوں نے ایک ایسی ہستی کا ذکر کیا جو دُنیا کی خالق، پالنے اور پرورش کرنے والی ہے

(۳) اُنھوں نے اُس ہستی کی اطاعت کا وعظ کیا۔ اور اس اطاعت کو لوگوں کا مذہب قرار دیا

(۴) اُن کی شدید مخالفت ہوئی +

(۵) جن لوگوں نے اُن کی بات مانی وہ پھلے پھولے اور اُن کے مخالفین تباہ ہو گئے۔

یہ وہ حقائق ہیں جو تاریخی طور پر ہر زمانہ میں ثابت ہوئے ہیں۔ اور اسکی وجہ بالکل ظاہر ہے۔ اگر یہ کائنات کسی خالق کی پیدا کردہ ہے۔ اور اس کا قیام اُس خالق کے وضع کردہ قوانین پر منحصر ہے۔ تو قوانین کی اطاعت کرنیوالے یقیناً مرفہ الحال ہونگے۔ خالق ہماری اُلفت کا مرکز ہونا چاہئے۔ اور اس لئے ہمیں اُسی کی عبادت اور اتباع کرنی چاہئے۔ انسان فطری طور پر ملنسار واقع ہوا ہے۔ اس کیلئے کسی نہ کسی سوسائٹی میں رہنا ضروری ہے۔ اور اُن بنیادی اصولوں کا محتاج ہے۔ جن کی بناء پر افراد باہم اس طرح ملجائیں۔ کہ ایک جماعت قائم ہو جائے رسولوں نے ایسے قوانین بنائے جن کی بدولت خدا کی عبادت اُن کے مذہب کا مرکزی ستون بن گئی۔ لیکن انسان کی ادنےٰ خواہشات اس سادی چیز یعنی عبادت میں بھی ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ مندر اور معابد آراستہ کئے گئے۔ اور ان میں موسیقی نغمہ اور خوشبو جلانے کا رواج از سرِ نو قائم ہو گیا +

اس کی بہترین مثال موسوی شریعت میں ملتی ہے ۔ کوئی شخص حضرت موسیٰ کی عظمت کا انکار نہیں کرسکتا ۔ وہ بہت بڑے قوم پرور اور اپنی قوم کو مصریوں کی غلامی کی آزاد کرانیوالے تھے ۔ وہ شارع اور قوم بنانیوالے تھے انھوں نے اپنی قوم کو غلامی میں پایا لیکن انھیں سپاہی بنا دیا ۔ جو آگے چل کر بادشاہت کے مالک ہو گئے ۔ وہ خدا کے رسول کی حیثیت سے ظاہر ہوئے ۔ اور قوم کو آزاد کر کے انھوں نے دس سادہ احکام دیئے جو قانون مابعد کی بنیاد ہیں ۔ انھوں نے لوگوں کو خدا کی عبادت کا حکم دیا ۔ اور اس مقصد کیلئے ایک سادہ عبادت خانہ بنایا +

"تو میرے لئے ایک مٹی کی قربان گاہ بنائیگا ۔ اور اگر تو پتھر کی قربانگاہ بنائیگا تو اسکو تراشے ہوئے پتھر سے نہ بنانا ۔ کیونکہ اگر تو نے اس پر اوزار رکھا تو وہ ناپاک ہو جائیگی"
(خروج باب ۲۱ درس ۲۴ و ۲۵) +

خدا کے حکم سے حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے ۔ اور وہاں چالیس شبانہ روز بسر کئے روزہ رکھے ۔ اور خدا آپ سے ہمکلام ہوا ۔ خدا نے حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل سے سونے چاندی اور پیتل، نیلے سرخ ارغوانی کپڑے اور بکری کے بالوں اور بجو اور بھیڑ کی کھالوں اور شطم کی لکڑی اور تیل اور مسالے جو مسح کرنے میں مستعمل ہوں ۔ اور "خوشبویات" کا ہدیہ قبول کریں ۔ ان چیزوں سے ایک محراب بنائی جائے جس پر چاروں طرف سونے کا تاج ہو اور حلقوں کونوں اور تختوں پر سونا منڈھا ہوا ہو ۔ خالص سونے کی ایک "نشست رحم" بھی بنائی گئی جس کے دونوں کونوں پر سونے کے دو فرشتے بنائے گئے اور یہ نشست اس محراب میں نصب کی گئی ۔ اور اس محراب میں خدا کی ملاقات کے ثبوت میں عطا کردہ دستور رکھی گئی ۔ گویا یہ جگہ خدا سے ملاقات کرنے کیلئے مخصوص کی گئی +

محراب کے علاوہ ہم ایک سونے کی میز کا حال بھی پڑھتے ہیں جس کے چاروں طرف سونے کا تاج نصب کیا گیا تھا ۔ اور اس میز پر رکابیاں چمچے پیالے وغیرہ رکھے گئے، اور روٹی بھی گویا خدا کے سامنے رکھی گئی ہے ۔ علاوہ ازیں سونے کے شمعدان بھی نصب کئے گئے جن میں شاخیں، پیالے پھول پتی، وغیرہ بنی ہوئی تھی ۔ اور چراغ، چمٹے

نسوار کی پیالیاں، پردے، نقاب، چاندی کی چول کے تختے، سلاخیں، توے، کڑچھے، طشت اور گوشت لٹکانے کے ہُک وغیرہ وغیرہ۔ دراصل یہ خیال کرنا حیرت کا موجب ہے۔ کہ کس قدر دولت خانۂ خدا کی تعمیر میں صرف کی گئی تھی اور بہت سلیقہ کے ساتھ یا دریوں کیلئے سونے کے اور ارغوانی، سُرخ، اور نیلے رنگ کے، اور باریک ململ کے جُبّے بھی مُعیّن کر دیئے گئے ہیں اور خروج جیسی الہامی کتاب کے دس ابواب انہی تفصیل کیلئے وقف کر دیئے گئے ہیں +

کتاب احبار میں مختلف قربانیوں مثلاً سوختنی قربانی، گوشت کی قربانی، گناہ کی قربانی، نافرمانی کی قربانی، تقدیس اور صلح کی قربانی وغیرہ کا مذکور ہے۔ قربانی میں سانڈ سے لے کر فاختہ تک ذبح کرتے تھے۔ قربانی کا کچھ حصہ جلایا جاتا تھا۔ اُن کا خون چھڑکا جاتا تھا۔ اور کچھ حصہ پادریوں کے کھانے میں صرف ہوتا تھا۔ اور یہ سب کچھ خُدا کے حکم سے ہوتا تھا۔ یہ الہام کا کیسا غلط تخیّل ہے! کیا ان مُقدس لغویات کے بغیر خُدا کی عبادت نہیں ہو سکتی؟ کیا ہم اُسے معبد کیلئے اس سے بہتر مکان دے سکتے ہیں۔ جس کا گنبد آسمان ہو جس میں چراغوں کی جگہ ستارے لگے ہُوئے ہیں؟ کیا تیل اور گرم مسالوں کی خوشبو (یہ چیزیں یہُودی عبادت میں ضروری ہیں) قُدرت کے پھُولوں کی زیادہ فرحت بخش ہو سکتی ہے؟ جب مَیں نے مُوسےٰ کی تیسری یا چوتھی کتاب میں ان باتوں کے متعلق پڑھا تو سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ اور اگر قرآن مجید میری رہنمائی نہ کرتا تو میرے دل سے مُوسےٰ کی عظمت بالکل دُور ہو جاتی۔ اگر قرآن پاک ایک طرف، موسےٰ کا ذکر نبی کی حیثیت سے شاندار طریق پر کرتا ہے تو وہ ان خرابیوں کا بھی بار بار تذکرہ کرتا ہے جو موسےٰ کے متبعین نے صحف مقدسہ میں پیدا کر دیں (۲: ۷۹ و ۴: ۴۶ و ۵: ۴۰ تا ۴۱)۔ یہُودیوں کی تحریفِ توریت کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہُوا ہے۔ اُس تسلیم کرنے کیلئے عقل سلیم ہمیں مجبُور کرتی ہے۔ اگر خروج میں یہ بیان کیا گیا ہے (خروج ۲۰: ۲۴ و ۲۵) کہ خُدا کا گھر بنانے میں مُطلق کوئی اوزار استعمال نہ کیا جائے۔ اور جملہ اشیاء اُن کی قدرتی حالت میں استعمال کی جائیں۔ تو پھر وہی خُدا اس کتاب کا مُصنّف کیسے ہو سکتا ہے۔ جو معابد کی اس قدر شاندار تفصیل دیتی ہے؟ (خروج ۲۵: ۲۶ تا ۲۸)

بیشک عبادت کی رُوح مُردہ ہوگئی۔ اور رسُوم نے اس کی جگہ لے لی۔ خروج اور احبار کی کتابیں نہ صرف رسُومات کی ذمّہ دار ہیں۔ بلکہ قربانی کی بھی گناہ کی معافی کے لئے ہم مختلف قسم کی قربانیوں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ یہ مختلف جانوروں اور پرندوں کے ذبح کرنے پر مشتمل ہیں۔ اور گُناہ کی نوعیت اور گُناہگار کی دُنیاوی حیثیت کے لحاظ سے ان میں اختلاف ہوتا تھا خصوصاً احبار میں بار بار کہا گیا ہے۔ کہ ان قربانیوں سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قدیم قربانیوں کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ انسانی قربانی کا رواج ہو گیا۔ اور تاریخ میں قُربانی کے ایک طویل سلسلہ کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے +

لوگ یقین کرتے تھے۔ کہ عظیم الشان قُربانی سے مصائب عظمٰے بھی دُور ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مذہبی ممنُوعات رائج ہوگئیں۔ قدیم تمدّن میں نوجوان آدمیوں کو قربانی کے لئے خُوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کو خُدا کو خوش کرنے کیلئے قتل کیا جاتا تھا۔ پادری ایک پتھر کا چاقو اُس کے سینہ میں گھونپتا تھا۔ اور یہ کہتا تھا۔ کہ اے خدا آج میں تجھے خُوش کرنے کے لئے یہ قُربانی کرتا ہُوں۔ اس قسم کی قُربانیاں کُچھ عرصہ کے بعد مُقدّس ہوگئیں۔ اور مخصوص افراد کا محض چھُو لینا ہی ایک نکوکاری اور گُناہ معاف کرنے کے لائق سمجھا جاتا تھا۔ انگریزی حکُومت سے پہلے ہندوستان کے ہندو بھی اس قسم کے اعجازی چھُونے پر یقین کرتے تھے۔ اور بیوہ عورتیں مُردہ خاوندوں کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں ستی کا چھُونا بھی ایک بڑی بات تھی۔ اس عقیدے نے بھی حضرت مسیح ابن مریم سے پہلے بہت سے "مسیح" پیدا کر دیئے بحیرۂ رُوم کو ایک جھیل سمجھنا چاہیئے جس کے گرد اگرد بارہ چودہ ممالک آباد تھے۔ اور ہر مُلک میں ایک مخصُوص "مسیح" تھا۔ جسے لوگ اپنا خدا سمجھتے تھے۔ یہ سب مسیح کنوّاریوں کے پیٹ سے پیدا ہُوئے تھے۔ اور ۲۵ دسمبر کے پہلے گھنٹے میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۲۵ دسمبر کے پہلے گھنٹے میں دُنیا میں ظاہر ہُوئے۔ اور یسُوع مسیح کے کلیسیائی قصّہ میں جو کچھ ہم نے پڑھا ہے (جو کہ در اصل مُشرک قوم کے معبُود کی داستان کا نمونہ ہے) وہ تاریخ نے پہلے ہی سے لکھ دیا ہے بحیرۂ رُوم کے ممالک میں انہی قصّوں کی بدولت مذاہب پیدا ہُوئے میں اس جگہ اُن کنواری عورتوں سے پیدا شدہ خداؤں کے نام لکھے دیتا ہُوں

جن کی پرستش ہوئی ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ ان سبھوں کی داستان یکساں ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ متھرا بعل ایڈانس بکیس ہورس اسرس اپالو اور کیوٹزاکوٹل وغیرہ۔ جب کلیسیا کے بزرگوں نے دیکھا کہ یسوع کا مذہب نہ تو اُن کے لوگوں میں قابل تسلیم ہے اور نہ مشرک دُنیا میں تو انہوں نے کنواری سے پیدا ہونے کا فسانہ حضرت یسوع سے منسوب کر دیا۔ ایک طرف تو عیسائیوں نے بزور شمشیر مشرکین کے مذاہب کو مٹا دیا۔ اور دوسری طرف جو کچھ عقاید اور رسومات اُن مشرکین میں رائج تھیں۔ وہ سب کی سب مسیحیت میں داخل کر دیں۔

پس میری رائے میں جو کچھ ہم خروج اور اخبار میں پڑھتے ہیں وہ اس رسم پرستی اور قربانی کی ذمہ دار ہے۔ جو یہودی اور عیسائی کلیسیاؤں میں پائی جاتی ہے۔ وہ رُوح کو بلند کرنیوالا اصُول جو عبادت کے ماتحت کام کرتا ہے، اس طرح فوت ہو گیا۔ اور حقیقی خدا پرستی نے مُردہ پرستی کی شکل اختیار کر لی +

ووکنگ میں خطبۂ عید الاُضحیٰ

فرمودہ جناب مولوی ولیم بشیر پکرڈ بی۔ اے (کنٹب)

"اور اُس (ابراہیم) نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں۔ وہ مجھے کامیابی کا رستہ دکھائیگا۔ میرے رب مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) نیکو کاروں میں سے (ہو) سو ہمنے اسے ایک بُردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔ سو جب وہ اُس کے ساتھ کام (کی عمر) کو پہنچا۔ اس (ابراہیم) نے کہا۔ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ تو دیکھ تیری کیا رائے ہے" اس نے کہا۔ اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم دیا جاتا ہے کر۔ تو مجھے (اگر اللہ چاہے) صبر کرنیوالوں میں سے پائیگا، سو جب دونوں نے فرمانبرداری کی۔ اور اُسے (اسمٰعیل کو) ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے پکارا۔ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ اسی طرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک واضح کر دینے والا امتحان تھا

اور ہم نے ایک بھاری قربانی کا اس کو فدیہ کر دیا۔ اور ہم نے پچھلے لوگوں میں اُس پر (ثنا) چھوڑی۔ ابراہیم پر سلامتی ہو۔ اسی طرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اُسے اسحاق کی خوشخبری دی۔ ایک نبی (کی) جو نیکوکاروں میں سے تھا۔ اور ہمنے اُسے اور اسحاق کو برکت دی۔ اور ان دونوں کی نسل سے نیکی کرنیوالے بھی ہیں۔ اور اپنے نفس پر کھلا ظلم کرنیوالے بھی (سورۃ الصّٰفّٰت آیات ۹۹ تا ۱۱۳)

حضرات! میرے بھائیو اور بہنو! آج ہم اسلامی تیوہار عید الاضحٰی مناتے ہیں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی اُس قربانی کی یادگار ہے۔ جو بیٹے کی رستگاری پر اُنہوں نے ادا کی۔ یقیناً اُس خلوص اور ایمان کے باعث جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدائے واحد کی ذات پر تھا۔ وہ اپنی خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے بیٹے کی قربانی دینے کیلئے تیار تھے +

حضرت ابراہیم اور آپ کا بیٹا اُن مسلمانوں کیلئے بطور یادگار مثالیں قائم کر گئے ہیں جو احکامِ خداوندی کے آگے پوری طرح گردن نہادہ ہیں۔ کیونکہ ایک طرف اگر حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کی قربانی دینے کیلئے تیار تھے۔ تو دوسری طرف اُنکا بیٹا بھی اپنے باپ کی اطاعت اور حکم الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے بلا حیل و حجت آمادہ تھا۔ یہی وہ حقیقی اطاعت ہے۔ جو ہر مسلم کیلئے ضروری ہے یعنی اسی طرح سے اپنے آپ کو جان و مال اور اپنے اوقات مساعی وغیرہ کو ہر اعتبار سے کامل طور پر خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور آپ کا لڑکا اسی قسم کی کامل تحویل و تسلیم کی ایک سرمدی یادگار ہیں +

لیکن وہ اللہ جس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ جو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا رب ہے۔ اور جو رحیم و کریم ہے۔ اگرچہ اپنے بندوں کو آزمایا کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ پوری طاقت و قوت کا مالک اور مغفرت و نجات دہندہ بھی ہے۔ جب بھی کوئی بندہ اُس کی طرف پھرتا ہے۔ تو وہ بھی اپنی شانِ رحیمیت کے ساتھ اُس کی طرف پھرتا ہے۔ یقیناً اللہ نے صفت رحیمیت اپنے لئے لازم قرار دی ہے +

تمہاری زندگی اور موت دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ پس کیا تم اپنا آپ اُس ہستی کو سونپ نہیں دو گے جو کامل طاقت کا مالک ہے؟ اور پھر اُس کی عبادت نہیں کرو گے تاکہ

وہ اپنے افضال و اکرام اور امن و سکون کے رستوں کی طرف تمہاری رہنمائی کرے؟

سب کچھ اسی اللہ کیلئے ہے ۔ جو اپنے علم و عرفان کی جانب جسے چاہے ہدایت کرتا ہے ۔ جب وہ دُعا کرنیوالوں کی دُعا کا جواب دیتا ہے ۔ تو کیا تم دُعا نہیں کرو گے؟ ہاں لیکن اُن لوگوں کیلئے اللہ کا شدید عذاب مقرر ہے جو لاپرواہ سرکش اور غیر متقی ہیں کیونکہ تمہارا خُدا جہاں خدائے رحیم ہے ۔ وہاں عذاب عظیم بھی دینے والا ہے ۔ لہٰذا اگر تم اس کی جستجو نہیں کرو گے ۔ تو نا معلوم راستوں سے تم پر سزا آوارد ہوگی ۔ اور تم جان لو گے ۔ کہ یہ سزا تمہارے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے ۔ کیونکہ تم نے اندازہ اور میزان کا لحاظ نہیں رکھا ۔ تم نے ثواب اور گناہ کی اُن ماہیتوں کو نہیں سمجھا جو ہر چیز میں ید قدرت سے مقررہ انداز میں موجود ہیں ۔

میرے بھائیو اور بہنو ! یہ ایک اہم ترین حقیقت ہے ۔ کہ تمہارا خُدا واحد لا شریک ہے (قل ھو اللہ احد) اس کے ماسوا کوئی معبود نہیں ۔ اسکی کوئی ابتداء اور انتہا نہیں ۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے ۔ طاقت و قوت میں اس کا کوئی سہیم نہیں ۔ پورا اور مکمل ہونے کے لحاظ سے وہ یکتا ہے ۔ وہ ذات ایک اور صرف ایک ہے ۔ نہ کہ تین میں سے ایک ۔ پس اس کی وحدانیت کو تاریکی میں نہ رہنے دو ۔ اس کے بغیر کوئی دوسرا نہیں ۔ اور نہ کوئی اس کا مثیل ہے ۔

خدا کی توحید پر غور کرو یہی چیز اتحاد کا منبع اور امن کا مخرج ہے ۔ یہی وہ صداقت ہے ۔ جو ظاہری زندگی کے شکوک نقائص اور مشکلات کو رفع کرتی ہے ۔ یہی وہ روشنی ہے ۔ جو مبہم امور کی تاریکی کو دُور کرتی ہے ۔ اللہ (سبحانہٗ و تعالیٰ) زمین و آسمان کا نور ہے ۔ علم کے ذریعہ اسکی ضیاء توحید دلوں پر شعاع ریز ہوتی ہے جس کے باعث زندگی کا مفہوم ظاہر و بیّن ہو جاتا ہے ۔

توحید خُدا کے بعد پھر دوسرا درجہ اخوت انسانی کا ہے ۔ وہ لوگ جو خدائے واحد کی توحید کے معترف ہیں ۔ اور اس کی عبادت کرتے ہیں ۔ وہ آپس میں بھائی بھائی ہو جاتے ہیں ۔ اُن میں ایک دوسرے سے محبت کا وہ جذبہ اور احساس پیدا ہو جاتا ہے ۔ جو یکسانیت خلقت اور پھر اس گہرے علم و ایقان پر مبنی ہوتا ہے ۔ کہ ہم سب کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے ۔ وہی ہمارا مالک ہے ۔ اور اسی کی طرف ہم نے رجوع کرنا ہے ۔

اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر و للہ الحمد ۔

اسلام میں غیر محدود اخوت کا پتہ اس بات سے بخوبی لگتا ہے۔ کہ تمام انسانوں کو وہ اپنی وسعت میں لیتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص خواہ جو کچھ مذہب بھی وہ کوئی رکھتا ہو۔ آخر خدائے واحد کی ہی مخلوق ہے اسی ایک مالک کا وہ تابع فرمان ہے۔ اور اسی عادل اور رحیم خدا کی طرف اس نے لوٹنا ہے +

اسلام میں عالمگیر اخوت کا وجود ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے۔ روزمرہ کاروبار زندگی میں اس کا عملی رنگ جھلکتا رہتا ہے۔ ذات پات اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ ہر مسلم خواہ وہ فرانس کا باشندہ ہے۔ یا مکسیکو کا فارس و ہندوستان کا ہے یا چین کا مسلمان ہونے کی وجہ سے سب کا بھائی ہے" نہ کسی عرب کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی تفوق حاصل ہے" قوم اور ذات کے لحاظ سے سب ایک ہیں۔ ہاں انفرادی طور پر کوئی شخص فوقیت لیجا سکتا ہے۔ کیونکہ عقیدہ اور اعمال ہی قابل قدر چیز اور تفوق کا اصلی معیار ہیں۔ تم میں سے بہتر ین لوگ وہی ہیں جو اپنے فرائض کی پوری طرح نگہبان ہیں +

اسلام کی خوبی۔ سادگی اور اخوت کی اصلیت ضرر رساں طبقہ مخالفین کے قلع قمع کرنے سے بھی ظاہر ہے۔ مجلسی اختلافات یا دنیاوی تعزز میں تو امتیاز ہونا ہی چاہئے۔ خدا نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ کیونکہ اعلےٰ حکومت۔ قانون انتظام اور عدالت اس کے بغیر ممکن نہیں۔ مگر اسلام اور صرف اسلام ہی ان معائب کا ازالہ کرتا ہے۔ جو قومی امتیازات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ قومی نفرت کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ اسلام میں کسی قوم کے لئے دوسری قوم کے خلاف کسی قسم کا جذبہ تکبر اور حقارت جائز نہیں۔ بلکہ اسلام کے ماتحت تو سب لوگ اپنی عبادت و ریاضت کے وقت انسانیت کے عام مساویانہ اصول کے ماتحت کاندھے سے کاندھا لگا کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسلام کسی ایسی بد معاملگی اور دنائت کا روادار نہیں۔ جو مختلف قوموں کیلئے الگ عبادتگاہوں اور مسجدوں کے تعین کا باعث ہو۔ اہل یورپ اس پر غور کریں۔ اور ان گناہوں پر غور کریں جو غرور نخوت اور نفرت کی شکل میں انھیں گھیرے ہوئے ہیں تمہارا یہ غرور ہے۔ کہ تم ایک دوسرے کو حقارت سے دیکھتے ہو۔ اس ضمن میں میں آپ کو نبی کریم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض اقوال سناتا ہوں "مغرور انسان راحت و آرام کے گھر کی جنت میں داخل نہیں ہو سکیگا" اور جس کسی میں ایک دانہ کے برابر بھی غرور ہے وہ بہشت میں

نہیں داخل ہوگا۔" خدا جمیل ہے۔ اور جمیل ہی کو خوش ہے۔ مگر غرور انسان کو حقیر بناتا ہے +

اے ایمان والو! اے محبوب بھائیو! آج کے اس مبارک موقعہ پر جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوت ایمانی کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ ہوئی ہے۔ میں تم سب سے یہ درخواست کرونگا۔ کہ اپنے مذہب یعنی خدا کے دین یا اسلام پر استوار ہو جاؤ۔ اب تو تم سب یکجا جمع ہو۔ مگر کیا معلوم کہ تم کتنی جلدی انگلستان بلکہ تمام دنیا میں منتشر ہو جاؤ گے۔ سو عبادت میں مداومت اختیار کرو۔ کیونکہ خدا تمام چیزوں پر قادر ہے۔ جہاں کہیں بھی تم غیر مسلم آبادی میں جاؤ۔ یہ سمجھ لو۔ کہ تم اسلام کے ایلچی اور عالمگیر امن کے داعی ہو۔ غیر مسلم ممالک میں تمہارے سامنے اسلام کی تبلیغ کیلئے بہت وسیع میدان ہے۔ علاوہ ازیں خود تمہاری ذات پر بھی بہت سی ذمہ واریاں ہیں۔ اپنے ایمان کو پاک و صاف رکھو۔ حقوق خدا کا پاس کرو۔ اور تقویٰ کے شعار ہو +

اے ایمان والو! میں تم سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ جاگو! اٹھو اور متحد ہو کر عملی قدم اٹھاؤ خواب خرگوش سے بیدار ہو جاؤ۔ اٹھو اور آپس میں ایک ہو جاؤ۔ دنیا تمہارے اعمال۔ ہاں تمہارے متحدہ اعمال کی نگراں ہی وقت محتاج ہے +

ندائے غیبی کو سنو! وہ یہی کہتی ہے۔ کہ "تم ایک خدا عزّ و اسمہٗ کی عبادت کرو۔ باہم ایک ہو جاؤ۔ ایک کتاب کی پیروی کرو جس میں کوئی کجی نہیں۔ اور زمین کے چاروں گوشوں سے ایک ہی قبلہ کی طرف رخ کرو۔ جو ہر وقت تم سب کو یاد دلاتا ہے۔ کہ تم ایک گروہ ہو" +

مادیت کی احمقانہ باتوں پر حیرت زدہ مت ہو۔ اور نہ ہی اُن لوگوں پر غم کھاؤ۔ جو صحیح راستہ سے بھٹک گئے ہوں جھوٹ اور فریب دنیا میں نہیں پھیل سکتا۔ سچائی آگئی ہے۔ اور جھوٹ یقیناً مٹ جانے والی چیز ہے +

اے میرے بھائیو اور بہنو! آج ہماری باتوں کا تعلق تمام دنیا کے کاروبار۔ امن و امان ترقی اور مذہب سے ہے۔ وہ دن چلے گئے۔ جب ایک قوم دوسری قوم سے الگ تھلگ تھی اور سیاستدانوں کا دائرۂ عمل قومیت محض تھا۔ آج ذرائع نقل و حرکت نے عالمگیر تحریکوں کو ممکن اور آسان کر دیا ہے۔ اور ایک قوم کو دوسری قوم سے قریب تر کر کے گویا اسکے دروازے پر لا ڈالا ہے۔ لہٰذا اب علم و عمل کا وقت ہاتھ لگ گیا ہے +

پا اپنے اردگرد نظر ڈالو ۔ اور دیکھو۔ کہ ماسوائے ایک مذہب امن (اسلام) کے جو ابراہیم علیہ السلام عیسےٰ علیہ السلام اور پھر نبی کریم حضرت محمد صلے اللہ علیہ السلام کا مذہب ہے ۔ اور کونسی ایسی بنیاد ہے جس پر عالمگیر امن قائم ہو سکتا ہے ۔ اسلام اور صرف اسلام ہی دُنیا جہان کے امن کا بانی ہو سکتا ہے ۔یہی وہ عالمگیر مذہب ہے ۔جو اتحاد قائم کر سکتا ہے ۔ اور اُخوت انسانی کو حقیقی رنگ میں عملی جامہ پہنا سکتا ہے +

اے ایمان والو! وقت گذرتا ہے ۔ اور میرے الفاظ ختم ہو رہے ہیں دلی شوق کے باعث میں چند الفاظ تم میں سے ہر ایک کے دلنشین کرتا ہوں ۔ جو خدا کے فضل سے تمہارے لئے متواتر آرام دہ ثابت ہوں گے یعنی میں آپ کے حقیقی خوشی کا راز بتلاتا ہوں ۔ اور وہ یہ ہے کہ تم حقوق کا پاس کرو ۔ ہاں اس بات کا مفہوم اُس وقت تک تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتا ۔ جب تک لفظ حقوق کے معنے تمہارے دلوں میں ٹھیک طرح بیٹھ نہ جائیں ۔ مختصراً میں اس کی تشریح کئے دیتا ہوں ۔ تم پر تین قسم کے حقوق ہیں ۔ جن کے تمہارے زندگی کا ہر لمحہ گذرتا ہے +

سب سے پہلے تم پر خدا کا حق ہے ۔ دوسرا حق مخلوق کا ہے ۔ چونکہ انسان مدنی بالطبع ہے ۔ اسی لئے رہبانیت اور گوشہ نشینی اسلام میں داخل نہیں ۔ اور پھر تم پر تیسرا حق تمہارے اپنے جسم کا ہے خدا بیفائدہ کسی چیز کو نہیں پیدا کرتا ۔ ہر چیز کچھ قوئے ۔ موہبات اور خصوصیت رکھتی ہے ۔ جو تربیت کی محتاج ہوتی ہیں ۔ ہر شخص ان چیزوں کی اچھی طرح نگہداشت کرے ۔ جو خدا تعالیٰ نے ازراہ کرم ہم میں سے ہر ایک کو عطا کی گئی ہیں ۔ سو ہمیں چاہئے ۔ کہ اُن کو اچھی طرح استعمال میں لائیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت بخشے اور اپنے فیض وکرم کی بارش سے سیراب کرے +

تبصرہ

"مسلمہ" نامی ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک ماہوار رسالہ جالندھر (پنجاب) سے محترمہ حمیرا صاحبہ کی ادارت میں اور فخر نسوان بیگم صاحبہ نواب لیاقت علی خان صاحب کی سرپرستی میں جولائی سنہ ۱۹۳۲ء سے شائع ہوتا شروع ہوا ہے ۔ اس کا دوسرا نمبر ہمارے سامنے ہے ۔ جیساکہ نام سے ظاہر ہے ۔ طبقہ مستورات میں تعلیمات اسلامیہ کی اشاعت مسلمہ کا مقصد ہے ۔ یہی مضامین کی زبان سلیس اور سادہ ہے ۔ اگر مسلمان خواتین اس رسالہ کی حوصلہ افزائی فرمانا چاہیں ۔ تو عہ سالانہ چندہ اس کے معنوی اور صوری خوبیوں کے اعتبار سے کوئی زیادہ رقم نہیں +

توحید اور اسمائے الٰہیّہ

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

مسٹر ڈیوڈ مورلین کا مکتوب مطبوعہ رسالہ اسلامک ریویو[1] ماہ اگست ۱۹۳۲ء پڑھ کر مجھے خوشی حاصل ہوئی ۔ وہ مجھ سے اس بات میں متفق ہیں ۔ کہ اگر خدا کے صفاتی نام جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ۔ نسلِ انسانی کے پیش نظر رہیں ۔ تو اس کا نتیجہ ایک اعلےٰ تہذیب کی صورت میں برآمد ہوگا کیونکہ وہ نام جملہ اُن امور کے حامل ہیں ۔ جو عملی زندگی سے کسی نہ کسی پہلو سے متعلق ہیں ۔ مگر ساتھ ہی اُنہوں نے یہ اعتراض بھی کیا ہے ۔ کہ ہمیں جب ایک طرف یہ بتلایا گیا ہے ۔ کہ قرآن نے انسان کے اندر توحید کا گہرا نقش جمایا ہے ۔ تو پھر کیا صفاتِ الٰہیّہ کو اپنے اندر پیدا کرنا یا بالفاظ دیگر خدا کے ساتھ مشابہت قائم کرنا توحید الٰہی کے منافی نہیں ؟ اس قسم کے جملہ اعتراضات کا جواب میں اسلامک ریویو ماہ جنوری ۱۹۳۲ء میں اپنے ایک مضمون بعنوان "تحریکِ الحاد مابعدِ جنگِ عظیم کا کیسے مقابلہ کیا جائے" میں دے چکا ہوں ۔ اس میں میں نے یہ بھی واضح کر دیا تھا ۔ کہ وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے ننانوے اسماء الحسنےٰ پر غور کرنا چاہیں ۔ وہ ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رکھیں ۔ کہ شریعت اسلامیّہ میں خدا کی تعریف ہے "لیس کمثلہ شیئٌ" یعنی کوئی چیز اُس کی مثل نہیں ۔ پس اسلام کے خدا کی کوئی اس طرح کی مشابہت قائم نہیں کی جاسکتی جس طرح ویدوں کے خدا کی تراشے ہوئے سنگ و چوب حیوان اور مختلف عنصر مثلاً پانی ۔ آگ اور اجرام فلکی مثل سورج و چاند سے کی جاسکتی ہے ۔ اور پھر تو اسلامی خدا کسی انسان میں حلول کرتا ہے ۔ اور نہ ہی انسانی خواہشات یا کمزوریوں کو اُس کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے ۔ پس تم نہ تو خدا کو مسیح یا کرشن کے رُوپ میں پیش کر سکتے ہو ۔ اور نہ ہی لڑکے یا لڑکیاں اُس سے منسوب کر سکتے ہو +

ہر عورت اور مرد کیلئے یہ راہ کھلی ہے ۔ کہ خدا کی صفات سے سبق حاصل کرے لیکن وہ ایسا

---

[1] اس کا ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام ماہ جولائی صفحہ ۲۴۷ پر دیا جاچکا ہے +

کرنے سے خدا کی توحید پر الزام نہیں لگا سکتا۔ خود خدا نے ہی ہر مرد اور عورت کے اندر "الرحیم" بننے کی قابلیت رکھی ہے۔ مگر ہاں "الرحمٰن" کوئی نہیں بن سکتا۔ اس میں ہمیشہ تفاوت رہیگی۔ اکملیت صرف خدا کیلئے ہی خاص ہے۔ ہزاروں قسم کی چیزیں انسان نے اختراع کی ہیں مگر ابداعِ زمین و آسمان صرف خدائے واحد کے ساتھ ہی مخصوص ہے +

ذیل کی ایک چھوٹی سی سورۃ کے اندر قرآن کریم نے خدا تعالےٰ کی چار امتیازی صفات دی ہیں:-

قل ھو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد ولم یولد ۝ ولم یکن لہ کفوًا احد ترجمہ اے مخاطب کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی مانند ہے +

خدا کی حقیقت قرآن نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (ترجمہ) نظریں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ سب نظروں کا ادراک کر سکتا ہے +

لہٰذا کوئی مخلوق خواہ وہ خدا کی اعلیٰ پیدائش ہی کیوں نہ ہو۔ کب اس ہستی سے مشابہت کا دعوےٰ کر سکتی ہے جو فہم و قیاس سے بھی بالا ہے۔ پس اسلام میں خدا کا تخیل کس قدر عجیب و غریب ہے۔ فلاسفی منشا مادہ پرست اور روحانی انسان کی تسکین کر سکتا ہے۔ یہ نہ صرف عبادت گذار دل کو مطمئن کر سکتا ہے بلکہ ہر فلسفی دماغ کو بھی برابر تسلی بخشتا ہے۔ اور بقول مسٹر موریسن "مذہب کو کامیاب زندگی کا ایک بہترین نسخہ" بنا دیتا ہے۔ کیا ہی اچھا کہا گیا ہے:-

مردانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

ترجمہ۔ خدا کے نیک بندے خدا نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے +

اسلامی تخیلِ خدا انسانی اخلاق کو انتہائی بلندی پر لے جاتا ہے۔ اور اسے دنیا کے مہذب سے مہذب ملک کا ایک بہترین شہری بنا دیتا ہے۔ ہر سمجھدار انسان کو چاہئے کہ وہ خدا کے ان صفاتی ناموں پر غور کرے۔ جو قرآن میں مذکور ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان تنازعات کو معلوم کر لینا مشکل نہ ہوگا جو انسانی برادری کو پریشان کرنے کا باعث ہوتے ہیں +

خدا کے متعلق اسلامی عقیدہ ہمارے روزمرہ کی دنیوی زندگی کیلئے مفید و ممد ہوگا پس اگر ہم خدا پر

ےلہ بدیع السموات والارض +

ایمان لائینگے۔ تو اس میں ہمارا اپنا فائدہ ہے کامیابی ہمیں نصیب ہوگی۔ اور بنی نوع انسان میں ہماری شہرت ہوگی +

مسجد ووکنگ میں اعلیحضرت امیر فیصل کا ورود مسعود

ہز میجسٹی سلطان ابن سعود کے دوسرے فرزند اعلیحضرت امیر فیصل وائسرائے حجاز نے انگلستان کے مختصر عرصۂ قیام کے دوران میں مسجد ووکنگ میں نزول اجلال فرمایا۔ آپ کے ہمراہ جناب مستطاب حضرت شیخ حافظ وہبہ صاحب وزیر مہام وسفیر حجاز و نجد اور ڈاکٹر محمود ریاض رضا صاحب سکرٹری سفارت حجاز تھے۔ برطانوی مسلمانوں نے آپ کا استقبال کیا۔ امام صاحب نے اپنی مختصر تقریر میں اسلامی مواخات کی حقیقت پر زور دیا۔ اور اس بات کی وضاحت کی۔ کہ دنیا میں اسلام اور صرف اسلام ہی امیر وغریب کو ایک آغوش میں لے سکتا۔ اور رعایا اور راعی میں یگانگت کا احساس پیدا کرسکتا ہے +

اعلیحضرت نے جواب میں فرمایا۔ کہ **"میں ووکنگ مسلم مشن کے کاروبار سے بہت خوش ہوا ہوں"**

آپ نے حاضرین کو اس بات کا یقین دلایا۔ کہ عربی دان ممالک کے مسلم بھائی اس تحریک کو نہایت ہمدردانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ کلام کے اختتام پر اعلیحضرت نے اس امر کی خواہش ظاہر کی۔ کہ خدا کرے کبھی مستقبل میں انھیں مجوزہ نظامیہ مسجد (لندن) میں نماز ادا کرنے کا شرف بھی نصیب ہو +

آفتاب الدین احمد (بی۔ اے)

نائب امام مسجد ووکنگ انگلستان

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ عیسوی

تفصیل آمد	تاریخ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن - ریویو کتب خانہ و اشاعت اسلام	۳۱/۷	۰	۳	۲۰۳۳
آمد معرفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو	۳۱/۷	۰	۸	۱۱۲
آمد ریزرو فنڈ	۳۱/۷	۰	۰	۶۴۱۰
میزان		۰	۱۱	۸۵۵۵

تفصیل خرچ	تاریخ	پائی	آنہ	روپیہ
خرچ دی ووکنگ مشن ریویو - کتب خانہ	۳۱/۷	۸	۱۱	۳۴۹۰
قرضہ در سرمایہ محفوظ	۳۱/۷	۰	۰	۶۳۹۰
میزان		۸	۱۱	۹۸۸۰

دستخط - فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ - عزیز منزل - لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۷/۳۲	۳۷۱	جناب آنریبل سر اے۔ کے غزنوی صاحب کلکتہ	۰	۰	۳۰
"	۳۷۲	" جسٹس نعمت اللہ صاحب۔ الہ آباد	۰	۰	۵۰
۲ ۷/۳۲	۳۷۶	" سی۔ جی کرے فورڈ ڈپٹی [illegible]	۰	۴	۱۳
۳ ۷/۳۲	۳۷۸	" مسٹر ساگو صاحب۔ کوئٹہ مشن	۰	۰	۸
"	۳۷۹	" میسرز سلطانی اینڈ کو لمیٹڈ کمپالہ یوگنڈا مشن	۰	۰	۵۰
۴ ۷/۳۲	۳۸۱	" محمد متقی صاحب شاہجہانپور مد مشن	۰	۹	۱۴
"	۳۸۲	" سید محمد علی شاہ۔ لاہور	۰	۰	۴
۵ ۷/۳۲	۳۸۴	" ڈاکٹر [illegible] احمد صاحب قریشی [illegible]	۰	۰	۱۵
"	۳۸۵	" مبلغ الحق صاحب [illegible] مد مشن	۰	۰	۷
۶ ۷/۳۲	۳۹۰	" مولوی ایس اے [illegible]	۰	۱۱	۰
۷ ۷/۳۲	۳۹۱	" لفٹننٹ راجہ محبت اللہ صاحب جہلم - مشن	۰	۰	۵
"	۳۹۲	" نظام الدین صاحب اینڈ کو گجرات	۰	۸	۱
"	۳۹۳	" قاضی منہاج الدین احمد صاحب جھنڈ [illegible] مشن	۰	۰	۲
"	۳۹۴	" محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ مشن	۰	۴	۷
"	۳۹۵	" صبیح الدین صاحب لدھیانہ	۰	۰	۱
"	۳۹۶	" جناب حافظ [illegible] دھاڑ وار	۰	۱	۲
۷ ۷/۳۲	۴۰۲	" محمد ارشد حسین صاحب - لاہور	۰	۰	۲
۸ ۷/۳۲	۴۰۳	جناب اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
"	۴۰۴	حضور نواب صاحب منڈول	۰	۰	۹۹
	۴۰۶	جناب محمد محفوظ الکریم صاحب [illegible]	۰	۰	۲
۹ ۷/۳۲	۴۱۰	" آر محمد صاحب - آسام	۰	۰	۵
"	۴۱۱	" نذیر حسین صاحب - سیالدہ	۰	۰	۵
"	۴۱۳	" خواجہ جلال الدین صاحب۔ لاہور	۰	۰	۱
"	۴۲۱	ملازمین دفتر لاہور	۰	۸	۱
۱۱ ۷/۳۲	۴۲۴	" عبدالکریم صاحب [illegible] عبداللہ	۰	۰	۲
۱۲ ۷/۳۲	۴۳۰	" محمد علی صاحب بلوچستان	۰	۰	۵
۱۳ ۷/۳۲	۴۳۹	" محمد ہارون صاحب رنگپور بنگال	۰	۰	۵
"	۴۴۰	" عبدالصمد حبیب اللہ صاحب دہلی صدر بازار	۰	۰	۱۰
	۴۴۴	" [illegible] ایم [illegible] جعفری صاحب آگرہ	۰	۰	۲۰
	۴۴۵	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۵

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲ ۷/۳۲	۴۴۶	جناب خان بہادر ایس محمد صاحب مدراس - بمد مشن	۰	۰	۲۰
"	۴۴۷	" حاجی شیخ عبدالعزیز صاحب کلکتہ	۰	۰	۵
۱۶ ۷/۳۲	۴۴۹	" اے۔ ایچ [illegible] صاحب پٹنہ	۰	۰	۱۰
"	۴۵۲	حضور نواب صاحب منڈول معرفت تقسیم ریویو	۰	۰	۲۰۰
	۴۵۳	رقم موصولہ از مسلم بک سوسائٹی لاہور بمد مشن	۰	۰	۵۰
۱۸ ۷/۳۲	۴۵۵	جناب اے۔ آر خان صاحب - آگرہ مد مشن	۰	۰	۲
"	۴۵۸	معرفت محمدیہ انجمن اشاعت اسلام [illegible] جماعت المسلمین صدر معرفت ملک الٰہی بخش صاحب صدر	۰	۰	۲۰
"	۴۵۹	جناب محمد جمال صاحب - مدراس - مشن	۰	۰	۱۰۰
۱۹ ۷/۳۲	۴۶۰	" ڈاکٹر امین اکبر خان صاحب [illegible] مشن	۰	۰	۲
"	۴۶۲	" ایم اسلم خان صاحب - جھنگ	۰	۰	۲
۲۰ ۷/۳۲	[illegible]	" غلام احمد صاحب - بنگلور	۰	۰	۱۰
۲۱ ۷/۳۲	۵۰۲	" جناب ایس عبداللہ صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۰۰
"	۵۰۳	" آر۔ بی [illegible] صاحب بنگلور	۰	۰	۱۰
"	۵۰۴	" آغا محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
۲۲ ۷/۳۲	۵۰۸	" ایم۔ اے حفیظ صاحب ناگپور	۰	۰	۲۵
	۵۰۹	" خان بہادر اے رحمن صاحب کلکتہ	۰	۰	۵
	۵۱۰	" محمد امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
۲۳ ۷/۳۲	۵۱۷	" مولانا عبدالغفور صاحب - میمن سنگھ	۰	۰	۲
	۵۳۰	" شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد	۰	۰	۱۰
۲۵ ۷/۳۲	۵۳۸	" تاج محمد صاحب کلکتہ [illegible]	۰	۰	۷
"	۵۳۹	" خان بہادر ڈاکٹر شیخ الٰہی بخش صاحب [illegible]	۰	۰	۱۰
"	۵۵۰	زر قیمت [illegible] کتب	۰	۶	۰
۲۶ ۷/۳۲	۵۵۳	جناب عبدالحمید خان صاحب [illegible] مشن	۰	۰	۱۰
	۵۰۶	" صبیح الدین صاحب لدھیانہ	۰	۰	۱
	۵۷۹	[illegible] نمبر ۲۵ [illegible]	۰	۷	۱
	۵۹۸	جناب خان صاحب منشی محمد عظیم [illegible]	۰	۰	۲
۲۹ ۷/۳۲	۶۱۴	" کریم اللہ خان صاحب جہلم - مشن	۰	۰	۳
"	۶۱۵	" راجہ محبت اللہ خان صاحب جہلم مشن	۰	۰	۵
۳۰ ۷/۳۲	۶۱۹	" حاجی صانع صاحب [illegible]	۰	۰	۲
	۶۲۱	جناب بابو عبدالحق صاحب بلوچستان	۰	۰	۱
	۶۲۸	" اے۔ ایس سعید صاحب مدراس	۰	۰	۱۵
		زر قیمت اسلامک ریویو بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء	۰	۲	۱۰۰۰
		زر قیمت رسالہ اشاعت اسلام ماہ جولائی ۱۹۳۲ء	۰	۱۴	۱۱۵
		میزان	۰	۲	۲۰۳۳

نقشہ ۲ تفصیل آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ ۷/۳۲	۴۰۹	جناب علی احمد صاحب داہنی ـ بہاولپور ـ ۲۰ کاپیاں	۰	۰	۱۰۰
	۴۲۱	جناب خواجہ عبد الغنی صاحب لاہور	۰	۸	۲
۱۲ ۷/۳۲	۴۳۱	؍ محمد ولی اللہ صاحب پشاور ـ ایک کاپی	۰	۰	۵
۲۰ ۷/۳۲	۴۷۱	؍ محمد مظفر علی خان صاحب بدایوں ـ یو۔پی ایک کاپی			۵
		میزان	۰	۸	۱۱۲

نقشہ ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۶ ۷/۳۲	۵	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی ـ رامنگر	۰	۰	۱۰
۱۳ ۷/۳۲	۶	؍ خواجہ نذیر احمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰
۲۵ ۷/۳۲	۷	سرمایہ محفوظ رسید نمبر ۴۸۹	۰	۰	۶۳۹۰
		میزان	۰	۰	۶۴۱۰

نقشہ ۴ قرضہ حساب جاریہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل قرضہ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۵ ۷/۳۲	۲	قرضہ بحساب جاریہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء	۰	۰	۶۳۹۰
		میزان	۰	۰	۶۳۹۰

نقشہ ۵ تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۸ ۷/۳۲	۲۲	پیشگی رقم تنخواہ برائے دفتر لاہور	۰	۰	۱۰۰۰
۹ ۷/۳۲	۲۳	پیشگی رقم دفتر ووکنگ کو ۵۰ پونڈ	۸	۱۰	۶۶۶
۱۴ ۷/۳۲	۲۴	میسرز گرنڈلے اینڈ کو معرفت میسرز سپالڈنگ ہاج لمیٹڈ ـ لندن بابت کاغذ اسلامک ریویو ۳ ـ ۱۰ شلنگ ـ ۳۵ پونڈ	۰	۳	۴۷۲
۲۱ ۷/۳۲	۲۵	کاغذ برائے اسلامک ریویو بحوالہ الف ـ بی ۵۰ ـ ۲ قیمت واجب الادا بہ میسرز سپالڈنگ ہاج لمیٹڈ معرفت گرنڈلے اینڈ کو لاہور	۰	۴	۱۱۹۵
۲۳ ۷/۳۲	۲۶	ہنگامی وضعت مبادلہ لائیڈ بنک بحوالہ پاس بک مورخہ ۹ ۱۱/۳۱، ۱۲ ۱۱/۳۱، ۲۸ ۱۲/۳۱، ۲۶ ۱۱/۳۱، ۱ ۱۲/۳۱، ۴ ۱۲/۳۱، ۱۵ ۱۲/۳۱، ۱۷ ۱۲/۳۱، ۲۳ ۳/۳۱، ۳۰ ۱۲/۳۱، ۶ ۱/۳۲، ۱۳ ۲/۳۲، ۹ ۳/۳۲، ۳ ۳/۳۲، ۱۵ تا ۱۶ ۳/۳۲، ۲۸ ۳/۳۲، ۲۸ ۴/۳۲، ۲ ۱/۳۲	۰	۱۰	۱۵۶
		میزان	۸	۱۱	۳۴۹۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

کتاب		قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ	مجلد	۵ہ
سلک مروارید معرکۃ الآرا دس لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد عہ	مجلد	۱۲ار
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ	مجلد	۱۲ار
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
رازحیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ	مجلد	۱ار
مکالمات ملیہ بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بلا جلد ۱۴ار	مجلد	عہ
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ۶ر	مجلد	۱۰ار
مذہب محبت ۷ر موضوع القرآن		۴ر
ذرات عالم کا مذہب		۸ر
اسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد		۷ر

کتاب		قیمت
ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
براہین نیرہ بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
پیام اسلام		۸ر
مقصد مذہب		۳ر
خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲ار	مجلد	عہ
ہستی باری تعالےٰ بلا جلد		۶ر
یسوع کی الوہیت اور اس کی کامل انسانیت پر ایک نظر		۴ر
اسلام اور علوم جدیدہ		۴ر
صلائے نصرت بہ اہل ہمت		۳ر
حیات بعد الموت		۱۲ار
جہد للبقاء		۴ر

دیگر مصنفین

کتاب	قیمت
جمع القرآن	۱۲ار
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد	۷ر
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳ر
تفسیر سورۃ فاتحہ قیمت	۲ر
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب	۲ر
اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراض	۱ار
نبوت کا ظہور اتم المعروف نبی کامل مصنفہ حضرت خواجہ صاحب	عہ

کتاب		قیمت
سیرت نبوی قیمت صرف		۴ر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم		۲ر
قرآن اور جنگ		۳ر
پادری صاحبان کے لئے حل طلب معمہ		۱ر
سیرۃ خیر البشر عہ مجلد عہ مقام حدیث بلا جلد عہ	مجلد	عہ
تصاویر نو مسلمانان یورپ فی درجن ۱ار تین درجن مجلد		عہ
تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن		۱۰ار
تمدن اسلام حصہ اول مصنفہ حضرت خواجہ صاحب		عہ

تمام درخواستیں بنام

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہییں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پ میں اشاعتِ اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں:-

(۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپ میں نو مسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کی جاتی ہے

(۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف لائبریریں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے

(۳) مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔

(۴) لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ مسلمین و نو مسلمین شامل ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد انہیں دعوت دی جاتی ہے جس پر یکصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے

(۵) رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زاید مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع دعوت سے کی جاتی ہے یہ مجمع مسلمین نو مسلمین اور غیر مسلمین پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۶) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔

(۷) تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نو مسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے

(۸) انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ نو مسلمین و غیر مسلمین کو مفت نذر کی جاتی ہیں۔

(۹) مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت جن میں مسلم نو مسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے

(۱۰) عملہ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے

(۱۱) اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ مبلغ اسلام مغرب میں اسلام کا واحد مشعل بردار ماہواری انگریزی رسالہ۔ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب۔ اخلاق۔ تمدن و معاشرت۔ اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین اور نو مسلمین کے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر رسالہ کو نو مسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۲ء سے شروع ہے۔ جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ہے مفت تقسیم و طلبہ سے ہے محصول ڈاک نمونہ مفت۔

(۱۲) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں۔ جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطہ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کی جملہ تبلیغی جد و جہد کے کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے۔

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

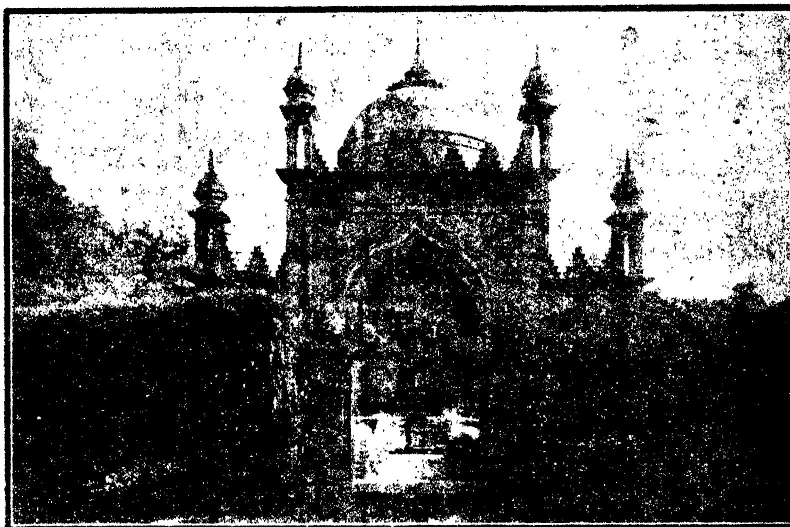
مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں مولا داد خاں پرنٹر چھپ کر خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بانیِ مسلم مشن ووکنگ

1923ء

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

آنہ (عہ) سالانہ

خواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو انگریزی (۳) اشاعت اسلام (۴) کتب خانہ تبشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۶) ریزرو فنڈ یعنی سرمایہ محفوظ مشن ووکنگ شامل ہیں +

اغراض و مقاصد

ب (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں حسب قرارداد اصول پر زندہ و قائم رکھنا +

(۲) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اور دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا اور مفت تقسیم کرنا +

(۳) انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا +

(۴) سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا +

(۵) اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو +

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

ضروری ہدایات

ہ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے +

(۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہو +

(۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

(۴) دفتر انگلستان دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ The Mosque Woking Surrey England.

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور (پنجاب)

(۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور (پنجاب)

(۷) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ مع محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ۔ لائبریریوں طلباء و مفت تقسیم کیلئے مع محصول ڈاک

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

جذبۂ بیخودی

عزیز خواجہ عبد الغنی صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج رات تکلیف کے وقت یہ شعر لکھے ۔ جو دسمبر کے رسالہ میں درج کر دیں +

خواجہ کمال الدین

بیخودی ام چو میشود یکبار
بر زباں دائما ہمیں تکرار
پنجہ . بر پنجۂ خدا دارم
من چہ حاجات مصطفےٰ دارم
مگر ایں مرتبہ کجا آید
گر وسیلہ نہ مصطفےٰ باشد
مصطفےٰ لاجرم وسیلۂ ما
غیر او کے حصول قرب خدا
در قدومش رسید چوں قدمے
وصل ذاتے شود بہ ذات کسے

خواجہ کمال الدین ۱۴ نومبر ۱۹۳۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت دسمبر ۱۹۳۴ء

شذرات

از قلم جناب خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ

یورپ میں مسلم مشن ووکنگ کے ذریعہ توحید کا جو بیج ڈالا گیا۔ آج اُسے بیسواں سال ہونے کو ہے اس قلیل عرصہ میں جو نصرت و کامیابی اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی۔ وہ محتاج بیان نہیں جسکے لئے جسقدر بھی سجدات شکر ہم ادا کریں کم ہیں۔ مسلم مشن ووکنگ اپنی تبلیغی تگ و دو سے اس وقت ناقابلِ تردید اثرات تاریخی صفحات پر مسلم بھائیوں کیلئے ہمیشہ کیلئے درس عبرت چھوڑ رہا ہے۔ آج بھی اگر مسلمان من حیث القوم۔ یورپ میں اشاعتِ اسلام کو اپنا نصب العین قرار دے لیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ کیوں انہیں سیاسی الجھنوں سے آزادی حاصل نہ ہو جائے ◆

خدا تعالیٰ نے ہمیشہ سے ہی مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کو تبلیغ اسلام سے وابستہ کیا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے بزرگوں نے اشاعتِ اسلام سے ہی مُلکی فتوحات حاصل کیں۔ اب بھی دین متین کی تبلیغ ہی سے مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہی ایک چیز سیاسی مصائب اور مشکلات کے موقعہ پر کاری و کامیاب حربہ ہے ◆

مضمون زیر بحث سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم بلاد غربیہ کے علاوہ دیگر ممالک یا ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی تحریک کی مخالفت کریں۔ ووکنگ کے اسلامی لٹریچر کے ذریعہ تو دُنیا بھر میں اس وقت تبلیغ اسلام ہو رہی ہے۔ ہمارے مشن کا آرگن رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اور بیشمار لٹریچر جو ہر سال ووکنگ مشن سے شائع ہوتا ہے۔ ایک خاموش مبلغ کا کام دُنیا کے تمام حصص میں کر رہے ہیں۔ اس اسلامی لٹریچر کو اُن اُن مقامات تک رسائی حاصل ہے جہاں مبلغین اسلام کا پہنچنا کثیر اخراجات چاہتا ہے ◆

غرضیکہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ برادرانِ وطن کو اسلام سے شدید تنفر ہے۔ ان میں رُوح رواداری بالکل مفقود ہے۔ اسلئے ہمارے نزدیک ہندوستان کی اسلامی سیاسی گتھی اس طرح سُلجھ سکتی ہے۔ کہ قوم حکمران کو مسلمان کر لیا جائے حکمران قوم میں تبلیغ اسلام ہو۔ اُن کو اپنا بنا لیا جائے۔ اور اُن کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی سچی محبت درد پیدا ہو جائے۔ واقعات حاضرہ اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ اگر اور چند سرکردہ برطانوی احباب حلقہ بگوش اسلام ہو جاویں تو ہندوستان کی اسلامی سیاسی مشکلات حل ہو جاتی ہیں ◆

مسلم مشن ووکنگ کو انگلستان جیسی سنگلاخ دہریت زدہ اور مادہ پرست زمین کے اندر قائم ہونے میں جن جن اہم مشکلات کا سامنا ہوا ہے اس کے کارکن ہی جانتے ہیں۔ اگر تو انگلستان ایک ایسا مُلک ہوتا۔ کہ جہاں کے لوگ اسلام کے نام سے آشنا تک نہ ہوتے۔ اور جہاں مسلمانوں کا نام تک نہ سنا گیا ہوتا۔ تو تو اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں اُن کو کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں اسلام کے مُبلغ کے سامنے ایک صاف ستھری تختی ہوتی جس پر نقش جمانے آسان سے آسان کام ہوتا لیکن بدقسمتی سے انگلستان میں یہ تختی ایک

عرصۂ دراز سے مکدر و غبار آلود ہو چکی تھی۔ عدوانِ اسلام نے جی بھر کے اسلام کو کوس چکے تھے۔ ضخیم سے ضخیم کتب میں اسلام کے خلاف دروغ بافی و کذب بیانی سے کام لیا جا چکا تھا۔ عامۃ الناس کی طبائع پر اسلام کے متعلق ایسے برے خیالات کا اثر ڈالا جا چکا تھا کہ ان کا ازالہ ایک مدت دراز چاہتا تھا۔ ان تمام غلط نقوش کو محو کر کے ایک نیا نقش قائم کرنا سالہا سال کی شبانہ روز مشقت و خاموش تبلیغی کام کا نتیجہ تھا لیکن خدا کا فضل و احسان ہے کہ آخر کار مشن کی بیس سالہ محنت شاقہ کے بعد وہ وقت آن پہنچا کہ اسلام ان تمام مکروہ و قابلِ نفرین الزامات و اتہامات سے بری ہو گیا۔ وہ تمام کوہ مصائب جو اسلام کے سر تھوپے گئے تھے اور جس سے اسلام کا دلربا اور خوشنما چہرہ محجوب ہو گیا تھا۔ ووکنگ مشن کی پیہم شبانہ روز تبلیغی تگ و تاز سے بے نقاب ہو گیا۔ اسلام یورپ میں آفتاب عالمتاب کی طرح چمکنے لگا۔ اور بڑی بڑی ہستیاں اس کے آستانہ پر آ کر جھکنے لگیں +

بفضلہ تعالیٰ مشن ووکنگ بیس سال کی خدمت اسلام سرانجام دینے کے بعد۔ جہاں تک تبلیغ اسلام کا تعلق ہے ایک مضبوط چٹان پر قائم ہو چکا ہے۔ اس کی بیس سالہ خدمتِ اسلامی پر تبصرہ تو ایک ضخیم کتاب کا مقتضی ہے جو آئندہ کسی فرصت میں اگر اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے کسی کو توفیق دی تو کر دیا جائیگا۔ لیکن رسالہ ھذا کی چونکہ اٹھارھویں جلد ختم ہو رہی ہے اسلئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس نمبر میں اسلامی مشن کی سال گذشتہ کی کارروائی پر ایک سرسری نگاہ ڈال دی جائے +

سال گذشتہ قریباً ہر ہفتہ کسی نہ کسی نومسلم سے اضافہ کی خوشخبری موصول ہوتی رہی ہے۔ جن نے انگلستان یورپ یا امریکہ کی کسی لائبریری میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے مسلسل مطالعہ کرنے کے بعد اسلام قبول کیا۔ سال زیر رپورٹ میں یوروپین امریکن احباب و خواتین کی ایک معتد بہ تعداد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی ہے +

اب اگر ہم ان ابتدائی مشکلات کا اندازہ کریں جن کے اندر یہ کام شروع کیا گیا تھا۔ تو یہ کامرانی اپنے اندر ایک اعجازی رنگ رکھتی ہے۔ اور مشن ووکنگ کی تائید میں خداوند تعالیٰ کی نصرت کا ہاتھ کھلا کھلا کام کرتا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا۔ کہ اسلام کی تبلیغ کی جد و جہد اگر کسی ایسی قوم میں شروع کی جاتی۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے نام تک سے ناآشنا ہوتی۔ تو مشکلات بہت کم ہوتیں۔ کیونکہ ان کی لوحِ دل بالکل صاف ہوتی۔ وہ حقانیت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کیلئے بہت جلد تیار ہو جاتے۔ مگر وہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔ وہاں تو صدیوں سے اگر کوئی آواز ان لوگوں کے کان میں پڑی۔ تو وہ اسلام کے خلاف ہی پڑی۔ اسلام کے متعلق عدوانِ اسلام نے مختلف لایعنی وضعی قصے اختراع کر کے ان کی تشہیر کی۔ اسلام کے پاک اصولوں کو غلط پیرایہ میں پھیلایا گیا۔ یوروپین طبائع کو اسلام سے بدظن و متنفر کرنے میں ان دشمنان اسلام نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور اس سے بڑھ کر اور بھیانک تصویر اسلام کی اور کیا ہو سکتی ہے +

مختصراً یہ کہ اسلام وہاں صنم پرستی کا مذہب خیال کیا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک اسلام کی اشاعت طاقت و زور اور محض شمشیر کے بل بوتے پر ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم کی یہ بھیانک تصویر کہ آپ (نعوذ باللہ) ایک ہاتھ میں شمشیر لئے کھڑے ہیں۔ اور کفار کو اسلام لانے کے لئے جبراً دعوت دے رہے ہیں۔ یورپ کے بچہ بچہ کے ذہن نشین تھی۔ اسلام کی رو سے عورت میں کوئی روح ہی نہ تھی۔ حضرت محمد صلعم جن کے برابر آج تک کوئی انسان نہ ہوا۔ اور نہ ہو گا نعوذ باللہ من ذالک ایک شیطان انسان سمجھے جاتے تھے +

غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کے ان تاریک حالات کے اندر ووکنگ مسلم مشن کا ان تمام لغویات کو رفع کر کے اسلام کے چہرے کو تمام یورپ و امریکہ میں جا لینا یقیناً ایک بڑی بھاری کامیابی ہے اور ان متوقعین ووکنگ مسلم مشن کی بیس سالہ مساعی جمیلہ تبلیغی میدان میں نہایت ہی مفید اور کامیاب ثابت ہوئی ہیں +

اسلام کبھی کسی ملکی شان و شوکت کسی ملکی طاقت کا محتاج نہیں ہے اور نہ کسی تیغ و تفنگ کا منت کش ہے۔ یہ اپنے اندر ایک اخلاقی اور روحانی طاقت رکھتا ہے اور جسقدر ترقی آج تک اسلام کو ہوئی ہے اسکی وجہ بھی اس کی روحانی طاقت ہے۔ اسلام جس قدر مہذب و متمدن اقوام کے سوز دل چال ہے ایسا دوسرا مذہب نہیں۔ اڑھائی ہزار کے لگ بھگ نفوس جو مسلم مشن ووکنگ کے ذریعہ اس بیس سال کے عرصہ کے اندر اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اگر نیچے طبقہ کے یا مزدور پیشہ ہوتے یا محض کاروباری ہوتے جن کو علوم سے قطعاً کوئی شغف نہ ہوتا۔ اور رات دن انھیں کاروبار کی ہی دھن لگی رہتی۔ تو تو پبلک کو دھوکا میں رکھنے کا یہ مغربی ڈھونگ شاید کچھ مدت کام دے بھی جاتا لیکن اس قدر قلیل عرصہ میں شدید ترین مخالفتوں کے باوجود اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ کے احباب و خواتین کا اس طرح اسلام کا والہ و شیدا ہو جانا علوم سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کا اس ذوق و شوق سے اسلام کے اندر داخل ہوتا۔ کہ جس کی نظیر تاریخ مذہب و تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے ایک معجزہ ہے۔ ان واقعات حقہ نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ **اسلام ہی وہ زندہ جاوید مذہب ہے**۔ جو ادنیٰ و اعلیٰ علوم و فنون سے ماہر اور جاہلوں غرضکہ ہر ایک طبقہ کے لوگوں میں یکساں ترقی کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مذہب درحقیقت کل نسل انسانی کیلئے اللہ تعالےٰ نے بھیجا ہے۔ اگر وہ لوگ جو اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ جو ایک ادنیٰ مرتبہ ترقی پر ہیں۔ تو وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو اعلیٰ سے اعلیٰ انسانیت کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو معمولی انسان ہیں یا اخلاق انسان۔ اور یا اخلاق انسان سے باخدا انسان بننا چاہتے ہیں۔ وہ بھی اسی چشمہ ہدایت کی طرف اپنی تشنگی کو دور کرنے کیلئے بھاگے چلے آتے ہیں وہ بھی اسلام کے پاک اصولوں کے ایسے ہی محتاج ہیں جس طرح ادنیٰ طبقہ کے لوگ +

ان اڑھائی ہزار نفوس کی فہرست پر اگر ہم نظر غائر ڈالیں۔ جو ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ تو جہاں ان میں بلند پایہ کے لارڈز، سر، وائی کونٹ، بیرن، شہزادے، شہزادیاں نظر آتے ہیں وہیں ہم کو آسمان علوم و فنون کے درخشندہ ستارے عالم۔ فاضل ایڈیٹر۔ پروفیسر اور علم طبعیت کے ماہرین بھی نظر آتے ہیں +

ان نومسلمین میں ایک امر قابل ذکر یہ ہے کہ وہ اس قسم کے مسلمان نہیں کہ سودا و اثر کے وقتی جوش کی طرح آج مسلمان ہوئے۔ اور کل کو ان کا اسلامی جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ بلکہ ان میں سے اکثر سچا اسلامی جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اسلام کیلئے ایک سچی تڑپ و جذبہ اپنے اندر رکھتے ہیں قبولیت اسلام کے بعد ان میں ایک مذہبی جنون پیدا ہو جاتا ہے کہ جس نعمت عظمےٰ سے ہم متمتع ہو چکے ہیں۔ ان کے ہمارے دوسرے برطانوی بھائی بھی بہرہ ور ہوں وہ پیام اسلام کو دوسرے بھائیوں تک پہنچانا اپنا مقدم فرض سمجھتے ہیں +

ان ہزار نومسلمین میں سے جو رات دن اس کوشش میں ہیں۔ کہ یورپین بھائیوں تک اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں پہنچ جائے ہم ذیل میں فقط دو معزز نومسلم بھائیوں کے تذکرہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ جن کے دل کے اندر اسلام کی اشاعت کی حقیقی تڑپ موج زن ہے۔ ان میں سے ایک تو ہمارے سرگرم نومسلم بھائی **سر عمر ہیوبرٹ رینکن** ہیں جنہوں نے گذشتہ اکتوبر برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم نسل انسانی کے سب سے بڑے محسن حضرت رحمۃ اللعالمین کی زندگی مبارک کا ایک چھوٹا سا نقشہ حاضرین جلسہ کے سامنے پیش فرمایا۔ اس جلسہ کا افتتاح سورہ فاتحہ کی تلاوت سے کیا گیا۔ جسے سر عمر ہیوبرٹ رینکن نے عربی الفاظ میں پڑھا جس پر ہر ایک میں سرور آ گیا حاضرین اپنے مخلص اور پرجوش واقعات جو خطبہ صدارت کے دوران میں فرمایا۔ کہ میں مدت سے ایسے موقعہ کے دیکھنے کا

شوق سے منتظر تھا۔ کہ اسلام کی نشر و اشاعت خود اہل مغرب کے ہاتھوں دیکھوں۔ چنانچہ آج شام کا جلسہ میری اُن دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل ہے"۔ اس مختصر سی تمہیدی تقریر کے خاتمہ پر جناب صدر نے مسٹر عمر ہیوبرٹ رینکن کو تقریر کیلئے بلایا۔ پھر آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی سوانح حیات پر بصیرت افروز لیکچر دیا۔ آپ نے آنحضرت صلعم کی پوزیشن ابطال عالم میں دکھائی۔ عدم تشدد میں عملی ثابت قدمی! احکام جنگ۔ عفو عام مذہب اسلام کی حقیقت یُردباری کی تعلیم اور دیگر مذاہب سے مقابلہ جمہوریت اور مساوات کی تعلیم اور اس کا عملی نظارہ جمہوریت حقیقی رنگ میں۔ اور آخر بار آپ نے دوسرے مذاہب کے پیرو سے خطاب کیا +

تقریر بالا ایک نومسلم کے تبحر علمی۔ محبت و جذبۂ اسلام محبت و عشق رسول اور اسلامی معلومات کی آئینہ دار ہے وقت آنیوالا ہے۔ کہ مغرب کے نومسلمین ہم مشرقی مسلمانوں کیلئے نمونہ بنینگے باوجود اسقدر مقتدر شخصیت ہونے کے سر عمر ہیوبرٹ رینکن نے اس اسلامی خدمت کو سرانجام دینے کے علاوہ جلسۂ مندرجہ بالا کے کل کے کل اخراجات اپنی جیب خاص سے دیئے۔ یہ ایک اور مالی ایثار و قربانی کا عملی نمونہ آپنے پیش کیا جو ہم مسلمانوں کیلئے درس ہدایت۔ ہے +

دوسری ہستی جو اسلام کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہے وہ جناب مولوی ولیم پرچیل لشیر پکیرڈ بی۔ اے کنٹب کی ہے مولوی صاحب موصوف کو اسلام سے از حد محبت ہے۔ نماز کو باقاعدہ سوز و گداز خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ زاہد شب زندہ دار ہیں راتکو اُٹھ اُٹھ کر تہجد ادا کرتے ہیں طویل طویل سورتوں کو زبانی یاد کرکے تہجد کے وقت اُن کی قرات فرماتے ہیں آپکے چہرہ سے پارسائی اور پرہیزگاری ٹپکتی ہے۔ اپنی آہ نیم شبی میں اسلام کی اشاعت کیلئے گریاں و نالاں رہتے ہیں۔ اُن کی دل کی تمنا ہے۔ کہ تمام یورپ اگر نہیں۔ تو کم از کم تمام کی تمام برطانیہ عظمے مسلمان ہو جائے! آپنے سال گذشتہ عید الاضحے کی نماز سینکڑوں مسلمانوں کو پڑھائی جس میں لمبی قرآنی قرات آپنے فرمائی۔ پھر آخر پر ایک بصیرت افروز خطبہ پڑھا۔ آپ کا عربی لہجہ قابل تعریف تھا آپکا خطبہ آپ کے خلوص ایمان پر شاہد ہے +

مسلم مشن ووکنگ کے ان کوائف کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مشن کے اس ترویج رواں اسلامی مجلہ کا بھی ذکر کیا جائے جو اس اسلامی تحریک کو چار اکناف عالم میں پہنچا رہا ہے۔ اور اس کے نام نامی سے ناظرین کرام ناواقف نہیں +

رسالہ اسلامک ریویو جو مشن کا آرگن اور تمام اسلامی تحریک کی ریڑھ کی ہڈی کے بمنزلہ ہے غیر مسلموں میں ہر جگہ ٹھوس اور ایک زندہ مشنری کا کام کر رہا ہے۔ اگر ایک طرف یہ مغرب میں تبلیغ اسلام کا اہم فرض سرانجام دیرہا ہے تو دوسری طرف اس نے خود مسلمانوں کے دلوں کے اندر اسلام کی صداقت کی روشنی پھیلا دی ہے۔ مادیت اور دہریت کی جو ہوا قوائے عالم میں چل رہی ہے۔ اس سے بہت سے مسلمان بھی متاثر ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ انگریزی دان مسلم طبقہ اپنے مذہب کے اصول حقہ سے پورے طور سے واقف نہ تھا۔ مادیت کی زہریلی ہوا نے اُنھیں مذہب سے متنفر کر دیا۔ اُنہوں نے اسلام کے اصولوں سے واقفیت حاصل کئے بغیر یہ سمجھ لیا کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح عقل کے خلاف کچھ باتیں منوانی چاہتا ہے اس جنبیت اور غلط فہمی کا علاج اسلامک ریویو نے کیا۔ ہمکو مسلمانوں کی طرف سے کثرت سے خطوط ملے جن میں اُنہوں نے کھلم کھلا اعتراف کیا کہ وہ عملاً اسلام سے بالکل تعلق نہ رکھتے تھے اسلامک ریویو نے ازسر نو اُن کو مسلمان کیا لہٰذا یہ اسلامک ریویو کی کوئی چھوٹی خدمت نہیں

یہ تو مختصراً ان چند باتوں کا ذکر ہے جو تحفتاً حضرت شاہجہان ووکنگ کے اسلامی مشن کے نتائج ہیں۔ [illegible] الشان ملکہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اور وہ نہ صرف اسلام قبول کرنے کے بعد خاموش زندگی بسر کر رہے ہیں بلکہ اسلام

کی اشاعت اور تبلیغ کی حقیقی تڑپ اُن کے دل کے اندر ہی پھر ایک مضبوط بنیاد تبلیغ اسلام کی عیسائیت کے مرکز میں رکھی جا چکی ہے۔ برٹش مسلم سوسائٹی قائم ہو چکی ہے۔ جو تبلیغی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لے رہی ہے رسالہ اسلامک ریویو کی ہزاروں کاپیاں ماہواری مفت تقسیم ہو رہی ہیں۔ اس وقت تک لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب مفت تقسیم ہو چکی ہیں۔ اگر سال آیندہ مسلم بھائیوں کی توجہ اور امداد سے ووکنگ مسلم مشن پچاس ہزار اسلامی کتب اور پانچ ہزار رسالہ اسلامک ریویو ماہوار یورپ اور امریکہ میں غیر مسلموں تک پہنچا سکے تو سال ۱۹۳۳ء میں دنیا میں ایک انقلابِ عظیم پیدا ہو سکتا ہے مسلم بھائی اس نسخہ پر عمل پیرا ہو کر دیکھ لیں +

تبلیغ اسلام کا یہ کام ابھی برسوں کی محنت چاہتا ہے کہ کروڑوں اور لاکھوں غیر مسلم نفوس تک اس پاک پیغام کو پہنچایا جائے رسالہ اسلامک ریویو کے علاوہ بعض اہم کتب جنھوں نے یورپ اور امریکہ میں تہلکہ مچا کر محیر العقول نتائج پیدا کئے ہیں ابھی تشنۂ اشاعت ہیں قلتِ فنڈس کی وجہ سے اُن کی اشاعت رکی ہوئی ہے۔ یہ کتب سینکڑوں مبلغینِ اسلام کا کام مختلف حلقوں اور مقامات پر کرتی رہتی ہیں۔ عدمِ اشاعت کی وجہ سے اُن کی حیثیت اس وقت ایک ریٹائرڈ مبلغ کی سی ہے۔ ہاں اگر کسی اہلِ دل مسلم بھائی کی جود و سخا کی طفیل اُن کی طبعِ ثانی ہو جائے۔ تو یہ کتب از سرِ نو کارزارِ تبلیغ میں از حد مفید ہو سکتی ہیں۔ ان کتب کو پڑھ کر ایک کثیر حصے نے اسلام قبول کیا ہے۔ اور بیشتر حصہ انھیں مطالعہ کر کے آستانۂ اسلام پر آ کھڑا ہوا ہے۔ ان کی طبعِ ثانی ہزاروں کو اسلام کی طرف لے آئیگی +

جن کتب کی طباعتِ ثانی کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے وہ The Sources of Christianity ینابیع المسیحیت ہے اور The Ideal Prophet یعنی نبیٔ کامل ہیں۔ اوّل الذکر کتاب نے عیسائیت کی عمارت کو یورپ و امریکہ میں منہدم کر دیا دوسری کتاب نے ان کھنڈرات پر اسلام کی عمارت کی تعمیر شروع کی۔ ایک نے تخریب کا کام کیا۔ تو دوسری نے تعمیر کا۔ یہ ہر دو کتب تبلیغ اسلام کے لئے از حد مفید ہیں۔ اگر کسی کٹر سے کٹر اور متعصب سے متعصب عیسائی کے ہاتھ میں سلسلہ وار یہ کتب پیش کی جائیں یعنی پہلے اُسے ینابیع المسیحیت دی جائے۔ اور پھر نبیٔ کامل۔ تو ان ہر دو کے مطالعہ کے بعد وہ یقیناً مسلمان ہو جائیگا۔ اور اگر مسلمان نہ ہوگا۔ تو اس کے دل میں کم از کم اسلام کے متعلق رواداری کا جذبہ ضرور پیدا ہو جائیگا +

ان ہر دو کتب کی طباعت کا تخمینہ پانچ ہزار روپے ہے۔ ہم اُن اہلِ دل حضرات سے اپیل کرتے ہیں جن کے دل میں درد ہے۔ کہ یورپین و امریکن اقوام اسلام سے جلد بہرہ اندوز ہوں۔ وہ ہمیں ہماری اعانت فرمائیں۔ اگر آٹھ صد مسلم بھائی پانچ پانچ روپے فی کس بھی اس کارِ خیر کیلئے ارسال کر دیں۔ تو بہت جلد ان مفید کتب کی طبعِ ثانی ہو سکتی ہے۔ جن کی اس وقت فقط ایک ایک کاپی محض بیکار حیثیت میں ہمارے دفتر میں پڑی ہے۔ ان کی طبعِ ثانی گویا اس امر کی مرادف ہے کہ آپ نے کئی ہزار مبلغینِ اسلام مختلف اکنافِ عالم میں تبلیغ اسلام کیلئے بھیج دیئے۔ کیونکہ ان کتب کا بیشتر حصہ ممالکِ غربیہ میں مفت تقسیم ہو جائیگا۔ اگر تین تین ہزار فی کتاب چھپائی جائیگی تو ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار کاپی مفت تقسیم کر دی جائیگی۔ اور بقیہ ڈیڑھ ہزار فروخت کر کے مشن فنڈ کو مضبوط کیا جائیگا +

ٹ The Ideal Prophet کی طباعتِ ثانی کے سلسلہ میں [illegible] کر چکے ہیں۔ [illegible] ہمیشہ ہی مالی [illegible] ایک ہزار روپے کی گرانقدر رقم عطا فرمائی ہے۔ اگر چار بزرگ اس نمونہ کی پیروی کریں۔ تو ہر دو کتب کی طباعتِ ثانی [illegible] ہو سکتی + سکرٹری

ایک طرف اگر ووکنگ مسلم مشن غیر مسلموں پر اپنا گہرا اثر چھوڑ رہا ہے۔ تو دوسری طرف ان ہندوستانی مسلم طلبا پر بھی اس کا اخلاقی اثر ہے جو لندن میں تعلیم کیلئے گئے ہوتے ہیں۔ اور کو جو اس مشن کے جمعہ و عیدین کے اجتماعوں میں شامل ہوتے ہیں یہ اجتماع ان کے دل پر بہت ہی نیک اثر پیدا کرتے ہیں +

ووکنگ مسلم مشن کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک مادہ پرست قوم میں نماز کی محبت و عزت پیدا ہو گئی ہے مسلمانوں کو عزت و تکریم کی نگاہ سے یورپین احباب دیکھنے لگ گئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کی دل سے قدر کی جاتی ہے۔ قرآن کریم کو ایک بلند پایہ کا اخلاقی ضابطۂ زندگی خیال کیا جاتا ہے جن کو کبھی مسجد ووکنگ جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ وہ ووکنگ کے رہنے والوں کے اخلاق کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ وہاں انھیں اسلام کی اخوت محبت فیاضی مہمان نوازی اور ایسی وسیع الاخلاقی کی زندہ تصویر نظر آتی ہے۔ وہاں پر عیسائی دوست اور مسلم بھائی کی ایک ہی رتبہ اور یکسانیت کے ساتھ عزت سے مہمان نوازی کی جاتی ہے اسلام کی عالمگیر اخوت کا ثبوت اس رنگ میں دنیا کو دیا جاتا ہے۔ کہ بڑے بڑے اعلےٰ مرتبہ کے لارڈز اور شہزادے بڑے بڑے امرا و رؤسا نہ صرف نماز میں ہی ایک عاجز مسکین غریب مزدور کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر رب اکبر کے حضور اپنی یکسانیت کا ثبوت دیتے ہیں بلکہ کھانے کی میز پر بھی اس طرح بھائیوں کی طرح بیٹھتے ہیں۔ کہ سوسائٹی کی تمام مصنوعی تفریقات وہاں جا کر ملیا میٹ ہو جاتی ہیں اسکے علاوہ بیسیوں ایسی باتیں ہیں جن کو قلت جگہ کی وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے +

قطع نظر دیگر تبلیغی جدو جہد کے جو ووکنگ مسلم مشن نے سال زیر تبصرہ انجام دی ہیں بڑی بھاری اور ٹھوس خدمت جو اس سال مشن نے کی نئی تفسیر القرآن کے وہ بیش بہا مضامین کی اشاعت ہے جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ مسلم مشن کے کلک گہر بار سے نکلتے رہے ہیں یہ مضامین اپنے رنگ میں بالکل اچھوتے تھے انہوں نے دوست دشمن کی آنکھیں کھول دیں اور ہر دو سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ابتدائے سال میں اس جدید تفسیر القرآن کی طباعت کی دو وجوہات پیش کی تھیں ایک تو مغربی رجحانات یعنی یہ کہ ان کے مذہبی نقطۂ خیال کو سامنے رکھ کر انکے مطالبات کے جواب قرآن کریم سے دکھائے جائیں۔ اور دوسری طرف اپنے مسلم بھائیوں کی بڑھتی ہوئی مصائب کا علاج کیا جائے۔ کیونکہ ان دونوں امور کا حل ہمارے نزدیک قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم ہی مغربی تقاضوں اور ایسا ہی ان کے دیگر مطالبوں کو پورا کر سکتا ہے۔ اور دوسری طرف اسی کتاب مبین کی تعلیمات کو چھوڑ کر ہماری حالت یہ ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم مسلمانوں کی تکلیفات کا حل بھی قرآن کریم ہی ہے چنانچہ انہی دو مقاصد کے پیش نظر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قلم اٹھایا۔ اور ذیل کے دلچسپ موضوع والے سال بھر اسے پیش کرتے رہے:۔

(۱) الہام ایک ضرورت حقہ ہے تمدن فی القرآن (۲) قرآن مجید لازمۂ حیات ہے (۳) قرآن مجید کے اعجازی محاسن (۴) قرآن شریف کی دیگر امتیازی خصوصیات (۵) معقولیت (۶) ہدایت کیلئے مخصوص الہام کی وجہ (۷) ہمارا ارتقائی سفر (۸) اعادہ روح (۹) یوم قیامت (۱۰) نعمائے جنت (۱۱) جنت اور دوزخ کا کھانا (۱۲) دوزخ اور جنت کی مدت +

ان عدیم النظیر مضامین کو ایک آزادی آزاد منش انسان نے خواہ اس کا مذہب کچھ ہی تھا پڑھا اور اسلام کی طرف محبت و عزت کے ساتھ مائل ہو گیا۔ اس امر کے شاہد وہ بیشمار خطوط ہیں جن کا دفتر میں اتے دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ جو مختلف اطراف و اکناف عالم سے مسلمین نومسلمین اور غیر مسلمین کی طرف سے آتے رہتے ہیں۔ اور جن کا بیشتر حصہ انگریزی اور اردو رسالہ میں شائع کیا جاتا رہا ہے مسلم بھائیوں نے بھی ان تفسیری حقائق سے بیشمار فوائد حاصل کئے ہیں +

تفسیر القرآن کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے سال زیر رپورٹ دیگر موضوع پر بھی توجہ فرمائی آپ نے ادق سے ادق مسائل کو آسان پیرایہ میں سلجھا دیا۔ ان بیشمار ادق مضامین میں سے چند ایک موضوعات کا ذیل میں تذکرہ کر دیا جاتا ہے +

(۱) صفات الٰہیہ اور سیرت انسانی (۲) القیمت (۳) کمالات انسانی (۴) خاتم النبیین (۵) ارواح خبیثہ اور اُن کی پیدائش (۶) خیط ایک اخلاقی ضرورت +

سال زیر تبصرہ میں کئی ایک معزز ہستیوں نے مشن ووکنگ کو خود جا کر ملاحظہ فرمایا جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے :-
عالیجناب ہز ہائینس عباس حلمی کے نام نامی سے مسلم دنیا ناآشنا نہیں آپ ۲۳ سال تک متواتر خدیو مصر رہے ہیں آپ نے مشن کی مساعی کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ "مسلم مشن ووکنگ ہر مخلص مسلمان کی خصوصی توجہ اور امداد کا مستحق ہے۔ کیونکہ اسلام کیلئے اگر باقی تمام قسم کی جماعتیں بمنزلہ خون حیات ہیں تو مشن ان سب سے کہیں بڑھ کر اسکے لئے قوت عمل کا باعث ہے" +
اس کے علاوہ اعلیحضرت امیر فیصل ہز میجسٹی سلطان ابن سعود کے دوسرے فرزند وائسرائے عراق نے مسجد ووکنگ میں نزول اجلال فرمایا۔ آپ کے ہمراہ جناب مستطاب حضرت شیخ حافظ وہبہ صاحب زیر بہام وسفیر نجد وحجاز بھی تھے اس تقریب سعید پر امام صاحب مسجد ووکنگ نے اسلامی مواخات کی حقیقت پر کچھ اظہار خیال فرمایا۔ اور وضاحت کی کہ دنیا میں صرف اسلام اور اسلام ہی امیر و غریب کو ایک آغوش میں لے سکتا ہے اسلام ہی رعایا اور راعی میں یگانگت کا احساس پیدا کر سکتا ہے +
اس پر اعلیحضرت نے ووکنگ مسلم مشن کی تحریک کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھا۔ اور اسکے جواب میں فرمایا۔ کہ "میں مسلم مشن ووکنگ کے کاروبار سے بہت خوش ہوا ہوں ہر مسلمان کو اس کی مدد کرنی چاہئے" +
یہ امر ایک گونہ سخت تکلیف دہ ہے۔ کہ باوجود مشن کی اس قدر کامیابی و نصرت کے سال گذشتہ مشن ووکنگ اپنے دو عزیز ترین رفقاء کے گرانقدر مشوروں سے محروم ہو گیا مشیت ایزدی نے یہی مناسب سمجھا۔ اور ان دو معزز ٹرسٹیز کو اپنی طرف بلا لیا جن کی ذات سے مشن کو ابھی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ ان دو بزرگوں کے نام نامی عالیجناب آنریبل سر میاں محمد شفیع صاحب مرحوم اور عالیجناب سر عباس علی بیگ صاحب مرحوم سابق ممبر انڈیا کونسل ہیں مشن کیلئے خصوصاً اور عامہ مسلمین کیلئے عموماً یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جو مشن کو سال گذشتہ اٹھانا پڑا +

لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ کہ ان بزرگوں کی خالی جگہ کو پر کرنے کیلئے جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء ایم ایل سی رئیس گدیہ ضلع بارہ بنکی اور جناب ڈاکٹر مہدی صاحب آف لندن نے ہماری استدعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اور اس کار خیر میں حصہ لینے کیلئے ہماری آواز پر لبیک کہا۔ اور بہت حد تک اس نقصان عظیم کی تلافی کا موجب ہوئے۔ ہم ہر دو بھائیوں کے دل سے ممنون ہیں۔ کہ انھوں نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ ہر دو کو ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کی توفیق دے آمین ثم آمین +

مشن کے جستہ جستہ حالات دینے کے بعد یہ رپورٹ مذکورہ نامکمل رہیگی اگر ہم ان کارکنان عملہ مشن کا شکریہ ادا نہ کریں جنھوں نے کمال محنت جانفشانی دیدہ ریزی محبت اور مشن کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھ کر مختلف فرائض مشن ادا کئے مشن پر مالی لحاظ سے شدید ترین نازک مراحل بھی آئے لیکن ان کٹھن گھڑیوں میں بھی انکے پائے استقلال میں تزلزل نہ آیا۔ اور مالی مشکلات کو جوانمردی سے حل کیا۔ ان تمام کارکنان مشن میں مولوی عبد المجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شبانہ روز مساعی جمیلہ کو ہم فراموش نہیں کر سکتے اور اس کا تذکرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مولوی صاحب موصوف کی خدمات اسلامی محتاج تعارف نہیں۔ جب مصلحت الٰہی نے مشن کے سرچشمے کو بستر علالت پر لٹا دیا۔ تو اسکی فیاضیٔ قدرت نے مولوی صاحب کو ان کی قائمقامی کیلئے چن لیا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ مولوی صاحب نے گذشتہ قائمقامی کے چھ سال نہایت ہی شہرت اور بے نظیر کامیابی سے گذارے۔ آپ کے ہاتھوں لاتعداد نفوس مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کے دوران قیام میں جہاں عیسائیت کو شکست فاش ہوئی وہاں یورپ میں اسلام کو خاصی قوت و شان حاصل ہو گئی ہے۔ وہ مذہب جو آج سے بیس سال پیشتر جہالت ظلم تعصب تنگدلی کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ آج وہ علم۔ حکمت۔ و مروت کا خزانہ اور اپنے اندر بہترین اصول لئے ہوئے سمجھا جاتا ہے۔ وہ تمدن و تہذیب کی جان خیال کیا جاتا ہے ہم مولوی صاحب موصوف

ان کے علاوہ عالیجناب میاں سر محمد شفیع صاحب مرحوم کی جگہ۔ جناب خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب بی۔ اے۔ ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج

کو اس عدیم النظیر کامیابی پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں +

ان کے علاوہ جناب مولوی آفتاب الدین صاحب بی۔اے کو جنہیں دو سال ہوئے مولوی عبد المجید صاحب ایم۔اے کی امداد کیلئے بطور اسسٹنٹ امام بھیجا گیا۔ اُن کی تبلیغی مساعی بھی قابل تحسین ہیں آپ نے مکتوبات مسلم مشن ووکنگ کے عنوان تلے جو سلسلۂ مضامین شروع کیا۔ وہ از حد مفید ہوا۔ آپ نے اپنے دوران قیام میں اسلامی لٹریچر کو اور مشن ووکنگ کو دور دراز ممالک میں پہنچانے میں از حد محنت صرف کی۔ یہ امر از حد موجب رنج واندوہ ہے۔ کہ ان کی علالت طبع کی وجہ سے مشن ووکنگ اُن کی خدمات کی وجہ سے محروم ہو رہا ہے +

اخیر میں ہم اُن تمام معطی صاحبان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے مسلم مشن ووکنگ کی بڑی بھاری مشین کو چلائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بعد معطی صاحبان کی توجہ سے ہی اس قدر بھاری اسلامی مشن۔ انگلستان جیسی مہنگی سرزمین میں چلتا رہا ہے۔ عالمگیر اقتصادی بربادی مشن کی آمد پر بھی اثر انداز ہوئی ہے۔ مشن اس وقت بہت سی گرانقدر امداد سے محروم ہو چکا ہے۔ کارکنان و منتظمہ کمیٹی نے اخراجات مشن میں حد درجہ کی کفایت شعاری برتی ہے۔ لیکن مشن کے جو مستقل اخراجات ہیں۔ وہ ناگزیر ہیں۔ ان اخراجات کی تخفیف گویا مشن کو خدانہ کرے بند کرنا ہے۔ مشن اس وقت ایک کثیر رقم کا جو سات آٹھ ہزار روپے سے تجاوز کر گئی ہے۔ اپنے سرمایۂ محفوظ کا مقروض ہو چکا ہے۔ مشن ووکنگ انگلستان و لاہور کے ماہواری مستقل اخراجات چار ہزار روپے کے لگ بھگ ہیں۔ جب تک برادران اسلام ان مستقل اخراجات کے مقابل مستقل ماہوار امداد کا تہیہ کرلیں۔ اُس وقت تک مشن کی مشکلات فوراً حل ہو جاتی ہیں۔ اُمید ہے کہ اسلام سے درد رکھنے والے احباب اس کار خیر کی مستقل ماہوار یا یکمشت امداد فرما کر داخل حسنات ہوں +

آخر میں ہماری دلی دُعا ہے۔ کہ اس مشن کے بانی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو جو اس وقت بعض عوارض کی وجہ سے پھر بستر علالت پر ہیں شفاء عاجل و کامل عطا فرمائے۔ تاکہ تفسیر القرآن کا جو اہم کام اُنھوں نے سال گذشتہ شروع کیا ہے۔ اسے خود ہی پایۂ تکمیل تک پہنچائیں +

خواجہ عبد الغنی
سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ

عالیجناب الحاج رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ

کا

اُردو میں وہ بصیرت افروز خطبۂ صدارت

آپ نے دسمبر ۱۹۳۲ء کو آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی کے اجلاس میں

بزبان انگریزی پڑھا۔ خطبہ اسلام پر ایک ٹھوس مضمون ہے۔ اس خطبہ میں اسلام کے کسی پہلو کو بھی فاضل لارڈ صاحب نے نہیں چھوڑا۔ کل صفحات ۴۴ ہیں۔ ۳ آنے کے ٹکٹ آنے پر خطبہ مفت ارسال ہوگا +

درخواستیں بنام سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

ممالکِ اسلامیہ کی سیاحت

از عالیجناب سر عبدالکریم صاحب غزنوی ایم ایل سی کلکتہ کے قلم سے

برِ اعظم ایشیاء کے جنوب مغربی کنارہ پر ایک جزیرہ نما ہے۔ اس کا شمالی لق و دق صحرا جو بعض مقامات سے بہ ریت کا ایک سمندر بن گیا ہے۔ باقی ممالک سے اس کو مکمل طور پر علیحدہ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اہل عرب نے اس جزیرہ نما کو جزیرہ قرار دیدیا۔ اور جزیرۃ العرب کے نام سے اس کو پکارنا مناسب سمجھا ایک زمانہ تھا کہ ماورائے یردن اور شام کا جنوبی حصہ اور عراق کا تمام ملک عرب کے اندر شامل تھے۔ اور سیریا کا شمالی حصہ شام کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بحیرۂ قلزم کا کنارہ ایسے موتیوں اور مونگوں کی جھالر بنا ہوا ہے۔ جو بحری سفر کیلئے خطرناک ہے۔ اس جزیرہ نما کا زیادہ سے زیادہ طول ۱۴۰۰ میل ہے۔ تمام رقبہ میں سے جو تیرہ لاکھ (۱۳۰۰۰۰۰) مربع میل پر مشتمل ہے۔ قریبًا نصف میں صحرائے شام صحرائے النفود اور صحرائے الاصنا آجاتا ہے۔ فرانس سے یہ ملک رقبہ میں چوگنا ہے۔ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ سے بھی جو دریائے مسیسپی کے مشرق میں واقع ہیں بڑا ہے +

اس جزیرہ نما میں حسب ذیل حکومتیں پائی جاتی ہیں۔ حجاز، شمر، الاحسا، نجد، عسیر اور یمن اُن کے علاوہ کویت اور عمان کی نیم خود مختار ریاستیں ہیں جن کے سلطنت انگلشیہ کے ساتھ معاہدات ہیں اور عدن کا علاقہ جو برطانیہ کے زیر حفاظت ہے۔ اور کنارہ کی نام نہاد متعہد قومیں جن میں کم و بیش خود مختار قبائل آباد ہیں اور حضر موت کا علاقہ جس میں اس کے اپنے قبائل ہیں۔ باقاعدہ مردم شماری نہ ہونے کی وجہ سے کل آبادی کی نسبت محتاط اندازہ جو لگایا گیا ہے۔ وہ اسی لاکھ سے ایک کروڑ تک پہنچتا ہے +

اٹھارھویں صدی میں نجد ایک خود مختار ریاست تھی بعد میں وہ ترکی حکومت کے ماتحت آگئی۔ لیکن ۱۹۱۳ء میں ہز میجسٹی سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے ترکی حکومت کے جوئے کو اتار پھینکا۔ اور صوبہ الاحسا کو ترکوں سے لیلیا۔ نجد سب سے بڑی حکومت ہے جو وسطی عرب کے آٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی ہے صحرائے نفوذ اور الدھنا اس کے اندر ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں سلطان ابن سعود نے شمر کے علاقہ کو بھی جس پر خاندان رشید کے شہزادے حکمران تھے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ ترکی حکومت کے زوال کے بعد حجاز کو خود مختار سلطنت قرار دیدیا گیا لیکن ۱۹۲۵ء میں سلطان ابن سعود نے حجاز کو کامل طور پر فتح کر لیا۔ اس طرح اب حجاز، نجد، الاحسا، شمر اور عسیر کے علاقے جو

قریباً تمام یورپ پر مشتمل ہیں۔ بہز مجسٹی سلطان عبد العزیز ابن سعود کی زبردست شخصیت کے زیرنگین ہیں +

مکہ جو عرب کا دارالخلافہ ہے دنیائے اسلام کا مرکزی مقام ہے۔ اور کرۂ ارض کے چاروں کونوں سے ہر سال لکھوکھا مسلمان حج کیلئے وہاں پہنچتے ہیں۔ دو اور شہر جو مسلمانوں کے نزدیک مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ مدینہ اور قدس یا یروشلم ہیں جو حاجیوں کی زیارتگاہ ہیں +

حج ہر مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ کرنا فرض ہے بشرطیکہ اس کے پاس آمد و رفت کے اخراجات اور غیر حاضری میں کنبہ کی پرورش کیلئے کافی روپیہ اور سامان ہو۔ حج کی تقریب سال ہجری کے قمری مہینہ ذی الحج کی نویں تاریخ کو واقعہ ہوتی ہے۔ اور اس طرح ہر سال ۱۱ دن کا اس میں فرق ہوتا ہے۔ اور ایک خاص مدت میں تمام موسم اس پر آتے ہیں۔ حاجی اب کلکتہ بمبئی یا کراچی سے جہاز پر سوار ہوتے ہیں۔ جہاز پر چڑھنے سے پہلے انھیں چیچک اور کالرا کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ ہر جہاز جو ہندوستان سے روانہ ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک جزیرہ سے ہو کر گزرے جس کا نام کامران ہے۔ یہ جزیرہ ان تمام جہازوں کیلئے جو جنوب کی طرف سے عرب کو جاتے ہیں قرنطینہ ہے۔ ایک وقت تھا کہ کامران کو دیکھتے ہی جہاز پر حاجیوں کی ہڈیوں میں لرزہ ہو جاتا تھا۔ پہلے یہاں پانچ سے سات دن تک جہاز ٹھیرتا تھا۔ لیکن اب حالات بہت رو بہ ترقی ہیں۔ اور دو دن سے زیادہ یہاں جہاز نہیں ٹھیرتا۔ اور وہ لوگ جو کلکتہ کے بندرگاہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ وہ کامران سے بغیر رکاوٹ گذر جاتے ہیں۔ اب جبکہ ہندوستان کے ایک قانون کے رو سے قرنطینہ کی صفائی لازمی قرار دی گئی ہے۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ کامران پر حاجیوں کا روکنا قطعاً موقوف کر دیا جائے +

حج میں مفصلہ ذیل مراسم ادا کی جاتی ہیں:۔

الف ۔ احرام کی حالت اختیار کرنا جس میں شاہ و گدا ایک ہی بے سیا لباس پہنتے ہیں۔ اور جس میں ایک ہی قسم کا کپڑا جو دو بن سلی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے پہنا جاتا ہے۔ اور سر کو ننگا رکھا جاتا ہے۔ اس غرض کیلئے دو بڑے ترکی تولئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ جو حاجی جنوب کی طرف سے جاتے ہیں جونہی کہ ان کا جہاز جدہ کے قریب جبل اللحلم کی (جسے جبل ام الفرے بھی کہا جاتا ہے) چوٹی کے سامنے پہنچتا ہے انھیں اپنے معمولی کپڑے اتار کر احرام باندھنا ضروری ہے۔ احرام کی حالت عبادت کو ظاہر کرتی ہے کہ تمام سفلی خیالات کو دور کر کے حاجیوں کو اپنے خالق کی محبت اور نسل انسانی کی خدمت کے اعلے نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہیئے +

ب - یہ ضروری ہے کہ مکہ پہنچنے تک حاجی احرام باندھے رکھے - مکہ پہنچ کر اُسے کعبے کے گرد سات دفعہ گھومنا ضروری ہے اسکا نام طواف ہے +

ج - اس کے بعد حاجیوں کو دو پہاڑیوں کے مابین جن کے نام صفا اور مروہ ہیں۔ اس موقعہ پر جو حرم شریف کے اندر ہیں، سات مرتبہ نیچے اُوپر دوڑنا پڑتا ہے۔ اس کا نام سعی ہے۔ اور یہ حضرت ابراہیم کی بیوی حاجرہ کے اُس فعل کی یادگار میں کیا جاتا ہے۔ جب وہ پانی کی تلاش میں کبھی صفا اور کبھی مروہ پر دوڑتی پھرتی تھیں +

د - اس کے بعد ذی الحج کی نویں کو احرام باندھ کر عرفات کے میدان میں صبح سے شام تک کسی وقت جانا ہوتا ہے۔ اگلے دن عید الاضحیٰ ہوتی ہے۔ اُس دن با جماعت نماز ہوتی ہے۔ اور حاجی حضرت ابراہیم کی اس قربانی کی یادگار میں کہ وہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئے بھیڑ، بکرے یا اُونٹ وغیرہ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ یہانتک حج مکمل ہو جاتا ہے۔ اور ان تمام مراسم کی ادائگی کے بعد ایک زائر کو حاجی کہا جاتا ہے۔ حج کی جو ہر سال مکہ میں ہوتا ہے۔ یہ غرض ہے کہ دُنیا کے تمام ممالک کے مسلمانوں کی ایک عالمگیر کانفرنس منعقد ہو +

مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں مسلمان خدا تعالےٰ کے آگے اکٹھے ہو کر سربسجود ہونے کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ اور جہاں وہ مساوات اُخوت اور دُنیا کے عدم بقا کے سبق سیکھتے ہیں۔ اسلام توحید الٰہی اور مساوات نسل انسانی کا مذہب ہے، جس میں نیکی اور نسل انسانی کی خدمت کے کاموں کو ہی اصل دین قرار دیا گیا ہے۔ رنگ، نسل اور خیالات کے اختلافات کو نظر انداز کر کے تمام نسل انسانی کو ایک کنبہ سمجھ لیا گیا ہے۔ فی الحقیقت مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیغمبر سب قوموں کی طرف بھیجتا رہا ہے۔ اسلام کے رو سے تمام لوگ خواہ وہ کسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہوں نیکی اور صداقت پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ اور جو شخص نیک کام کرے وہ مسلمان ہے۔ اس کیلئے صرف نیک راستباز، سمجھدار، ہمدرد اور مُخیّر ہونا اور آنحضرت صلعم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اسلام کے معنے ہیں راضی برضائے الٰہی ہونا۔ اور مسلمان وہی ہے جو خدا تعالےٰ کا کامل مطیع اور فرمانبردار ہو۔ آنحضرت صلعم نے عمل اور تحصیل علم کو بہت بڑا مرتبہ دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ تحصیل علم کا ایک گھنٹہ زہد و عبادت کے کئی گھنٹوں سے بڑھ کر ہے۔ اور کہ ایک عالم کی سیاہی شہید کے خون سے بڑھ کر مرتبہ رکھتی ہے۔ اور کہ "علم حاصل کرو خواہ تمہیں اُس کے لئے چین تک جانا پڑے"۔ کعبہ جو خدا کا گھر ہے حرم [illegible] کے [illegible] کنارہ کے قریب ہے۔ اس پر ایک موٹا سیاہ غلاف چڑھا ہوا ہے۔ جو سنہ ۱۹۲۶ء تک قاہرہ میں بنایا

جاتا ہے مغربی ممالک ہنسی آجاتی ہے کیونکہ یہ کوئی غالیچہ نہیں۔ بلکہ کعبہ کا غلاف ہوتا ہے +

سنہ ۱۹۳۱ء کا مکہ سنہ ۱۹۱۳ء کے مکہ کی ایک خوشگوار ضد ہے۔ جس دن مکہ کی عنانِ حکومت ایک مطلق العنان بادشاہ کے قبضہ میں آئی ہے۔ امن اور حفاظت مکہ کے ایک سرے کے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی ہے میونسپلٹی بھی اب بن گئی ہے، جس نے ایسی موٹروں کا انتظام کیا ہے جن میں پانی اور فینائل بھری ہوئی ہے۔ اور سڑکوں پر اس سے چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ حرم شریف جہاں موم بتیاں اور تیل کے دیئے جلائے جاتے تھے۔ اب وہ بجلی کی روشنی سے جگمگ کر رہا ہے +

خلیفہ ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ نے مکہ اور مدینہ کے شہروں کو پانی بہم پہنچانے کیلئے ایک نہر تعمیر کر دی تھی لیکن پانی کا جو کارخانہ انھوں نے بنایا تھا۔ اس کو ویران کر دیا گیا۔ لیکن ابن سعود کے عہد حکومت میں قدیم کارخانہ بہم رسانی آب کو پھر چلا دیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ بہت سے مقامات پر متعدد ٹیوب ویل بھی کھود دیے گئے ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ حاجیوں کو اب پانی خریدنا نہیں پڑتا اور پانی کا قحط اب باقی نہیں رہا۔ بجلی پیدا کرنے والے آلات لگا دیئے گئے ہیں۔ اور برف اب مل سکتی ہے +

لیکن سب سے بڑا انقلاب جو میری گذشتہ آمد کے بعد واقعہ ہوا ہے۔ وہ موٹروں کا چلنا ہے سنہ ۱۹۱۳ء میں جب پہلی مرتبہ یہاں آیا شاہ حسین نے نہایت مہربانی سے میرے جدہ سے مکہ جانے کیلئے سواری بھیجی۔ اور میں نے یہ ۴۲ میل کا فاصلہ ایک اونٹ کی پیٹھ پر شغدف میں چوبیس گھنٹہ میں طے کیا اب ہز میجسٹی ابن سعود نے موٹر کار بھیجی جس پر میں دو گھنٹہ میں مکہ پہنچ گیا۔ وہ ناقابل گذر صحرا جو صرف اونٹ کی پیٹھ پر بڑی مشکل سے عبور کیا جاتا تھا۔ اب موٹر کاریں ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک اس کو عبور کرتی جا رہی ہیں +

منا میں ایک شخص سے میں ملا جو ہر پہلو سے عرب معلوم ہوتا لیکن اس کی انگریزوں کی سی آنکھیں اسکو ظاہر کر دیتی ہیں یہ عبداللہ فلبی ہے۔ جو اس سے قبل انڈین سول سروس میں رہ چکا ہے۔ ایک دلچسپ انسان جن سے میں ملاقی ہوا۔ امیر امان اللہ خان سابق امیر افغانستان تھے، وہ بھی وہاں میرے ساتھ مہمانوں میں سے تھے +

باقی آئندہ

آنحضرت صلعم کی زندگی کی ایک جھلک

بقلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء رئیس گدیا

یہ بالکل ناممکن ہے کہ میں تھوڑے سے وقت میں دُنیا کے بے نظیر انسان کے سوانح حیات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر سکوں۔ ہم کو کسی دوسرے انسان کا علم نہیں جو زندگی کی مختلف حالتوں میں بی بی آمنہ کے اس یتیم بچہ کا مقابلہ کر سکے۔ اور غالباً تاریخ میں دوسرا کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جس نے تمام زمانوں اور تمام ممالک میں بنی نوع آدم کی اس قدر کثیر تعداد کی محبت اور وفاداری حاصل کرلی ہو۔ آنحضرتؐ ایک یتیم تھے۔ اس کے بعد ایک بیوی پھر عرب کے پہلے شہر کے شہری اور اس حیثیت سے آپؐ لوگوں میں الامین کے لقب سے مشہور ہوئے یعنی امانتدار۔ پھر غار حرا میں ایک نرالا اور خیالی آدمی۔ پھر توحید کے مبلغ اور عالمگیر نبی، سپاہی، ایک مخلص جماعت کے سردار جو خدا کی خدمت کیلئے وقف تھی۔ تاکہ مخلوق کی خدمت کرے۔ اور اُسے بلند کرے، ایک مُدبّر، نہایت جمہوری اور اشتراکی حکومت کے سردار، پھر ایک زبردست منتظم، مقنن اور سردار قوم۔ دُنیا میں دوسرا آدمی کوئی نہیں جس کی زندگی کے جزوی واقعات اس تفصیل کے ساتھ ہمیں معلوم ہوں اور جن کو مختلف اقوام کے اس قدر لوگوں نے تسلیم پسند کیا ہو۔ اب کوئی شخص ایسے فوق البشر انسان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر چند منٹوں یا گھنٹوں یا دنوں میں پورے طور پر کس طرح روشنی ڈالتا ہے۔ پس میں آپؐ کی زندگی کے صدہا کارناموں میں سے صرف بعض پر روشنی ڈالوں گا، جو میں سمجھتا ہوں ہر مذہب۔ اور ملت کے لوگوں کو پسند آئینگے +

سب سے پہلے میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ آپ آنحضرتؐ کے تخیل الٰہ پر غور کریں جو کہ خود خدا نے آپ کو دیا تھا۔ آپؐ کا تخیل الٰہ، سائنٹیفک ہے معقول ہے اور نہایت بلند کیمن الحصتا ہے۔ "محمدؐ" کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک ہے۔ اور قرآن توحید الٰہی پر ایک شاندار شہادت ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے بتوں کی پرستش کو رد کر دیا۔ نیز آدمیوں اور ستاروں کی پرستش کو

اس بناء پر کہ جو قابل خرابی ہے۔ وہ ضرور تباہ ہو گا۔ اور جو پیدا ہوا ہے ضرور مریگا۔ اور جو طلوع ہوا ہے ضرور غروب ہو گا۔ انہوں نے کائنات کا خالق ایسی ذات کو تسلیم کیا جو غیر محدود اور ازلی ہے۔ بغیر صورت اور مکان کے بغیر اولاد یا مشابہت کے ہے۔ اور ہمارے پوشیدہ خیالات میں موجود ہے۔ اپنی ذات کے تقاضے سے موجود ہے۔ اور اپنے اندر سے تمام اخلاقی اور ذہنی کمال حاصل کرتا ہے۔ قرآن کے مفسرین نے ان حقائق عالیہ کو نہایت صاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ایک فلسفی خدا پرست بہ آسانی مسلمانوں کے عقیدہ کو تسلیم کر سکتا ہے"۔

اس سائنٹیفک زمانہ میں خدا کے معقولی تصور سے بڑھ کر اور کیا چیز قابل قدر ہو سکتی ہے؟ ایک ایسا خدا جو نہ نسلی ہو نہ قبیلہ کا، نہ بشکل انسان اور نہ کسی طرح محدود، اور نہ کسی مخلوق سے کمتر۔ آنحضرتؐ کا تصور الہٰ، نہ صرف معقولی اور بلند تھا۔ بلکہ انسانی ذہن، اخلاق اور تمدن کی ترقی کیلئے بھی مفید تھا۔ خدا کی صفات جیسی کہ آپؐ نے سمجھی تھیں کہ اگر ان پر خلوص کے ساتھ ایمان لایا جائے، تو انھوں نے ان انسانوں کی فطرت بدل دی۔ جو پہلے حیوانات سے بمشکل متمیز ہو سکتے تھے۔ اسی تصور باری کی بدولت آنحضرتؐ نے عرب کے بدکار اور بدی میں غرق اونٹ چلانے والوں کو جو پہلے ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے، اور نہ ان میں کسی قسم کا اخلاقی اور تمدنی ضابطہ تھا۔ فرشتہ صفت پرہیز گار اور شجاع بنا دیا، جو حیوانات پر بھی رحم کرنے لگے۔ اور سلطنتوں کے بانی، علوم و حکمت کے رنج کرنے والے تہذیب و تمدن کے موجد عام فائدہ کے بڑے کام کرنے والے، عالیشان محل بنانے والے حیرت انگیز اداروں کے منتظم اور بنی نوع آدم کے محسن اعظم ہو گئے۔ ہر شخص جو قرآن میں صفات الٰہی کا مطالعہ کرتا ہے، ان بنیادی ذرائع کو سمجھ سکتا ہے جن کی بناء پر آنحضرتؐ نے یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا تھا +

دوسرا کام عالمگیر مہربانی کا، جو آپؐ نے کیا یہ تھا، کہ آپؐ نے علم کیلئے ایک نہ بجھنے والی پیاس لگا دی۔ اس طرح انسان کو نہ صرف بہت سی سائنس کی خفیہ باتوں کو کھولنے کے قابل بنا دیا۔ بلکہ اسے اس قابل بنا دیا۔ کہ وہ کائنات کے انتظام میں اپنی جگہ پہچان سکے۔ علم اور فضیلت اس کے بعد برہمنوں اور پنڈتوں کا اجارہ نہیں رہا۔ کتاب فطرت اور انسانی ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں دونوں اب انسانوں کے سامنے کھل گئیں۔ بلکہ عورتوں کیلئے بھی۔

دولتمندوں کے اور غریبوں کے لئے بھی اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کوئی علم ایسا نہیں جسمیں مسلمانوں نے کامل علم حاصل نہ کیا ہو +

مسلمان علماء نے تاریخ جغرافیہ خالص اور مخلوط ریاضی سائنس آرٹ طبیعیات فلسفہ طب کیمیا اجتماعیات علم نباتات علم الارض تاریخ موالید سکہ جات جواہرات خلاصت زراعت علم سنین اور سیاحت وغیرہ پر اس زمانہ میں کتابیں لکھیں جبکہ علوم کا چرچا نہ تھا۔ اور ہر قسم کی سائنٹفیک تعلیم گناہ سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ بعض اوقات جادوگری سے تعبیر کی جاتی تھی +

تیسری برکت جو آپؐ نے عطا کی یہ تھی کہ آپ نے ہر شخص کو اپنے افعال کا ذمہ دار قرار دیدیا۔ اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس طرح آپ نے انسانیت کو اس بیماری سے پاک کر دیا۔ جو خدا اور بندے کے درمیان جسمانی سزا اور پادریوں کی وساطت کو داخل کرتی تھی۔ اور انسان کو نیک اعمال کے بجائے رسوم ظاہری کا پابند بناتی تھی۔ صدیوں تک یورپ میں یہ بحث رہی کہ ایک آدمی جو جناب یسوع سے پہلے پیدا ہُوا یا بعد میں لیکن اس نے بتپسمہ نہ پایا۔ تو خواہ اس نے یسوع کا نام نہ بھی سُنا ہو کیا وہ نجات پا سکتا ہے؟ آخر کار یہی فیصلہ ہُوا۔ کہ کوئی شخص بغیر یسوع کے نجات نہیں پا سکتا۔ اس طرح لاکھوں انسان بلا قصور ابدی ہلاکت کے مستوجب بنا دیئے گئے۔ اس کے برعکس آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ نیکی ذرہ بھر بھی ضائع نہیں ہو سکتیں۔ اور ہر عورت مرد اور بچہ اس نیکی کا جو اس نے کی ہو گی پورا فائدہ حاصل کریگا۔ اور ہر بچہ پاک اور معصوم پیدا ہوتا ہے۔ اور ذمہ داری اور بلوغت کی عمر تک پاک رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر آزادئ ضمیر کا کوئی پروانہ نہیں جو قرآن شریف کی ان آیات میں درج ہے۔ اور یہ کتاب خدا کا آخری پیغام ہے +

اِنَّ الذین اٰمنوا والذین ھادو والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوفٌ ولا ھم یحزنون ۱۲

جو لوگ ایمان لائے اور جو یہود یا نصارےٰ یا صابی ہیں جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک کام کریگا تو اللہ کے نزدیک اُن کا اجر مقرر ہے۔ اور نہ انہیں خوف ہو گا نہ وہ

رنجیدہ ہونگے (۲: ۶۲)

دوسری آیت یہ ہے "لا اکراہ فی الدین" مذہب میں زبردستی نہیں ہے آنحضرت صلعم نے نیک اعمال پر بہت زور دیا ہے۔ اور آنجناب کا یہ بےنظیر خاصہ تھا۔ اور غالباً آپ کی کامیابی کی بنیاد تھا۔ کہ آپ جو کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ ایسا ہوا کہ ایک عیسائی حاتم نامی کی بیٹی، جو سخاوت میں مشہور تھا، جنگی قیدی بن کر آپ کے سامنے حاضر ہوئی۔ آپ نے اُس کے ساتھ کمال مہربانی کا برتاؤ کیا۔ اور محض اسلئے کہ وہ ایک نیک آدمی کی بیٹی تھی۔ اور نہ صرف اس کو بلکہ اُسکے قبیلے کے سارے آدمیوں کو رہا کر دیا۔ اور کوئی رقم فدیہ نہ لی۔ عیسائی حاتم کا نام سب مسلمانوں کو معلوم ہے۔ اور آج بھی اُن کے لٹریچر میں پایا جاتا ہے جس طرح پارسی نوشیرواں کا نام عدالت کیلئے مشہور ہے۔ جو ایران کا بادشاہ تھا۔ اسلام اور بانیئے اسلام نے ہمیشہ خوبی کی قدر کی ہے خواہ وہ کہیں ہو، اور کسی آدمی میں ہو بلا امتیاز رنگ و نسل و مذہب کے اسلام کی نظر میں اُن چیزوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کیونکہ تمام انسان ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کان الناس امۃ واحدۃ کل انسان ایک ہی جماعت ہیں +

مذہبی رواداری کی رُوح اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ جہاں تک آنحضرت ؐ اُسے لیگئے۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں ڈرانے والا یا ہادی خُدا کی طرف سے آیا ہو۔ اور اُن تمام ہادیوں کی عزت کرنا اور اُنھیں تسلیم کرنا چاہئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں بار بار آتا ہے۔ کہ انبیاء میں تمیز نہ کرو +

ضمیر کی آزادی حاصل کرنے کیلئے آنحضرت ؐ نے رسُوم ظاہری کو مذہب میں کوئی درجہ نہیں دیا آپ خُود عمل کرنیوالے تھے اسلئے آپ نے اعمال حسنہ پر بڑا زور دیا۔ قرآن شریف فرماتا ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والملئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون"

نیکی یہ نہیں ہے۔ کہ تم اپنا مُنہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف لیکن نیکی یہ ہے۔ کہ انسان اللہ یوم آخرت، ملائکہ، کُتب اور انبیاء پر ایمان لائے۔ اور خُدا کی محبت میں، اپنی دولت رشتہ داروں یتیموں، حاجتمندوں، مسافروں، گداؤں کو دے۔ اور قیدیوں کے چُھڑانے میں صرف کرے۔ نماز پڑھے زکوٰۃ دے، اور وعدہ وفا کرنیوالے جبکہ وہ وعدہ کریں، اور تکلیف، اور مُصیبت میں صبر کریں۔ اور خصُوصاً جنگ کے وقت، یہ وہ لوگ ہیں۔ جو صادق ہیں۔ اور یہی لوگ مُتّقی ہیں (۱۷۷ : ۲)

ہر مذہب میں ایسے لوگ تھے جو نجات کو اپنے ہم مذہب لوگوں میں محدُود کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن شریف نے تنبیہ فرمائی :-

"وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے یہُود اور نصاریٰ کے اور کوئی شخص جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ ان کا خیال ہے، اے رسُول تو کہدے کہ اگر تُم سچّے ہو تو ثبُوت پیش کرو۔ بیشک جو خدا کا ہو رہیگا اور نیک عمل کریگا۔ وہ اپنا انعام خُدا سے پائیگا۔ اور نہ اُسے خوف ہوگا نہ ملال" +

ان لوگوں کو جو قُربانی حیوانات کی کر کے یہ خیال کرتے تھے۔ کہ اُنھوں نے خُدا کو خوش کر دیا، اس طرح قرآن نے سمجھایا۔ کہ جانوروں کا خُون یا گوشت خُدا کی نظر میں قابلِ قبُول نہیں ہے بلکہ خُود اُن کی قُربانی اور تقویٰ +

ایک اور عمدہ کام جو آنحضرتؐ نے کیا (خدا آپ کو ہمیشہ کامیاب کرے) یہ تھا۔ کہ آپؐ نے وحدت نوعِ انسانی کو مضبُوطی اور عمدگی کے ساتھ قائم کر دیا۔ اور آپؐ نے، اپنے پیروؤں میں سے تو ہمیشہ کے لئے، رنگ، نسل قوم، ذات اور مُلک کے امتیازات فنا کر دیئے آپ نے انسان کے اجتماعی اور سیاسی اداروں کی بُنیادوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اور آپؐ نے صدیوں پہلے تمام یوُروپین سوشل مصلحین مثلاً کارل مارکس، روسو اور اشتراکیت کا جدید ترین مصلح لینن وغیرہ کے اقوال وخیالات کو اپنی تعلیمات میں پیش کر دیا۔ چنانچہ پروفیسر لیک کہتے ہیں:-

یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ جبکہ تمام دُنیا میں غُلامی کی لعنت کا شکار تھی۔ اسلام نے آزادی اخُوت اور مساوات کا اعلان کیا۔ اسلام کے مُقدّس بانی نے کیا خُوب کہا ہے "خدا کے سارے بندے اس کے خاندان کے افراد ہیں۔ اور خُدا کا محبُوب ترین بندہ وہ ہے۔ جو اس کی مخلوقات کے

ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے" +

مکہ کے بین الاقوامی اجتماع سے بڑھ کر ابھی تک دنیا میں کوئی دوسرا اجتماع نہیں ہوتا جو سالانہ تیرہ سو پچاس سال سے حج کے موقع پر ہوتا ہے۔ اس موقع پر لاکھوں عورت مرد ہر قسم کے شاہزادے کاشتکار، صناع اور مزدور آقا اور غلام مختلف ممالک سے آتے ہیں لیکن باوجود اختلاف مراتب نسل و رنگ، سب کے سب ایک طرح کا سادہ بغیر سلا لباس پہنتے ہیں۔ ننگے سر ننگے پاؤں، مرکزی مقام پر جمع ہوتے ہیں۔ اور انسان خدا کے حضور میں اسلامی اخوت و مساوات کا ایک اثر انگیز منظر پیش کرتے ہیں۔ یہ رسم دوامی طور پر وحدت نسل انسانی کا اثبات کرتی ہے +

آخر میں میں اس نیکی کا ذکر کرونگا۔ جو آپ نے بنی نوع آدم کے ساتھ شراب کو ممنوع قرار دے کر کی ہے۔ محض آپ کے دم قدم کی برکت سے لاکھوں کروڑوں انسان اس ناپاک شئے سے گزشتہ چودہ سو سال میں محفوظ رہے ہیں۔ یہ شئے اگرچہ ذلیل ہے مگر انسان کیلئے بڑی کشش رکھتی ہے۔ اور خود انسان نے ایجاد کی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے۔ کہ آج امریکہ میں امتناعی قانون کو نافذ کرنے میں کس قدر مشکلات پیش آ رہی ہیں کیا یہ اعجاز نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے محض اپنی اخلاقی قوت اور ربانی تاکید سے تمام مسکرات کا استعمال ہمیشہ کے لئے اپنے سچے پیروؤں میں، جو کروڑوں سے زیادہ ہیں بند کر دیا +

آنحضرت صلعم کی زندگی اس سے بہتر نہیں بیان کی جا سکتی۔ جو کہ خود خدا نے آپ کی پیدائش کے متعلق بیان کی ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ" اور اے محمد ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر"۔ ہر اُس شخص کیلئے جو آپ کی مدد کا خواستگار ہوا۔ بی بی آمنہ کے لال نے ہمیشہ اسکی مدد کی، اور اپنے کو سب سے زیادہ رحیم ثابت کیا۔ آپ کو یتامیٰ پر بہت شفقت تھی۔ اور ان کے علاوہ آپ مسافروں، مقروضوں مفلسوں، قیدیوں، مزدوروں پر بھی بہت مہربان تھے۔ آپ عورتوں کے حق میں بھی رحمت تھے۔ اور اس زمانہ میں عورت کو ہر مذہب اور ہر ملت اور ہر سوسائٹی میں محض ایک خانگی اسباب کی حیثیت دیجاتی تھی +

آؤ آخر میں ہم سب سچے دل سے پکاریں۔ صلی اللہ تعالی علی محمد و علی الہ واصحابہ اجمعین +

اسلام اور یورپ کی موجودہ نسل

از عمر عراف الہرینفل صاحب

(مترجمہ ڈاکٹر ذکی بے صاحب از زبان جرمن)

نوٹ منجانب مدیر اسلامک ریویو:- کوئی دو سال کا عرصہ ہوا۔ کہ برن الہرینفل صاحب جو ملک آسٹریلیا کے ایک نواب ہیں مشرف بہ اسلام ہوئے اُن کی زندگی کی بڑی خواہش ہے۔ کہ شہر وی آنا دارالخلافہ ملک آسٹریلیا میں ایک مسجد تعمیر ہو جائے! انہوں نے ایک سوسائٹی بھی قائم کر دی ہے۔ جو ترقی اسلام میں کوشاں ہے۔ اس مضمون سے صاف ظاہر ہے ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اسلام کے مفہوم و منشاء کو خوب ذہن نشین کر لیا ہے۔ اور انہیں اس بات کا بھی علم ہے۔ کہ موجودہ یورپ کی روحانی اُمنگوں کو صرف اسلام ہی پورا کر سکتا ہے) +

حصّہ اوّل

مطالعۂ اسلام سے ان تین بنیادی پہلوؤں کا انکشاف ہوتا ہے :-

(ا) اسلام کی روحانی تعلیمات جو پیغمبر خدا حضرت محمد صلعم نے تعلیم فرمائیں +

(ب) اسلام کی مذہبی رسوم و عبادات کی وہ شکل و صورت جو حضرت محمدؐ رسول خدا نے ابتدا میں قائم کی۔ اور جس میں بمرور ایام نہایت ہی خفیف سا تغیر واقع ہوا ہے +

(ج) اسلام کا طرز معاشرت تربیت افراد کا کس قدر حصہ اسلامی تعلیمات اور مذہبی روایات کے ذریعے وجود میں آیا۔ اور تکمیل کو پہنچا۔ وہ قومیں جو اسلام لے آئیں ہمیشہ ہی اسلامی روایات اور طرز تہذیب سے متاثر ہوتی رہی ہیں۔ گو انہوں نے اسلامی شعار میں قدرے ردوبدل ہی کر لیا ہو +

اسلامی تعلیمات کا تو یہ حال ہے۔ کہ ان میں جملہ احکام الٰہی سے متعلق محبت و تفہیم کا نہایت ہی دُور رس ذخیرہ موجود ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اُن میں تمام انبیاء علیہم السلام کو صاف طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے +

اس کا دوسرا پہلو یعنی اسلام کی مذہبی صورت ہادیان دین کی ایک ایسی جماعت کا نمونہ پیش کرتا ہے جس کا دائرۂ عمل فقط روحانی اثر تک ہی محدود ہے۔ اسلئے کہ اس مذہب میں کسی ایسے منظم گروہ احبار کا

وجود ہی نہیں۔ جیسے سیاسیات میں دخل ہو۔ یہ دونوں خصائص تو فقط اسلام ہی کا خاصہ ہیں۔ اور اقالیم مغرب کے جملہ مومنین صادقین ہستئ باری انھیں مذہب حقہ کی علامات سمجھ کر اُن کے جویا ہوئے ہیں باوجود اس کے اسلام کو یورپ میں ابھی تک عوام میں مقبولیت کا کوئی خاص درجہ حاصل نہیں ہُوا سوائے چند ایک ممتاز ہستیوں کے جیسے قیصر فریڈرک سوم شہنشاہ جرمنی۔ کیوسینس۔ کولون کا اسقف اعظم۔ گوئٹے۔ نیپولین اول وغیرہم جو اسلام کے بڑے دلدادہ تھے مگر انفرادی طور پر اپنے اپنے وقت میں لے دے کے صرف یہی لوگ ہیں جو اسلام کے مدّاح تھے +

اس کا سبب کہ کیوں اہل یورپ نے ابھی تک اسلام کا صحیح اندازہ نہیں کیا اسلامی تربیت کی علامات اور اسکی تہذیب کی شعاری اشکال ہیں جو مسلم اقوام معرض وجود میں لائیں مضمر ہے +

ان اقوام کی مخصوص تربیت اور تہذیب کو اہل یورپ نے غلطی سے بھدا سا بلکہ معاندانہ یا شیطانی سمجھ رکھا ہے۔ سیاسی اشتعال انگیزیاں اور بیجا حمایت نے یہ ناپسندیدہ رجحان پیدا کر دیا ہے۔ اور اگر تمام خود ساختہ کذب و افترا کا لحاظ بھی کر لیا جائے تو بھی اس کا بیشتر حصہ اب بھی نفس الواقعہ قائم ہے۔ صفحات آئندہ میں میں اس غلط فہمی کے اسباب کی توضیح کرنے کی کوشش کرونگا +

قدمائے یورپ کے خیال میں تو اسلامی طریق ازدواج از قسم گناہ ہے اسلامی رسوم۔ طرز لباس۔ اسباب منزلی صنعت و طرز تعمیر۔ فرش پر بیٹھنا اور وہیں نمازیں بھی پڑھ لینا۔ اور دیگر اسلامی طریقہ ہائے عبادت ان لوگوں کے خیال میں نامہذب اور وحشیانہ ہیں۔ مگر زمانہ گذشتہ میں بہت سے یوروپین اس تطابق کو دیکھکر دنگ رہ گئے ہیں جو اسلام میں عقاید و اعمال نصب العین اور اُنکی تحصیل میں پایا جاتا ہے۔ مگر اسلام کے ان مدّاح مبصروں کو بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا۔ کہ ہم اپنی مخالفانہ تنقید کو اہل یورپ کے زاویۂ نگاہ کی تردید میں صرف کریں +

لہٰذا یورپ کی موجودہ نسل کے ذمہ یہ کام باقی رہ گیا ہے۔ کہ اسلام کا صحیح مفہوم حاصل کیا جائے۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس نے اس مفہوم کو حاصل کرنا شروع بھی کر دیا ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں اس نسل نے مغربی تہذیب کی سخت ناکامی کو دیکھ لیا ہے۔ اور اس کا یہ سوال بالکل بجا ہے۔ کہ کیا یہ بات قرین انصاف ہے کہ ایک ہی طرز تربیت کو تسلیم کیا جائے۔ اور تربیت ہائے دیگر کو بالائے طاق رکھ کر صرف اسی کی پیروی کی جائے اس سے تو بحث نہیں کہ یہ نصب العین قوم کا تھ کے انسان کی ذہنیت ہے یا عامل انسان کی

پُرمبالغہ قابلیت جس شے کی موجودہ نسل کو تلاش ہے۔ وہ تو خواہش و عمل مطلوب اور مدعا میں یکرنگی ہم آہنگی اور مطابقت ہے۔ ہمیں اس مادیت کی تو ضرورت نہیں جو یک سمتی متجاوز از حد سعی سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ ہر مادی شے کو روحانیت میں رنگ دینے کی غرض سے ہماری جملہ مساعی میں صداقت درکار ہے +

موجودہ نسل کے تقاضاہی کی وجہ سے ایسے حالات صاف طور پر نمودار ہو گئے ہیں جو ممکن ہے کہ اسلام کی قدر و منزلت تسلیم کرانے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیں یعنی وہ غلط خیالات جو صرف انسان کے لابدی نقص و کمزوری کے متعلق بھی زندگی کے بلند معیاروں تک اسکی رسائی کے استعداد کی بابت ہیں۔ اور یہ خصوصیت نہ صرف موجودہ نسل کے مطمح نظر ہی کی ہے۔ بلکہ اس تربیت و تہذیب کی بھی جو بذریعہ اسلام وجود میں آئی +

اسلام میں جن قوانین کا انسان پابند ہے۔ اُن کا اطلاق ایک اہم ترین حالت پر ہی نہیں ہوتا ہے جو اس قسم کی ہو گا کہ قوم کا انسان تمام خواہشات نفسانی سے آزاد ہونا چاہئے یا عامل انسان کیلئے ضروری ہے۔ کہ سونے کی لاتعداد مقدار اسکی ملکیت ہو۔ یہ قوانین تو جملہ اصناف پر حاوی ہیں۔ انکے ذریعے انسان ناقص کیلئے بھی یہ امکان ہے کہ وہ اعلے روحانی قوانین کو سمجھے۔ اور ان پر عمل کرنے کیلئے بطور خود بہترین راہ پر گامزن ہو سکے۔ اسلام پر عمل کرنیوالے انسان کی یہ کوشش بھی ہوتی ہے۔ کہ اپنے اُن بھائیوں کو بھی نیک انسان بنا دے۔ جو اپنے زمانہ کے بلند ترین مطمح نظر پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ جو انسان اسلام کا پیرو ہے وہ اپنے زمانے کے نصب العین کے ناقص نمایندوں کو نہ تو ریاکار منافق کا خطاب دیتا ہے۔ اور نہ ہی تائب گنہگار یا نادم بھیڑیں گردانتا ہے۔ مذہب کی اس اعلیٰ ہم آہنگی میں جو اوسط درجہ کا انسان شامل کر لیا گیا ہے اسی پر ہم اسلامی تہذیب کے خط و خال کی تشریح کر سکتے ہیں +

رومن کیتھولک فرقہ اپنے پُرمبالغہ نصب العین کی خاطر اپنے مقلدین کو ملائکہ کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے مگر وہ بیچارے چونکہ معمولی انسان ہوتے ہیں۔ اس غیر معمولی بلند معیار تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا ریاکار بن جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اہل یورپ نہ صرف غایت درجہ کے ناقص الیقین ہی ہیں بلکہ ہر مطمح نظر ہر طرح کے ایمان باللہ اور حیات بعد الموت کے بھی منکر ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام نے روزمرہ کی زندگی میں ان روحانی قوانین پر عمل کرنے کا جو طاقت بشری میں ہیں امکان پیدا کر دیتا ہے۔ اسلام میں اس قسم کی ریاکاری کا وجود ہی نہیں۔ بلکہ اس میں ایک تدریجی مگر کامیاب ارتقا پایا جاتا ہے۔ اب میں اپنے خیالات کی بذریعہ امثلہ توضیح کرتا ہوں +

اوّل ہم اسلامی مسئلہ ازدواج کو لیتے ہیں ہمیں اس قانون یورپ سے زیادہ آسانیاں ہیں مگر اسکو سہولت جیسا کہ اہل یورپ کا غلط خیال ہے عشق بازی کے اس رواج کی جس پر یورپ میں عملدرآمد ہو رہا ہے تائید نہیں ہوتی۔ درحقیقت یہ اسلامی قانون نہ صرف لفظاً بلکہ عملاً وحدت ازدواج اور اپنے پیروان کے عمر بھر اس پر قائم رہنے کا حامی ہے۔ ہمیں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ خاص قسم کے انسان کیلئے جن کی تعداد گو تھوڑی ہے۔ مگر وہ طبعی طور پر وحدت ازدواج کی زندگی بسر کرنے سے معذور ہیں ایک شاہراہ عمل تجویز کر سکتا ہے۔ اسلام انھیں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ وہ کس طرح انسانی نقطۂ خیال سے نفیس اور تمدنی طور پر بے ضرر طریقے سے ایسی عورت کا جسے اپنے خاوند سے کوئی محبت باقی نہ رہی ہو نکاح ثانی کر سکتے ہیں یا کوئی خاوند بستباز اور دیانتدار رہکر زندگی بھر ایک سے زیادہ بیویوں سے صحیح محبت کر سکتا ہے۔ اسلام بخلاف یورپ ایک ہی طرح کے انسانوں کا خیال نہیں کرتا۔ اور نہ انھیں عاصی ٹھیراتا ہے۔ یہ تو انسانی زندگی کے مختلف مظاہر کا خیال رکھتا ہے

ممکن ہے۔ کہ یہ تصیب العین کسی یوروپین کو غلط نظر آئے۔ مگر امر واقعہ یہی ہے۔ کہ اس کے ذریعے اسلام نے اس خود غرضانہ مادیت اور الفت کا ذب سے نجات پائی ہے۔ جس سے ریاکاری اور ظاہر و باطن میں تفاوت پیدا ہو سکتے ہیں +

اسلامی قوانین ازدواج ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ مناسب طریق پر زندگی بسر کرنے کی راہ بتاتے ہیں۔ انکی رو سے اس عورت کو جو اپنے خاوند سے ناراض ہو طلاق لینے اور دوبارہ شادی کر لینے کی اگر نکاح ثانی میں اسے زیادہ خوشی حاصل ہونے کا موقع ہو اجازت ہے۔ چونکہ قوانین مختلف اصناف انسان کو مجبور نہیں کرتے۔ کہ وہ جو کچھ واقع ہیں۔ ان کے خلاف اظہار کریں۔ حالانکہ یورپ میں کثرت ازدواج کی مخالفت کا صریح نتیجہ خفیہ آشنائیاں ہوتا ہے جن کے نتائج خطرناک ہیں۔ لہٰذا اسلام میں اعتقاد اور عمل میں مطابقت ہے +

اب ہم دوسری مثال یعنی اسلامی صفت کو لیتے ہیں۔ اسلام میں بطور صنعت گری اشیاء مثلاً تصاویر تماثیل یا اولیاء اللہ اور ان کے مناظر حیات کی نقل اتارنے کی ممانعت ہے۔ لہٰذا اسلام میں صنعت کی تمامتر توجہ ایسی اشیاء کی ساخت میں صرف ہوتی ہے۔ جو یومیہ زندگی کیلئے ضروری ہیں۔ اور ان میں مساجد بھی شامل ہیں۔ جن کی روزمرہ کی روحانی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔ اس طرح سے مذہبی علامات اور انسانی مصنوعات میں ایک ایسا تطابق قائم ہو جاتا ہے۔ جو دوسرے مذہبوں میں مفقود ہے۔ اسلام میں اولیاء اللہ کے مجسموں کی عدم موجودگی کو یورپ نے فقدان پر محمول کیا ہے۔ مگر دراصل یہی بات ہے جس نے مذہب اسلام کو اولیاء اللہ کی بھدی اور غلط تصاویر کے ذریعہ روحانی علامات کی تذلیل سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ یوں تو وہ خطرناک غلطی دوبالا ہو جاتی جس کی وجہ سے ان اشیاء کو دعاؤں کا ہدف بنا لیا جاتا ہے۔ اس خطرہ کے بغیر ہی جو صنعتی تصاویر پر عاید ہوتا ہے۔ مذہبی علامات کا ذہنی تصور ان کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے +

پابند اسلام انسان کی چال ڈھال لباس اسباب منزل اور عادات و اطوار سے ایک اور مثال بھی ملتی ہے۔ قدیم یوروپین نسل کو جو یہ چیزیں اس تعلق کی وجہ سے جو مسلمانوں کو تمام دماغی کام اور کھانا کھانے کے وقت بھی ہمیشہ زمین کے ساتھ رہا ہے۔ جو کہ اس زندگی میں ان کا گھر ہے۔ اور جسمیں عمر بھر تمام نوع انسان کا اشتراک ہے۔ غیر مہذب اور وحشیانہ معلوم ہوتی تھیں۔ مگر امر واقعہ یہ ہے۔ کہ یہی تعلق زمینی بلند پایہ تربیت اور تطہیر ارض کا باعث ہوا ہے۔ اسلامی تمدن تسلیم کرتا ہے۔ کہ انسان جب تک اس دنیا میں رہتا ہے اس امر سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ میں اسی زمین سے پیدا ہوا ہوں۔ مسلمان اس یوروپین سے زیادہ حلیم الطبع ہے جس نے ان اشیاء سے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں روگردانی کرنے اور ان کی تحقیر کی وجہ سے اس ارضی تعلق کو فراموش کر دیا ہے مسلمان زمین کے ساتھ منکسر المزاجی سے پیش آتا ہے۔ اور خود اس پر بیٹھ کر اس کا احترام و اکرام کرتا ہے نتیجہ اس کا یہ ہے۔ کہ صنعتی حسن کی سارے گھر اور مساجد کے تصور میں مطابقت ہو جاتی ہے۔ بمقابلہ اسکے زمانہ وسطے کے یورپ میں ایسی مصنوعات ملتی ہیں۔ جن سے انکار مادہ ہویدا ہے۔ اور اس کے برخلاف عہد حاضرہ کے حکمائے طبیعی میں ایسے صناع پائے جاتے ہیں جنہوں نے زمین یا مادیت کو ہی اصلیت سمجھ رکھا ہے۔ اور روحانی حقیقت کے قطعاً منکر ہیں۔ مگر اسلام میں یہ دونوں قسم کی افراط و تفریط عنقا ہے۔ بلکہ دونوں ایک موزوں صورت میں ملا دیگئی ہیں +

اب ہم تیسرے پہلو یعنی معاشرتی پہلو کو لیتے ہیں +

معاشرتی نقطۂ نگاہ سے یہاں بھی وہی قانون جو ارض اور جسمانی تعلق میں موجود ہے جاری ہے۔ معشر اسلام کے دانشمند طبقے اہل مغرب کی طرح نسلی تفاخر یا قومی اور خاندانی برتری کی بناء پر غرباء سے کبھی بھی الگ تھلگ نہیں رہے۔ بلکہ ان کی یہی

کوشش رہی ہے۔ کہ شفقت آمیز سلوک کے ذریعہ اپنی علم و فضل کی زندگی اور مقاصد میں انھیں بھی شامل کرلیں اور جو جماعت بتالیں۔ اسلام میں مفلسی اور ہاتھ سے کام کرنے کو جیسا کہ زمانہ وسطےٰ کے یورپ کا خیال تھا کبھی ذلیل نہیں سمجھا گیا۔ مگر عہد حاضرہ کی مادیت اشتراکیت، اشتمالیت اور بولشویت کی طرح ان کی ناجائز توقیر بھی نہیں جاتی +

بولشویت کا دعوےٰ یہ ہے۔ کہ مذہب تو عامۃ الناس کے حق میں ایک قسم کی افیون ہے جو انھیں مدہوش کردیتی ہے۔ کیونکہ بولشویت کا ایمان تو فقط زمین اور مادیت پر ہی ہے۔ زمانۂ وسطےٰ کے یوروپین کی تو یہ خواہش تھی۔ کہ زمین اور جسم کے وجود ہی سے انکار کردے۔ مگر اسلام میں ان دونوں غلطیوں کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ تو طبقۂ غرباء اور طبقۂ امراء کو ایک ہی طریق پر زندگی بسر کرنے کے لئے باہم متحد کرلیتا ہے۔ اسلام نے عوام الناس، زمین اور جسم کا خوب التزام کیا ہے۔ مگر یورپ میں پہلے تو یہ ہوتا رہا۔ کہ متمول اور اعلےٰ صفت غرباء کو دباتے رہے۔ اور اب عوام الناس اور ادنےٰ طبقات کو دبا رہے ہیں۔ مثلاً روس کی بیش ازیں جماعت امراء کا ادنےٰ میں مبدّل ہو جاتا۔ لہٰذا فقط اسلام ہی میں بہترین درجہ کی میانہ روی پائی جاتی ہے۔ اس بات کی اصل وجہ کہ اسلام میں غرباء کا گروہ اپنے یوروپین بھائیوں سے کہیں زیادہ فہمیدہ ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ ان میں اور زیادہ تعلیمیافتہ طبقات میں میل جول ہے۔ مگر اب یورپ میں کئی کوششیں اس قسم کی ہو رہی ہیں کہ اعلےٰ اور ادنےٰ جماعتوں میں مفاہمت کی کوئی بنا مل جائے +

اب ہم آخری پہلو کو لیتے ہیں ہم غربی گرجا کی طرز تعمیر کا مقابلہ اسلامی عمارات سے کرتے ہیں۔ اور اس بحث میں خیالات کے اس میلان کا ذکر بھی آجائیگا۔ جو موجودہ نسل میں جاری و ساری ہے +

مساجد کا نقشہ اسلامی طریق نماز سے اثر پذیر ہے جسمانی طہارت سے لیکن خدا تعالےٰ کے بندو خاموش دروازے کے سامنے سجدہ کرنے اور بذریعہ تفکر اس دروازے کے انسانی نفس کی نگاہ میں کھلنے تک اسلامی نماز کی ہر بیرونی علامت مسجد کی تعمیری تفاصیل سے منعکس ہوتی ہے ان روحانی فیوض کا جو اس شخص پر وارد ہوتے ہیں جو نماز پڑھ رہا ہو۔ یوروپین ناظرین کی قدیم نسل کو بعینہٖ ان تعلیمات کی مانند جو تعمیر مسجد میں بطور علامات نمایاں ہیں پتہ تک نہ ملتا تھا۔ آخرت میں انسان کی روحانی زندگی (گنبد سے یہ مراد ہے کہ اس دنیا میں انسان کی ارضی زندگی کی تکمیل ہو جائے۔ الکعبتہ بنیاد (اسکے معنی دونوں جہان کا بذریعہ تفکر ایکدوسرے میں ضم ہو جاتا ہے) اور کثیر الزوایا درمیانی عمارت (یعنی نجات دہ مشیت الٰہی کی بنیاد یوں ہونی چاہیئے) اور مینار کی شعلہ نما رت مسلمان جب دل سے نماز پڑھتا ہے۔ تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کا نور میری روح میں سرایت کر رہا ہے پرانی طرز کے یوروپین ناظرین نے نمازوں کی روحانی تعبیر کا جو مسجد کی تفاصیل تعمیر (محراب۔ فرش فروش۔ فوارے۔ کتبے اور زینتیں) کے ذریعے سے ہویدا ہے خیال ہی نہیں کیا۔ اور اسلامی اعتقادات کے علاماتی معانی کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوئے مسجد کا گنبد انسان کی ابدی روح کا نشان ہے۔ اور پسندیدہ کثیر الزوایا عمارت ارضی و سماوی حصص کے تعلق کا نشان ہے۔ اور نمازوں میں بھی یہی تعلق ظاہر ہے باہر سے دیکھنے میں بھی مسجد جملہ انسانی عبادات کا منظر پیش کرتی ہے۔ اور میناروں کے ذریعہ اس محبت کی جو انسان کو خدا تعالےٰ سے ہے ایک ظاہری تصویر سامنے آجاتی ہے مینار ایک ایسے شعلے کی مانند ہے جو درختوں میں سے بلند ہو رہا ہے۔ جب ان قدیم یوروپین ناظرین کو مسجد کے اندر لیجایا جاتا تھا۔ تو وہ خوبصورت محرابوں فرش فروش۔ چونے کے طاقوں، زینتوں اور کتبوں کی تو تعریف کرتے مگر گانھ طرز کی نازک بلند محراب کی عدم موجودگی پر اظہار تاسف لہٰذا وہ مسجد کی خاموشی کو موزونِ تفکر بیان کرتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ مسجد کسی ایسے دور دراز مطلوب کی طرف اشارہ نہیں کرتی۔ جو کسی شخص کی روح کی استطاعت سے باہر ہو۔ یہاں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا زیادہ خیال ہونا چاہیئے۔ اور اسکی تزئین ایسی عمدگی سے کی جائے۔ جیسی لطافت سے محبت اور ایمان کے بادل زمین پر محیط ہیں۔ اور جیسے متحد کیئے ہوئے ہیں۔ اس عنایت کا یہ مطلب ہے کہ خدائے قادر مطلق صرف اپنے ہی نفس میں مل سکتا ہے یعنی کہ اگر اس نے اپنے آپ پر فتح پالی ہے۔ اور اپنی ذات اور بدیں وجہ خدا تعالےٰ کی تمام مخلوق کے ساتھ بحالت صلح زندگی بسر کررہا ہے۔ جب یہ حاصل ہو جائے تب مسلمان کی نماز مکمل ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر اس نے اپنے اندر کلام الٰہی کیلئے ایک گھر بنا لیا ہے۔ اور اسلام کی پیروی کرنے میں وہ کامیاب ہو گیا ہے +

تفسیر القرآن

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی مبلغ اسلام

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۱۸ نمبر ۹ صفحہ ۲ تا ۴۴۲)

باب ششم

زندگی کی پیچیدگیاں قسمت

بسا اوقات ہم زندگیوں کی پیچیدگیوں میں محصور ہو جاتے ہیں ہم گویا اک بھول بھلیاں میں پھنس جاتے ہیں۔ جس سے باہر نکلنے کا راستہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ ہم کو علم کی ضرورت ہے کیونکہ جہالت کا وقوف ہماری جہالت کو اور بڑھا دیتا ہے۔ بعض اوقات ہم آرام میں ہوتے ہیں لیکن یکایک کوئی مصیبت ہمیں آگھیرتی ہے۔ اور ہمارے قیاسات اور توقعات کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ اور اس وجہ سے ہماری زندگی میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ ان غیر معمولی واقعات کی تشریح تو ضروری ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے ہم محتاط ہو سکینگے۔ اور شادمانی کی راہ پر گامزن ہو جائینگے۔ اس مقصد کیلئے سائنس ہماری مدد نہیں کر سکتا۔ وہ تو تقدیر یا قسمت کی طرفداری کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور یہ سب سے بری بات ہے۔ اس کی وجہ سے ہم بیکس ہو جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہماری ذمہ داری کا احساس کمزور ہو جاتا ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں چونکہ ہر شے مقررہ اصولوں پر چل رہی ہے۔ اور واقعات پہلے سے مقدر ہیں اسلئے انسانی معاملات میں بھی یہی حال ہوگا۔ مختصر یہ کہ اگر ہمیں زندگی کی مشکلات سے نکلنے کیلئے کسی روشنی کی ضرورت ہے تو وہ یہاں ہے۔ ہمیں معاملہ صاف نظر آنا چاہیئے۔ یہ صرف مذہب کا معاملہ نہیں ہے یہ تو تمام دنیاوی معاملات میں بہت اہم جزو ہے۔ اور اسلام سے پہلے کسی مذہب نے اس معاملہ پر روشنی نہیں

ڈالی - قرآن ہی نے اس پر روشنی ڈالی ہے - اور ہم کو اندھیرے میں ٹھوکر کھا جانے سے بچایا ہے
بدی اکثر ہمارے پاس بن بلائے آتی ہے - اسلئے خدا کے پاس سے علم آنا چاہئے - کہ
ہم بدی کا مقابلہ کرسکیں - کیونکہ کوئی انسانی فلسفہ اس مسئلہ کا تسلی بخش حل نہیں کرسکا ہے
بعض لوگ قسمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں - جو کہ ایک عربی لفظ ہے - اور مستشرقین اس کو تقدیر
کے معنی میں استعمال کرتے ہیں - اگرچہ اس کے لفظی معنی تقسیم کرنا ہیں - خیال کیا گیا ہے کہ خیر و شر
مقدرات ہیں - اور خدا نے پہلے ہی سے اُن کی تقسیم کر رکھی ہے - بعض کو خیر سے اور بعض کو
شر سے حصہ ملا ہے - لہذا انسانی کوشش سے دُنیا کے انتظام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی - اور
انسان قسمت کے ہاتھ میں کھلونے کی طرح ہے - خدا کے کسی نبی نے کبھی ایسی ناپاک تعلیم نہیں
دی - جس کی وجہ سے ہر قسم کی ذمہ واری اُٹھ جاتی ہے - بہرکیف ایسی متشابہ تعلیم کلیسیائی مذہب نے ضرور
دی ہے - لیکن یسوع کی یہ تعلیم نہیں ہے - اتھانیسئیس کے زمانہ سے قسمت کا عقیدہ مجملہ کلیسیائی مذاہب
میں بطور رُکن ایمان کے شامل چلا آتا ہے - اور ہر مسیحی گھر میں مُردہ بچہ کی ولادت پر یا قبل بپتسمہ
اُس کی وفات پر عملی رنگ میں ظاہر ہوتا ہے - اس قسم کے بچوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے
کہ خدا نے انھیں ابدی وارث جہنم کا بنا دیا ہے - لہذا انھیں غیر مقدس زمین میں دفن کرنا چاہئے -
بنی نوع آدم کی اس تقسیم میں کہ بعض جنتی ہیں اور بعض دوزخی قسمت کی بو آتی ہے +

قرآن ہمیں ایسی ہدایات دیتا ہے جن کی بناء پر ہم اُن دشوار مسائل کا بآسانی حل
کرسکتے ہیں - سب سے پہلے ہمیں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ ہم قانون کی حکومت میں ہیں - اور تمام قوانین غیر قابل
تبدیل ہیں - جن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی - اُن کی خلاف ورزی گناہ ہے جس کی پاداش
دور نہیں ہوسکتی - پس اگر ہم تکالیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں قوانین کا احترام کرنا
لازم ہے - اس ضمن میں قرآن کئی خاص قوانین کا ذکر کرتا ہے جو ہماری زندگیوں پر حکومت کرتے
ہیں - اور اگر ہم تکالیف اور نا اُمیدی سے بچنا چاہتے ہیں - تو ہمیں اُن کو اپنی نگاہ
کے سامنے رکھنا چاہئے +

قوانین تعلیل و مکافات بعض حالات میں ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں - لیکن اگر اُن کے متعلق
ہمارے خیالات میں گڑبڑ ہو جائے تو پھر بیحد تکالیف کا دروازہ کھل جائیگا - ہمیں واضح رہنا چاہئے کہ

واقعات خدا کے مقرر کردہ اصولوں کے ماتحت ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ہر شئے کا کوئی سبب ہوتا ہے جس کا نتیجہ وہ واقعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مشیّتِ الٰہی کے ماتحت کوئی فعل بغیر مکافات نہیں رہتا۔ اسی لئے خدا کو ہر شئے کا سبب کہا جاتا ہے۔ حالات ہم پیدا کرتے ہیں۔ جو خدا کی مشیّت کے مطابق نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر نباتی دُنیا کے قانون کو لیجے۔ خدا نے یہ قوانین اسلئے بنائے ہیں۔ کہ جو کوئی شخص جب کبھی کوئی چیز بوئے تو اسے تکمیل تک پہنچائے۔ اس طرح خدا کھیتی کا پیدا کرنیوالا ہے۔ لیکن اس کی پہلی علت وہ شخص ہے جس نے بیج بویا۔ اگر ہم بُرائی کرینگے تو اس کا نتیجہ بھی بُرا ہوگا۔ اور ہمیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا +

ہم اکثر اس خیال کے ماتحت غلطی کرتے ہیں۔ کہ شاید بُرے نتائج سے محفوظ رہینگے۔ اسی لئے قرآن نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ کہ ہم ایک زبردست نگران کے ماتحت ہیں جو اُن تمام خفیہ خیالات اور ارادوں سے واقف ہے جو ہمارے دلوں کے اندر چھپے ہوتے ہیں (۲: ۲۸۴) نتائج کے متعلق ہمیں آگاہ کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ مقررہ قوانین کے ماتحت ضرور ظاہر ہونگے۔ اور اس صداقت کو اُس اصول کے ذریعہ سے بہترین طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ خدا اچھے اور بُرے نتائج اپنے قوانین کے ماتحت پیدا کرتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں تین باتیں ہمیں بتائی گئی ہیں (۱) تمام ذمہ واری ہمارے سر پر ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے (۲: ۲۸۶)

"لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت" اللہ کسی شخص کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اسی کیلئے ہے جو وہ اچھی کمائی کرے۔ اور اسی پر ہے جو وہ بُری کمائی کرے +

من اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیہا"۔ جو ہدایت پر عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے گمراہ ہوتا ہے (۱۷: ۱۵)

"عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا"۔ ممکن ہے۔ کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے لیکن اگر تم نافرمانی کروگے۔ تو ہم سزا دینگے (۱۷: ۸)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم "تحقیق اللہ تو کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدلے" +

نیز یہ کہ کوئی شخص ہمارا بوجھ نہیں اٹھائیگا - اور افعال کے نتائج ہمیں ضرور بھگتنے پڑینگے (۱۷: ۱۵) +

نیز یہ کہ بغیر خدا تعالیٰ کی اجازت کے کوئی شخص اس کے حضور میں ہماری شفاعت نہیں کر سکتا (۱۳: ۱۱) +

تقدیر کا قانون مشیت ایزدی نے بہت تھوڑی چیزیں پیدا کی ہیں لیکن انھیں کثیر الاستعمال بنایا ہے - یہ چیزیں مختلف مقداروں میں اور مختلف طریقوں میں مختلف کاموں میں آتی ہیں لیکن اگر خدا کے مقرر کردہ طریق اور مقدار کو بدل دیں تو یقیناً نقصان ہوگا - یہ مقادیر بذات خود نقصان کا باعث نہیں ہیں لیکن ضرر اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ ہم ان کو خلاف قواعد مقررہ استعمال کرتے ہیں - قرآن میں ان مقادیر اور طرق کو حدود اللہ کہا گیا ہے اور جو آدمی ان حدود سے تجاوز کرتا ہے - اسے مجرم کی حیثیت میں سزا ملتی ہے - پس ہمیں ان حدود کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۵: ۸۷) اور جب تک ہمیں وہ علم قبل از عمل نہ دیا جائے اس وقت تک ہمیں سزا نہیں ملتی (۱۷: ۱۵) قرآن مجید نے ذیل کے تین طریقے حصول علم کیلئے بتائے ہیں :-

(۱) پہلا طریقہ بذریعہ مشاہدہ ہے - ہم کو اطلاعات کے تمام امکانی ذرائع عطا کئے گئے ہیں ہمیں مختلف حواس دیئے گئے ہیں - اور انھیں استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے (۲۲/۴۶)

(۲) آنکھ اور کان کے استعمال میں ہمیں جانوروں کی طرح عمل نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہمکو حاصل کردہ علوم سے استنباط و استخراج کرنا چاہئے - ورنہ نادانی کی وجہ سے ہم پر مصائب آجائیں گی (۷: ۱۷۹)

(۳) لیکن بعض باتوں میں باریک بینی درکار ہے - اور یہ لیاقت ہر شخص میں نہیں ہوتی اور نتائج خصوصاً اخلاقی تقصیرات کے معاملہ میں بہت آہستہ آہستہ آتے ہیں - یہ دیر اثر عمل ہمیں اخلاقی قانون سے غافل کر دیتا ہے بعض اوقات ہم ان کے وجود سے بھی بیخبر رہتے ہیں - لہذا خدا کی طرف سے الہام ہمیں ان امور پر روشنی عطا کرنے کیلئے آتا ہے (۱۷/۱۵)

زندگی کے نشیب و فراز ہماری اصلاح کیلئے آتے ہیں - اور اکثر مصیبت کی شکل میں آتے ہیں اور اپنا غیر فانی اثر ہمارے دماغ پر چھوڑ جاتے ہیں - تاکہ آئندہ موقعوں پر ان سے ہدایت حاصل ہو سکے +

جب کبھی ہم اس حاصل کردہ علم کے خلاف جاتے ہیں۔ تو فوراً ہمیں سزا ملتی ہے (۶: ۱۳۱) لیکن چونکہ ہمارے افعال کا عالم الغیب خدا فیصلہ کرتا ہے وہ واقف ہے۔ کہ ہمیں کس حد تک علم حاصل ہے۔ اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ اس لئے وہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ بہت رعایت کرتا ہے کیونکہ سزا اسی وقت ملتی ہے۔ جبکہ اس سے پہلے ہدایت مل چکی ہو۔ اور ہم نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہو لیکن ہم اس کے سامنے ناواقفی کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ ظاہر اور باطن دونوں کو جانتا ہے لیکن وہ ایسا جج نہیں ہے۔ کہ ہر معاملہ میں قانون کی انتہائی سزا دے۔ دو فریقوں میں فیصلہ کرتے وقت، وہ بیشک انصاف کے مطابق کام کرتا ہے لیکن غلطیوں کے فیصلہ میں وہ اسقدر سخت نہیں جیسا کہ دوسرے جج ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے قرآن مجید اُسے مالك يوم الدين قرار دیتا ہے۔ وہ خواہ کسی مجرم کو سزا دے یا معاف کر دے لیکن وہ اپنے اختیارات کو بلا وجہ استعمال نہیں کرتا۔ وہ تین باتیں جن پر وہ ہمیں معاف کر دیتا ہے۔ بھول چوک، غلطی، اور عدم استطاعت ہیں۔ اگر غلطی ایسے حالات کے ماتحت ہو جائے جن پر فاعل کا قابو نہ ہو تو اسے معاف کر دیا جائیگا۔ ہر معاملہ کا اُسی کی بناء پر فیصل کیا جاتا ہے۔ اور قابل رحم معاملات میں رحم بھی کیا جاتا ہے۔ سزا بہت کم خارجی ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو وہ تناسلی امراض کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ سزا اُن کو ملتی ہے جو بُرے چالچلن کی وجہ سے اپنا خون خراب کر لیتے ہیں۔ خدا کی سزا بھی اسی طرح کی ہوتی ہے۔ وہ ہمیں سزا دے کر خوش نہیں ہوتا (۴: ۱۴۷) اس نے ہمیں مختلف تحفے عنایت کئے ہیں لیکن اگر ہم اُن کا غلط استعمال کریں۔ تو یہی واقعہ سزا بن جاتا ہے۔ اور قرآن اسے ایک حاصل کردہ بات کہتا ہے۔ سزا اور معافی کے متعلق ہم الٰہی قوّت تمیز کا حال پڑھتے ہیں لیکن وہ ایسے افعال میں ظاہر ہوتی ہے۔ جو سزا کے لائق ہوں۔ وہ غیر مستحق کو نہیں ملتی لیکن جب کوئی غلطی سزا کے لائق سرزد ہوتی ہے تو وہ اگر چاہے۔ یا مناسب خیال کرے تو معاف کر سکتا ہے لیکن اگر معاف کرنے سے مجرم اپنے جرم میں اور پختہ ہو جائے تو قانون نافذ ہوگا۔ جب تک ہمارے چال چلن میں کوئی اصلاح کا امکان باقی ہے اس کا رحم اس کے غضب پر فائق رہتا ہے۔ اور جب لوگوں کے چاروں طرف گناہ اور بدی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پھر سزا یقینی ہے۔ اور جرم کی مقدار کے مطابق سزا ملتی ہے۔ اچھے افعال پر بہت سا انعام ملتا ہے۔ اور بُرے افعال پر مناسب

سزا ملتی ہے +

آزادی سب سے بڑا انعام ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ انسان کے علاوہ اور کوئی مخلوق اعمال کی آزادی کی نعمت نہیں رکھتی۔ دوسری مخلوقات مشین کی طرح کام کرتے ہیں۔ لیکن خدا نے انسان کو جو اس کا نائب ہے، قوتِ امتیاز عطا کی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ ہم بھی اپنے فیصلہ میں ویسے ہی درست ہوں۔ جیسا کہ وہ خود ہے۔ اس تحفہ کی تکمیل کیلئے ہمیں ہر طرح کی آسانی دی گئی ہے۔ اور یہ اُس کی مرضی ہے۔ کہ ہم ہمیشہ صحیح راستہ اختیار کریں۔ لیکن وہ ہمیں مجبور کرتا۔ ہمیں تین چیزوں کی ضرورت تھی۔ اور وہ تین چیزیں ہمیں مل گئیں +

(۱) اشیاء کا حقیقی علم :- ہمیں تمام ضروری اطلاع دیدی گئی ہے۔ اور اس کے حصول کا طریق بھی بتا دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ صحیح فیصلہ کرنے میں ہماری رہنمائی کر سکے +

(۲) کوئی چیز ہمارے فیصلہ کے درمیان مداخلت کرنے کیلئے نہیں آنی چاہئے۔ پس ہمیں اپنے راستہ پر چلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جسے ہم نے پسند کیا ہے۔ نیک اور بد دونوں کو یکساں سہولت دی گئی۔ اور قرآن نے اس کا ذکر بدیں الفاظ کیا ہے :-

كلاً نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاءُ ربك محظورا ۱۲

ہم سب کی مدد کرتے ہیں۔ اُن کی بھی اور اُن کی بھی تیرے رب کی نعمتوں سے اور تیرے رب کی نعمتیں محدود نہیں ہیں (۱۷ : ۲۰) +

ہر چیز ہماری مرضی پر چھوڑ دی گئی ہے۔ جو طریقہ ہم اپنے لئے اختیار کریں۔ اس میں کوئی شخص ہم کو روکنے والا نہیں ہے۔ اگر ہم کوشش کریں تو ہر چیز ہمیں حاصل ہو سکتی ہے خواہ ہم اُن کا درست استعمال کریں یا نہ۔ لوگ زندگی کی تمام دلچسپیاں اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ اور اُن سے لُطف اُٹھانے میں حقیقی حالات کو بھول جاتے ہیں۔ وہ گناہ پر گناہ کرتے ہیں گویا کوئی دیکھتا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ قانون مکافات حرکت میں آتا ہے۔ اور وہ نیست و نابود ہو جاتے ہیں +

(۳) **جزا و سزا**:- یہ بات بطور انتظام قائم رکھنے کے ایک ضروری بات ہے جب تک ہم کو غلط فیصلوں پر سزا نہیں ملیگی۔ ہم اُس وقت تک عقل کو غلط طریق پر استعمال کرنے کی بُرائی کا احساس نہیں کر سکتے۔ اگر خُدا کی مرضی یہ ہو۔ کہ ہم اپنے اندر فیصلہ کی صحیح قوت پیدا کریں تو وہ ہمیں سزا دیگا (۶ : ۴۲) +

ہدایت اور ضلالت:- اس اُصول کے متعلق غلط فہمی نے بہت سے غلط خیالات پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ اگر یہ خُدا کی مرضی پر منحصر ہوتا تو پھر وہ ہم سب کو صحیح رستہ پر لگا دیتا لیکن اُس صُورت میں ہم محض ایک مشین ہوتے۔ ابتداءً وہ ہم کو صحیح راستہ پر رکھتا ہے (۶ : ۵۳) اور ہمیں اپنی قوت امتیاز پر چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اکثر اُس کا غلط استعمال کر کے ہلاکت کے نزدیک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں قرآن الٰہی قوتِ امتیاز کا ذکر کرتا ہے۔ جو ہمارے فائدے کے استعمال ہوتی ہے (۵ : ۴۰ و ۶ : ۳۹) وہ اس کا استعمال یا تو ہماری اصلاح کیلئے کرتا ہے یا وہ ہمیں ہماری مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ ہمارے سابقہ اعمال کے مطابق (۵۱ : ۳۹) اگر وہ دیکھتا ہے کہ ہم ہدایت کے الفاظ کی قدر کرتے ہیں۔ تو وہ ہماری مدد کرتا ہے (۵ : ۸۰) لیکن اگر وہ دیکھتا ہے کہ ہم ہدایت کے طالب نہیں ہیں تو ہمیں ضلالت میں چھوڑ دیتا ہے (۸ : ۲۳ و ۱۰ : ۲۷) جب ایک شخص اس حد سے گزر جاتا ہے۔ اور اُس کے واپس آنے کی کوئی اُمید نہیں رہتی۔ تو خدا اُس کی ضلالت کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور اُس حالت میں کوئی شخص اُسے صحیح راستہ پر نہیں لگا سکتا۔ یہ حقیقت ہمیں بطور تنبیہ بتا دی گئی ہے لیکن اُسے قسمت سمجھ لیا گیا ہے۔ قرآن شریف یہ بات صاف طور سے بتاتا ہے لیکن بہت سے آدمیوں نے اسے غلط طریق پر سمجھ لیا ہے +

خاتمہ پر میں روشنی اور تاریکی کے قانون کی طرف اشارہ کروں گا۔ جو فطرت میں کام کر رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کو صاف کر سکتا ہے۔ سُورج تمام روشنی کا مخزن ہے لیکن اگر ہم اپنے کمرہ کی کھڑکیاں بند کر لیں تو وہ تاریک ہو جائیگا۔ اور اگر ہم عرصہ تک ایسے رہیں۔ تو ہماری نگاہ خراب ہو جائیگی مصیبت ہم پر الٰہی قوانین کے ماتحت آتی ہے لیکن اس کا اصلی سبب ہم ہیں۔ اس معاملہ پر اہمیت دینے کیلئے قرآن شریف کہتا ہے۔ کہ خدا ہی مصائب

نازل کرتا ہے ۔ چنانچہ پہلے اُن مختلف بُرے راستوں کا ذکر کیا جو گنہ گار اختیار کرتے ہیں ! اور پھر ارشاد ہوتا ہے " مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ " اُن کی مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ جلائی ۔ لیکن جب اُس نے اُس کے چاروں طرف روشنی کر دی اللہ تعالیٰ نے اُن کی روشنی لے لی ۔ اور اُنھیں تاریکی میں چھوڑ دیا " +

بقولِ قرآن مجید آنحضرت صلعم وہ آگ روشن کرتے ہیں ۔ جو آپ کے اردگرد تاریکی کو دُور کر دے ۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو آپ کی بات سُننی پسند نہیں کرتے ۔ اور آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں ۔ وہ ایسی جگہ پہنچینگے جہاں روشنی نہیں ہے ۔ نصیحت اُن پر کوئی اثر نہیں کرتی لیس ہدایت کے لحاظ سے وہ اندھے بہرے اور گونگے ہو جاتے ہیں واضح ہو کہ گناہ کی یہ منزل انسان پر بے انصافی اور ناپرہیزگاری کی زندگی کے بعد آتی ہے ۔ جب کبھی قرآن اس حالت کا ذکر کرتا ہے ۔ تو وہ صرف اُنہی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مسلسل طویل عرصہ تک گناہ کرتے ہیں ۔ اور اس لئے سخت دل ہو جاتے ہیں ۔ اور یہاں میں چند امور زیر بحث کا ذکر کروں گا یعنی اُن گناہوں کا جو ہماری زندگی پر مسلط ہو سکتے ہیں :-

(۱) عہد شکنی ۵ : ۱۳ (۲) کذب اور ریاکاری ۵ : ۴۱ (۳) ظلم ۵ : ۵۱ (۴) خدا کی ہدایت کو رد کرنا ۶ : ۳۹ (۵) غرور ۷ : ۴۰ (۶) طغیان ۷ : ۱۰۲ (۷) عدم تدبر ۷ : ۱۷۹ (۸) خدا کو بھلا دینا ۹ : ۶۷ (۹) تجاوز عن الحدود ۱۰ : ۷۴ (۱۰) مذہبی قانون میں عدم اعتدال ۵ : ۷۷ (۱۱) ادنےٰ خواہشات کی پابندی ۶ : ۵۶ (۱۲) خلاف مرضی خدا کی کام کرنا ۴ : ۱۶۸ (۱۳) سزا کی پرواہ نہ کرنا اگر آئے ۶ : ۴۳ (باقی آیندہ)

ووکنگ مشن کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف

ایک مخلص مسلم بھائی کا گرامی نامہ

خواجہ صاحب جو کام اور امداد جناب کے دماغ و قلم سے اسلام کو میسر ہوئی ۔ وہ بعہد ماضیہ متعدد حکومتہائے اسلامیہ کے ہوتے ہوئے ! اور اولیائے کرام کی تحریکات سے یورپ میں سوائے خلافتہائے راشدہ کے کبھی حاصل نہیں ہوئی ۔ اسلئے میری بحیثیت خود بڑی آرزو یہ ہے ۔ کہ آپکے قدموں سے اپنی آنکھوں کو ملوں ۔ اب ہمارے پاس نہ حکومت ہے ، نہ علم و دولت ۔ یہ جناب ہی کا فیضان توجہ ہے ۔ کہ یورپی اقوام میں دھڑا دھڑا تعلیم یافتہ اور دولتمند اصحاب تعلیم اسلام سے متمتع ہو رہے ہیں " ۔

ووکنگ مسلم مشن (انگلستان) کے مکتوبات

مکتوب نمبر ۴۳

اقصائے بعید میں ووکنگ مسلم مشن کے تبلیغی تاثرات

امریکہ کی ایک ہستی کا قبول اسلام

میں ایچ ایم بوائڈ ولد ایچ ایس بوائڈ ساکن ۵۲۳ این نیواڈا ایوینیو کولوریڈو سپرنگس کولوریڈو بخلوص نیت و بارادہ خود بلاجبر و اکراہ مذہب اسلام قبول کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔ بعد ازیں میں صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی پرستش کرونگا۔ سب انبیاء کرام حضرت ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ وغیرہ کا یکساں احترام کرونگا۔ اور بفضل خدا اسلامی زندگی بسر کرونگا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

راقم ایچ۔ ایم۔ بوائڈ

مکتوب نمبر ۴۴

فاضل مستشرق پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب بی ڈی کا

نیویارک (ملک امریکہ) سے ایک مکتوب

جناب پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب محتاج تعارف نہیں۔ ایک مدت تک رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں آپ کے گرانقدر مضامین شائع ہوتے رہے ہیں آجکل آپ بونکر۔ نیویارک امریکہ میں اقامت پذیر ہیں ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے گرامی نامہ میں ذیل کے امور رقمطراز ہیں +

خواجہ عبدالغنی سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ

جس قدر زیادہ عرصہ ریاست ہائے متحدہ (امریکہ) میں مجھے ٹھیرنے کا ملتا ہے۔ اسی قدر میں

اُن قابلِ تحسین اسلامی خدمات کی دل سے قدر کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں۔ جو دُنیا بھر میں ہمارے ہندوستانی مُسلم عُلماء رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اور مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے مفید اسلامی لٹریچر کے ذریعہ سے کر رہے ہیں میں آپ کے دل میں یہ امر حق کو دلنشین کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہمیشہ سے ہی میں ووکنگ مسلم مشن کا دل سے مدّاح رہا ہوں۔ اور اس اسلامی کام کو میں نے عزّت و توقیر سے دیکھا ہے خدا کرے کہ ملک امریکہ میں بھی ہمارا ایسا ہی مشن قائم ہو جائے۔ جیسا کہ مسجد ووکنگ انگلستان میں قائم ہے بڑی بدقسمتی ہماری یہ ہے۔ کہ اس مُلک میں نہ تو آباد شُدہ مسلمانوں نے اور نہ ہی دیگر اسلامی بھائیوں نے صحیح و موزوں طریق پر اسلام پیش کرنے کی کبھی بھی کوشش کی"+

اشاعتِ اسلام مندرجہ بالا وزنی رائے کسی رنگ آمیزی کی منّت کش نہیں۔ یہ ٹھوس واقعات و حقائق ہیں ووکنگ مشن کے اسلامی لٹریچر کا یورپ و انگلستان چھوڑ امریکہ اور دُنیا کے کُل انگریزی دان مُسلم و غیر مُسلم طبقہ میں سکّہ جم چکا ہے۔ ووکنگ مشن کا لٹریچر ہر جگہ مقبولِ عام ہو رہا ہے ہم تو مدّت مدید سے مشن کے اسلامی لٹریچر کی مفت تقسیم کے دائرہ کو وسیع کرنے کی ضرورتِ حقّہ پر زور دیتے رہے ہیں۔ جگہ بہ جگہ مشن کھولنے ایک تو غریب مُسلم قوم کی استطاعت سے بالاتر ہیں دوسرے انگلستان کے سواء دیگر ممالک میں مشنوں کے اجراء مسلمانوں کے لئے کسی طرح بھی مفید نہیں ہو سکتے انگلستان کے مشن کے بقاء و قیام سے جیسا کہ ہم نے مقالہ افتتاحیہ میں عرض کیا۔ بہت سی مُسلم سیاسی گتھیاں سُلجھ سکتی ہیں۔ مسلمانوں کو سیاسی قوّت پہنچ سکتی ہے +

الغرض یہ کہ ہمارے مُسلم بھائیوں نے بہت حد تک مُفت تقسیم لٹریچر کی استدعا پر اس وقت تک لبیک بھی کہا ہے۔ لٹریچر کی مفت تقسیم کے نتائج کی تائید سطور بالا نے کر دی ہے۔ لیکن دُنیا بھر میں ابھی بہت سے مقامات ایسے ہیں۔ جو جہالت کے اتھاہ گڑھوں میں محجوب ہیں! اور جہاں ضرورت ہے کہ اسلام کی مشعل اور روشنی پہنچ کر ان تاریک مقامات کو اپنی ضو فگنی سے مُنوّر کر دے۔ ایسے تاریک مقامات اسلامی لٹریچر کے ذریعہ سے ہی روشن ہو سکتے ہیں مُختصراً یہ کہ دُنیا بھر میں ایسے حلقے ابھی بیشمار ہیں۔ جہاں اسلامی لٹریچر روانہ کرنے کی اشدّ ضرورت ہے ہماری دلی تمنّا ہے۔ کہ مُسلم بھائی ان ضروریاتِ حقّہ کو محسوس کریں۔ انکے دل میں درد پیدا ہو۔ تاکہ حضرت نبی کریم صلعم کے پیام کو دُور دراز مقامات پر پہنچانے میں وہ ہماری امداد کریں۔

ہمارے ہاں ابھی دُنیا بھر کی ہزاروں لائبریریوں کی تحریکیں موجود ہیں۔ جہاں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی جانا چاہئے۔ اگر کوئی بزرگ صرف سالانہ ہم کو بھیجدے۔ تو ہم کسی یورپی یا امریکن لائبریری کے نام اُس بزرگ کی طرف ایک رسالہ سال بھر کیلئے مُفت جاری کر دینگے۔ جو صدقہ جاریہ کے طور پر ہوگا اور جس کا ثواب مُعطی صاحب کو ہوگا۔ اگر مُفت تقسیم لٹریچر کی مد میں مُسلم احباب دل کھول کر حصّہ لیں تو تمام یورپ اور امریکہ میں شاندار نتائج مُترتب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جس قدر شاندار مستقبل اسلام کے پیش نظر ہے۔ یہ خوبی دُنیا میں کسی اور مذہب کو حاصل نہیں +

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ

مکتوب نمبر ۷۵

پورسٹھ موتھ
۱۴ اگست ۱۹۳۳ء

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان

پیارے اسلامی بھائی آپکے محبت نامہ اور رسالہ اسلامک ریویو کی ترسیل کا ممنون ہوں۔ جس کے لئے ایک شلنگ کا پوسٹل آرڈر قبول فرمائیں +

جو اسلامی نام آپ نے میرے لئے تجویز کیا۔ وہ بہت ہی موزوں ہے۔ اور اُسے ہی میں اختیار کرونگا۔ مہربانی کر کے مُطلع فرمائیں۔ کہ اُس کا تلفّظ آیا صادق یا صادِق یا صدّیق کروں جیسا آپ تحریراً ارشاد کرینگے ویسا ہی کیا جائیگا۔ میں وقتاً فوقتاً انشاء اللہ اپنے تبدیل پتہ سے آپ کو مُطلع کرتا رہونگا۔ دو دن ہوئے میرے پاس ایک خاتون آئی۔ اور مجھے کہا۔ کہ تم میرے ساتھ پریسبٹیرین کلیسیا میں جانا پسند کرو گے لیکن ساتھ ہی اُسکی دوسری بات نے مجھے محوِ حیرت کر دیا۔ مجھے کہنے لگی۔ کہ کلیسوی مذہب پر میرا خود ایمان نہیں۔ میں در حقیقت اس مذہب سے سخت مُتنفّر ہوں لیکن معیشت کا سوال درمیان میں حائل ہے۔ کیونکہ میں کلیسیاء کے ایک پادری کی خادمہ ہوں ٹریکٹ کو تقسیم کرتا اور ممبرانِ کلیسیا کی تعداد کو بڑھانا میرے فرائض میں سے ہے۔ جو میں بادلِ ناخواستہ ادا کرتی ہوں۔ حالاتِ حاضرہ میں جب سامانِ روزگار کی کوئی اور سبیل نظر نہ آئے۔ تو علانیہ طور پر اس خلافِ عقل مذہب کی مخالفت کرنی گویا اپنے روزگار سے آپ ہی برسرِ پیکار ہونا ہے۔ اور یہ امر مجھ غریب کیلئے ایک حد تک دوبھر ہے +

اس گفتگو کے بعد وہ خاتون میری نگاہوں میں گر گئی۔ کیونکہ میرے نزدیک اگر کسی کو کسی مذہب پر ایمان نہیں۔ تو اسے علانیہ چھوڑ کر دوسرا مذہب قبول کر لینا چاہئے۔ خواہ مذہب کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ جب آپ پورٹسمتھ تشریف لائیں۔ تو مجھے ضرور ملیں +

آپ کا سچا بھائی

ای۔ جے صادق۔ بروم لے۔

مکتوب نمبر ۴۶

پمبروک ڈوک

جنوبی ویلیز

۱۵ اگست ۱۹۳۴ء امام صاحب مسجد ووکنگ۔ انگلستان

پیارے بھائی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج بحال کے گرامی نامہ کا از حد شکریہ۔ چند دنوں تک میں اسلامی ادبیات کی مفت تقسیم کیلئے کچھ ہدیہ پیش کرونگا +

آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ آیا میں اسلامی نام اختیار کرنا پسند کرونگا۔ میرے خیال میں "محمد" میرے لئے موزون ترین نام ہوگا۔ کیونکہ اس سے میرے دل میں اس خیر البشر کی یاد ہر دم تازہ رہیگی۔ جو دنیا بھر کیلئے اسلام جیسی نعمت عظمےٰ لایا +

جوں ہی کہ میری تصویر اتریگی۔ اسی وقت اسکی ایک کاپی ارسال خدمت کر دونگا۔ کیا آپ مسجد کی ایک فوٹو مجھے بھیج دینگے۔ میں آپ کا بہت مشکور ہونگا +

قاہرہ میں میں نے محمل مبارک کے جلوس کو دیکھا۔ جسے دیکھ کر میں از حد محظوظ ہوا۔ زائرین کے عشق و محبت کے جذبہ کا منظر نہایت مؤثر اور دل کو ابھارنے والا تھا +

اللہ تعالےٰ کے احکامات کی پیروی کیلئے ہر وقت تیار رہنا کوئی بھی حیرت کا مقام نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی تمام معاشرتی و جماعتی تفوق کے حدود کو ملیامیٹ کر کے انسانوں کو اخوت کے اتحاد میں منسلک کرتا ہے۔ کاش کہ میں اس کے حضور تسلیم خم کرنے کا فخر حاصل کر سکوں۔ بہرحال انسان کو مصائب اور آلام سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ انسان بالکل نکما ہے۔ جو اسکی رضا جوئی کا اپنے آپ کو اہل ثابت نہیں کرتا۔ اور اس کیلئے تکالیف نہیں جھیلتا +

اب ذیل میں میں وہ وجوہات پیش کرتا ہوں۔ جن کی بناء پر میں نے اسلام قبول کیا ہے +

(الف) حقیقت تو یہ ہی کہ میں مدت سے مسلمان ہوں۔ اور میں نے اسلئے اعلان نہیں کیا۔ کہ کہیں میری برادری کے لوگ مجھے خارج نہ کر دیں۔ اور اب بفضلہ تعالیٰ وہ رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں۔ اور اس اعلان کرنے میں اب میں آزاد ہوں +

(ب) اسلام۔ آشتی۔ اتفاق و اتحاد کا مجسمہ ہی۔ اس نے قومی اختلافات کی حدود کو نہایت کامیابی سے قلع قمع کر کے تمام نسل انسانی کو رشتۂ اتحاد میں منسلک کر دیا ہی۔ اور یہ بات آج تک کسی دوسرے مذہب نے نہیں کی +

(ج) اسلام کی نمازیں پُر رعب مؤثر۔ پُر جلال دلربا اور موجب کشش ہیں۔ گل نرگس کی طرح رُوح کی آبیاری کرتی ہیں +

(د) اسلام چاہتا ہی۔ کہ اسکے پیرو۔ بشرط استطاعت۔ فریضۂ حج ادا کریں۔ تاکہ جو مسلمان اسلام کے عشق کا دم بھرتا ہی۔ اسکی اسلامی محبت پرکھی جا سکے۔ حج سی انسان کو تسکین قلب حاصل ہوتی ہی۔ انسان حج کرنے سے تھوڑا سا خرچ کر کے بہت سے رُوحانی فیوضات کو حاصل کر لیتا ہے +

کیا آپ مجھے مطلع فرما سکتے ہیں۔ کہ مناسک حج ادا کرنے کیلئے مجھے ضروری اطلاعات کہاں سے مل سکینگی۔ کیونکہ اس جگہ اب ایسی کوئی بھی بات میری راہ میں حائل نہیں۔ جو حج کی مانع ہو۔ کیا آپ مجھے اسلامی تہواروں کی فہرست سے بھی نیز مطلع فرمائینگے۔ تاکہ میں بھی اُنھیں باقاعدہ منایا کروں +

اُمید قوی ہی۔ کہ آپ مجھے جملہ امُور کا واپسی جواب دینگے۔ اور آپ کی اس امداد کا میں ہزار بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسلام کی اشاعت کے لئے جو تبلیغی جدوجہد آپ فرما رہے ہیں۔ اُسکی کامیابی کیلئے میں دل سے دُعا کرتا ہوں + اللہ تعالےٰ آپ پر برکات و افضال نازل فرمائے +

آپ کا وفادار بھائی
خدمتِ الٰہی میں منہمک
(محمد) ارنیسٹ۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ بلیک مور۔

رسالہ اشاعتِ اسلام کا مشترک نمبر

ماہ رمضان کی وجہ سی حسب معمول رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا جنوری فروری ۱۹۳۳ء ڈبل نمبر ہوگا۔ اسی ضمن میں ہم ناظرین رسالہ اشاعتِ اسلام کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں۔ کہ رسالہ ہذا کا جنوری فروری کا نمبر بھی مشترک ہوگا۔ جو انشاءاللہ ماہ رمضان کے پہلے ہفتہ یعنی شروع جنوری ۱۹۳۳ء تک ناظرین کرام کی خدمت میں پہنچ جائیگا۔ ہم اس کوشش میں ہیں۔ کہ اس مشترکہ نمبر کو بہترین مضامین سی مزین کیا جائے۔ سب سے اہم مضمون جو اس کی زینت کا موجب ہوگا۔ وہ سورۂ فاتحہ کی دلچسپ تفسیر کا آغاز ہوگا۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کے رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ ہم کوشاں ہیں۔ کہ روزوں کے متعلق یوروپین و امریکن نو مسلمین کی آرا کو فراہم کیا جائے۔ اگر وقت پر یہ آرا ووکنگ سے مل گئیں۔ تو انشاءاللہ یہ بھی ہدیۂ ناظرین ہونگی۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلعم کی سیرت پر ایک بصیرت افروز

مضمون ہوگا۔ کارکنانِ رسالہ اس نمبر کیلئے سرگرم کار ہیں +
یہ تو ناظرین کرام کو علم ہی ہے کہ اس رسالہ کی جملہ آمد مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے فنڈ کو تقویت پہنچا رہی ہے، جو یورپ میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اسلیئے رسالہ ہذا کی خریداری سے دستکش ہونا گویا اپنے آپ کو نیکی کے ایک بھاری کام میں حصہ لینے سے محروم کرنا ہے۔ اسلیئے جملہ ناظرین کرام کی خدمت میں ہماری التماس ہے۔ کہ نہ صرف اختتام رسالہ پر وہ اپنا سالانہ چندہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ بلکہ سال نو ۱۹۳۳ء میں تین تین جدید خریداران کا سالانہ چندہ مبلغ عہ بھی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر داخل حسنات ہوں۔ جن احباب کا چندہ رسالہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے پہنچنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ وہ سب بھائی اپنا سالانہ چندہ مبلغ سے آخر دسمبر ۱۹۳۲ء تک بذریعہ منی آرڈر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور بھیجدیں۔ تا کہ طرفین وی۔ پی کے اخراجات اور زحمت سے بچ جائیں +

خواجہ عبد الغنی سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ

تفسیر القرآن

تفسیر القرآن سالگذشتہ برابر پیش خدمت ہوتی رہی۔ ناظرین رسالہ کیلیئے عموماً اور تفسیر القرآن کے بلند پایہ مضامین سے دلچسپی رکھنے والے احباب کیلیئے خصوصاً یہ خبر تکلیف دہ ہوگی۔ کہ مصنف تفسیر گذشتہ اگست سے سوزشِ گلو و اعصابی تکالیف سے بستر آلام پر ہیں۔ ابتک حالت بدستور ہے۔ سال رواں میں بھی عوارض...... عود کر آئے۔ سال بھر کے بارہ ماہ میں سے قریباً ۸ ماہ فاضل مصنف کے انہی عوارض کی نذر ہوئے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ سالِ ماسبق قرآن کریم کی تصنیف کے عشق اور عوارض دیرینہ کی آپس میں شدید کشمکش رہی۔ اگر صورت حال یہ نہ ہوتی۔ تو تفسیر القرآن کا کام آج تک پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہوتا +
شومئی قسمت سے حضرت خواجہ صاحب ممدوح آجکل اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ آپ ان استفسارات کے جوابات تک دینے سے قاصر ہیں۔ جو خود ہی انہوں نے اپنی تفسیری تحریرات کے دوران میں مدعو کئے +
بہرحال اس تفسیر القرآن کا اہم حصہ یعنی سورۃ فاتحہ کی تفسیر انشاءاللہ رسالہ اشاعت اسلام کے آئیندہ ڈبل نمبر میں پیش کی جاویگی۔ فاضل مصنف نے ان مضامین کو ایک چھوتے اور نرالے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ مضامین میں ایک جدت ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود قابل مصنف نے کسی انکشاف یا نظریہ کو قرآن کریم کے ماتحت کھینچ تان کرلانے کی کوشش بالکل نہیں کی +
امید ہے کہ تفسیر بالا ناظرین کرام کے علمی و مذہبی اضافہ کا موجب ہوگی۔ سال آئیندہ انشاءاللہ ہر نمبر میں اس تفسیر کی طباعت کا کام جاری رکھا جائیگا +

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد

تفصیل آمد	نقشہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن اسلامک ریویو و کتب خانہ و رسالہ اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان	۱	۶	۰	۱۳۷۱
آمد برائے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو	۲	۰	۰	۱۶۲
آمد ریزرو فنڈ	۳	۹	۳	۱۷۷
میزان ۔ ۔ ۔		۳	۴	۱۷۱۰

تفصیل خرچ

تفصیل خرچ	نقشہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
خرچ اسلامک ریویو و کتب خانہ و رسالہ اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان		۲	۰	۲۷۷۹
میزان ۔ ۔ ۔		۲	۰	۲۷۷۹

دستخط (ڈاکٹر) غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۳ ۱۰/۳۲	۱۰۳۶	میسرز سلطان اینڈ کو۔ یوگنڈا ۔۔	۰	۰	۵۰
,,	۱۰۳۷	جناب ایس اے یوسف صاحب۔ اڈیپی ۔ ۔ ۔	۰	۵	۰
,,	۱۰۳۸	,, قادر بخش صاحب۔ کومیلہ	۰	۰	۱۰
۴ ۱۰/۳۲	۱۰۴۴	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور نصف بمد مشن نصف بمد ریویو	۰	۰	۲۰
,,	۱۰۴۶	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب رام نگر	۰	۰	۴
	۱۰۴۷	,, غلام محمد صاحب لاہور ۔۔	۰	۰	۵
۵ ۱۰/۳۲	۱۰۵۶	,, قاضی منہاج الدین صاحب۔ سرگودھا ۔۔	۰	۰	۴
۶ ۱۰/۳۲	۱۰۵۸	,, عبدالحق صاحب گجرات ۔۔	۰	۰	۵
۷ ۱۰/۳۲	۱۰۶۰	,, قاضی منہاج الدین صاحب سرگودھا	۰	۰	۱۰
	۱۰۷۳	,, محمد محفوظ الکریم صاحب ناگپور ۔۔	۰	۰	۲
,,		,, راجہ نجیب اللہ صاحب جہلم	۰	۰	۱۰
,,	۱۰۸۳	,, نظام الدین صاحب گجرات ۔۔	۰	۸	۱
,,	۱۰۹۰	,, کرم اللہ صاحب۔ دارا پور بمد مشن	۰	۰	۳
,,	۱۰۹۱	,, راجہ نجیب اللہ صاحب۔ جہلم ,,	۰	۰	۵
,,	۱۰۹۲	,, شیخ نیاز احمد صاحب۔ وزیر آباد	۰	۰	۱۰
۱۴ ۱۰/۳۲	۱۰۹۶	جناب اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
۱۵ ۱۰/۳۲	۱۰۹۷	جناب محبوب خان صاحب دھاروار بمد مشن	۰	۰	۴
	۱۰۹۸	جناب شیخ امین الحق صاحب ہزاری باغ	۰	۰	۲
	۱۰۹۹	,, پی ایس اصغر حسین صاحب درجانہ بمد مشن	۰	۰	۲۵
۱۷ ۱۰/۳۲	۱۱۰۲	,, محمد علی صاحب سیلا باغ بمد مشن	۰	۰	۵
	۱۱۰۳	,, ڈاکٹر این اے خان صاحب ٹانگڑونجی ,,	۰	۰	۲
	۱۱۰۷	,, صبیح امین صاحب۔ لدھیانہ ,,	۰	۰	۱
۱۸ ۱۰/۳۲	۱۱۰۹	,, عبدالکریم صاحب قلعہ عبداللہ ,,	۰	۰	۲
	۱۱۱۱	,, قاضی منہاج الدین صاحب [illegible] ,,	۰	۰	۲
	۱۱۱۳	معرفت سٹینڈرڈ بنک جنوبی افریقہ ,,	۰	۸	۳۹
	۱۱۱۸	جناب کرم الٰہی صاحب انبالہ ,,	۰	۰	۱۰
		چودھری محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ ,,	۰	۱۴	۷
۲۱ ۱۰/۳۲	۱۱۳۹	جناب حاجی شیخ عبدالمجید صاحب کلکتہ ,,	۰	۰	۵
۲۲ ۱۰/۳۲	۱۱۴۹	,, محمد امیر حسن صاحب۔ لکھنؤ	۰	۰	۱
	۱۱۵۳	منافع بر سٹرلنگ بونڈس نصف بمد مشن نصف بمد ریویو	۰	۰	۴۰۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء	۰	۱۳	۵۶۷
	۱۱۵۴	از فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء	۰	۰	۱۵۰
		میزان	۶	۰	۱۳۷۱

نقشہ ۲ تفصیل آمد برائے مفت تقسیم اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۱۰/۳۲	۱۰۴۵	میسرز کے۔ ایس محمود صاحب۔ لاہور	۰	۰	۲
۵ ,,	۱۰۵۱	جناب ایم۔ اے احمد صاحب بمبئی ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۷ ۱۰/۳۲	۱۰۶۴	,, ایم۔ آئی قاضی صاحب۔ نینی تال ایک کاپی	۰	۰	۵
	۱۰۶۵	,, علی احمد خان صاحب۔ بہاولپور ۲۰ کاپی	۰	۰	۱۰۰
	۱۱۰۹	,, عظیم الدین خان صاحب [illegible] ایک ۔ ۔ ۔	۰	۰	۵
۲۰ ۱۰/۳۲	۱۱۳۴	,, محمد سلیمان صاحب مردان ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۴ ۱۰/۳۲	۱۱۸	,, سید محمد بشارت الحق صاحب۔ ٹہیرہ ۵ کاپی ۔۔	۰	۰	۲۵
,,	۱۱۸	,, سید محمد سعید الحق صاحب۔ ,, ایک کاپی	۰	۰	۵
		میزان ۔ ۔	۰	۰	۱۶۲

نقشہ ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۱۰/۳۲	۲۰	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب۔ لاہور	۰	۸	۲
	,,	,, خواجہ صلاح الدین صاحب۔ ,,	۰	۰	۲
	,,	,, خواجہ جلال الدین ,, ,,	۰	۰	۱
		ملازمین دفتر	۰	۱۴	۱
	۲۱	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب۔ رام نگر	۰	۰	۴
	۲۲	,, ایم اے احمد صاحب بمبئی	۰	۰	۱۰
	۲۳	میسرز مسلم بک سوسائٹی لاہور [illegible]	[illegible]	۵	۵۵
	۲۴	مسز رشیدہ خان صاحبہ [illegible]	۰	۰	۱۰۰
		میزان	[illegible]	۳	۱۷۷

نقشہ نمبر ۲ تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱۰/۳۲	۸۳	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ستمبر ۱۹۳۲ء	-	۴	۱۱۲۲
۴/۱۰/۳۲	۸۴	بل سائر دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :— محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۴ ۱۳۸ تا ۱۵۲۳ — ۱۰۰—۰—۰ پریس — ۵—۰—۰ محصول ریپرس موصولہ از ووکنگ — ۳—۱۴—۰ کرایہ دفتر — ۳۲—۰—۰ متفرق — ۳—۰—۰ تاریں — ۵—۰—۰	۰	۰	۱۵۰
	۸۵	ترجمہ برائے رسالہ اشاعت اسلام	۰	۱۲	۲۰
	۸۶	میسرز ملک پریس بابت طباعت ۲۰۰۰ سرخی دار فارمس ۲۰۰۰ فارم خریداران	۰	-	۲۳
	۸۷	میسرز متھراداس چھجن لال بابت کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام ماہ اگست ۱۹۳۲ء	-	۰	۲۴
	۸۸	میسرز جے بی ایڈوانی ۴ ریم کرافٹ پیپر برائے اسلامک ریویو ریپر	۰	۱۴	۴۸
	۸۹	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس بابت طباعت رسالہ اشاعت اسلام ماہ اگست بحوالہ بل نمبر ۵۵ ۱۲ پائی ۸ آنہ ۱۲ روپیہ طباعت ۲۰۰۰ کاپی بینظیر کامیابی (اردو)	۰	۰	۳۲
	۹۰	میسرز کلکتہ پریس بابت ۳۰۰ اپیل اسلامک ریویو بحوالہ بل ۳۰۶	-	۰	۱۰
	۹۱	میسرز کپور آرٹ پریس بابت بلاک اسلامک ریویو ان کا ۳ ۲۶	۶	۵	۷
	۹۲	بل سائر بہ تفصیل ذیل :— محصول ڈاک از ۱۵۲۴ تا ۱۵۴۹	۰	۰	۱۵۰
	۹۳	کاتب۔ بابت کتابت رسالہ اشاعت اسلام ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء	۰	۹	۲۵
	۹۴	پیشگی رقم ووکنگ بحساب سفر خرچ نائب امام ووکنگ	۸	۱۰	۶۶۶
	۹۵	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس لاہور بابت طباعت رسالہ اشاعت اسلام ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۲ء	۰	۰	۲۵
	۹۶	میسرز جے بی ایڈوانی اینڈ کو۔ کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام بحوالہ نمبر ۴ ۸ ۴ ۲	۰	-	۲۷
	۹۷	کاتب بابت اجرت کتابت رسالہ اشاعت اسلام ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء	-	۹	۲۵
	۹۸	بل سائر بہ تفصیل ذیل :— محصول ڈاک از نمبر ۱۵۵۰ تا ۱۶۷۰ — ۸۰—۱۱—۹ رقم قابل برآمد — ۱—۲—۰ بندھائی رسالہ اشاعت اسلام ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء — ۳—۰—۰ موسمی اخراجات — ۸—۱—۰ روٹیو سٹنسل — ۹—۶— لفافے۔ پوسٹکارڈ۔ سیاہی — ۶—۰—۰ سٹیشنری — ۶—۷—۰ پریس — ۵—۰—۰ ریپرس از ووکنگ و کاغذ پریس تانگہ میں — ۵—۰—۰ امپرسٹ دفتر مانسہرہ — ۱۹—۰—۰ کتب — ۱—۱۳—۰ متفرق — ۳—۱۳—۰	۰	۰	۱۵۰
	۹۹	میسرز متھراداس چھجن لال قیمت کاغذ رسالہ اشاعت اسلام ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء	۰	۰	۲۴
	۱۰۰	میسرز غلام محمد معراج الدین صاحب۔ بندھائی اسلامک ریویو ۱۹۳۲ء	۰	۰	۳۵
	۱۰۱	میسرز سول اینڈ ملٹری پریس طباعت اسلامک ریویو اگست ۱۹۳۲ء			۲۳۲
		میزان	۲	-	۲۷۷۹

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
...ید نے الاسلام بلا جلد عہ ر مجلد	عہ	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲ مجلد	عہ ر
...ک واریہ معرکۃ الآرا دین لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد عہ ر مجلد	عہ ۲ر	براہین نیرہ بلا جلد ۱۲ ر مجلد	۲ر
...ح المسیحیت بلا جلد عہ ر مجلد	عہ ۱۲ر	پیام اسلام	۸ ر
...ورت الہام بلا جلد ۱۲ مجلد	عہ ۱ر	مقصد مذہب	۳
...ت یا انجیل عمل بلا جلد عہ مجلد	عہ ۱ر	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲ ر مجلد	عہ ۸ر
...کالمات ملیہ بلا جلد ۱۳ ر مجلد	عہ ۲ر	سیر افکار یا روحانیت نے الاسلام بلا جلد ۱۲ ر مجلد	عہ ۱ر
...طالعہ اسلام بلا جلد ۱۲ ر مجلد	عہ ر	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۶ ر
...سلام میں کوئی فرقہ نہیں بلا جلد ۴ ر مجلد	عہ ۲ر	یسوع کی الوہیت اور اسکی انسانیت پر ایک نظر	۴ ر
...ت انوار محمدیہ بلا جلد ۶ ر مجلد	۱۰ ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ ر
...ہب محبت ۷ ر موضوع القرآن	۴ ر	صلائے نصرت بہ اہل ہمت	۳ ر
...زاہب عالم کا مذہب	۸ ر	حیات بعد الموت	۱۲ ر
...سوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد	۷ ر	جہد للبقاء	۴ ر

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
...ح القرآن	۱۲ ر	سیرت نبوی قیمت صرف	۴ ر
...ن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ ر	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۲ ر
...یا کے مشہور مذاہب ثلاثہ بلا جلد	۷ ر	قرآن اور جنگ	۳ ر
...سلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳ ر	پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمہ	۱۰ ر
...سیر سورہ فاتحہ قیمت صرف	۲ ر	سیرت خیر البشر مجلد عہ تمام حدیث بلا جلد عہ ر مجلد	عہ ۸ر
...سلام یعنی نیچری کا مذہب	۲ ر	تصاویر نو مسلمانان یورپ فی درجن ۲ر فی درجن مجلد	۴ر
...سلامی نماز اور ہر مغربی اعتراض	۱ ر	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰ ر
...ت کا قوام اور نبی کامل مصنفہ حضرت خواجہ صاحب	عہ ر	تمدن اسلام حصہ اول مصنفہ حضرت خواجہ صاحب	عہ ۳ر

پتہ مدرخواستیں بنام

یورپ میں اشاعت اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی تگ و دو

یورپ میں اشاعت اسلام کیلئے ذیل کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب ہی مسلم امداد کے محتاج ہیں

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت

یورپین نومسلمین و غیر مسلمین اخوان و خواتین میں کیجاتی ہے

۲۔ دنیا بھر کی مسلم لائبریریوں

کو رسالہ اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے

۳۔ مبلغین مشن کے ہفتہ واری لیکچر

ہفتہ میں ایک بار لندن میں اور ایک دفعہ مسجد ووکنگ میں لیکچر ہوتا ہے۔ جن میں سامعین کی چائے سے تواضع کیجاتی ہے

۴۔ لندن میں جمعہ و عیدین کی نمازیں

عیدین کے مجمع میں چار پانچ صد کے لگ بھگ نومسلمین و مسلمین شامل ہوتے ہیں نماز کے بعد انکی دعوت کیجاتی ہے جس پر کصد پونڈ فی عید صرف ہوتا ہے

۵۔ رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے سالانہ یوم ولادت

کی تقریب پر چار پانچ صد سے زائد مجمع ہوتا ہے جن کی تواضع عوض سے کی جاتی ہے۔ یہ مجمع مسلمین و نومسلمین پر مشتمل ہوتا ہے +

۶۔ دور دراز ممالک کے غیر مسلمین

کو مبلغین مشن بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں جس محصول ڈاک صرف ہوتا ہے +

۷۔ تالیف قلوب

بعض غیر مسلمین و نومسلمین کی حسب ضرورت مالی امداد بھی کی جاتی ہے +

۸۔ انگریزی اسلامی ادبیات

کی مفت اشاعت کیجاتی ہے۔ نومسلمین غیر مسلمین کو مفت تقسیم کی جاتی ہیں +

۹۔ مسجد ووکنگ میں زائرین

کی آمد و رفت میں جس مسلم نومسلم و غیر مسلم ہوتے ہیں ان سب کی تواضع چاء سے کی جاتی ہے +

۱۰۔ عملۂ مشن

کی آمد و رفت کے اخراجات اور ان کے ماہواری مشاہرے +

۱۱۔ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل مبلغ اسلام

مغرب میں اسلام کا واحد مشعل بردار ماہوار انگریزی رسالہ جس میں زبردست اہل قلم حضرات کے مذہب اخلاق تمدن و معاشرت اسلام میں تصوف اور حالات حاضرہ پر مسلمین و نومسلمین کے مضامین ہوتے ہیں یہ رسالہ کو نومسلم کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم گوہر بار سے شرح قرآن مجید کا سلسلہ بھی آغاز سال ۱۹۳۰ء سے شروع ہے جو از حد دلچسپ ہے سالانہ چندہ ۱۰ عہ مفت تقسیم و طلباء صر عہ مع محصولڈاک نمونہ مفت +

۱۲۔ رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر ادارت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل مبلغ اسلام اس رسالہ میں اسلامک ریویو کے اردو تراجم کے علاوہ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں جن میں حالات حاضرہ پر مذہبی نقطۂ نگاہ سے بحث کی جاتی ہے۔ مسجد ووکنگ کے جملہ تبلیغی جدوجہد کو کوائف درج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شرح قرآن کریم کا بھی اردو ترجمہ چھپتا ہے +

تمام خط و کتابت بنام سیکرٹری مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

مسلم پرنٹنگ پریس [illegible] لاہور [illegible] باہتمام [illegible] مولا داد خاں [illegible]